مقدمہ کتاب التوحید

جلد اول و جلد دوم

تالیف

سید المفسرین والمحدثین بقیۃ السلف حجۃ الخلف مرشد العلماء

حضرت مولانا ابو محمد عبد الغنی الجاجروی نور اللہ مرقدہ

بانی جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان

خلیفہ مجاز قطب الاقطاب حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی نور اللہ مرقدہ

ترتیب و مراجعت مفتی محمد الجاجروی

Dr. Anas Zia

ناشر

کتب خانہ حمادیہ

جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان

فون: 068-5872318


Dr. Anas Zia
خوشخبری
+1000 ایک ہزار سے زائد شبہات کے جوابات
اہلسنت والجماعت کے عقائد کا حقیقی خلاصہ
مکمل حوالہ جات کے ساتھ حقیقی مسئلہ الٰہ
اندھیروں سے روشنیوں تک کا حقیقی سفر
دین نبوی کا حقیقی پس منظر مع حوالہ جات
خریدے بغیر اب بالکل مفت میں
PDF ڈاؤن لوڈ کر کے مطالعہ کریں
مقدمہ کتاب التوحید
تالیف
حضرت مولانا ابو محمد عبد الغنی الجاجروی
مفتی محمد الجاجروی
Dr. Anas Zia
کتب خانہ حمادیہ
068-5872318
مشرکین اور موحدین کے درمیان سینکڑوں سالوں سے چلنے والی جنگ کا خلاصہ
سونے کے حروف سے لکھے جانے کے لائق انوکھی کتاب

مقدمہ کتاب التوحید

المعروف مسئلہ الٰہ

جلد اول

تالیف

سید المفسرین والمحدثین بقیۃ السلف حجۃ الخلف مرشد العلماء

حضرت مولانا ابو محمد عبد الغنی الجاجروی نور اللہ مرقدہ

بانی: جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان

ناشر

کتب خانہ حمادیہ

جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان

فون: 068-5872318

ضابطہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ـــــــ مقدمہ کتاب التوحید (جلد اوّل و دوم)

افادات ـــــــ شیخ التفسیر حضرت مولانا ابو محمد عبد الغنی الجاجرویؒ

ترتیب و مراجعت ـــــــ مفتی محمد الجاجروی

کتابت و طباعت باہتمام ـــــــ ابو السعود شبیر احمد فاروقی

تعداد ـــــــ 500

تاریخ اشاعت ہفتم ـــــــ مارچ 2018ء

قیمت

رابطہ

جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ ـــــــ رحیم یار خان

المکتبۃ الحسینیہ جامعہ ضیاء العلوم ـــــــ سرگودھا

کتب خانہ رشیدیہ ـــــــ راجہ بازار پنڈی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

مختصر حالات مصنّف کتاب

سلطان التارکین استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث

حضرت مولانا **عبدالغنی الجاجروی** نوراللہ مرقدہ

آپ ۱۹۲۴ء میں بمقام بستی حاجی بلوچان نزد گڑھی اختیار خان تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خان پیدا ہوئے۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد والد محترم نے گڑھی اختیار سکول میں اس غرض سے داخل کرایا کہ میرا لڑکا ڈگری حاصل کر کے بہت بڑے عہدے کا مالک بنے گا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ یہ ہونہار دین کی خدمت کے لیے تن من دھن وقف کر دے چنانچہ سکول چھوڑ کر آپ دینی تعلیم کے حصول میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ مختلف مدارس کے علاوہ جامعہ اسلامیہ بہاول پور (اسلامیہ یونیورسٹی) میں زیر تعلیم رہے۔ فراغت کے بعد مختلف مدارس میں بلامعاوضہ حسبۃً للہ تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بالآخر ۱۳۴۶ھ میں بستی احمد چوہان نزد بدلی شریف تحصیل رحیم یار خان میں جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ کی بنیاد رکھی۔ چودہ سال بعد بوجوہ مدرسہ شہر رحیم یار خان میں منتقل کر لیا جہاں اب موجود ہے اور پھر آخر دم تک تدریساً تقریراً تحریراً ہمیں دین کی خدمت میں مصروف رہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو محض اپنے فضل وکرم سے غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ علم صرف، نحو، منطق اور ادب کی تدریس میں آپ کا طوطی بولتا تھا۔ ایک طرف علمی اور تدریسی میدان میں جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں شیخ التفسیر والحدیث بنایا تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے تصوف میں بھی مہارت کاملہ عطا فرمائی تھی علم ظاہری میں آپ دیگر علماء کرام کے علاوہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور حضرت شیخ القرآن مولانا

غلام اللہ خانؒ سے شرف تلمذ رکھتے تھے اور انہی کی طرز پر قرآن کی درس و تدریس میں ساری زندگی مصروف رہے۔ بڑے بڑے جید علماء کرام ان کے ہاں تشریف لا کر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ اس وقت کے علماء آپ کے اس کمال کے معترف تھے۔

آپ ایک درویش صفت انسان تھے، بناوٹ اور ظاہری سنگار کے نام تک سے واقف نہ تھے، کھانا پینا، رہن سہن، لباس، وضع قطع ان کی اس صفت کے شاہد عدل تھے۔ صحیح معنیٰ میں عالم ربانی تھے، شہرت کے سخت مخالف تھے۔ گوشہ نشینی اور یکسوئی کے ساتھ دین متین کی خدمت کے قائل تھے اور اسی پر ساری زندگی عامل رہے۔ اپنی تعریف میں ایک لفظ بھی سننا گوارا نہ کرتے، بارہا ایسا ہوا کہ کسی نے اگر تعریف کر دی تو فوراً اس کی تردید کر دی۔

توحید و سنت کے شیدائی اور داعی تھے آپ کے اکثر و بیشتر مواعظ اسی موضوع پر ہوتے بلکہ کوئی وعظ اس موضوع سے خالی نہ ہوتا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تو سوائے توحید کے کچھ آتا ہی نہیں آپ کا وعظ غلط روایات اور حکایات سے قطعاً مبرّا اور صرف قرآن وحدیث پر مشتمل ہوتا تھا، الفاظ نہایت سادہ لیکن بڑے پُر اثر ایسا موثر اور صاف ستھرا وعظ سننے میں بہت کم آیا۔ مذہب کے شیدائی تھے اور ساری زندگی مذہب کے داعی رہے۔ توحید بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے چندہ دو یا نہ دو، آئندہ وعظ پر آؤ یا نہ آؤ، گالیاں خوب دو لیکن مسئلہ سن لو!

حاجت روا، مشکل کشا، غیب دان اللہ کے سوا کوئی نہیں نہ نبی نہ ولی نہ جن نہ فرشتہ نہ زندہ نہ مردہ۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ مدارس ہمارا مقصود نہیں۔ مدرسہ صرف مذہب کی اشاعت کے لیے بنایا ہے مدرسہ رہے نہ رہے مذہب باقی رہے، کچھ لوگوں کے لیے مدارس بت بنے ہوئے ہیں اس کے لیے وہ سب کچھ کر ڈالتے ہیں۔ آپ کی بود و معاش صوفیانہ اور زاہدانہ تھی، کھانے یا پہننے میں کسی تکلف کے روادار نہ تھے۔ دال، ساگ، سوکھی روکھی کھا کر شکریہ ادا کرنے والے انسان تھے، مسکینی اور مسکنت کو بہت پسند فرماتے تھے۔ پوری زندگی بلا معاوضہ تدریس و تصنیف اور تحریر میں گزار دی۔ اس سب

کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے حد استغناء عطاء فرمایا تھا کبھی کسی چودھری یا وڈیرے کو خاطر میں نہیں لاتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ مالدار لوگوں کی صحبت قطعاً اختیار نہ کرو، ان کی مجالس میں نہ بیٹھو اس سے دل مردہ ہوتا ہے، اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو اس سے دل زندہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ (آمین)

سلسلہ بیعت

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد آپ پہلے تو حضرت لاہوریؒ سے بیعت ہوئے اور پھر بعدہٗ قطب الاقطاب شمس العلماء والعارفین صاحب الاستقامۃ الکاملۃ فی الدین حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی نوّر اللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے اور تقریباً پندرہ سال ان کی خدمت میں آتے جاتے رہے۔ بیعت ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد حضرتؒ نے اجازت بیعت عنایت فرمائی۔ چنانچہ عوام الناس کے علاوہ طلباء اور علماء کی قابل ذکر تعداد نے آپ سے سلسلۂ بیعت جوڑ رکھا تھا۔

وفات حسرت آیات

دنیا دار الفناء ہے جو آیا ہے اس نے بالآخر جانا ہے بقا صرف ذات باری تعالیٰ ہی کی صفت ہے چنانچہ چھپن سال دین کی خدمت میں شب و روز صرف کر کے جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۹۰ء بعد نماز مغرب علم و فضل کا یہ آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ نماز مغرب آپ نے خود پڑھائی، اس کے بعد نوافل ادا فرمائیں، روزانہ کے معمول کے مطابق ذکر و اذکار سے فارغ ہو کر گھر پہنچے تو دردِ دل شروع ہو چکا تھا بالآخر آیت " فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ الخ " پڑھتے ہوئے سجدہ ریز ہو کر اپنے رب کے حضور بصد عجز و نیاز نذرانۂ جان پیش کیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ!

ع زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

تقریظ

از: رئیس التحریر محقق العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا سید ابو احمد سجاد بخاری مد ظلہ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا عبد الغنی صاحب مہتمم مدرسہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان! ہماری جماعت کے معروف اور ثقہ علماء میں سے ایک ہیں جو سالہا سال سے امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ کے طرز پر قرآن مجید کا درس دے رہے ہیں ہر سال سینکڑوں علماء اور طلبہ ان سے مستفید ہوتے ہیں۔

"کتاب التوحید" کے نام سے وہ ایک مفصل اور مدلل کتاب کی تالیف میں مصروف ہیں جس کے بعض ضخیم حصے چھپ کر شائع اور مقبول ہو چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب محولہ بالا کتاب کے مقدمہ کی پہلی جلد ہے۔ راقم الحروف نے مولانا موصوف کی فرمائش پر اس کتاب کا اوّل سے آخر تک مطالعہ کیا اور مولانا موصوف کے حسب الحکم جہاں ضرورت محسوس ہوئی اس کی عبارت کی تصحیح اور اصلاح بھی کر دی۔

یہ کتاب اصل کتاب التوحید کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔ اس حصے میں مسئلہ الٰہ، مسئلہ شفاعت، شرک فی العلم اور شرک فی التصرف کے ابحاث نہایت مدلل اور مستند انداز میں زینت قرطاس فرمائے ہیں۔ ہر مبحث کو نصوص کتاب وسنت اور سلف وخلف کے مستند حوالوں سے مزین و مبرہن کیا ہے۔ اور ہر مسئلہ پر مخالفین کی دلائل اور ان کے شبہات کا کافی وشافی جواب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنی مہربانی سے مولانا موصوف کو کتاب التوحید کے تمام حصوں اور مقدمہ کی جلد دوم کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ ان شاء اللہ یہ کتاب مع مقدمہ مسئلہ توحید کے ہر پہلو پر کتاب وسنت، آثار سلف اور ارشادات علماء خلف کے حوالوں کا ایک مستند دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) ثابت ہو گی اور اس موضوع پر لکھنے والوں کو راہنما کا کام دے گی۔

والسلام!

تقریظ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی
سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی ـــــ حال صدر مدرس ضیاء العلوم سرگودھا

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین ط

اما بعد! ـــــ مسئلہ الٰہ پر جو حضرت مولانا شیخ القرآن والحدیث علامہ عبدالغنی صاحب جاجروی لا زالت شموس فیوضہ علینا بازغۃ نے کتاب "مقدمہ کتاب التوحید" لکھی ہے اس کی نظیر کتب سابقہ میں کم یاب ہے اس مقدمہ میں مسئلہ الٰہ کو کئی حصوں میں منقسم کیا ہے ہر ہر دعویٰ کو قرآنی آیت سے ثابت کیا ہے پھر سلف کا فہم بتایا کہ سلفؒ نے بھی اس آیت سے یہی مفہوم سمجھا ہے پھر اس کے خلاف جو عقیدہ موجودہ دور کے باطل عقائد والوں کا ہے ان کی اپنی کتابوں کے حوالوں سے مبرہن کر کے لکھا اور وہ جو غلط استنباط کرتے ہیں ان کو بھی باحوالہ لکھا پھر اس کا جواب از خود نہیں بلکہ سلفؒ کے اقوال سے مؤید کر کے لکھا اور جن قرآنی آیات سے مغالطہ دیتے ہیں ان کا مغالطہ باحوالہ لکھ کر اس کا تفصیلی جواب لکھا اور سلف کے اقوال سے مؤید کیا اور مشرکین کے عقائد کو واضح کیا کہ ان کے بعض اعتقادات صحیح تھے اور بعض غلط، پھر قرآن نے ان کے غلط عقائد کو واضح الفاظ سے رد کیا ان کو سلف سے اقوال سے مزین کیا۔ اس کے بعد مشرکین کے اعمال، اخلاق اور معاشرہ پر بحث کی اور ان میں جو اوصاف حمیدہ پائے جاتے تھے ان کو دلائل سے مبرہن کیا۔ پھر مقام تفکر کا عنوان قائم کیا جس میں سوال وجواب ہیں اور بریلویہ کا عقیدہ اور ان کا باطل قیاس بیان کیا اور کہا کہ اس عقیدہ میں بریلوی فرقہ شیعہ کے ہمنوا ہیں۔ پھر شفاعت کا مع اس کے اقسام کے بیان کیا پھر مسئلہ الٰہ کی اہمیت بتائی،

پھر باب الشبہات کا عنوان قائم کرکے موجودہ دور کے زبان زد عوام کے شبہات کا جواب دیا، پھر شرک فی العلم کی بحث کی اور اہل باطل کے مزخرفات کے جواب دیے اور غالیانہ شبہات کے بھی جواب دیے۔ پھر واضح کیا کہ یہ غالی لوگ غلاۃ روافض کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ لیبل اہل سنت کا لگا کر روافض وفلاسفہ کے افکار کا پرچار کر رہے ہیں۔ احناف کا مسلک اس بارے میں صاف ہے اور قرآن وسنت اور عقائد اہل حق کے موافق ہے اور یہ لوگ دعویٰ حنفیت کا کرتے ہیں مگر احناف کے عقائد سے ان کو انحراف ہے بلکہ تمام اہل سنت سے الگ ہے پھر اہل قبلہ کی تکفیر وعدم تکفیر پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

پھر مسئلہ حاضر وناظر پر بحث کی اور کہا کہ یہ مسئلہ بریلویوں نے عیسائیوں سے مستعار لیا ہے اور ان کے شبہات کو باحوالہ کتب سے نقل کرکے ان کے جوابات دیے اور استدلالات کو بھی نقل کرکے جواب دیے۔

پھر شرک فی التصرف پر بحث کی پھر غالیانہ سوالات کے جواب دیے اور من دون اللہ کے بارے میں جو اشکال غالی لوگ پیش کرتے ہیں ان کو جواب قرآن وفہم سلف سے دیا اور اقوال صوفیاء سے اسے مؤید کیا اور علمائے احناف کے اقوال بھی تائید میں پیش کیے پھر الہام وکشف صوفیاء کی صحت پر بحث کی اور اہل کشف کی تقلید کا مقام بتایا۔

علماء وطلباء کو چاہیے کہ اس کتاب سے استفادہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مولانا کو اس محنت کا ثواب جزیل عطا فرمائے۔ آمین

محمد حسین غفرلہ

جامعہ ضیاء العلوم ------ سرگودھا

آئینۂ کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم النبیین وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

پہلا فائدہ: درجاتِ توحید کا بیان

توحید باری تعالیٰ (ایک ماننا) کے چار درجات ہیں۔

ماخذ: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

واعلم ان للتوحید اربع مراتب۔ (حجۃ اللہ ج ا ص ۱۱۹)	ترجمہ: واضح ہو کہ توحید کے چار مرتبے ہیں۔

درجہ اولیٰ: توحید فی وجوب الوجود

وجوب الوجود اور قدم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ماننا، اس کے سوا کسی بھی ہستی کو واجب الوجود، قدیم اور عدم سے پاک نہ ماننا بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے علاوہ ہر شئے کو ممکن، فانی اور حادث یعنی موجود بعد از عدم ماننا۔ توحید کے اس درجہ کا مقابل شرک فی وجوب الوجود ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے علاوہ کسی بھی شئے کو واجب، قدیم اور عدم سے پاک ماننا۔

ماخذ: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

احداہا حصر وجوب الوجود فیہ تعالیٰ فلا یکون غیرہ واجبا۔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۱۹

ترجمہ: پہلا یہ ہے کہ صفت وجوب وجود کو باری تعالیٰ کیساتھ مختص ماننا اور اس کے سوا کوئی واجب نہیں ہو سکتا۔

شواہد القرآن

شاہد اوّل:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ۔ پ ۲۰ قصص ع ۵

ترجمہ: اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ عمادیؒ فرماتے ہیں۔

فان ما عداہ کائنا ما کان ممکن فی حد ذاتہ عرضۃ للهلاك والعدم۔

ابو السعود ج ۴ ص ۲۴۸

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ اپنی ذات میں ممکن اور فنا کا محل ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ مظہریؒ فرماتے ہیں۔

لا شیٔ الا وَوُجُودُہٗ مستفادٌ وَّمستعارٌ منہ تعالیٰ۔

مظہری ج ۷ ص ۱۹۲

ترجمہ: ہر چیز کا وجود اللہ تعالیٰ سے مستفاد و مستعار ہے یعنی ہر شئے عدم سے وجود میں آئی۔

شاہد دوم:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ (پ ۲۷ الرحمٰن ع ۲)

ترجمہ: جو کوئی زمین پر ہے فنا ہو جانے والا ہے اور آپکے پروردگار کی ذات باقی رہے گی جو بڑی شان و عظمت والی ہے۔

شاہد سوم:

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا۔ (پ ۲۹ دھر ع ۱)

ترجمہ: انسان پر ضرور ایک زمانہ ایسا بھی آیا ہے کہ اس کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

والمراد بالانسانِ الجنسُ علی ما اخرجہ ابن المنذر عن ابن عباسؓ۔ (روح المعانی ص ۱۵۱ ج ۲۹)

ترجمہ: اور آیت میں انسان سے جنس انسان مراد ہے جس طرح ابن المنذر نے حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تخریج کی ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

واعلم ان الغرض من هذا التنبيهُ علی انَّ الانسانَ محدثٌ۔ (کبیر ص ۲۳۶ ج ۳۰)

ترجمہ: خوب سمجھ لو اس آیت سے غرض اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ انسان حادث ہے۔

بیان حدیث

حدیث:

قالوا جئنك لنسألك عن هذا الامر قال كان الله ولم يكن شئ غيره۔

(بخاری ص ۴۵۳ ج ۱)

ترجمہ: ہم آپ کی خدمت میں اس امر دنیا کے بارے میں دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوئے ہیں آپ نے فرمایا کہ (سب سے پہلے) اللہ کا وجود تھا اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔

خلاصہ یہ کہ آیات مذکورہ اور حدیث پاک اس مضمون میں صریح ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شئے نیست اور نابود تھی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا۔
حاصل یہ ہے کہ ہر ماسوی اللہ تعالیٰ حتی کہ انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام تک سب کے سب ہالک، فانی اور حادث ہیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی ان قدیم اور عدم وفنا سے پاک نہیں ہاں قدیم اور فنا سے پاک صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔

درجہ ثانیہ: توحید فی الخالقیت

یعنی تمام اشیاء کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ماننا اور اس کے علاوہ کسی بھی ہستی کو خالق نہ ماننا نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر بلکہ مخلوق ماننا۔ توحید کے اس درجہ کا مقابل شرک فی الخالقیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کو کسی چیز کا خالق اور موجد ماننا خواہ ذاتی طور پر یا عطائی طور پر لیکن اسباب طبعیہ وآلات عادیہ کے ذریعہ نہیں بلکہ مافوق الاسباب غیبی قوت سے۔

ماخذ: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

والثانيةُ حصر خلق العرش والسموات والارض وسائر الجواهر فيه تعالىٰ۔
حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۱۹

ترجمہ: دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ عرش، آسمان، زمین اور تمام جواہر کے پیدا کرنے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ماننا۔

شواہد القرآن

شاہد اول:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔
(پ ۸ اعراف ع ۷)

ترجمہ: خبردار۔ صرف اسی کا کام ہے ہر چیز کو پیدا کرنا اور اس میں اپنی مرضی کا حکم چلانا۔

فائدہ

کلمہ لہ کی تقدیم حصر کے لیے ہے تو مقصد آیت کا یہ بنے گا کہ پیدا کرنا اور حکم چلانا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شان اور اسی کی صفات مختصہ سے ہے۔

فہم سلف: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

لا احد غیرہ کما یؤذن بہ تقدیم الظرف۔ (روح المعانی ص ۱۳۸ ج ۸)	ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے بھی یہ صفت (خلق و امر والی) ثابت نہیں جیسا کہ ظرف کی تقدیم اس پر دلالت کر رہی ہے۔

شاہد دوم:

قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ۔ (پ ۱۳ رعد ع ۸)	ترجمہ: فرمادو اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہے اکیلا زبردست۔

سوال نمبر ۱

اگر خالقیت باری تعالیٰ کی صفات مختصہ میں سے ہے تو اس بنا پر غیر خدا کو خالق ماننا شرک ہوا پھر حضرت مسیح علیہ السلام نے خلق کی نسبت اپنی طرف کر کے کیوں فرمایا۔

اِنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ الآیۃ۔ (پ ۳ آل عمران ع ۵)	ترجمہ: میں بنا دیتا ہوں تم کو گارے سے پرندے کی شکل۔

سوال نمبر ۲

فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ	ترجمہ: سو بڑی شان والا ہے اللہ تعالیٰ

الْخَالِقِيْنَ۔ پ ۱۸ المؤمنون ع ۱ | جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

اس آیت میں خَالِقِيْنَ جمع کیوں لایا گیا؟ جب کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں اور وہ اس صفت میں وحدہ لاشریک لہ ہے۔

سوال نمبر ۳

معتزلہ بندے کو اپنے اعمال کا خالق مانتے ہیں تو وہ مشرک فی الخالقیت ہوئے کیونکہ صفات مختصہ باری تعالیٰ کو کسی غیر اللہ میں ثابت ماننا ذاتی یا عطائی طور پر شرک ہے حالانکہ جمہور اہل سنت ان کو کافر نہیں کہتے۔

تمہید الجواب

خلق کے دو معنیٰ آتے ہیں۔

معنیٰ اوّل

خلق بمعنیٰ ایجاد جس کو خلق مافوق الاسباب سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی شے کو عدم سے وجود میں لانا اور نیست سے اس میں حقیقۃً ہستی پیدا کرنا لیکن اسباب مروجہ اور آلات عادیہ کے ذریعہ نہیں بلکہ غیبی قوت مافوق الاسباب سے اور یہی خلق کا حقیقی معنیٰ ہے جس کا ترجمہ ہے پیدا کرنا اور خلق کا یہ درجہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے مخلوق پر اس کا اطلاق شرک ہے۔

معنیٰ دوم

خلق بمعنیٰ تقدیر و تصویر یعنی اوّلاً کسی چیز کا ذہن میں نقشہ اور صورت بنانا پھر اس نقشہ اور صورت کے مطابق وہ چیز تیار کرنا لیکن کسی غیبی قوت سے نہیں بلکہ اسباب عادیہ کے ذریعہ جس طرح دنیا میں تمام کاریگر خدا داد عقل کے مدد سے دنیوی مصنوعات کو آلات

دنیویہ کے ذریعہ تیار کرتے ہیں اور اسی کو خلق ماتحت الاسباب سے تعبیر کیا جاتا ہے جو خلق کا مجازی معنیٰ ہے جس کا ترجمہ ہے بنانا، یہ درجہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص نہیں اور نہ مخلوق پر اس کا اطلاق شرک ہے۔

الجواب

قرآن اور حدیث میں جہاں بھی خلق کا اطلاق کسی غیر اللہ تعالیٰ پر آیا ہے اس سے خلق مافوق الاسباب قطعاً مراد نہیں کیونکہ باجماع امت مخلوق پر خالقیت مافوق الاسباب کا اطلاق شرک ہے بلکہ اس سے خلق ماتحت الاسباب یعنی کسی چیز کو اسباب وآلات استعمال کر کے تیار کرنا اور بنانا مراد ہے جو شرک نہیں۔

خلاصہ جواب

یہ ہے کہ خالقین کا جمع لانا، حضرت مسیح علیہ السلام کا اپنی طرف خلق کی نسبت کرنا بمعنیٰ اول یعنی مافوق الاسباب ایجاد نہیں بلکہ بمعنیٰ ثانی یعنی تقدیر، تصویر اور خلق ماتحت الاسباب ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جو خلق خاصہ الٰہیہ ہے وہ تو قرآن میں غیر کی طرف منسوب نہیں اور جو منسوب ہے وہ خاصہ نہیں۔

فہم سلف ا: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

والخلق الاختراع بلا مثال ویکون بمعنی التقدیر وعلی الاول لا یتصف بہ سواہ سبحانہ وعلی الثانی قد یتصف بہ غیرہ ومنہ

ترجمہ: اور خلق کا معنی بغیر نمونہ کے کسی چیز کو ایجاد کرنا اور خلق کا معنی اندازہ لگانا بھی ہوتا ہے اور پہلے معنیٰ کے ساتھ کوئی غیر اللہ متصف نہیں ہو سکتا اور دوسرے معنیٰ کے ساتھ

فتبارك الله احسن الخالقين، واذ تخلق من الطين۔
(روح المعانی ص ۱۸۴ ج ۱)

اللہ تعالیٰ کا ماسوی بھی کبھی متصف ہوتا ہے اور اسی دوسرے معنی کے تحت ہے آیت فتبارك الله احسن الخالقين اور واذ تخلق من الطين۔

فہم سلف ۲: علامہ آلوسیؒ واذ تخلق کی مراد معین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

والمراد بالخلقِ التصويرُ والابراز على مقدارٍ معيّنٍ لا الايجادُ من العدمِ۔
(روح المعانی ص ۱۶۸ ج ۳)

ترجمہ: اور خلق سے مراد نقشہ بنانا اور اندازہ معین پر کسی شئے کو ظاہر کرنا اور اس سے شئے کو عدم سے وجود میں لانا مراد نہیں ہے۔

معتزلہ کی عدم تکفیر کا جواب

یہی وجہ ہے کہ معتزلہ کو مشرک نہیں کہا گیا کیونکہ وہ بندوں کے لیے باری تعالیٰ والی خالقیت بمعنیٰ ایجاد مافوق الاسباب نہیں مانتے بلکہ مخلوق والی خالقیت ماتحت الاسباب مانتے ہیں۔

ماخذ نمبر ا: علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں۔

بل لا يجعلون خالقيةَ العبد كخالقية الله تعالىٰ لافتقاره الى الاسباب والآلات التى هى بخلق الله تعالىٰ۔ (شرح عقائد ص ۶۱)

ترجمہ: بلکہ معتزلہ بندہ کی خالقیت کو اللہ تعالیٰ کی خالقیت کی طرح نہیں مانتے اس لیے کہ وہ بندہ ان اسباب اور آلات کا محتاج ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔

مآخذ نمبر ۲: علامہ علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

لانھم لم یجعلوا العبد خالقا بالاستقلال بل یقولون انہ سبحانہ خالق بالذات والعبد خالق بواسطۃ الاسباب والاٰلات التی خلقھا اللہ فی العبد۔ (شرح فقہ اکبر ص ۶۱)

ترجمہ: اس لیے کہ معتزلہ بندے کو مستقل خالق نہیں مانتے بلکہ وہ کہتے ہیں اللہ سبحانہ خالق بالذات ہے اور بندہ خالق ہے لیکن ان اسباب اور آلات کے ذریعہ جن کو اللہ تعالیٰ نے بندہ میں پیدا فرمایا ہے۔

درجہ ثالثہ: توحید فی التصرف والتدبیر

تمام اشیاء کے تصرف کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ماننا اور اس کے سوا کسی بھی ہستی کو کسی چیز میں مافوق الاسباب متصرف نہ ماننا نہ کلیتاً نہ جزئیتاً نہ ذاتاً نہ عطاءً۔ توحید کے اس درجہ کا مقابل شرک فی التصرف والتدبیر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی ہستی کو کسی چیز میں مافوق الاسباب متصرف ماننا خواہ تصرف اس کا کلی و عمومی مانے یا جزوی اور خصوصی مانے اور خواہ یہ تصرف اس کا ذاتی مانے یا عطائی اور تفویضی مانے۔

مآخذ: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

والثالثۃ حصر تدبیر السمٰوات والارض وما بینھما فیہ تعالیٰ۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۱۹ ج ۱)

ترجمہ: تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ زمین، آسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا تصرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ماننا۔

شواہد القرآن

شاہد اوّل:

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۔ (پ ۱۱ یونس ع ۱)	ترجمہ: وہی ہر کام کا انتظام کرتا ہے اس کی اجازت کے سوا کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہے۔

شاہد دوم:

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۔ (پ ۱۳ رعد ع ۱)	ترجمہ: وہی ہر ایک کام کا انتظام کرتا ہے، نشانیاں کھول کر بتاتا ہے تاکہ تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو۔

شاہد سوم:

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ۔ (پ ۲۱ الٓمّٓ السجدۃ ع ۱)	ترجمہ: وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔

درجہ رابعہ: توحید فی الالوہیّت والمعبودیّت

الوہیّت اور معبودیّت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ماننا۔ یعنی عبادت کے تمام اقسام وافراد کا مستحق صرف اسی کو ماننا اس کے سوا کسی بھی ہستی کو عبادت کی کسی قسم کا کسی بھی مستحق نہ جاننا۔ توحید کے اس درجہ کا مقابل شرک فی الالوہیّت والمعبودیّت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی ہستی کو عبادت کا مستحق جاننا خواہ یہ درجہ اس کا ذاتی مانے یا عطائی خواہ اس کو بالذات عبادت کا مستحق جانے یا دربار خداوندی کا مشیر،

از راہ شفیع قہری جان کر۔

ماخذ: حضرت شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں۔

والرابعۃ انّہٗ لا یستحق غیرہٗ العبادۃ۔ (حجۃ اللہ ص ١١٩ ج ١)	**ترجمہ:** چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کا مستحق نہیں۔

شاہد:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (پ ٢٦ محمد ع ٢)	**ترجمہ:** بس جان لو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔

دوسرا فائدہ: مدار نجات کا بیان

اے طالب خیر! جن وانس کی نجات ابدی کے لیے توحید کے چاروں درجوں کا ماننا ضرور لازمی اور ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ان چار درجوں میں سے کسی ایک درجہ میں شرک ہے تو باقی تین درجوں کی توحید اس کو ہرگز نجات نہیں دلا سکتی بلکہ کسی ایک درجہ کا مشرک ہونے کی صورت میں باقی درجات کی توحید بلحاظ نجات بے کار اور لغو ہے۔

خلاصہ یہ کہ بندہ جب تک چاروں درجات توحید کا عقیدہ نہ رکھے تب تک نہ موحد و مومن بنتا ہے اور نہ ہی مشرک ہونے سے نکلتا ہے۔

حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوّلین مخاطب یعنی مشرکین مکہ توحید کے پہلے دونوں درجوں اور تیسرے درجہ کے امور عظام (یعنی جہان کے بڑے اور اہم کاموں کے تصرّف) میں پورے موحد تھے لیکن چوتھے سالم درجے اور تیسرے درجہ کے امور عظام کے علاوہ فقط امور حقیرہ (یعنی جہان کے معمولی اور چھوٹے کاموں کے تصرّف) میں مشرک تھے یعنی وجوب الوجود اور خالقیت اور تدبیر امور عظام میں پکے موحد تھے لیکن تدبیر امور حقیرہ اور عبادت میں مشرک تھے۔

خلاصہ یہ کہ توحید کے چاروں درجات میں سے اڑھائی درجوں میں موحد تھے اور ڈیڑھ درجہ میں مشرک تھے تو صرف ڈیڑھ درجہ میں مشرک ہونے کی وجہ سے پہلے اڑھائی درجات کی توحید نے بھی ان کو بلحاظ نجات کوئی فائدہ نہ دیا اور قرآنی اصطلاح میں وہ پکے مشرک رہے اور موحد ہونے کا لقب نہ پاسکے۔

ماخذ نمبرا: حضرت شاہ صاحب" فرماتے ہیں۔

الاتری اَنَّ مشرکی مکّۃَ کانوا یزعمون بانصرام سلسلۃ الوجود الی اللہ تعالٰی کما قال اللہ تعالٰی وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ الآیۃ وما اغنھم ذلک عن الاشراک باللہ تعالٰی۔

(بدور بازغہ ص ۱۲۶)

ترجمہ: آیا نہیں دیکھتا تو کہ مشرکین مکہ یقین کرتے تھے کہ سلسلہ وجود کا اللہ تعالٰی کی طرف ختم ہوتا ہے یعنی خالق وہی ہے۔ جس طرح اللہ تعالٰی نے فرمایا "اور البتہ اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا فرمایا تو ضرور جواب دیں گے کہ اللہ تعالٰی نے" لیکن توحید کے اس درجہ کے اعتقاد نے ان کو مشرک ہونے سے نہ بچایا۔

ماخذ نمبر ۲: شارح عقیدہ الطحاویہ" فرماتے ہیں۔

فلو اَقَرَّ رَجُلٌ بتوحید الربوبیۃ وھو مع ذلک ان لم یعبد اللہ وحدہ ویتبرأ من عبادۃ ما سواہ کان مشرکا من جنس امثالہ

ترجمہ: پس اگر کوئی شخص توحید ربوبیت کا اقرار کرتا ہے مگر اسکے باوجود وہ صرف اور خالص اللہ تعالٰی کی عبادت نہیں کرتا اور اللہ کے ماسوا کی عبادت سے بیزار نہیں ہوتا تو

من المشرکین۔
(شرح عقیدۃ الطحاویۃ ص ١٨)

وہ مشرک ہے اور اپنے جیسے باقی مشرکین میں شمار ہوگا۔

تیسرا فائدہ

دربیان ضرورت علم احوال جاہلیت اولیٰ

اے طالب خیر! قرآن کریم اور بالخصوص مسئلہ توحید کو سمجھنے کے لیے مشرکین عرب کے بعثت نبویہ کے احوال یعنی عقائد، اعمال اور اخلاق کا جاننا بے حد ضروری ہے بلکہ قرآنی علوم اور توحید کی تشریح اور تفہیم میں وہ احوال مادہ اور سنگِ بنیاد ہیں کیونکہ قرآن کریم نے سب سے پہلے مشرکین عرب کے بعثت نبویہ کے وقت کے حالات پر رد کیا ہے (ان کے اولین مخاطب ہونے کی وجہ سے) تو بقاعدہ ضد تبیّن نشوء الا بضد جب تک جاہلیت اولیٰ کے غلط احوال سے واقفیت نہ ہوگی اس وقت تک قرآنی تردید، تبصرہ اور توحید ذہن نشین نہ ہوگی۔

ماخذ نمبر ا:

وما اصدق حکمۃُ عمر الفاروقؓ انما تُنتقضُ عری الاسلام عروۃ عروۃ اذا نشأ فی الاسلام من لا یعرف الجاھلیۃ۔
(ہامش صراط مستقیم ص ١٤١)

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حکمت کیا سچی ہے کہ اسلام کو ایک ایک کڑی کرکے توڑ دے گا جب اسلام میں ایسا شخص پیدا ہوگا جو جاہلیت کے احوال سے ناواقف ہوگا۔

ماخذ نمبر ٢: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

ان کنت تریدُ النظر فی معانی

ترجمہ: اگر تم شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شریعۃ رسول اللہ ﷺ فتحقق أوّلاً حال الأمّیین الذین بُعث فیھم التی ھی مادۃ تشریعہ۔
(حجۃ اللہ ص ۱۷۲ ج ۱)

کے حقائق میں غور کرنا چاہو تو اوّلاً ان اَن پڑھ لوگوں کے حالات کی تحقیق کرو جن میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی وہی حالات آپ کی شریعت کا مادہ ہیں۔

چوتھا فائدہ: احوال جاہلیت اور ان کی تقسیم

احوال جاہلیت سے مراد ان کے وہ عقائد، اعمال، اخلاق اور سیاسیات ہیں جو قبل از بعثت ان میں موجود تھے، وہ دو قسم ہیں۔

اوّل: وفقیات الجاہلیۃ

یعنی جاہلیت کے وہ اچھے عقائد اور اعمال جن کو اسلام نے پسند کیا اور پھر یا تو ان کو ہو بہو برقرار رکھا یا اصل کو برقرار رکھ کر ہیئت بدل دی اس لیے کہ وہ چیزیں اصل ملت اسماعیلیہ میں ثابت تھیں۔

دوم: خلافیات الجاہلیۃ

جاہلیت کے وہ گندے عقیدے اور اعمال جن کو اسلام نے سرے سے رد کر دیا اس لیے کہ وہ کسی ملت سماویہ میں بھی ثابت نہ تھے بلکہ ان کے اپنے ایجاد اور اختراع کردہ تھے۔

بحث اوّل: وفقیات الجاہلیۃ

اس میں دو باب ہیں۔

باب اوّل: عقائد جاہلیت اس میں چار فصل ہیں۔

فصل اوّل

عنوان اوّل: مشرکین مکہ مذہبی لوگ تھے۔

مشرکین مکہ مذہبی گروہ ہونے کی وجہ سے مذہب کے دعویدار تھے اور لامذہبیت کو بدترین شئے سمجھتے تھے۔

ماخذ نمبر ا:

لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ۔ (پ ۳۰ الکافرون ع ۱)	ترجمہ: تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔

فہم سلف: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

وسمّی دینهم دینا لانّهم اعتقدوه وتولّوه۔ (قرطبی ص ۲۲۹ ج ۲۰)	ترجمہ: قریش کے دین کو اس لیے دین فرمایا کہ وہ اس کا عقیدہ رکھتے اور اس کا اتباع کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۲:

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ۔ (پ ۲۳ ص ع ۱)	ترجمہ: ہم نے یہ بات اپنے پچھلے دین میں نہیں سنی۔

فہم سلف: علامہ ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں۔

عن مجاهد قال ملّة قريش عن قتادة قال ای فی	ترجمہ: حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں پچھلے مذہب سے مراد قریش کا مذہب

دیننا ھذا ولا فی زماننا قط۔ (ابن جریر ص ۱۲۷ ج ۲۳)

ہے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں نہیں سنی ہم نے یہ بات اپنے اس مذہب میں اور نہ اپنے زمانے میں کبھی بھی۔

ماخذ نمبر ۳:

اخبرنی سعید ابن المسیب عن ابیہ قال لما حضرت اباطالب الوفاۃُ جاءہٗ رسولُ اللهﷺ فوجد عندہ اباجھلٍ وعبدَ الله بنَ ابی امیۃ بن المغیرۃ فقال ای عمِّ قل لا إلٰہ الا الله کلمۃ احاجُّ لک بھا عند الله فقال ابوجھلٍ وعبدالله بن ابی امیۃ اترغب عن ملۃ عبد المطلب فلم یزل رسول اللهﷺ یعرضھا علیہ ویُعِیدَ انہ بتلک المقالۃ حتی قال ابوطالب اٰخرما کلمھم علی ملۃ عبد المطلب وابی ان یقول لا الہ الا الله۔ (بخاری ص ۲۰۷ ج ۲)

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کا انتقال ہونے لگا تو آنحضرت ﷺ ان کے پاس گئے ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو وہاں موجود پایا آپ نے ابوطالب سے فرمایا اے چچا آپ ایک دفعہ یہ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو میں اس کلمہ توحید کی وجہ سے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زور دار سفارش کروں گا، ابوجہل اور عبداللہ نے ابوطالب سے کہا کہ کیا تم عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ دوگے، رسول اکرم ﷺ تو یہی کہتے رہے مگر یہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے یہاں تک کہ ابوطالب نے آخری بات یہ کہی کہ میں عبدالمطلب کے

مذہب پر ہوں اور کلمہ توحید پڑھنے سے صاف انکار کر دیا۔

ماخذ نمبر ۴: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

والزنادقۃ یُجبَلُون علی الفہم الابتر لا یستطیعون التحقیق التام الذی قصدہ صاحب الملۃ ولا یقلدونہ ولا یسلمونہ فیما اخبر فہم فی ریبہم یترددون علی خوف من ملئہم والناس ینکرون علیہم ویرونہم خارجین من الدین خالعین ربقۃ الملۃ عن اعناقہم واذا کان الامر علی ما ذکرنا من الانکار وقبح الحال فخروجہم لا یضُرُّ۔

(حجۃ اللہ البالغۃ ص ۲۷۳ ج ۱)

ترجمہ: اور زندیق لوگوں میں پیدائشی طور پر نقص فہم ہوتا ہے وہ پوری طرح پر اس امر کی تحقیق نہیں کر سکتے جو صاحب ملت کا مقصود ہے اور نہ ہی صاحب ملت کی تقلید کرتے ہیں اور نہ اس امر کو تسلیم کرتے ہیں جس کی وہ خبر دیتا ہے وہ اپنے شکوک میں سرگرداں رہتے ہیں اور اس کے ساتھ ان کو اپنے لوگوں سے اندیشہ رہتا ہے۔ لوگ ان کو برا جانتے ہیں اور ان کو دین سے خارج سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو مذہب کی پابندی سے آزاد کر دیا ہے۔ پس جب کہ حالت یہ ہو کہ لوگ ان کو ناپسندیدہ اور برا جانتے ہوں تو ان کا مذہب سے خارج ہونا ضرر رساں نہیں ہے۔

عنوان ثانی

مشرکین مکہ اپنے آپ کو مذہب ابراہیمی کا متّبع مانتے تھے اس لیے خود کو حنیف کہلاتے تھے جو امّت ابراہیمیہ کا لقب ہے۔

ماخذ نمبر ١: حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اما مشرکین خود را حنفاء می گفتند ودعوٰی تدین بملّت ابراہیمی می کروند وحنیف کسی را گویند کہ بہ ملّت ابراہیمی متدیّن باشد وشعار آں ملّت را لازم گیرد۔
(الفوز الکبیر ص ٤)

ترجمہ: مشرکین اپنے آپ کو حنفاء کہتے تھے اور ملت ابراہیمیہ کو اپنا مذہب بنانے کا دعوٰی کرتے تھے حنیف اس کو کہتے تھے جو ملت ابراہیمیہ کو اپنا مذہب بنانے والا ہو اور اس مذہب کے شعار کو لازم پکڑے۔

ماخذ نمبر ٢: نیز حضرت شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں۔

فالمشرکون وان سموا انفسهم حنيفيًا فانهم كانوا يشركون بالله تعالىٰ۔ (بدور بازغہ ص ١٨٩)

ترجمہ: مشرکین اگرچہ اپنے آپ کو حنیف کہتے تھے لیکن وہ اللہ تعالٰی کے ساتھ شرک بھی کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ٣: نیز حضرت شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں۔

ويدّعون اتباعهم ابراهيم صلوٰة الله وسلامه عليه۔
(خیر کثیر ص ١٢٧)

ترجمہ: عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کا دعوی کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ٤: علامہ آلوسی ؒ فرماتے ہیں۔

كالعرب الذين كانوا يدّعون

ترجمہ: مثل عرب کے کہ وہ دعوٰی

انھم علی دینه۔
(روح المعانی ص ۱۹۵ ج ۳)

کرتے تھے کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کے مذہب پر ہیں۔

ماخذ نمبر ۵: نیز علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

وقال ابن قتیبة لم تزل العرب علی بقایا دین اسماعیل علیه السلام۔
(روح المعانی ص ۲۵۳ ج ۳۰)

ترجمہ: ابن قتیبہؒ فرماتے ہیں کہ عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کے بقیہ احکام پر عمل کرتے رہے۔

ماخذ نمبر ۶: علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں۔

عرب کے لوگ گو اس بات کے مدعی تھے کہ ہم ملت ابراہیمیہ کے (جس کو ملت حنیفیہ بھی کہتے ہیں) پابند اور اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد اور فرزند ارجمند ہیں۔ (مقدمہ تفسیر حقانی ص ۷۶ ج ۱)

عنوان ثالث

مشرکین دہری اور صانع کے منکر نہیں تھے بلکہ اللہ جل شانہ کی ذات اور وجود پاک کے قائل تھے بلکہ وجود باری تعالیٰ کا تمام مشرکین امم ماضیہ کے نزدیک بھی مسلمات بدیہیہ سے رہا ہے، مشرکین کے پاس انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ اور اس کا وجود منوانے کے لیے نہیں آئے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو وہ پہلے سے مانتے تھے بلکہ توحید منوانے کے لیے آئے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہر پیغمبر کا کلمہ "لا الہ الا اللہ" رہا ہے اور "اللہُ موجودٌ" نہیں تھا۔

ماخذ نمبر ۱: علامہ مرغینانیؒ فرماتے ہیں۔

والوثنی لا یحلّفُ الا باللّٰه لان الکفرة باسرھم یعتقدون

ترجمہ: اور بت پرست سے بھی صرف اللہ تعالیٰ کی قسم لی جائے اس

اللہ۔ (ہدایہ ص۲۰۸ ج۳)

لیے کہ تمام کافر اللہ تعالیٰ کے وجود کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۲: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

الاصل الاوّل ھو أنّ ھؤلاء المشرکین مقرّون بوجود الالٰہ القادر العالم الحکیم الرحیم۔ (تفسیر کبیر ص۲۸۲ ج۲۶)

ترجمہ: اصل اوّل یہ ہے کہ یہ مشرکین معبود، قادر، عالم، حکیم، رحیم کے وجود کے قائل تھے۔

ماخذ نمبر ۳: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

وعقیدہ اثبات خدائے تعالیٰ ... درمیان ایشان ثابت بود۔ (الفوز الکبیر ص۴)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا عقیدہ ان کے درمیان جاری تھا۔

ماخذ نمبر ۴: علامہ علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

فوجود الحق ثابتٌ فی فطرۃ الخلق کما یشیر الیہ قولہ سبحانہ وتعالیٰ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا ویومی الیہ حدیث کُلُّ مولود یولد علی فطرۃ الاسلام وانما جاء الانبیاء علیھم السلام لبیان التوحید وتبیان التفرید ولذا اطبقت

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا وجود (موجود ہونا) مخلوق کی فطرت میں موجود ہے جس کی طرف فرمان الٰہی "قابلیت اللہ تعالیٰ کی جس پر پیدا فرمایا لوگوں کو" مشیر ہے اور یہ حدیث بھی کہ "ہر بچہ قابلیت اسلام پر پیدا کیا جاتا ہے" اور انبیاء علیہم السلام صرف اس لیے آتے تھے کہ توحید بیان کریں اور اس کی وحدانیت کو واضح فرمادیں۔ اس لیے ان سب کا مذہبی کلمہ اور حجت

کلمتھم واجمعت حجتھم علی کلمۃ لا الہ الا اللہ ولم یؤمروا بان یأمروا اھل ملتھم بان یقولوا اللہ موجود بل قصدوا اظھار ان غیرہ لیس بمعبود ردًا لما توھموا وتخیلوا حیث قالوا ھؤلاء شفعائنا عند اللہ وما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۱)

کلمہ لا الہ الا اللہ پر متفق اور مجتمع رہی ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نہیں دیے گئے تھے کہ اپنی امتوں کو یہ امر کریں کہ وہ اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے (اس لیے کہ اس کے وہ پہلے سے قائل تھے۔ جاجروی) بلکہ ان کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں ہے ان کے اس وہم اور خیال کو باطل کرنے کے لیے کہ یہ سفارشی ہیں ہمارے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف قریب کردیں۔

ماخذ نمبر ۵: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

ورابعھا ان الکفار کانوا مقرین بوجود الصانع۔

(تفسیر کبیر ص ۱۳۶ ج ۳۲)

ترجمہ: چوتھا فائدہ یہ کہ کفار وجود صانع کا اقرار کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۶: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

وقال ابن قتیبۃ لم تزل العرب علی بقایا دین

ترجمہ: ابن قتیبہؒ فرماتے ہیں عرب ہمیشہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین

اسماعیل علیہ السلام کالحج والختان وایقاع الطلاق الثلاث والدیۃ والغسل من الجنابۃ وتحریم المحرم بالقرابۃ والصھر وکان علیہ الصلوٰۃ والسلام علی ما کانوا علیہ من الایمان باللہ تعالیٰ والعمل بشرائعھم۔

(روح المعانی ص ۲۵۳ ج ۳۰)

کے بقیہ احکام پر عمل پیرا رہے جس طرح حج کرنا، ختنہ کرانا، تین طلاقوں کا واقع کرنا، دیت، غسل جنابت، محرمات نسبیہ اور صہریہ کو حرام سمجھنا اور حضور ﷺ بھی (قبل از بعثت) اسی دین اسماعیل پر تھے جس پر قریش مکہ تھے مثلاً اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور ان کی شرائع پر عمل کرنا۔

ماخذ نمبر ۷:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ۔

(پ ۱۳ یوسف ع ۱۱)

ترجمہ: اور ان میں سے اکثر ایسے بھی ہیں جو اللہ کو مانتے بھی ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔

فہم سلف: قاضی بیضاویؒ مشرکین کے ایمان کا مفہوم معین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فی اقرارھم بوجودہ و خالقیتہ۔

(بیضاوی ص ۳۲۲ ج ۱)

ترجمہ: ایمان سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی خالقیت کا اقرار کرتے تھے۔

سوال

آپ تو مشرکین مکہ سے دہریت کی نفی کر رہے ہیں حالانکہ آیت مذکورۃ الذیل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قریش مکہ منکر صانع اور دہری تھے؟

ماخذ:

وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ۔ (پ ۲۵ جاثیہ ع ۳)	ترجمہ: اور زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے۔

تمہید نمبر ا دہریہ دو قسم ہیں۔

اوّل: دہریہ دوریہ

جو اللہ تعالیٰ کے بالکل منکر ہیں اور صرف دہر کی تاثیر کے قائل ہیں، یہ لوگ دہریہ بمعنیٰ منکر صانع ہیں۔

دوم: غیر دوریہ

جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے قائل ہونے کے باوجود بعض واقعات میں دہر کی تاثیر کے قائل ہیں، یہ لوگ دہریہ بمعنیٰ منکر صانع نہیں بلکہ بمعنیٰ دہر کی تاثیر اور اس کے تصرف کے قائل ہیں۔

تمہید نمبر ۲

مشرکین عرب باوجود اللہ تعالیٰ کے قائل ہونے کے اس عقیدہ میں مبتلا تھے کہ مصائب اور موتوں میں متصرف زمانہ ہے اللہ تعالیٰ نہیں اور اسی (زمانہ) ہی کی تاثیر سے مصائب اور موتیں واقع ہوتی ہیں۔ اسی لیے وہ لوگ ملک الموت اور اس کے قبض ارواح کے بھی منکر تھے۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح وہ اپنے معبودوں کے تصرف کے قائل تھے اسی طرح اپنے مصائب میں زمانہ کی تاثیر اور تصرف کے بھی قائل تھے۔

ماخذ: علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں۔

کانوا یزعمون اَنّ مرور الایام واللیالی ھو المؤثر فی ھلاک الانفس وینکرون ملک الموت وقبضہ الارواح باذن اللہ وکانوا یضیفون کل حادثۃٍ تحدث الی الدھر والزمان وتری اشعارھم ناطقۃً بشکوی الزمان ومنہ قولہ علیہ السلام لاتسبُّوا الدھر فاِنّ اللہ ھو الدھر ای فَاِنّ اللہ ھو الاٰتی بالحوادث لا الدھرُ۔

(مدارک ص ۱۰۴ ج ۴)

ترجمہ: جاہلیت کے لوگوں کا خیال تھا کہ دنوں اور راتوں کا گزرنا یہی موت میں موثر اور متصرف ہے، ملک الموت اور اس کے بحکم خداوندی روحوں کو قبض کرنے کے وہ منکر تھے اور تمام مصائب جو واقع ہوتے ان کو دہر اور زمانہ کی طرف منسوب کرتے تھے چنانچہ ان کے اشعار دیکھو وہ زمانے کی شکایت پر دلالت کرتے ہیں اور اسی کے بارے میں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ زمانے کو گالیاں نہ دو اللہ تعالیٰ ہی دہر ہے یعنی بلاشک اللہ تعالیٰ ان واقعات میں اثر کرنے والا ہے نہ دہر۔

جواب نمبر ۱

یہ بات خوب ذہن نشین کرلو کہ مشرکین مکہ پہلی قسم کے دہری (منکر ،صانع) نہیں تھے اور یقیناً نہیں تھے کیونکہ یہ نصوص قطعیہ قرآنیہ کے خلاف ہے بلکہ وہ دوسری قسم کے دہری تھے یعنی باوجود اقرار صانع کے بعض واقعات میں دہر کی تاثیر وتصرف کے قائل تھے جس طرح بعض دوسرے واقعات میں معبودان باطلہ

...ے تصرف اور تاثیر کے قائل تھے۔ بہرحال وجود باری تعالیٰ کے اقرار کے باوجود
...ہر کی تاثیر یا باقی معبودان باطلہ کی تاثیر کا قائل ہونا یہ ان کا شرک ہے
...ہریت (انکار صانع) نہیں ہے۔

ماخذ نمبر ا: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

هؤلاء معترفون بوجود الله تعالى فهم غير الدهرية فانهم مع اسنادهم الحوادث الى الدهر لا يقولون بوجوده سبحانه وتعالى عما يقولون علوا كبيرا والكل يقول باستقلال الدهر بالتاثير۔
(روح المعانی ص ۱۵۳ ج ۲۵)

ترجمہ: یہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے معترف ہیں اس لیے وہ دہریہ کے علاوہ ہیں کیونکہ دہریہ حوادث کی نسبت دہر کی طرف کرنے کے علاوہ اللہ سبحانہ کے وجود کے بھی قائل نہیں ہیں ہاں دہر کو اپنی تاثیر اور تصرف میں مستقل ماننے کے سارے قائل ہیں۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ تھانویؒ فرماتے ہیں۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خدا کے منکر ہوں لیکن فلاسفہ یونانیہ کی طرح سے باوجود واجب الوجود کے ماننے کے صور نوعیہ کو فاعل اور ہیولیٰ کو قابل مانتے ہیں۔ (بیان القرآن ص ۱۱۲ ج ۱۰)

سوال

زیر بحث آیت میں جب بوجہ نفی واثبات کے حصر ہے اور دہر مقابل ہے اللہ تعالیٰ کے تو بنا علیہ آیت کا معنیٰ ہو گا کہ ہمیں موت دینے والا صرف دہر ہے نہ اللہ پاک تو آیت سے صاف انکار صانع نکل رہا ہے۔

تمہید الجواب

مشرکین مکہ امکان بعثت کے جواب میں یہ شبہ پیش کرتے تھے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو گئے اور ہمارا جثہ نیست ونابود ہو گیا اور ہم کچھ ہی نہ رہے تو پھر دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک جواب یہ دیا کہ تم صرف جثہ اور ڈھانچہ نہیں ہو کہ اس کے فنا ہونے سے تم فنا اور نیست ہو جاؤ بلکہ اصل شئے روح ہے وہ فرشتہ قبض کر کے ہمارے پاس لے آتا ہے وہ محفوظ اور موجود ہے وہ فنا نہیں ہوا۔

ماخذ:

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ۔ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ۔

پ ۲۱ السجدہ ع ۱

ترجمہ: اور کہتے ہیں کیا جب ہم رل گئے زمین میں کیا ہم کو نیا بننا ہے کچھ نہیں وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں تو کہہ قبض کر لیتا ہے تم کو فرشتہ موت کا جو تم پر مقرر ہے پھر اپنے رب کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

فہم سلف: حضرت شاہ عبد القادرؒ فرماتے ہیں۔

یعنی تم آپ کو دھڑ سمجھتے ہو کہ خاک میں رل گئے تم جان ہو وہ فرشتہ لے جاتا ہے، فنا نہیں ہو جاتے ہو۔ موضح قرآن

الجواب

واقعی کلام میں حصر قلب ہے لیکن یہ حصر ہمارے مخالف تب بنتا اگر مشرکین کے نزدیک دہر کا مقابل اللہ تعالیٰ ہوتا جس طرح دہریہ کہتے ہیں اور جس طرح سائل نے سمجھا

ہے حالانکہ یہاں دہر کا مقابل اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ بحکم الٰہی روح قبض کرنے والا فرشتہ ہے اور بناءً علیہ مشرکین کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا بدن اور روح دونوں دہر کی تاثیر اور تصرف سے فنا ہو جاتے ہیں اور فرشتہ ہماری روح کو قبض نہیں کرتا جس طرح اسلام کہتا ہے کہ تمہاری روح محفوظ ہے جس سے امکان بعثت ثابت ہوتا ہے۔

ماخذ: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

واسنادهم الاهلاك الى الدهر انكار منهم لملك الموت وقبضه الارواح بامر الله عزوجل۔
(روح المعانی ص ۱۵۳ ج ۲۵)

ترجمہ: اور مشرکین کا موت کو دہر کی طرف منسوب کرنا حقیقت میں یہ ان کی طرف سے ملک الموت کے وجود اور بحکم خداوندی ارواح کو قبض کرنے کا انکار ہے۔

جواب نمبر ۲ از سوال اوّل

جن بعض علماء نے آیت سے انکار صانع سمجھا ہے تو دل کی توجہ سے سن لو کہ ان کا مقصد یہ نہیں اور ہر گز نہیں کہ جمہور مشرکین مکہ کا یہی مذہب تھا کیونکہ مشرکین مکہ کی طرف انکار صانع کی نسبت کرنا ان کے مذہبی گروہ اور ملت ابراہیمیہ کے دعویدار ہونے کی وجہ سے فی الواقع باطل اور ان نصوص قطعیۃ الثبوت اور قطعیۃ الدلالت کے بھی بداہۃً خلاف ہے جو اس مضمون میں صریحۃ البیان ہیں کہ قریش مکہ اللہ جل شانہ کے قائل تھے بلکہ ان کا مقصد صرف اتنا ہے کہ سارے عرب میں ایک ایسا طائفہ جمہور عرب کے خلاف موجود تھا جو انکار صانع کی مرض میں مبتلا تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جمہور مشرکین ان کو برا مانتے تھے۔

ماخذ نمبر ۱: علامہ جصاص رازی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

قال ابوبكر هذا قول زنادقة

ترجمہ: ابو بکر فرماتے ہیں یہ قول ان

قریش الذین کانوا ینکرون الصانع الحکیم وان الزمان ومضی الاوقات ھو الذی یُحدِثُ ھذہ الحوادث۔
(احکام القرآن ص ۸۷ ج ۳)

زندیق قریشیوں کا ہے جو صانع حکیم کا انکار کرتے تھے اور عقیدہ رکھتے تھے کہ زمانہ اور رفتار زمانہ ہی ان حوادث کا موجب ہے۔

فائدہ

علامہ جصاص رازی حنفیؒ کی یہ عبارت اس مضمون میں صریح ہے کہ سارے اور جمہور قریش انکار صانع کے مرض میں مبتلا نہیں تھے بلکہ قریش میں سے چند زندیق اور بے دینوں کا یہ مذہب تھا۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ شہرستانیؒ فرماتے ہیں۔

فنصف منھم انکروا الخالق والبعث والاعادة وقالوا بالطبع المحیی والدھر المفنی وھم الذین اخبر عنھم القرآن المجید وقالوا مَا ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا الأیة۔
(الملل والنحل ص ۳۳۵ ج ۲)

ترجمہ: ایک قسم ان کی ایسی تھی جو خالق اور قبروں سے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے کی منکر تھی اور وہ کہتی تھی کہ طبع زندہ کرنے والی ہے اور دہر فنا کرنے والا ہے اور یہ وہی ہیں جن کی قرآن مجید نے اپنے فرمان "وَمَا ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا" سے خبر دی ہے۔

فائدہ

علامہ عبدالکریم شہرستانیؒ کی یہ عبارت صریح ہے کہ قریش مکہ سارے دہری نہیں تھے بلکہ عرب میں ایک گروہ تھا جو دہری اور منکر صانع تھا۔

ماخذ نمبر ۳: شیخ زادہ فرماتے ہیں۔

واھل الجاھلیۃ کانوا اصنافا منھم من ینکر الصانع ویضیف الحوادث الی الدھر ومنھم من یثبت الصانع وینکر البعث والثواب والعقاب ومنھم من یشک فی البعث ولا ینکرہ علی سبیل البت والقطع۔
(شیخ زادہ علی البیضاوی ص ۳۲۶ ج ۳)

ترجمہ: جاہلیت کے لوگ کئی مسلک رکھتے تھے بعض تو ان میں وہ تھے جو صانع کے منکر تھے اور حوادث کی نسبت زمانہ کی طرف کرتے تھے اور بعض وہ تھے جو صانع کو مانتے تھے لیکن قبروں سے اٹھنے، جزا اور سزا کے منکر تھے اور بعض وہ تھے جو قبروں سے اٹھنے میں شک رکھتے تھے لیکن یقینی اور قطعی طور پر اسکے منکر نہیں تھے۔

سوال

آیت مذکورہ کے علاوہ آیات مذکورۃ الذیل سے بھی مشرکین مکہ کا دہری اور صانع کا منکر ہونا معلوم ہوتا ہے۔

آیت اولیٰ:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ۔
پ ۱ البقرہ ع ۳

ترجمہ: تم اللہ کا کیونکر انکار کر سکتے ہو۔

آیت ثانیہ:

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ۔
(پ ۲۴ حم السجدہ ع ۲)

ترجمہ: کہہ دو کیا تم اس کا انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی۔

آیت ثالثہ:

وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمٰنِ۔
(پ۱۳ رعد ع۴)

ترجمہ: اور وہ تو رحمٰن کے منکر ہیں۔

جواب اوّل

آیات مذکورہ میں کفر باللہ کا ظاہری مفہوم یعنی انکار ذات خداوندی مراد نہیں کیونکہ نصوص قطعیہ قرآنیہ صریحہ سے ثابت ہے کہ مشرکین مکہ اپنا اور اپنے معبودوں کا بلکہ سارے جہان کا خالق صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خالق مان کر پھر اس کی ذات کا انکار کریں بلکہ کفر باللہ سے مراد توحید خداوندی کا انکار ہے یعنی ان کے انکار توحید اور شرک والے کفر کو اللہ تعالیٰ نے کفر باللہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

چنانچہ حٰم السجدہ والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے "لتکفرون" کے بعد وتجعلون لہ انداداً واو عطف تفسیری کے ساتھ لاکر تکفرون کی تفسیر اور اس کی مراد معین کردی کہ کفر باللہ سے مراد کفر توحید ہے نہ کفر ذات خداوندی تاکہ مشرکین کو یقین ہو جائے کہ توحید کے انکار کے ساتھ آدمی خدا کا ماننے والا نہیں بن سکتا۔

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم کی یہ مخصوص اصطلاح ہے کہ مشرک جو منکر توحید ہے اس کو منکر باللہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔

نظیر:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

ترجمہ: لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور جو قبول نہیں

حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

(پ ۱۰ التوبہ ۶ ع ۴)

کرتے دین سچا ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر اور یہود نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ ریس کرنے لگے اگلے کافروں کی بات کی ہلاک کرے ان کو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ٹھہرا لیا اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کے سوا اور مسیح ابن مریم کو بھی ان کو حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک معبود کی کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہے ان کے شریک بتلانے سے۔

فائدہ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں سے جہاد کرو جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ایمان نہیں لاتے پھر آگے جا کر "من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم" سے ان لوگوں کی تعیین فرمائی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ایمان نہیں رکھتے وہ وہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے کتاب (توراۃ وانجیل) عطا فرمائی ہے کہ یہود و نصاریٰ تو قرآن کریم کے طالب علم کو یہاں لازمی طور پر خدشہ پڑتا تھا کہ تو اللہ کے پڑھنے پڑھانے والے کو اللہ تعالیٰ نے کیسے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر

ایمان نہیں رکھتے تو اس خدشہ کا جواب اللہ تعالیٰ نے "قالت الیھود عزیر ابن اللہ الآیۃ" سے دے دیا کہ جب انہوں نے حضرت مسیح اور حضرت عزیر علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا کر اور اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنا کر شرک کیا تو وہ مومن باللہ نہ رہے کیونکہ شرک کے ہوتے ہوئے ایمان شرعی نہیں رہتا۔

فہم سلف: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

اعلم انہ تعالیٰ لما حکم فی الآیۃ المتقدمۃ علی الیھود والنصاریٰ بانھم لا یؤمنون باللہ شرح ذلک فی ھذہ الآیۃ وذلک بان نقل عنھم انھم اثبتوا للہ ابنا ومن جوز ذلک فی حق الالٰہ فھو فی الحقیقۃ قد انکر الالٰہ۔ (تفسیر کبیر ص ۳۳ ج ۱۶)

ترجمہ: خوب سمجھ لو جب اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت "لایؤمنون باللہ" میں یہود اور نصاریٰ پر حکم لگایا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے تو اس آیت "قَالَتِ الْيَهُوْدُ" میں اس کی وضاحت فرمائی بایں طور کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا ثابت کرتے ہیں اور جو شخص معبود حق کے لیے بیٹا تجویز کرے گویا اس نے معبود حق کا انکار کیا۔

آیت حٰمٓ السجدہ اور مفسرین حضرات

فہم سلف نمبر ۱: علامہ معین بن صفیؒ فرماتے ہیں۔

لان الاولیٰ بمنزلۃ الاعادۃ لتکفرون۔ (جامع البیان ص ۴۰۵)

ترجمہ: اس لیے کہ پہلا جملہ "وتجعلون لہ اندادا" تکفرون والے جملے کے لیے بمنزلہ اعادہ ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

لان الاولیٰ متحدة بقوله تعالیٰ تکفرون بمنزلة اعادتها۔
(روح المعانی ص ۱۰۰ ج ۲۴)

ترجمہ: اس لیے کہ پہلا جملہ "و تجعلون له اندادًا" اللہ تعالیٰ کے فرمان تکفرون کے ساتھ متحد ہے اور اسی تکفرون کے لیے بمنزلہ اعادہ ہے۔

فہم سلف نمبر ۳: نیز علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

والمراد بکفرهم به تعالیٰ الحادهم فی ذاته سبحانه وصفاته عزوجل وخروجهم عن الحق اللازم له جلّ شانه علی عباده من توحیده واعتقاد ما یلیق بذاته وصفاته جل جلاله۔
(روح المعانی ص ۹۹ ج ۲۴)

ترجمہ: اور ان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے سے ان کا اللہ سبحانہ کی ذات اور اللہ عزوجل کی صفات میں کج روی اختیار کرنا اور اللہ جل شانہ کے اس حق سے نکلنا مراد ہے جو اس کے بندوں پر لازم ہے یعنی اس کی توحید اور ان چیزوں کا عقیدہ رکھنا جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے لائق ہیں۔

فہم سلف نمبر ۴: علامہ تھانویؒ فرماتے ہیں۔

آپ ان لوگوں سے فرمائیے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا کی توحید کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو باوجود اتنی بڑی وسعت کے دو روز کی مقدار کے وقت میں پیدا کر دیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔
(بیان القرآن ص ۵۲ ج ۱۰)

آیت دوم کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ اور مفسرین حضرات

مفسرین کی ایک جماعت جن میں میرے مشائخ تفسیر بھی ہیں اس طرف ہیں کہ یہ آیت "وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ" آیت توحید یہ "یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ" کا تتمہ ہے اور اسی کے ساتھ مرتبط اور متعلق ہے۔

فہم سلف: چنانچہ مولوی اسماعیل حقیؒ فرماتے ہیں۔

کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ ای بوحدانیتہ۔ (روح البیان ص ۶۱ ج ۱)	ترجمہ: کیسے انکار کر سکتے ہو تم اللہ تعالیٰ کا یعنی اس کی وحدانیت کا۔

بعض حضرات نے اس سورۂ بقرہ والی آیت کا تعلق آیت تحدی اور اس کے متعلقات کے ساتھ مانا ہے یعنی مشرکین قران کا انکار محض اس لیے کرتے تھے کہ اس میں شرک کی تردید اور ہمارے معبوددوں کی توہین ہے کیونکہ ہمارے معبودوں کو حقیر چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے تو اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ تمہارا قرآن کا انکار کرنا یہی خدا کا انکار کرنا ہے۔

فہم سلف نمبر ا: مخدوم علی مہائمیؒ فرماتے ہیں۔

ثم اشار الی ان الکفر بکتاب اللہ لبیانہ حقارۃ ما دونہ بطریق التمثیل باحقر الاشیاء... کفر باللہ۔ (مہائمی ص ۳۸ ج ۱)	ترجمہ: پھر اشارہ فرمایا کہ قرآن کے ساتھ کفر کرنا اور وہ بھی اس واسطے کہ قرآن نے حقیر چیزوں کے ساتھ مثال دے کر تمام معبودان ماسوی اللہ تعالیٰ کی حقارت بیان کی ہے یہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: حضرت شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں۔

پس معلوم شد کہ شما ایں قرآن را کلام الٰہی دانستہ انکار می کنید پس ایں انکار کفر بحد است۔ (تفسیر عزیزی ص ۱۴۴ ج ۱)	ترجمہ: پس معلوم ہوا کہ تم اس قرآن کو کلام الٰہی جانتے ہوئے انکار کرتے ہو یہی کفر ہے۔

آیت سوم:

وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ۔ (پ ۱۳ رعد ع ۴)	ترجمہ: اور وہ منکر ہوتے ہیں رحمٰن سے۔

فہم سلف: امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔

یقول وهم يجحدون وحدانية الله ويكذبون بها۔ (ابن جریر ص ۱۵۰ ج ۱۳)	ترجمہ: اس آیت میں انکار رحمٰن سے مراد الٰہی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار اور تکذیب کرتے ہیں۔

تفسیرُ القرآن بِکلام الرّحمٰن

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۔ (پ ۱۷ انبیاء ع ۳)	ترجمہ: اور وہ رحمٰن کے ذکر سے منکر ہیں۔

فہم سلف: قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں۔

بالتوحید۔ (بیضاوی ص ۵۷ ج ۲)	ترجمہ: یعنی ذکر رحمٰن کے انکار سے توحید رحمٰن کا انکار مراد ہے۔

دوسرا جواب

کفر سے مراد انکار وجود خداوندی نہیں ہے بلکہ کفران نعمت ہے۔

فہم سلف: شیخ زادہؒ اور علامہ خفاجیؒ فرماتے ہیں۔

والمعنی کیف تکفرون نِعَمَ اللہ علیکم۔ (عنایۃ القاضی ص ۱۱۲ ج ۲، شیخ زادہ ص ۲۳۳ ج ۱)	ترجمہ: اور معنیٰ یہ ہے کہ تم کیسے ناشکری کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی جو تم پر ہیں۔

تائید:

وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ۔ (پ ۱۴ نحل ع ۱۰)	ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے احسانوں کی ناشکری کرتے ہیں۔

فصل دوم

عنوان اوّل: توحید کا درجہ اولیٰ اور ملت اسلامیہ

ملّت اسلامیہ کا قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا عالَم یعنی ہر ماسویٰ اللہ تعالیٰ بلا استثناء ذاتاً اور زماناً حادث اور ممکن ہے اور کوئی شئے بھی اس عالَم کی واجب اور قدیم نہیں نہ ذاتاً اور نہ زماناً۔

خلاصہ یہ کہ ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا تمام اشیاء بلا استثناء ذاتاً اور زماناً نیست ونابود اور عدم محض تھیں اور لم یکن شیئاً کا پورا اور حقیقی مصداق تھیں بعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان تمام اشیاء کو عدم محض سے پیدا کر کے ان کو وجود عطا فرمایا۔

حاصل اس عقیدہ اسلامیہ کا یہ ہے کہ وجوب اور قدم خواہ ذاتی اور خواہ زمانی

...الہیہ ہے۔

ماخذ نمبر ۱: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

وبجملۃ انّ العالم حادث بمعنی محدث وجد بعد العدم۔
(شرح فقہ اکبر ص ۱۲)

ترجمہ: خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بے شک جہان حادث ہے یعنی عدم کے بعد پیدا کیا گیا ہے۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ نسفیؒ اور علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں۔

والعالم ای ما سوی اللہ تعالیٰ من الموجودات مما یعلم بہ الصانع بجمیع اجزائہ من السمٰوٰت وما فیہا والارض وما علیہا محدث ای مخرج من العدم الی الوجود بمعنیٰ انہ کان معدوما فوجد۔
(شرح عقائد ص ۱۹)

ترجمہ: اور عالم یعنی تمام موجودات اللہ تعالیٰ کے سوا جن سے صانع معلوم کیا جاتا ہے اپنے تمام اجزاء کے ساتھ آسمان اور جو کچھ ان میں ہے، زمین اور جو کچھ اس پر ہے محدث ہے یعنی عدم سے وجود میں لایا گیا ہے مطلب یہ کہ وہ معدوم تھا اور بعد میں پیدا کیا گیا ہے۔

ماخذ نمبر ۳: مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

ما سوائے او تعالیٰ کہ مسمّٰی بعالم است چہ از عناصر وچہ از افلاک وچہ از عقول وچہ از نفوس وچہ از بسائط وچہ از مرکبات ہمہ بایجاد او جلّ سلطانہ موجود گشتہ است واز عدم بوجود آمدہ قدم ذاتی وزمانی جناب

ترجمہ: اور ماسوئی اللہ تعالیٰ جو عالم کے نام کے ساتھ موسوم ہے خواہ عناصر ہوں خواہ افلاک خواہ عقول ہوں خواہ نفوس خواہ بسائط ہوں خواہ مرکبات سب اللہ جلّ سلطانہ کے ا موجود کرنے سے موجود ہوا ہے اور

قدس او را ثابت است وبس وحدوث ذاتی وزمانی غیر او را سبحانہ کائن۔
(مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۵۷)

عدم سے وجود میں آیا ہے قدم ذاتی اور زمانی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے اور اس کے تمام ماسوا کے لیے حدوث ہے ذاتی بھی زمانی بھی۔

ماخذ نمبر ۴: نیز مجدد قدس سرہ فرماتے ہیں۔

ای برادر محمد رسول اللہ ﷺ باآں علو شان بشر بود وبداغ حدوث وامکان متسم۔
(مکتوبات دفتر اوّل مکتوب ۱۷۳)

ترجمہ: اے بھائی محمد رسول اللہ ﷺ باوجود اس بلند مرتبہ کے بشر تھے اور حدوث وامکان کے داغ کے ساتھ داغدار تھے۔

عنوان ثانی

توحید کا درجہ اولیٰ اور جمیع مِلَل سماویہ

اور یہ عقیدہ صرف ملت اسلامیہ کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام ادیان سماویہ جو اللہ تعالیٰ نے زمین پر نازل فرمائے تھے ان سب میں یہ عقیدہ لازم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوابلا استثناء ہر چیز ممکن، حادث اور موجود بعد عدم ہے یعنی نہ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرما کر موجود کیا باری تعالیٰ کے سوا کوئی شے واجب اور قدیم نہیں نہ ذاتاً نہ زماناً نہ شخصاً نہ نوعاً۔

ماخذ: محدث کشمیریؒ فرماتے ہیں۔

ثم ان ھذہ عقیدۃ الادیان السماویۃ کلھا وما من دین حق الا ویعتقد بحدوث الاکوان الا اللہ۔
(فیض الباری ص ا ج ۴)

ترجمہ: پھر بے شک تمام آسمانی مذاہب کا عقیدہ یہی ہے اور کوئی سچا دین نہیں گزرا جو اللہ تعالیٰ کے سوا تمام موجودات کے حدوث کا عقیدہ نہ رکھتا ہو۔

عنوان ثالث

دین اسلام میں عقیدہ مذکورہ کی قطعیت

اور یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے اور ایسا قطعی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی شئے کو عدم سے پاک جانے اور اس کو قدیم مانے خواہ ذاتی یا زمانی طور پر شخصی یا نوعی طور پر وہ اہل قبلہ سے نہیں ہے اور وہ قطعی کافر ہے اس کا یہ عقیدہ کسی بھی نوری، ناری، خاکی، ولی، نبی کے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔

ماخذ نمبر ا: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

فمن قال بقدم العالم فھو کافر۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۲)

ترجمہ: جس نے جہان کے قدیم ہونے کا قول کیا وہ کافر ہے۔

ماخذ نمبر ۲: مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

جمیع اہل ملت بر حدوث ماسویٰ او سبحانہ اجماع دارند و باتفاق غیر او را سبحانہ قدیم ندانند و کسی کہ بقدم اینہا قائل شود، بتضلیل بلکہ بتکفیر او حکم می نمایند امام حجۃ الاسلام در رسالہ منقذ عن الضلال تصریح بایں معنیٰ نمودہ است و حکم بتکفیر جماعۃ کہ غیر حق را نیز قدیم دانند کردہ۔

(مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۱۷ ص ۳۳)

ترجمہ: تمام اہل مذاہب اللہ سبحانہ کے سوا ہر چیز کے حدوث پر اجماع واتفاق رکھتے ہیں اور بالاتفاق اللہ سبحانہ کے ماسوا کو قدیم نہیں جانتے اور جو شخص ان چیزوں کے قدیم ہونے کا قائل ہو اس کے گمراہ ہونے بلکہ اس کے کافر ہونے کا حکم کرتے ہیں، امام حجۃ الاسلامؒ نے اپنے رسالہ المنقذ عن الضلال میں اس مطلب کی تصریح کی ہے اور

اس جماعت کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو کسی ماسویٰ اللہ کو قدیم جانیں۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

ورأیت لبعض المتصوفة ان هل للاستفهام الانکاری فهو فی معنی النفی ای ما اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئا مذکورا وظاهره القول بقدم الانسان فی الزمان علی معنی انه لم یکن زمان الا وفیه انسان وهو القدم النوعی کما قال به من قال من الفلاسفة وهو کفر بالاجماع۔

(روح المعانی ص ۱۵۱ ج ۲۹)

ترجمہ: بعض نام نہاد صوفیاء کا میں نے یہ قول دیکھا ہے کہ ھل استفہام انکاری کے لیے ہے پس وہ نفی کے معنیٰ میں ہے یعنی انسان پر ایسا کوئی وقت نہیں آیا جس میں وہ کوئی شئے مذکور نہ ہو بظاہر اس کا مطلب یہی ہے کہ انسان زمانہ کے اعتبار سے قدیم ہے بایں معنیٰ کہ ایسا کوئی زمانہ نہیں گزرا جس میں انسان موجود نہ ہو اور یہ قدم نوعی ہے جیسا کہ بعض فلاسفہ اس کے قائل ہیں حالانکہ یہ باجماع امت کفر ہے۔

ماخذ نمبر ۴: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

ثم اعلم ان المراد باهل القبلة الذین اتفقوا علی ما هو من ضرورات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله بالکلیات والجزئیات وما اشبه ذلک من المسائل فمن

ترجمہ: پھر یہ جان لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان مسائل سے اتفاق رکھتے ہیں جو ضروریات دین میں سے ہیں جیسے حدوث عالم، حشر اجساد اور علم اللہ تعالیٰ بالکلیات والجزئیات اور وہ مسائل جو ان کے

واطب طول عمرہ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمه سبحانه بالجزئیات لا یکون من اهل القبلة۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۹)

مشابہ ہیں لہٰذا جو شخص ساری زندگی مسلسل عبادات اور طاعات بجالاتا رہا لیکن اس کے ساتھ قدم عالم، نفی حشر اجساد اور نفی علم باری تعالیٰ بالجزئیات کا معتقد رہا تو وہ اہل قبلہ سے نہیں ہے۔

ماخذ نمبر ۵: علامہ کمال ابن ابی شریفؒ اور حافظ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں۔

(ومنفرد بالقدم) بذاته وبصفاته الذاتية فلا ابتداء لوجوده ولا قديم بذات ولا بصفة سواه سبحانه۔

(مسامرہ ص ۱۶۴)

ترجمہ: اور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات ذاتیہ کے قدیم ہونے میں منفرد اور یگانہ ہے اور اس کے وجود پاک کی کوئی ابتداء نہیں ہے اور اللہ سبحانہ کے سوا کسی شئے کی نہ ذات قدیم ہے اور نہ صفت۔

خلاصہ یہ کہ جمیع ادیان سماویہ کا قطعی اور بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ لاواجب ولاقدیم الا اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ فیہ۔

عنوان رابع

مشرکین مکہ، یہود و نصاریٰ اور توحید کا درجہ اولیٰ

یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کے نزدیک توحید کا یہ پہلا درجہ مسلّم اور یقینی تھا یعنی کہ وہ وجوب الوجود، قدم اور عدم سے پاک ہونے کو صرف اللہ جل شانہ کے ساتھ

مختص مانتے تھے اور کسی ہستی کو بھی واجب، قدیم اور عدم سے پاک نہیں مانتے تھے بلکہ ماسوی اللہ تعالیٰ کے ساتھ آسمان، زمین اور اپنے معبودان باطلہ کو بھی ممکن، حادث، موجود بعد از عدم مانتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا مذہب بھی یہی تھا کہ لا واجب ولا قدیم الا اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ فیہ۔

ماٰخذ نمبر ۱: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

لانهم يعبدون الاصنام ويعتقدونها آلهة مع اعترافهم بانها ممكنة محتاجة الى الصانع۔ (روح المعانی ص ۵۷ ج ۲۶)	ترجمہ: اس لیے کہ مشرکین مورتیوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کی معبودیت کا عقیدہ رکھتے تھے باوجودیکہ وہ اقرار کرتے تھے کہ ہمارے معبود ممکن اور صانع کے محتاج ہیں۔

ماٰخذ نمبر ۲:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اصدق كلمة قالها الشاعر كلمة لبيد "الا كل شئ ما خلا الله باطل"۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ)	ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے بڑی سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہے لبید شاعر کی ہے وہ کہتا ہے کہ خبردار اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے سب ایک دن ختم ہونے والا ہے۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ نوویؒ فرماتے ہیں۔

والمراد بالباطل الفانى المضمحل۔ (نووی شرح مسلم ص ۲۴۰ ج ۲)	ترجمہ: باطل سے مراد فانی اور مٹنے والی چیز ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: محدث عبد الحق دہلویؒ فرماتے ہیں۔

ہر چیز کہ ماسوای حق است جل وعلا باطل وفانی وہالک و مضمحل و نیست است۔ اشعۃ اللمعات ص ۵۶ ج ۴ طبع نولکشور	ترجمہ: جو چیز بھی اللہ جل شانہ کے ماسوا ہے وہ محل زوال وفنا اور ہلاک واضمحلال ہے اور نیست ہے۔

طرز استدلال

اس صحیح حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ جاہلیت کے دور میں بھی حضرت لبیدؓ کا یہ عقیدہ تھا کہ کوئی ماسوی اللہ تعالیٰ بلا استثناء عدم سے پاک اور واجب الوجود نہیں بلکہ حادث اور فانی ہے کیونکہ یہ شعر ان کا جاہلیت کے زمانے کا ہے اس لیے کہ اسلام لانے کے بعد انہوں نے شعر گوئی کو بالکل ترک کر دیا تھا اور ایک شعر بھی اسلام کے بعد نہیں کہا فرماتے تھے کہ مجھے قرآن کافی ہے۔

ماخذ: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

ومن جملة فضائله انه لما اسلم لم يقل شعرا وقال يكفيني القرآن۔ (مرقات ص ۱۲۳ ج ۹)	ترجمہ: اور حضرت لبیدؓ کے فضائل میں سے ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے کوئی شعر نہیں کہا، فرماتے تھے کہ مجھے قرآن کافی ہے۔

ماخذ نمبر ۳: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

وهاتان المرتبتان لم تبحث الكُتُبُ الالٰهيَّةُ عنهما ولم يخالف فيهما مشركوا العرب ولا	ترجمہ: یہ دونوں مرتبے ایسے ہیں جن سے کتب الٰہیہ میں بحث نہیں کی گئی اور نہ ہی مشرکین عرب یہود

الیھود ولا النصاریٰ بل القرآن العظیم ناصٌ علیٰ انھما من المقدمات المسلمۃ عندھم۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۱۹ ج ۱)	ونصاریٰ نے ان میں مخالفت کی ہے بلکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ یہ دونوں مرتبے سب کے نزدیک مسلم ہیں۔

ماخذ نمبر ۴: علامہ خفاجی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

لانّ الکفّار قائلون بانفرادہ بوجوب الذات۔ (عنایۃ القاضی ص ۷۲ ج ۲)	ترجمہ: اس لیے کہ کفار اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ وجوب الوجود میں یگانہ ہے۔

حیران کن مقالہ

ماقبل میں وضاحت کے ساتھ ادلّہ شرعیہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہر ماسوی اللہ تعالیٰ بلا استثناء فانی حادث، ممکن اور موجود بعد العدم ہے حتی کہ حضرت مجددؒ نے تو بالخصوص حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حدوث وامکان کی تصریح فرمادی ہے اور یہ بھی باحوالہ گزرا کہ اس عقیدہ کا منکر قطعی کافر ہے تمام ادیان سماویہ حقہ تو یقیناً اس پر متفق رہے ہیں مگر یہود ونصاریٰ اور مشرکین عرب میں سے بھی کسی نے اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا۔

عقیدہ بریلویہ

مگر بایں ہمہ فرقہ بریلویہ کا ایک عالم اور پیر مولوی محمد یار گڑھوی اور اس کی جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کو حدوث سے پاک مانتے ہیں اور آپ کو قدیم جانتے ہیں چنانچہ موصوف لکھتے ہیں۔

محمد مصطفےٰ ثانی ندارد
ندارد شان جسمانی ندارد

ترجمہ: محمد مصطفےٰ اپنا ثانی نہیں رکھتے اور جسمانی شان بھی نہیں رکھتے۔

بصورت گرچہ انسان می نماید مگر نسیان انسانی ندارد

ترجمہ: صورت میں گرچہ آپ انسان نظر آتے ہیں مگر انسانوں والی بھول نہیں رکھتے۔

ظہورش حادث وذاتش قدیم چوں ممکن لوث امکانی ندارد

ترجمہ: آپ کا ظہور حادث ہے اور آپ کی ذات قدیم ہے اور ممکن کی طرح آپ امکان کا داغ نہیں رکھتے۔

(دیوان انوار فریدی ص ۲۹)

خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیران ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(حدائق بخشش ص ۳۳ حصہ اوّل)

فائدہ

یہ ہے عقیدہ ان لوگوں کا جنہوں نے عاشق رسول اور اہل سنت والجماعت کے القاب کو اپنے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔

فصل سوم

مشرکین مکہ، یہود و نصاریٰ اور توحید کا درجہ ثانیہ

توحید کا درجہ ثانیہ بھی مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ کے مسلمات میں سے تھا کیونکہ وہ تمام اشیاء کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے اور باقی تمام ماسوی اللہ تعالیٰ کو مخلوق مانتے تھے۔ بہر حال وہ وصف خالقیت میں موحد تھے نہ مشرک۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ لا خالق الا

اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ۔

ماخذ نمبرا: چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

وھاتان المرتبتان لم تبحث الکتب الالٰھیۃ عنھما ولم یخالف فیھما مشرکوا العرب و لا الیھود ولا النصارٰی بل القرآن العظیم ناصٌ علیٰ انھما من المقدمات المسلّمۃ عندھم۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۱۹)

ترجمہ: یہ دونوں مرتبے ایسے ہیں جن سے کتب الٰہیہ میں بحث نہیں کی گئی اور نہ مشرکین عرب اور یہود ونصاریٰ نے ان میں مخالفت کی ہے بلکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ یہ دونوں ان کے نزدیک مسلّم ہیں۔

ماخذ نمبر ۲: نیز حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

فمن تلک الاصول القول بانہ لاشریک للہ تعالیٰ فی خلق السمٰوٰت والارض وما فیھما من الجواھر۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۲۷۴ ج ۱)

ترجمہ: جو اصول اہل جاہلیت میں مسلّم تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ آسمان وزمین اور جو جوہر ان دونوں کے درمیان ہیں ان کے پیدا کرنے میں خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔

ماخذ نمبر ۳: نیز موصوف فرماتے ہیں۔

بل الحق انھم اعترفوا بتوحید الخلق۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۲۶ ج ۱)

ترجمہ: بلکہ حق یہ ہے کہ مشرکین توحید خلق کا اقرار کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۴: نیز موصوف فرماتے ہیں۔

وایں مشرکاں در خلق جواہر وتدبیر امور عظام ہیچ یک را شریک نمی دانستند۔

(الفوز الکبیر ص ۴)

ترجمہ: اور یہ مشرکین جواہر کے پیدا کرنے میں اور بڑے بڑے کاموں کے تصرف کرنے میں کسی ایک کو بھی شریک نہیں جانتے تھے۔

ماخذ نمبر ۵: شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

فان المشرکین لم یکن احد منھم یقول ان العالم له خالقان ولا ان الله معه اله یساویه فی صفاته هذا لم یقله احد من المشرکین بل کانوا یقرون بان خالق السموت والارض واحد۔

(صراط مستقیم ص ۴۴۲)

ترجمہ: اور بلاشک مشرکین میں سے کوئی ایک بھی یہ نہیں کہتا تھا کہ جہان کے خالق دو ہیں یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی ایسے الٰہ بھی ہیں جو اس کی صفات میں اس کے برابر ہیں یہ بات مشرکین میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کہی بلکہ وہ اقرار کرتے تھے کہ آسمانوں اور زمین کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

شواہد القرآن

عنوان اوّل

مشرکین مکہ دل سے مانتے اور زبان سے اقرار کرتے تھے کہ ہمارا اور ہمارے معبودوں کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اس صفت میں واحد لاشریک ہے اور کوئی ہستی خواہ

ہمارے معبود کیوں نہ ہوں اس کی اس صفت میں ذرہ بھر بھی شریک نہیں نہ ذاتاً نہ عطاءً
خلاصہ یہ کہ ان کا مذہبی عقیدہ تھا کہ ہم اور ہمارے معبود مرز
اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

ماخذ:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ (ای العابدین والمعبودین معًا۔ سراج منیر) لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (لا الاصنام ولا الملائکۃ۔ مدارك) فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ (پ ۲۵ زخرف ع ۷)

ترجمہ: اور اگر ان سے پوچھیں کہ ان کو یعنی عابدوں اور معبودوں کو کس نے پیدا کیا تو ضرور ہی جواب دیں گے کہ اللہ پاک نے نہ بتوں نے نہ ملائکہ نے پس کہاں پھیرے جاتے ہیں توحید سے باوجود اس اقرار کے۔

فہم سلف نمبر ا: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ای هم يعترفون انه الخالق للاشياء جميعها وحده لا شريك له فی ذلك۔
(ابن کثیر ص ۱۳۶ ج ۴)

ترجمہ: یعنی وہ مشرکین اقرار کرتے ہیں کہ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

وانما عبد هؤلاء المشركون معه الهة هم معترفون انها مخلوقة له عبيد له كما كانوا يقولون فی تلبيتهم لبيك لا شريك

ترجمہ: عبادت کرتے ہیں یہ مشرک اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے معبودوں کی جن کے متعلق وہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اور اس کے غلام ہیں جس طرح تلبیہ پڑھتے وقت

لک الاشریکا ھو لک تملکه وما ملک وکما اخبر تعالیٰ عنهم فی قوله ما نعبدهم الا لیقربونا الی الله زلفی۔ (ابن کثیر ص ۵۰۷ ج ۲)	کہتے ہیں اے اللہ تعالیٰ ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ہاں ایسے شریک ہیں جو تیری خدمت کے لیے ہیں ان کا بھی تو مالک ہے اور جن چیزوں کے وہ مالک ہیں ان کا بھی تو مالک ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ان کا حال بیان فرمایا ہے کہ ہم ان معبودوں کی عبادت صرف اس طمع پر کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔

فہم سلف نمبر ۳: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

ان کلھم کانوا معترفین بان لاخالق لھم الا الله۔ (کبیر ص ۱۲ ج ۲۶)	ترجمہ: بے شک تمام مشرکین اقرار کرتے تھے کہ انکا خالق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

عنوان ثانی

مشرکین مکہ دل میں مانتے اور زبان سے اقرار کرتے تھے کہ زمین اور آسمان کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اس صفت میں واحد لاشریک ہے اور کوئی ہستی (ہمارے معبود یا کوئی اور) اس کی اس صفت میں قطعاً شریک نہیں نہ ذاتاً نہ عطاءً۔

ماخذ نمبر ۱:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ	ترجمہ: اور اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے بنایا ہے آسمان اور زمین کو

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (۶۱)
(پ ۲۱ عنکبوت ع ۶)

اور کام میں لگایا سورج اور چاند کو تو کہیں گے اللہ نے پھر کہاں پھیرے جاتے ہیں۔

فہم سلف: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

یقول تعالیٰ مقررًا انہ لا الٰہ الا ھو لان المشرکین الذین یعبدون معہ غیرہ معترفون بانہ المستقل بخلق السمٰوٰت والارض والشمس والقمر الخ۔
(ابن کثیر ص ۴۲۱ ج ۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ مشرکین جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کی عبادت کرتے ہیں وہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین، سورج اور چاند کے پیدا کرنے میں اکیلا اور واحد ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ الأية (پ ۲۱ لقمان ع ۳)

ترجمہ: اور اگر تو پوچھے ان سے کس نے بنائے آسمان اور زمین تو کہیں گے اللہ نے۔

فہم سلف: حافظ ابن کثیر دمشقیؒ فرماتے ہیں۔

یقول تعالیٰ مخبرا عن ھؤلاء المشرکین بہ انھم یعرفون ان اللہ خالق السمٰوٰت وحدہ لا شریک لہ ومع ھذا یعبدون معہ شرکاء

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان مشرکین کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بے شک وہ پہچانتے ہیں کہ آسمانوں کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ واحد لاشریک ہے اور اس کا اس میں کوئی

یعترفون انها خلق له وملك له۔ (ابن کثیر ص ۴۵۱ ج ۳)	شریک نہیں ہے اور باوجود اس کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے شریکوں کی عبادت کرتے ہیں جن کے حق میں اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے مملوک ہیں۔

ماخذ نمبر ۳:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ الآية۔ (پ ۲۴ زمر ع ۴)	ترجمہ: اور اگر تو ان سے پوچھے کس نے بنائے آسمان اور زمین تو کہیں گے اللہ نے۔

فہم سلف: علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

یعنی المشرکین کانوا یعترفون ان اللہ عزوجل هو الخالق للاشیاء کلها۔ (ابن کثیر ص ۵۴ ج ۴)	ترجمہ: یعنی مشرکین اقرار کرتے تھے کہ تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

ماخذ نمبر ۴:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۹﴾ (پ ۲۵ زخرف ع ۱)	ترجمہ: اور اگر تو ان سے پوچھے کس نے بنائے آسمان اور زمین تو کہیں بنائے اس زبردست خبردار نے۔

فہم سلف: علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ای لیعترفن بان الخالق	ترجمہ: یعنی البتہ ضرور اقرار کریں

لـذلك هـو الله وحـده لا شريك له۔

(ابن کثیر ص ۱۲۳ ج ۴)

گے کہ ان چیزوں کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے جو اس صفت میں واحد لا شریک ہے۔

ماخذ نمبر ۵:

عـن ابـن عـمر ؓ قـال كـان رسـول الله صلى الله عليه وسلم كثيرا ما يحدّث عن امرأة كانت في الجاهليّة على رأس جبل معها ابنٌ لها يرعى غنما فقال لها ابنها يا امه من خلقكِ قالت الله قال فمن خلق ابي قالت الله قال فمن خلقني قالت الله قال فمن خلق السّمٰوٰت قالت الله قال فمن خلق الارض قالت الله قال فمن خلق الجبال قالت الله قال فمن خلق هذه الغنم قالت الله قال فاني اسمع لله شأنا ثم القى نفسه من الجبل فتقطع قال ابن

ترجمہ: ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عموماً اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے کہ جاہلیت کے زمانے میں ایک عورت پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چرایا کرتی تھی اس کے ساتھ اس کا لڑکا بھی تھا ایک مرتبہ اس نے اپنی ماں سے پوچھا کہ اماں جان تمہیں کس نے پیدا کیا ہے ماں نے کہا اللہ نے پھر کہا میرے والد کو کس نے پیدا کیا کہا اللہ نے پھر کہا مجھ کو کس نے پیدا کیا اس نے کہا اللہ نے پھر پوچھا کہ ان آسمانوں کو کس نے پیدا کیا اس نے کہا اللہ نے پوچھا اور زمین کو اس نے جواب دیا اللہ نے پھر پوچھا ان پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا ماں نے جواب دیا کہ ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے پھر

عن عمر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ما یحدثنا ھذا الحدیث قال عبد اللہ ابن دینار کان ابن عمر کثیرا ما یحدثنا بھذا الحدیث۔
(ابن کثیر ص ۲۵۳ ج ۳)

پوچھا کہ ہماری بکریوں کا خالق کون ہے ماں نے کہا اللہ ہی ہے اس نے کہا سنتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے لیے بڑی شان بس اس قدر اللہ کی عظمت اس کے دل میں سماگئی کہ وہ تھر تھر کانپنے لگا اور پہاڑ سے گر پڑا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مر گیا۔

سوال

اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن جعفر المدینی ہے جو امام علی بن المدینی کے والد ہیں اور وہ متکلم فیہ ہے۔

جواب

یہ سوال ہم پر تب وارد ہوتا کہ ہمارے استدلال کی مدار صرف اسی حدیث پر ہوتی حالانکہ ہمارے استدلال کی مدار نصوص قرآنیہ قطعیہ صریحہ پر ہے اس روایت کو ہم نے متابعۃً پیش کیا ہے۔

فائدہ

توحید کا درجہ ثالثہ یعنی توحید فی التصرف دو قسم ہے۔

قسم اوّل: توحید فی تدبیر الامور العظام

یعنی جہان کے اہم اور بڑے بڑے کاموں میں صرف اللہ جل شانہ کو متصرف جاننا اور اس کے علاوہ کسی ہستی کو ان کاموں میں متصرّف نہ ماننا نہ ذاتاً نہ عطاءً۔

خلاصہ یہ کہ عالم کے بڑے بڑے کاموں کے تصرّف میں اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ جاننا۔

قسم دوم: توحید فی تدبیر الامور الحقیرۃ

یعنی اہم کاموں کے علاوہ عالم کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی صرف اللہ تعالیٰ کو متصرّف جاننا اور اس کے علاوہ کسی ہستی کو بھی متصرف نہ جاننا۔

خلاصہ یہ کہ اہم کاموں کی طرح چھوٹے کاموں کے تصرّف میں بھی اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک جاننا۔

فصل چہارم

توحید فی التصرف کی قسم اوّل اور مشرکین مکہ

مشرکین مکہ دل سے مانتے تھے اور زبان سے اقرار کرتے تھے کہ اس عالم کے امور عظام میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے اور وہ اس صفت میں وحدہ لاشریک ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی (خواہ ہمارے معبود ہوں یا کوئی اور) عالم کے بڑے بڑے اور اہم کاموں میں نہ تصرف کر سکتی ہے نہ کرتی ہے نہ ذاتاً نہ عطاءً۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا مذہب بھی یہی تھا کہ لا مدبر فی الامور العظام الا اللہ وحدہ لاشریک لہ فیھا۔

ماخذ نمبر ۱: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

والمشرکون وافقوا المسلمین فی تدبیر الامور	ترجمہ: مشرکین اہل اسلام سے اس بات میں تو متفق ہیں کہ تمام

العظام۔
(حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۰ ج ۱)

بڑے کاموں کی تدبیر خدا ہی کرتا ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

بل الحق انھم اعترفوا بتوحید الخلق وبتوحید التدبیر فی الامور العظام۔
(حجۃ اللہ باب اقسام الشرک ص ۱۲۶ ج ۱)

ترجمہ: حق بات یہ ہے کہ وہ توحید فی الخلق اور توحید فی تدبیر الامور العظام کے معترف تھے۔

ماخذ نمبر ۳: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

فمن تلک الاصول القول بانہ لاشریک للہ تعالیٰ فی خلق السمٰوٰت والارض وما فیھما من الجواھر ولا شریک لہ فی تدبیر الامور العظام۔
(حجۃ اللہ ص ۲۴۷ ج ۱)

ترجمہ: جو اصول اہل جاہلیت میں مسلم تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ آسمان اور زمین اور جو جواہر ان کے درمیان ہیں ان کے پیدا کرنے میں خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور بڑے بڑے امور کی تدبیر کرنے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

ماخذ نمبر ۴: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

وایں مشرکاں در خلق جواہر وتدبیر امور عظام ہیچ یک را شریک نمی دانستند۔
(الفوز الکبیر ص ۴)

ترجمہ: اور یہ مشرک جواہر کے پیدا کرنے میں اور جہان کے بڑے بڑے کاموں کے تصرف کرنے میں کسی ایک کو بھی شریک نہیں جانتے تھے۔

شَوَاہِدُ الْقُرْآنِ لِلْاُمُوْرِ الْعِظَامِ

شاہد اوّل

دربارۂ تسخیر شمس وقمر

مشرکین مکہ مذہبی لحاظ سے عقیدہ رکھتے تھے کہ سورج اور چاند کی ذات اور کیفیات پر حکم چلانا ان امور عظام میں سے ہے جن میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے اور وہ اس صفت میں وحدہ لاشریک ہے اور ہمارے معبود یا کوئی اور ہستی اس کی اس صفت میں قطعاً شریک نہیں نہ ذاتاً نہ عطاءً نہ بالفعل نہ بالقوۃ۔

تعبیر دیگر

یعنی شمس وقمر کا طلوع وغروب اور ان کے ذریعہ پیدا ہونے والی ساعات، ایام، ہفتے، مہینے، سال، صدیوں میں اپنے معبودوں کو بے بس اور بے اختیار مانتے تھے اور عقیدہ رکھتے تھے کہ ہمارے معبود طلوع کو غروب، غروب کو طلوع، ظہر کو عصر اور عصر کو ظہر نہیں بنا سکتے۔

خلاصہ یہ کہ مسئلہ تسخیر میں وہ موحّد تھے نہ مشرک اور مسلمانوں کی طرح ان کا عقیدہ اور مذہب جاہلی بھی یہی تھا کہ لا مسخّر للشمس والقمر الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اور نبی علیہ السلام کے اس مسئلہ میں موافق تھے نہ مخالف۔

ماخذ:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ	ترجمہ: اور اگر تو ان لوگوں سے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾
(پ ۲۱ عنکبوت ع ٦)

پوچھے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمینوں کو اور کام میں لگایا سورج اور چاند کو تو کہیں گے اللہ نے پھر کہاں سے الٹ جاتے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

ای اذا کان الامر کذلک فکیف یصرفون عن الاقرار بتفردہ عز وجل فی الالوھیۃ مع اقرارھم بتفردہ سبحانہ فیما ذکر من الخلق والتسخیر۔
(روح المعانی ص ۱۱ ج ۲۱)

ترجمہ: یعنی جب معاملہ اسی طرح ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی توحید الوہیت کے اقرار سے کہاں پھیرے جاتے ہیں توحید خلق اور تسخیر شمس و قمر کا اقرار کرنے کے باوجود۔

شاہد دوم

دربارۂ تصرّف لیل و نہار

مشرکین مکہ مذہبی لحاظ سے عقیدہ رکھتے تھے کہ رات اور دن کی ذات اور کیفیات بحکم چلانا ان امور عظام میں سے ہے جن میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے اور وہ اس صفت میں وحدہ لاشریک ہے ہمارے معبود یا کوئی اور ہستی کوئی بھی ہو اس کی اس صفت میں قطعاً شریک نہیں نہ ذاتاً نہ عطاءً نہ بالفعل نہ بالقوۃ یعنی مذہبی لحاظ سے وہ مانتے تھے کہ اپنے معبودوں کو اتنی طاقت نہیں کہ خدائی رات کو دن یا خدائی دن کو رات بنا سکیں۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا عقیدہ اور مذہب جاہلی بھی یہی تھا کہ لا متصرف فی اللیل والنہار الا اللہ وحدہ لاشریک لہ اور وہ اس مسئلہ میں نبی ﷺ کے موافق تھے نہ مخالف۔

ماخذ:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾

(پ ۲۰ قصص ع ۷)

ترجمہ: تو کہہ بھلا بتاؤ اگر کر دے اللہ تم پر رات ہمیشہ قیامت کے دن تک کون حاکم ہے اللہ کے سوا جو لادے تم کو کہیں سے روشنی پھر تم کیا سنتے نہیں، تو کہہ بھلا بتاؤ اگر کر دے اللہ تم پر دن ہمیشہ قیامت کے دن تک کون حاکم ہے اللہ کے سوا کہ لادے تم کو رات جس میں آرام کرو پھر کیا تم نہیں دیکھتے۔

فہم سلف: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

فاذا اقررتم بانہ لا یقدر علی ایتاء اللیل والنہار غیرہ فلم تشرکون بہ۔

(قرطبی ص ۳۰۸ ج ۱۳)

ترجمہ: پس جب تم اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ رات اور دن کے لانے پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی قدرت نہیں رکھتی تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں غیروں کو کیوں شریک کرتے ہو۔

عقیدہ اسلامیہ

شمس اور قمر کی تسخیر اور تصرف اور حکمرانی صرف خاصہ الٰہیہ ہے اس کے سوا کسی نوری، ناری، خاکی کو یہ صفت حاصل نہیں ہے نہ ذاتاً نہ عطائً نہ بالفعل نہ بالقوۃ۔

ماخذ:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (پ ۲۱ لقمان ع ۳)

ترجمہ: تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور کام میں لگا دیا ہے سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مقررہ وقت تک اور یہ کہ اللہ خبر رکھتا ہے اس کی جو تم کرتے ہو۔

عقیدہ بریلویہ

اب ذرا بریلویہ کا عقیدہ بھی پڑھ لو کہ شمس و قمر اور شب و روز پر حکمران اور ان میں تصرف کرنے والے نبی کریم ﷺ اور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ ہیں۔

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں۔

نبی ﷺ کا حکم شمس و قمر، تمام ملکوت السموات والارض پر جاری ہے آفتاب کو حکم دیا کہ ٹھہر جاؤ فوراً ٹھہر گیا اسی طرح چاند۔

حدیث نمبر ۲۶: طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی "ان النبی ﷺ امر الشمس فتأخرت ساعة من النهار" سید عالم ﷺ نے آفتاب کو حکم دیا کہ

کچھ دیر چلنے سے بازرہ فوراً ٹھہر گیا۔ (الامن والعلیٰ ص ۱۴۰)

ماخذ نمبر ۲:

اقول اس حدیث حسن کا واقعہ اس حدیث صحیح کے واقعہ عظیمہ سے جدا ہے جس میں ڈوبا ہوا سورج حضور کے پلٹا ہے یہاں تک کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز عصر کہ خدمت گذاری محبوب باری ﷺ میں قضا ہوئی تھی ادا فرمائی، امام اجل طحاوی وغیرہ اکابر نے اس حدیث کی تصحیح کی۔

(الامن والعلیٰ ص ۱۴۰)

اس واقعہ سے خان صاحب کا غلط استدلال

الحمد للہ اسے خلافت رب العزت کہتے ہیں کہ ملکوت السموات والارض میں ان کا حکم جاری ہے۔ (الامن والعلیٰ ص ۱۴۱)

مفتی احمد یار کا اس واقعہ سے غلط استدلال

حضور علیہ السلام نے بیدار ہو کر ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹایا، گئے ہوئے دن کو عصر بنایا۔ (سلطنت مصطفےٰ ص ۲۶)

ماخذ نمبر ۳: احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں۔

سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما عم مکرم سید اکرم ﷺ نے حضور سے عرض کی مجھے اسلام پر باعث حضور کے ایک معجزے کا دیکھنا ہوا ، میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ حضور گہوارے میں چاند سے باتیں فرماتے، جس طرف انگشت مبارک سے اشارہ کرتے چاند اسی طرف جھک جاتا، سید عالم ﷺ نے فرمایا ہاں میں اس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا اور مجھے رونے سے بہلاتا میں اس کے گرنے کا دھما کہ سنتا تھا جب وہ زیر عرش

سجدے میں گرتا۔ البیہقی فی الدلائل، امام شیخ الاسلام صابونی فرماتے ہیں یہ حدیث معجزات میں حسن ہے۔ (الامن والعلیٰ ص ۱۴۱)

خان صاحب کا باطل استدلال

جب دودھ پتیوں کی یہ حکومت قاہرہ ہے تو اب کہ خلافۃ اللہ الکبریٰ کا ظہور عین شباب پر ہے آفتاب کی کیا جان کہ ان کے حکم سے سرتابی کرے آفتاب ومہتاب درکنار واللہ العظیم ملائکہ مدبرات الامر کہ تمام نظم ونسق عالم جن کے ہاتھوں پر ہے محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ الاعظم ﷺ کے دائرہ حکم سے باہر نہیں نکل سکتے۔ (الامن والعلیٰ ص ۱۴۱)

ماخذ نمبر ۴:

سلیمان علیہ السلام نے ملائکہ موکلین شمس کو حکم دیا کہ ڈوبا ہوا آفتاب واپس لاؤ واپس لائے، سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی نماز عصر گھوڑوں کے ملاحظہ میں قضا ہوئی حتی توارت بالحجاب یہاں تک کہ سورج پردے میں جا چھپا، ارشاد فرمایا "ردوھا علی" پلٹاؤ میری طرف امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مروی کہ سلیمان علیہ السلام کے اس قول میں ضمیر آفتاب کی طرف ہے اور خطاب ان ملائکہ سے جو آفتاب پر متعین ہیں یعنی نبی اللہ سلیمان نے ان فرشتوں کو حکم دیا کہ ڈوبے ہوئے آفتاب کو واپس لے آؤ وہ حسب الحکم واپس لائے یہاں تک کہ مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا اور سیدنا سلیمان علیہ السلام نے نماز ادا فرمائی، معالم التنزیل شریف میں ہے "حکی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال معنی قولہ ردوھا علی یقول سلیمان علیہ السلام بامر اللہ عزوجل للملائکۃ الموکلین بالشمس ردوھا علی یعنی

الشمس فردوھا علیہ حتی صلی العصر فی وقتھا۔

(الامن والعلیٰ ص ۱۴۲)

خان صاحب کا غلط استدلال

سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نائبان بارگاہ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے ایک جلیل القدر نائب ہیں، پھر حضور کا حکم تو حضور کا حکم ہے ﷺ۔

(الامن والعلیٰ ص ۱۴۲)

ماخذ نمبر ۵: نیز موصوف لکھتے ہیں۔

اے مسلمان! اے سنی بھائی! اے مصطفےٰ ﷺ کی شان ارفع کے فدائی! آفتاب و مہتاب پر ان کا حکم جاری ہونا کیا بات ہے آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک ان کے نائب ان کے وارث ان کے فرزند، ان کے دلبند، غوث الثقلین، غیث الکونین حضور پر نور سیدنا و مولینا امام ابو محمد شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام عرض نہ کرے۔ (الامن والعلیٰ ص ۱۴۶)

ماخذ نمبر ۶: نیز موصوف لکھتے ہیں۔

یعنی امام اجل حضرت ابو قاسم عمر بن مسعود بزار و حضرت ابو حفص عمر کیمیاتی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہمارے شیخ حضور سیدنا عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مجلس میں برملا زمین سے بلند ہو کر کرہ ہوا پر مشی فرماتے اور ارشاد کرتے آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام نہ کرلے، نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، نیا ہفتہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے۔ (الامن والعلیٰ ص ۱۴۷)

ماخذ نمبر ۷: مفتی احمد یار صاحب قصیدہ غوثیہ کے شعروں کا ترجمہ کرتے ہوئے

آگے لکھا-

بلاد اللہ ملکی تحت حکمی
ووقتی قبل قلبی قد صفا لی

ترجمہ: اللہ کے سارے شہر میرا ملک اور میری حکومت میں ہیں۔

وما منها شهود او دهود
تمر و تنقضی الا اتی لی

ترجمہ: کوئی مہینہ اور کوئی وقت ایسا نہیں جو ہماری اجازت بغیر دنیا میں گزر جائے۔
(سلطنت مصطفٰے ص ۴۵)

الجواب اوّلاً

اینکہ یہ چاروں واقعات کسی سند صحیح سے ثابت نہیں بلکہ من گھڑت اور جعلی ہیں جس کی مفصل اور تسلی بخش بحث آپ کو بندہ کی تصنیف کتاب التوحید فی التصرف میں ملے گی یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے صرف مختصراً عرض کرتا ہوں۔

واقعہ سلیمانیہ

سورج کا سیدنا سلیمان علیہ السلام پر واپس لوٹانا نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث صحیح سے نہ صحابہؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے آثار صحیحہ سے بلکہ یہ بے اصل حکایت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ بغویؒ نے اس کو بلا سند اور بلا حوالہ نقل کرنے کے باوجود روایت سے نہیں بلکہ حکایت سے تعبیر کیا اور حکایت کو بھی ماضی مجہول کے صیغہ سے تعبیر فرمایا ہے جو ضعف کی علامت ہے۔ بہر حال یہ تفسیر جمہور کی تفسیر کے خلاف ہے۔

فہم سلف نمبر ۱: چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

وهذا لا يثبت عن ابن عباس ولا عن غيره والثابت عن جمهور اهل	ترجمہ: حالانکہ یہ روایت نہ حضرت ابن عباسؓ سے ثابت ہے اور نہ ان کے علاوہ کسی اور سے ثابت ہے بلکہ

العلم بالتفسیر من الصحابة ومن بعدهم ان الضمیر المؤنث فی قوله ردوها للخیل۔

(فتح الباری ص ۳۰ ج ۷)

جمہور مفسرین صحابہؓ اور ان کے بعد والوں سے یہ ثابت ہے کہ ضمیر مؤنث کا ردوھا میں گھوڑوں کی طرف پھر رہا ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

وبالجملة القولُ بردّ الشمس لسلیمان علیه السلام غیر مسلّم وعدم قولی بذلك لیس لامتناع الردّ فی نفسه کما یزعمه الفلاسفة بل لعدم ثبوته عندی والذوق السلیم یابی حمل الأیة علی ذلك۔

(روح المعانی ص ۱۹۴ ج ۱۳)

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے لیے سورج لوٹنے والا قول قابل تسلیم نہیں ہے اور میرا اس واقعہ کا قائل نہ ہونا اس لیے نہیں کہ سورج کا لوٹنا فی الواقع ممتنع ہے جس طرح فلاسفہ کا گمان ہے بلکہ اس لیے کہ یہ واقعہ میرے نزدیک ثابت نہیں ہے اور ہر ذوق سلیم آیت کو اس واقعہ پر حمل کرنے سے انکار کرتا ہے۔

واقعہ قمر

اس واقعہ کو احمد بن ابراہیم الحلبی روایت کرتا ہے اور وہ مجہول الحال اور کذاب ہے۔

مأخذ نمبر ۱: امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

تفرد به هذا الحلبی باسناده وهو مجهول۔ (دلائل النبوة ص ۳۱۹ ج ۱)

ترجمہ: اس روایت کی اسناد کے ساتھ حلبی متفرد ہے اور وہ مجہول ہے۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں۔

ای لم یتابعہ علیہ احد۔
(زرقانی ص ۱۴۷ ج ۱)

ترجمہ: حلبی کا اس روایت میں کوئی ایک بھی متابع نہیں ہے۔

ماخذ نمبر ۳: شیخ الاسلام رازیؒ واللفظ لہ اور علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

عبدالرحمن قال سألت ابی عنہ وعرضت علیہ حدیثہ فقال لا اعرفہ واحادیثہ باطلۃ موضوعۃ کلہا لیس لہا اصول یدل حدیثہ علی انہ کذاب۔
(کتاب الجرح والتعدیل ص ۴۰ ج ۲، میزان ص ۳۸ ج ۱)

ترجمہ: امام عبدالرحمٰن فرماتے ہیں میں نے اپنے والد ابو حاتم رازی سے حلبی کے متعلق سوال کیا اور ان پر اس کی حدیث پیش کی تو آپ نے فرمایا میں اس کو نہیں پہچانتا اور اس کی حدیثیں سب کی سب باطل اور جعلی ہیں ان کا کوئی اصول نہیں اور اس کی حدیث صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ بڑا جھوٹا ہے۔

حضرت علیؓ کی نماز والا واقعہ

یہ واقعہ بھی پانچ وجوہ سے متنا مضطرب ہونے کے علاوہ بے اصل اور جعلی ہے۔ اب چند علماء اور ائمہ اسلام کے اسماء درج کرتا ہوں جنہوں نے اس واقعہ کو جھوٹا قرار دیا ہے۔

۱۔ سراج الامت حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ امیر المومنین حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ محدث ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ حافظ ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ محدث جوزقانی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ محدث علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ عبداللہ بن علی المدینی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ محمد بن عبید الطنافسی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ یعلیٰ بن عبید الطنافسی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ حافظ ابوبکر محمد بن حاتم بن زنجویہ البخاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ حافظ محمد بن ناصر البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ حافظ ابوعبداللہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ

۱۶۔ حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

قافلہ والا واقعہ

اس واقعہ کی صحت بھی مسلم نہیں ہے کیونکہ اس کی سند جو امام بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ ص ۱۴۹ ج ۲ میں پیش کی ہے اس کا آخری راوی اسماعیل بن عبدالرحمٰن القریشیؒ جو السدی الکبیر کے نام سے مشہور ہے۔

اوّلاً تو وہ انتہائی کمزور، بڑا جھوٹا، صحابہ کرامؓ خصوصاً شیخین (ابوبکر و عمرؓ) کو گالیاں دینے والا، جھوٹی حدیثیں بنانے والا تھا۔

ماخذ: چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔

امام ابن معین فرماتے ہیں کہ اس کی روایت میں ضعف ہوتا ہے، امام

جوزجانی فرماتے ہیں ھو کذاب شتام یعنی وہ بڑا جھوٹا اور بڑا تبرائی ہے، حسین ابن واقد کا بیان ہے کہ میں نے سدی سے سنا تھا کہ وہ شیخین یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دیتا تھا، ابوزرعہ فرماتے ہیں وہ روایت میں کمزور ہے، ابو حاتم فرماتے ہیں اس کی حدیث صرف لکھی جاسکتی ہے لیکن اس سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا، عقیلی کہتا ہے ضعیف ہے شیخین کو گالیا دیتا تھا، ساجی کہتا ہے صدوق ہونے کے باوجود اس میں نظر ہے، امام طبری فرماتے ہیں اس کی حدیث کے ساتھ احتجاج واستدلال صحیح نہیں ہے، لیث ابن ابی سلیم کا کہنا ہے کہ کوفہ میں دو بڑے جھوٹے ہیں ایک مر گیا ہے سدی اور کلبی۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۱۴ ج ۱)

ثانیاً یہ روایت منقطع ہے کیونکہ سدی تابعی ہے اور یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔

ثالثاً سدی کبیر سے روایت کرنے والا اسباط بن نصر ہمدانی ابو یوسف ہے جس کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

ماخذ:

محدث حزب فرماتے ہیں احمد بن حنبلؒ اس کو ضعیف مانتے تھے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں میں نے ابو نعیم سے سنا کہ وہ اس کو ضعیف قرار دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کی اکثر حدیثیں عامی اور گری ہوئی ہوتی ہیں، امام نسائی فرماتے ہیں وہ قوی نہیں ہیں، محدث ساجی ضعفاء میں لکھتے ہیں کہ ایسی حدیثیں اس نے پیش کی ہیں جن پر موافقت نہیں کی گئی، امام ابن معین سے ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ وہ لیس بشی ءٍ یعنی کوئی شئے نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب ص ۲۱۲ ج ۱)

رابعاً اسباط کا شاگرد اس سند میں یونس بن بکیر ہے جس کو بہت سے محدثین نے ثقہ اور حسن الحدیث مانا ہے لیکن بعض نے اس میں کلام بھی کیا ہے۔

ماخذ: چنانچہ حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

امام ابو داودؒ فرماتے ہیں میرے نزدیک وہ حجت نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے استاد ابن اسحاق کی کلام کو حدیث کے ساتھ ملا دیتا ہے، امام نسائی فرماتے ہیں قوی نہیں ہے، کبھی فرماتے تھے ضعیف ہے، عجلی کہتا ہے ضعیف الحدیث ہے اور نیز عجلی کہتا ہے کہ یونس اور اس کا بیٹا بعض لوگ ان دونوں کو ضعیف قرار دیتے ہیں، ابن المدینی کہتا ہے میں نے اس سے حدیثیں لکھی ہیں لیکن اس سے روایت نہیں کرتا، یحیٰ الحمانی کہتا ہے میں اس سے روایت کرنا حلال نہیں سمجھتا۔ (میزان الاعتدال ص۳۳۶ ج۴)

خامساً اس سند میں یونس بن بکیر کا تلمیذ احمد بن عبد الجبار ہے جس کو بعض محدثین نے ثقہ لکھا ہے لیکن بعض نے اس میں کلام بھی کیا ہے۔

ماخذ: چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں میں نے اس سے روایات لکھی تھیں لیکن اس سے میں روایت نہیں کرتا اس لیے کہ لوگوں نے اس میں بہت کلام (جرحیں) کیا ہے، مطین کہتا ہے جھوٹ بولتا تھا، ابو احمد حاکم کہتا ہے کہ محدثین کے نزدیک وہ قوی نہیں ہے، ابن عقدہ نے اس کو چھوڑ دیا ہے، ابن عدی کہتا ہے اہل عراق کے محدثین کو میں نے دیکھا ہے کہ اس کے ضعف پر وہ سب متفق تھے۔

(تہذیب التہذیب ص۵۱ ج۱)

ثانیاً

بعض قلیل علماء نے اگرچہ معجزات میں ان واقعات کو ثابت مانا ہے لیکن اس طرز سے یہ واقعات واقع اور نفس الامر میں ثابت نہیں ہو سکتے جب کہ ان واقعات پر جم غفیر علماء کی صحیح جرحیں پائی جاتی ہیں جو جواب اوّل میں گزر چکی ہیں۔ محدثین کا مسلم قانون ہے کہ جہاں پر جرح اور تعدیل جمع ہو جائیں تو جمہور کے نزدیک ترجیح جرح کو ہوتی ہے۔

ماخذ: چنانچہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

واذا اجتمع فیہ ای الراوی جرح مفسر وتعدیل فالجرح مقدمٌ ولو زاد عدد المعدل ھذا ھو الاصح عند الفقہاء والاصولیین ونقلہ الخطیب عن جمھور العلماء۔
(تدریب الراوی ص ۲۰۴)

ترجمہ: اور جب راوی میں جرح مفسر اور توثیق جمع ہو جائیں تو جرح مقدم ہو گی اگرچہ توثیق کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہی کیوں نہ ہو فقہاء اور اصولیین کے نزدیک یہی زیادہ صحیح ہے اور خطیب نے اسی کو جمہور علماء سے نقل کیا ہے۔

ثالثاً

اگر ان واقعات کو بالفرض صحیح مان لیا جاوے تب بھی کھینچ تان کر یہ واقعات اخبار آحاد کے درجہ میں پہنچتے ہیں اس سے زیادہ مشہور اور متواتر ہونے کی ان کو ہوا ہی نہیں لگی اور تمام علماء اہل سنت کا اجماعی قانون ہے کہ خبر واحد اگر صحیح اور جامع جمیع شرائط ہو تب بھی اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا حالانکہ خان صاحب کا یہ خانہ ساز مسئلہ کہ "حضور ﷺ شمس وقمر اور لیل ونہار میں متصرف ہیں" یقیناً اور بلا ریب عقیدہ کا مسئلہ ہے تو اس کو خبر واحد سے ثابت کرنا اسلام کی اصول شکنی نہیں تو کیا ہے۔

مقام خبر واحد اور متکلّمین حضرات

ماخذ نمبر ۱: علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں۔

یعنی ان خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذکورۃ فی اصول

ترجمہ: یعنی خبر واحد اصول فقہ میں مذکور تمام شرائط صحت پر مشتمل ہونے کے باوجود مفید ظن ہی ہے

الفقہ لا یفید الا الظن ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادیات خصوصاً اذا اشتمل علی اختلاف روایۃ وکان القول بموجبہ مما یُفضی الی مخالفۃ ظاہر الکتاب۔ (شرح عقائد ص ۱۰۱)

اور اعتقادیات میں ظن کا کوئی اعتبار نہیں خصوصاً جب کہ وہ اختلاف روایت پر بھی مشتمل ہو اور اس کا مفہوم بظاہر کتاب اللہ کے خلاف بھی ہو۔

ماخذ نمبر ۲: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

فان الاٰحاد لا تفید الاعتماد فی الاعتقاد۔ (شرح فقہ اکبر ص ۶۸)

ترجمہ: یقیناً اخبار آحاد عقائد میں اعتماد کا فائدہ نہیں دیتیں۔

رابعًا

ان واقعات کے ثابت نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان واقعات کے معارض ایک ایسی حدیث موجود ہے جس کی صحت اور اس کے رواۃ کی توثیق میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

ماخذ: چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان الشمس لم تحبس علی بشر الا لیوشع لیالی سار الی بیت المقدس۔

(مسند احمد ص ۳۲۵ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ سورج کسی بشر کے لیے نہیں روکا گیا مگر یوشع علیہ السلام کے لیے جن راتوں میں آپ بیت المقدس چلے تھے جہاد کے لیے۔

مقام حدیث: اینکہ یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

وھذا الحدیث الصحیح عند الکل۔ (روح المعانی ص ۱۹۴ ج ۲۳)	ترجمہ: یہ حدیث تمام محدثین کے نزدیک صحیح ہے۔

ماخذ نمبر ۲: حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

وقد ورد اصلہ من طُرُقٍ مرفوعۃٍ صحیحۃٍ اخرجھا احمد۔ (فتح الباری ص ۲۹ ج ۷)	ترجمہ: اس حدیث کی امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں صحیح مرفوع سندوں سے تخریج کی ہے۔

ماخذ نمبر ۳: نیز حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

فان رجال اسنادہ محتج بھم فی الصحیح۔ (فتح الباری ص ۲۹ ج ۷)	ترجمہ: اس اسناد کے رجال سے صحیح میں احتجاج کیا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ یہ حدیث صحیح اور نص صریح ہے اس مضمون میں کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کسی بشر کے لیے سورج نہیں روکا گیا۔

خامسًا

بالفرض ان روایات کے ثابت نہ ہونے سے قطع نظر کی جائے اور ان کو ثابت مان لیا جائے جس طرح بعض علماء کا نظریہ ہے تب بھی نبی ﷺ کا تصرف اور حکمرانی شمس وقمر پر جس کو خانصاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ رد شمس اور حبس شمس دونوں بوجہ خارق عادت ہونے کے معجزہ نبویہ ہی بنیں گے اور باجماع اہل سنت والجماعت معجزہ صرف فعل الٰہی ہوتا ہے نہ فعل نبی یعنی حضرت نبی ﷺ معجزہ کے نہ خالق ہیں اور نہ فاعل اور نہ کاسب تو بناءً علیہ جب معجزہ حضور ﷺ کا فعل اور کسب ہی

نہیں ہے تو آپ کی حکمرانی اور تصرف اس معجزہ پر کیسے ثابت ہو گا۔ ہاں اگر علماء اہل سنت کے نزدیک معجزہ نبی ﷺ کا فعل اور ان کا کسب ہوتا پھر کسی لحاظ سے یہ کہنا ممکن تھا کہ جب فعل نبی ﷺ کا ہے تو تصرف بھی آپ کا ہو گا۔

سادسًا

ان واقعات سے حضور ﷺ کا شمس و قمر میں تصرف ثابت کرنا ان روایات کی خالص تحریف ہے کیونکہ ان روایات میں تصریح ہے کہ حضور ﷺ کا فعل صرف عاجزی کے ساتھ دعا مانگنا ہے نہ سورج کو روکنا اور واپس لوٹانا اگر فریق ثانی میں کچھ ہمت ہے تو ہمیں اس روایت کی نشاندہی کریں جس میں یہ تصریح ہو کہ حبس شمس اور رد شمس حضور ﷺ کا فعل ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ان واقعات سے تصرّف الٰہی ثابت ہوتا ہے نہ تصرّف نبوی ﷺ۔

واقعہ قافلے والا

ماخذ:

فدعا النبی ﷺ فزید له فی النهار ساعة وحبست علیه الشمس۔
(دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۱۳۹ ج ۲)

ترجمہ: پس نبی ﷺ نے دربار ایزدی میں دعا مانگی تو دن میں ایک لحظہ من جانب اللہ تعالیٰ زیادہ کر دیا گیا اور سورج آپ پر من جانب اللہ تعالیٰ روکا گیا۔

قارئین کرام! یہ روایت بالکل صریح ہے اس مضمون میں کہ حضور ﷺ کا فعل صرف دعا مانگنا ہے نہ کہ سورج کو بند کرنا اور واپس لوٹانا بلکہ دونوں فعل خالص اللہ پاک کے ہیں۔

مقام تدبر

اب یہ معلوم کرنا ہے کہ سلف ؒ نے ان روایات کا کونسا مطلب صحیح سمجھا ہے آیا خانصاحب والا خانہ ساز تحریفی مطلب یا کہ اہل حق والا صحیح مطلب۔

فہم سلف نمبر ا: چنانچہ علامہ خفاجیؒ فرماتے ہیں۔

ای سأل ربه وتضرع له ان يمد ذلك اليوم حتّٰى تجيء العير قبل انقضائه۔ (نسیم الریاض ص ۱۳ ج ۳)	ترجمہ: یعنی حضور علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے سوال کیا اور اس کے سامنے عاجزی کی اور گڑگڑائے کہ اس دن کو دراز کردے تاکہ دن ختم ہونے سے پہلے قافلہ آجائے۔

فہم سلف نمبر ۲: نیز موصوف حبست له الشمس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ای امسكها الله بقدرته ووقفها عن سيرها المعتاد۔ (نسیم الریاض ص ۱۳ ج ۳)	ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے سورج کو اپنی قدرت سے ٹھہرادیا اور اس کو اس کی سیر معتاد سے روک دیا۔

قارئین کرام! تم نے پڑھ لیا ہے کہ سلف ؒ نے اس واقعہ میں حضور ﷺ کا فعل صرف عاجزی کے ساتھ سوال کرنا بتایا ہے اور حبس شمس کو صرف اللہ تعالیٰ کا فعل بتایا ہے اور اس حبس کو نبی ﷺ کا فعل قطعاً نہیں مانا جس طرح کہ خانصاحب ؒ نے تحریف کرکے یہ خانہ ساز مطلب کشید کیا ہے۔

واقعہ حضرت علیؓ کی نماز والا

ماخذ نمبر ا:

فاستقبل رسول الله ﷺ	ترجمہ: پس آپ ﷺ رو بقبلہ

القبلۃ۔ (البدایۃ ص ۸۳ ج ۶)

ہوئے۔

ماخذ نمبر ۲:

فدعا اللہ فارتفعت الشمس۔ (البدایۃ ص ۸۲ ج ۶)

ترجمہ: پس حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی پس سورج اونچا ہو گیا۔

ماخذ نمبر ۳:

فقال علیؓ یا رسول اللہ ادع انت وانا اومنُ فقال یا رب ان علیًا فی طاعتک وطاعۃ نبیک فاردد علیہ الشمس۔ (البدایہ ص ۸۴ ج ۶)

ترجمہ: پس حضرت علیؓ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ دعا فرماویں میں آمین کہوں گا آپ نے دعا مانگی اے رب تعالیٰ بیشک حضرت علی تیری اور تیرے نبی کی فرمانبرداری میں تھا پس تو ہی واپس لوٹا اس کے لیے سورج کو۔

فہم سلف: حضرت امام طحاویؒ اس روایت کا مطلب یوں بیان فرماتے ہیں۔

وما روی عن رسول اللہ ﷺ فی مسئلۃ اللہ عزوجل رد الشمس علیہ بعد غیبوبتہا ورد اللہ عز وجل ایاہا علیہ۔ (مشکل الآثار ص ۸ ج ۲)

ترجمہ: اور وہ جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے اللہ عزوجل سے سوال کیا تھا سورج کو لوٹانے کا ڈوبنے کے بعد اور لوٹانا اللہ عزوجل کا سورج کو آپ پر۔

قارئین کرام! یہ روایت اور امام طحاویؒ کی عبارت اس مطلب میں صریح ہے کہ حضور علیہ السلام کا فعل صرف سوال کرنا تھا اور رد شمس صرف اللہ تعالیٰ کا فعل تھا نہ حضور علیہ السلام کا اور ان عبارات میں ایک کلمہ بھی ایسا نہیں ہے جو صراحۃً نہ سہی اشارۃً ہی دلالت

گرے کہ رد شمس اور حبس شمس حضور ﷺ کا فعل اور ان کا تصرف ہے جس طرح
خانصاحب نے خلاف عبارات اور خلاف سلف محرف اور خانہ ساز مطلب کشید کیا ہے۔

سوال

معجم طبرانی کی روایت سے تو حضور ﷺ کی شمس پر حکمرانی صاف معلوم ہوتی ہے
کیونکہ اس میں "امر الشمس" کا جملہ موجود ہے یعنی حضور علیہ السلام نے سورج کو حکم دیا پس وہ
ٹھہر گیا۔

الجواب اوّلاً

"امر الشمس" والا جملہ صرف معجم طبرانی اوسط کی روایت میں ہے اس کے
سوا کسی روایت میں نہیں ہے اور معجم طبرانی طبقہ رابعہ کی کتاب ہے جس سے کوئی عقیدہ
ثابت نہیں ہو سکتا۔

کما قال: چنانچہ شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں۔

واکثر آں احادیث معمول بہ نزد
فقہاء نشدہ اند بلکہ اجماع بر خلاف
آنہا منعقد گشتہ۔
(عجالہ نافعہ ص ۷)

ترجمہ: اور اکثر یہ احادیث فقہاء کے
نزدیک معمول بہ نہیں ہوئیں بلکہ ان
کے خلاف اجماع منعقد ہو چکا ہے تو
جب فروع میں معمول بہ نہیں ہوئیں
تو عقائد میں کیا کام دے سکتی ہیں۔

ثانیاً

طبرانی کے اس جملہ مجملہ کا حقیقی معنی چونکہ نصوص قرآنیہ، اجماع امت اور
دلائل النبوۃ کی روایت مفصلہ اور فہم سلف کے بالکل مخالف ہے اس لیے واجب
التاویل ہے باں طور کہ امر کی نسبت حضور ﷺ کی طرف فقط مجازی اور سبب کے

درجہ میں ہے کیونکہ حضور ﷺ کی دعا ہی سبب بنی تھی اللہ پاک کے حکم فرمانے کا اور یہ مجاز سچ ہے جھوٹ نہیں ہے جس طرح علم معانی میں ثابت ہو چکا ہے بہر حال امر کو حقیقت پر حمل کرنا تحریف روایت ہے۔

شاہد سوم

دربارۂ انزال مطر واحیاء ارض

مشرکین مکہ مذہبی لحاظ سے عقیدہ رکھتے تھے کہ آسمان سے بارش نازل کرنا اور زمین سے قسم وقسم کی نباتی چیزوں کو اگانا حاصل یہ کہ بارش اور تمام نباتی چیزوں پر حکم چلانا ان امور عظام میں سے ہے کہ ان میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے اور وہ اس صفت میں وحدہ لاشریک ہے ہمارے معبود یا کوئی اور ہستی (خواہ کوئی بھی ہو) اس کی اس صفت میں ہرگز شریک نہیں نہ ذاتاً نہ عطاءً نہ بالفعل نہ بالقوۃ۔

خلاصہ: یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا عقیدہ اور مذہب جاہلی بھی یہی تھا کہ:۔

۱۔ لا منزل من السماء ماء الا اللہ۔

۲۔ لا یحی الارض بعد موتھا الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔

اور وہ اس مسئلہ میں موحد تھے نہ مشرک اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مسئلے میں موافق تھے نہ مخالف۔

ماخذ نمبر ۱:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ (پ ۲۱ عنکبوت ع ۶)	ترجمہ: اور جو تو پوچھے ان سے کس نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کر دیا اس سے زمین کو اس کے مر جانے کے بعد تو کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

فہم سلف: مفسر قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

ای فاذا اقررتم بذلك فلم تشركون به۔
(قرطبی ص۲۶۱ ج۱۳)

ترجمہ: جب تم اقرار کرتے ہو اس بات کا کہ "اللہ تعالیٰ بارش اور نباتات کے تصرف میں یگانہ ہے" تو عبادت میں اس کے ساتھ کیوں شریک ٹھہراتے ہو۔

ماخذ نمبر ۲:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ (یونس ع ۴)

ترجمہ: تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے۔

ماخذ نمبر ۳:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ (پ۲۷ الواقعہ ع۲)

ترجمہ: ترجمہ: بھلا بتاؤ جو تم بوتے ہو کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم ہیں اگانے والے۔

فہم سلف: مفسر قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

فاذا اقررتم بان اخراج السنبل من الحب ليس اليكم۔ (قرطبی ص۲۱۷ ج۱۷)

ترجمہ: پس جب تم اقرار کرتے ہو کہ خوشے کا دانے سے نکلنا کسی مخلوق کے اختیار میں نہیں ہے۔

ماخذ نمبر ۴:

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ، ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ

ترجمہ: بھلا بتاؤ تو پانی کو جو تم پیتے ہو کیا تم نے اتارا اس

مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ

(پ۲۷الواقعہ ع۲)

کو بادل سے یا ہم ہیں اتارنے والے۔

فہم سلف: مفسر قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

فاذا عرفتم بانی انزلتہ فلم لاتشکرونی باخلاص العبادۃ لی۔

(قرطبی ص۲۲۱ج۱۷)

ترجمہ: جب یہ بات جانتے ہو کہ پانی میں نے اتارا ہے تمہاری طرف تو تم میرا یہ شکریہ کیوں نہیں ادا کرتے کہ عبادت میرے لیے خاص کردو۔

ماخذ نمبر۵:

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَ، ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ۔

(پ۲۷الواقعہ ع۲)

ترجمہ: بھلا بتاؤ تو آگ جس کو سلگاتے ہو کیا تم نے پیدا کیا اس کا درخت یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔

فہم سلف: مفسر قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

فاذا عرفتم قدرتی فاشکرونی۔

(قرطبی ص۲۲۱ج۱۷)

ترجمہ: جب میری اس قدرت کو پہچانتے ہو تو میرا شکر کرو۔

ماخذ نمبر۶:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (پ۲۹ملک ع۲)

ترجمہ: تو کہہ بھلا بتاؤ تو اگر ہو جائے تمہارا پانی خشک پھر کون ہے جو لائے تمہارے پاس پانی نتھرا۔

فہم سلف: مفسر قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

فلا بدّ لهم من ان يقولوا لا يأتينا به الا الله فقل لهم لم تشركون به من لا يقدر على ان يأتيكم۔
(قرطبی ص ۲۲۲ ج ۱۸)

ترجمہ: انہیں اس اقرار سے چارہ نہیں کہ اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں لا سکتا پس فرماؤ ان سے کیوں شریک کرتے ہو اس کے ساتھ ان معبودوں کو جو تمہارے پاس اس پانی کے لانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

حیران کن مقالہ

عقیدۃ البریلویہ دربارۂ انزال مطر واحیاء ارض

قارئین کرام! یہ تو تھا عقیدہ مسلمانوں کا موافق مذہب اسلام کے اور مشرکین مکہ کا موافق ملت اسماعیلیہ کے کہ بارش اور نباتات پر حکمران صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے مگر مدعیان محبت کا عقیدہ خلاف اسلام یہ ہے کہ بادلوں اور درختوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم چل رہا ہے۔

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ مفتی احمد یار صاحب ایک معجزہ کی حدیث سے خلاف اسلام ایک غلط مطلب کشید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بادلوں پر بھی حکومت مصطفےٰ ﷺ ہے کہ بلانے پر چلے آتے ہیں اور اشارے سے لوٹ جاتے ہیں۔ (سلطنت مصطفےٰ ص ۲۷)

ماخذ نمبر ۲: نیز پہلے کی طرح ایک معجزہ کی روایت سے خلاف سلفؒ ایک غلط مطلب اختراع کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مگر اس بادشاہ کی سلطنت درختوں اور بادلوں پر بھی ہے کہ وہ اپنے اس مالک کو پہچان کر خدمت بجالاتے ہیں۔ (سلطنت مصطفٰے ص ۲۷)

شاہد چہارم
دربارۂ سلسلۂ توالد وتناسل

مشرکین مکہ مذہبی لحاظ سے عقیدہ رکھتے تھے کہ تمام بری اور بحری مخلوق کے سلسلہ توالد وتناسل پر حکم چلانا گیا یا کیفا ان امور عظام میں سے ہے کہ ان میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے، وہ اس صفت میں واحد لاشریک ہے، ہمارے معبود یا کوئی اور ہستی (خواہ کوئی ہی ہو) اس کی اس صفت میں ہرگز شریک نہیں نہ ذاتاً نہ عطاءً نہ بالفعل نہ بالقوۃ۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا عقیدہ اور مذہب جاہلی بھی یہی تھا کہ لامخرج الحی من المیت ولا مخرج المیت من الحی الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اور وہ اس مسئلہ میں موحد تھے نہ مشرک اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مسئلہ میں موافق تھے نہ مخالف۔

ماخذ:

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ (پ ۲۷ الواقعہ ع ۲)	ترجمہ: بھلا بتاؤ تو جو پانی تم ٹپکاتے ہو کیا اس سے بچہ تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرتے ہیں۔

فہم سلف: مفسر قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

ای اذا اقررتم بانا خالقوہ لا غیرنا فاعترفوا بالبعث۔ (قرطبی ص ۲۱۶ ج ۱۷)	ترجمہ: یعنی جب تم اقرار کرتے ہو کہ منی کے قطرے کو آدمی بنانے والے صرف ہم ہی ہیں نہ ہمارے سوا کوئی اور تو بعثت کا بھی اقرار کرو۔

شاہد پنجم
دربارہ سمع و بصر و قلب

مشرکین مکہ مذہبی لحاظ سے عقیدہ رکھتے تھے کہ تمام مخلوق بری یا بحری کے دل، آنکھ، کان پر حکم چلانا ان امور عظام میں سے ہے کہ ان میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے اور وہ اس صفت میں واحد لاشریک ہے۔ ہمارے معبود یا کوئی اور ہستی (خواہ کوئی بھی ہو) اس کی اس صفت میں ہرگز شریک نہیں نہ ذاتاً نہ عطاءً نہ بالفعل نہ بالقوۃ۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا عقیدہ اور مذہب جاہلی بھی یہی تھا کہ لا مالک للسمع والبصر والقلب الا اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ۔

ماخذ نمبر ۱:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ (پ ۱۱ یونس ع ۱)

ترجمہ: تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردے کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی سو بول اٹھیں گے اللہ تو تو کہہ پھر ڈرتے نہیں ہو۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ مظہری فرماتے ہیں۔

یعنی لا یقدرون علی اسناد ھذہ الامور الی ما یدعونہ

ترجمہ: مراد الٰہی اس آیت سے یہ ہے کہ مشرکین ان امور کی نسبت

الهة لظهور بطلانه۔
(مظہری ص ۲۴ ج ۵)

اپنے معبودان باطلہ کی طرف نہیں کرتے تھے کیونکہ اس کا بطلان بالکل ظاہر ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں۔
مشرکین کو بھی اعتراف تھا کہ یہ امور کلیّہ اور عظیم الشان کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ (فوائد تفسیریہ از عثمانیؒ)

فہم سلف نمبر ۳: مفسر مراغیؒ فرماتے ہیں۔

ای فسیجیبون عن هذه الاسئلة الخمسة بلا تلعثم ولا تلکؤ بانّ فاعل هذا کلّه هو الله رب العالم کلّه وملیکه اذلا جواب غیره وهم لا یجحدون ذلك ولا ینکرونه۔

(مراغی ص ۱۰۱ ج ۱۱)

ترجمہ: پس قریب ہے کہ ان پانچ سوالوں کا وہ بغیر تاخیر و توقف کے یہ جواب دیں گے کہ ان سارے کاموں کا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے جو سارے جہان کا رب اور مالک ہے اور اس کے سوا اور کوئی جواب نہیں ہے اس لیے کہ وہ اس کا انکار نہیں کرتے تھے اور نہ ضد کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۲:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ الاٰية۔
(پ ۷ الانعام ع ۵)

ترجمہ: تو کہہ دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور آنکھیں اور مہر کر دے تمہارے دلوں پر تو کون ایسا رب ہے اللہ کے سوا جو تم کو یہ چیزیں لا دیوے۔

فہم سلف: علامہ مظہریؒ فرماتے ہیں۔

والاستفهام للتقرير يعنى قد علمتم انه لا يأتيكم احد بشئ مما ذكره ان اخذه الله۔ (مظہری ص ۲۶۵ ج ۳)

ترجمہ: استفہام تقریری ہے مراد الٰہی یہ ہے کہ تحقیق تم جانتے ہو کہ کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو لے آوے تمہارے پاس کوئی شئے ان چیزوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اگر اللہ تعالیٰ لے لے ان کو۔

عقیدہ بریلویہ

آنکھ اور کان کیا انسان کے تمام اعضاء و قویٰ ظاہری و باطنی میں حضور علیہ السلام کا حکم جاری ہے۔

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ جناب مفتی احمد یار صاحب معجزات کی روایت سے غلط مطلب کشید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ انسان کے اعضاء کی قوۃ و حرکت حضور علیہ السلام کے حکم میں ہے۔ (سلطنت مصطفےٰ ص ۲۷)

ماخذ نمبر ۲:

حضور علیہ السلام کا قبضہ ظاہر و باطن پر ایسا ہے کہ ابوہریرہؓ کو قوت حافظہ بخش دی۔ (سلطنت مصطفےٰ ص ۳۴)

ماخذ نمبر ۳:

مشکلیں میری آسان فرمایئے میرے مشکل کشا احمد رضا
کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا جو کچھ دیا تم نے دیا احمد رضا

ایسا ہے مرشد میرا احمد رضا
سب کا ہے مشکل کشا احمد رضا

دل ملا آنکھیں ملیں ایمان ملا
جو کچھ ملا تم سے ملا احمد رضا

(مدائح اعلیٰ حضرت ص ۱۲)

شاہد ششم
دربارۂ ملکیّت ارض وارضیات

مشرکین مکہ مذہبی لحاظ سے عقیدہ رکھتے تھے کہ ساری زمین اور زمین پر بسنے والی تمام بری وبحری مخلوق بلا استثناء کا مالک ہونا ان امور عظام میں سے ہے جن میں صرف اللہ تعالیٰ ہی یگانہ اور واحد لاشریک ہے اور ہمارے معبود یا کوئی اور ہستی اس کی اس صفت میں ہرگز شریک نہیں نہ ذاتاً نہ عطاءً نہ بالفعل نہ بالقوۃ۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا عقیدہ ومذہب جاہلی بھی یہی تھا کہ لا مالك للارض ومن عليها الا الله وحده لا شريك له اور اس مسئلہ میں وہ موحد تھے نہ مشرک، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مسئلہ میں موافق تھے نہ مخالف۔

ماخذ:

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (٨٤) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ۔

(پ ۱۸ المومنون ع ۵)

ترجمہ: تو کہہ کہ کس کی ہے زمین اور جو کوئی اس میں ہے بتاؤ اگر تم جانتے ہو تو کہیں گے سب کچھ اللہ کا ہے۔

فہم سلف: مفسر ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

فيعترفون لك بأن ذلك الله

ترجمہ: تو آپ کے سامنے اس بات کا

وحدہ لاشریک لہ۔ (ابن کثیر ص ۲۵۳ ج ۳)	اقرار کریں گے کہ یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جو اس صفت میں یگانہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

سوال

کلمہ من کا ذوی العقول کے لیے ہے تمام مخلوق کو کیسے شامل ہو گا۔

جواب

مراد تمام ارضی مخلوق ہے لیکن تغلیباً کلمہ من کا استعمال کیا گیا ہے۔

فہم سلف نمبر ۱: مفسر حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ای من مالکھا الذی خلقھا ومن فیھا من الحیوانات والنباتات والثمرات وسائر صنوف المخلوقات۔ (ابن کثیر ص ۲۵۲ ج ۳)	ترجمہ: کون مالک ہے اس زمین کا جس نے اس کو بنایا اور ان چیزوں کو بھی جو اس میں ہیں حیوانات، نباتات، پھل اور باقی تمام قسم کی مخلوقات۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

ومن فیھا من المخلوقات تغلیباً للعقلاء علی غیرھم۔ (روح المعانی ص ۵۷ ج ۱۸)	ترجمہ: مَنْ فِیْھَا سے مراد تمام مخلوقات ہے ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر تغلیب کی وجہ سے مَنْ استعمال کیا گیا۔

عقیدہ بریلویہ

زمین اور زمینی مخلوق کے مالک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

ماخذ نمبر ا: چنانچہ خانصاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

(الامن والعلیٰ ص ۹۱)
حضور علیہ السلام ساری زمین اور تمام مخلوق کے مالک ہیں۔

ماخذ نمبر ۲:

(الامن والعلیٰ ص ۱۰۸)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام آدمیوں کے مالک ہیں۔

شاہد ہفتم
دربارہ سماء وسماویات

مشرکین مکہ مذہبی لحاظ سے عقیدہ رکھتے تھے کہ سارا عالم علوی یعنی سات آسمان اور عرش عظیم اور تمام علویات مثلاً فرشتے، ستارے، جنت وغیرہا کا خالق ہونے کے بعد ان کا مالک ہونا ان امور عظام میں سے ہے جن میں صرف اللہ تعالیٰ ہی یگانہ اور واحد لاشریک ہے ہمارے معبود یا کوئی اور ہستی اس کی اس صفت میں قطعاً شریک نہیں نہ ذاتاً نہ عطاءً نہ بالفعل نہ بالقوۃ۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا عقیدہ ومذہب بھی یہی تھا کہ لا ربُّ السمٰوٰت السبع والعرش العظیم الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اور اس مسئلہ میں موحد تھے نہ مشرک، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مسئلہ میں موافق تھے نہ مخالف۔

ماخذ:

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ۔
(پ ۱۸ المومنون ع ۵)

ترجمہ: تو کہہ کون ہے مالک سات آسمانوں کا اور مالک اس بڑے تخت کا اب بتائیں گے اللہ کا۔

فہم سلف نمبر ۱: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

قل افلا تتقون ای اذا کنتم تعترفون بانہ رب السموات ورب العرش العظیم افلا تخافون عقابہ وتحذرون عذابہ فی عبادتکم معہ غیرہ واشراککم بہ۔ (ابن کثیر ص ۲۵۳ ج ۳)	ترجمہ: یعنی جب تم اقرار کرتے ہو کہ آسمانوں اور عرش عظیم کا رب وہی ہے تو کیا اس کی گرفت سے نہیں ڈرتے اور اس کے عذاب سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے اس بات میں کہ اس کے ساتھ غیروں کی عبادت کرتے ہو اور اس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔

فائدہ

عالم علوی میں تمام علویات بھی داخل ہیں۔

فہم سلف نمبر ۲: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ای من ھو خالق العالم العلوی بما فیہ من الکواکب النیرات والملائکۃ الخاضعین لہ فی سائر الاقطار منھا والجھات۔ ابن کثیر ص ۲۵۳ ج ۳	ترجمہ: یعنی عالم علوی مع ان سیارگان روشن اور ملائکہ جو عاجزی کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے آسمانوں کے تمام اطراف اور جہات میں ان کا خالق کون ہے۔

عقیدہ بریلویہ

عرش وغیرہ کے مالک حضور ﷺ ہیں۔ چنانچہ مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۱:

جس سے معلوم ہوا کہ جنت اور عرش وغیرہ کا بنانے والا اللہ تعالیٰ اور

مالک محمد رسول اللہ ہیں جس کی چیز اسی کا نام۔ (سلطنت مصطفےٰ ص ۴۷)

ماخذ نمبر ۲:

سرکار ابد قرار ﷺ بحکم پروردگار کونین کے مالک و مختار ہیں زمین کے مالک، آسمان کے مالک، اپنے رب کی عطاء سے جحیم کے مالک، جنان کے مالک۔

(سلطنت مصطفےٰ ص ۱۵)

شاہد ہشتم
دربارۂ مصائب بحریہ

مشرکین مکہ مذہبی لحاظ سے عقیدہ رکھتے تھے کہ جب ہماری کشتیاں سمندر اور دریائی موجوں میں پھنس جاتی ہیں تو ان ہولناک مصائب سے رہائی ان امور عظام میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ یگانہ اور واحد لاشریک ہے ہمارے معبود یا کوئی اور ہستی اس کی اس صفت میں ہرگز شریک نہیں ہے نہ ذاتاً نہ عطاءً نہ بالفعل نہ بالقوۃ نہ مختار ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے ہماری کشتیاں بچالیں نہ سفارش کر کے یہ مصیبت زائل کراسکتے ہیں کیونکہ اس کام کا کرنا یا کرانا کسی غیر اللہ کے حدود اختیار میں نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا عقیدہ و مذہب جاہلی بھی یہی تھا کہ لا منجی من شدائد البحر الا اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ اور اس مسئلہ میں موحد تھے نہ مشرک اور نبی علیہ السلام کے اس مسئلہ میں موافق تھے نہ مخالف۔

عنوانات توضیحیہ

۱۔ مشرکین مکہ دریائی مصائب میں مدد کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کو یا حیُّ یا قیوم اور یارب کہہ کر پکارتے تھے۔

۲۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمام معبودوں اور مشکل کشاؤں کا پکارنا قطعاً چھوڑ دیتے تھے، معبودوں کی مورتیاں جو پوجا کے لیے سفر میں ساتھ رکھتے تھے کشتی میں سوار ہوتے وقت ان کو فوراً سمندر میں پھینک دیتے تھے۔

۳۔ اور اس وقت تمام قسم کے شرک سے تائب ہو کر موحد بن جاتے۔

۴۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قسم کھا کر پکا عہد کرتے کہ اس مصیبت سے اگر ہم کو نجات مل جاوے تو ہم آئندہ کے لیے خشکی پر بھی موحد بن کر رہیں گے۔

۵۔ لیکن بایں وعدو عہد خشکی پر قدم رکھتے ہی بعضے توحید پر ثابت قدم رہتے لیکن اکثر بدستور سابق شرک کرنے لگ جاتے۔

ماخذ نمبر ۱:

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَھُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (الموحدین۔ جلالین) ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىھُمْ اِذَا ھُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ

ترجمہ: وہی تم کو پھراتا ہے جنگل اور دریا میں یہاں تک کہ جب تم بیٹھے ہو کشتیوں میں اور لے کر چلیں وہ لوگوں کو اچھی ہوا سے اور خوش ہوئے اس سے آئی کشتیوں پر ہوا تند اور آئی ان پر موج ہر جگہ سے اور جان لیا انہوں نے کہ وہ گھر گئے پکارنے لگے اللہ کو خالص ہو کر اس کی بندگی میں اگر تو نے بچالیا ہم کو اس سے تو بے شک ہم رہیں گے شکر گزار پھر جب بچالیا ان کو اللہ نے لگے شرارت کرنے اسی وقت

الْحَقِّ (ای الشرك۔ جلالین)۔ (پ ۱۱ یونس ع ۳)

زمین میں ناحق کی۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

وظاهر الأية انه ليس المراد تخصيص الدعاء فقط به سبحانه بل تخصيص العبادة به تعالىٰ ايضًا لانهم بمجرد ذلك لايكونوا مخلصين له الدين وايا ما كان فالأية دالة على ان المشركين لا يدعون غيره تعالىٰ فى تلك الحال۔

(روح المعانی ص ۹۸ ج ۱۱)

ترجمہ: اور ظاہر آیت کا یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کے ساتھ فقط دعا (پکار) کو خاص کردینا مراد نہیں ہے بلکہ تمام عبادتوں کی تخصیص اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی مراد ہے کیونکہ وہ محض پکار کی تخصیص سے ساری عبادتوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالص کرنے والے نہ ہو جاویں گے۔ بہر حال آیت دلالت کر رہی ہے اس بات پر کہ مشرکین اس حال میں اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو نہیں پکارتے تھے۔

فہم سلف نمبر ۲: امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔

عن ابى عبيدة فى قوله مخلصين له الدين هيا شراهيا تفسيره ياحى ياقيوم۔

(ابن جریر ص ۱۰۰ ج ۱۱)

ترجمہ: ابی عبیدہؓ سے مروی ہے مخلصین لہ الدین کی تفسیر میں کہ وہ هیا شراهیا کہتے تھے جس کا معنی ہے یا حی یا قیوم۔

فہم سلف نمبر ۳: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

قال ابن عباس رضى الله

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے

تعالی عنہ یرید ترکوا الشرک ولم یشرکوا بہ من الھتھم شیئا واقروا للہ بالربوبیۃ والواحدانیۃ۔
(تفسیر کبیر ص ۷۰ ج ۱۷)

ہیں اخلاص سے مراد الٰہی یہ ہے کہ وہ شرک چھوڑ دیتے ہیں اور نہیں شریک کرتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معبودوں میں سے کسی چیز کو اور اللہ کی ربوبیت اور توحید کا اقرار کرتے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۴: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

لنکونن من الشاکرین ای لا نشرک بک احداً ولنفردنک بالعبادۃ ھناک کما افردناک بالدعاء ھھنا۔
(ابن کثیر ص ۴۱۳ ج ۲)

ترجمہ: یعنی شاکرین سے مراد یہ ہے کہ تیرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے اور وہاں صرف تیری ہی عبادت کریں گے جس طرح یہاں صرف تجھی کو پکارا ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ (عن التوحید جلالین) وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا۔ (بنی اسرائیل ع ۷)

ترجمہ: اور جب آتی ہے تم پر آفت دریا میں بھول جاتے ہو جن کو پکارتے تھے اللہ کے سوا پھر جب بچالیا تم کو خشکی میں پھر جاتے ہو اور ہے انسان بڑا ناشکر گذار۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

والمعنی فی ھذہ الآیۃ اَنَّ

ترجمہ: اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ

الکفار انما یعتقدون فی اصنامھم انھا شافعة وان لھا فضلاً وکل واحد منھم بالفطرة یعلم علمًا لا یقدر علی مدافعتہ ان الاصنام لا فعل لھا فی الشدائد العظام۔
(قرطبی ص ۲۹۱ ج ۱۰)

کفار عقیدہ رکھتے تھے اپنے معبودوں کے حق میں کہ وہ سفارشی ہیں اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور ہر ایک ان کفار سے فطرۃً یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ ہمارے معبودوں کو بڑے مصائب میں کوئی تصرف نہیں ہے اور یہ عقیدہ ان میں ایسا راسخ تھا کہ اس کے دفع کرنے کی ان کو طاقت ہی نہ تھی۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ عمادیؒ فرماتے ہیں۔

ای ذھب عن خواطرکم ما کنتم تدعون من دون اللہ من الملائکة او المسیح او غیرھم۔
(ابو السعود ص ۱۴۱ ج ۳)

ترجمہ: یعنی تمہارے دلوں سے غائب ہو جاتے ہیں سب وہ ہستیاں جن کو تم پکارتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا مثلاً ملائکہ اور مسیح علیہ السلام اور ان کے سوا دوسرے معبود۔

ماخذ نمبر ۳:

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ۔
(پ ۷ انعام ع ۸)

ترجمہ: تو کہہ کون تم کو بچا لاتا ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے اندھیروں سے جب کہ تم پکارتے ہو اس کو گڑگڑا کر اور چپکے سے کہ اگر ہم کو بچا لیوے اس

بلائے تو البتہ ہم ضرور احسان مانیں گے۔

فہم سلف نمبر ا: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

توبیخھم اللہ تعالٰی فی دعائھم ایاہ عند الشدائد وھم یدعون معہ فی حالۃ الرخاء غیرہ بقولہ ثم انتم تشرکون۔ (قرطبی ص۸ ج۷)	ترجمہ: اللہ تعالٰی نے اپنے فرمان سے ان کو اس بات پر زجر فرمایا کہ بڑی تکلیفوں میں تو اسی کو پکارتے ہو اور فراخی کی حالت میں اس کے ساتھ غیروں کو پکارتے ہو۔

ماخذ نمبر ۴:

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ۔ (پ۲۱ عنکبوت ع۷)	ترجمہ: پھر جب سوار ہوئے کشتی میں پکارنے لگے اللہ کو خالص اسی پر رکھ کر اعتقاد، پھر جب بچالایا ان کو زمین کی طرف اسی وقت لگے شریک بنانے۔

فہم سلف نمبر ا: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

حیث لا یذکرون الا اللہ تعالٰی ولا یدعون سواہ سبحانہ تعالٰی لعلمھم بانہ لا یکشف الشدائد الا ھو عزوجل۔ (روح المعانی ص۱۳ ج۲۱)	ترجمہ: اس لیے کہ نہیں یاد کرتے مگر اللہ تعالٰی کو اور اللہ سبحانہ کے ماسوا کو بھی نہیں پکارتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بڑے مصائب کو اللہ عزوجل کے سوا کوئی دفع نہیں کرسکتا۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ خازنؒ فرماتے ہیں۔

وقیل کان اھل الجاھلیۃ اذا رکبوا البحر حملوا الاصنام فاذا اشتد الریح القوھا فی البحر وقالوا یا رب یارب۔ (خازن ص۱۶۱ ج۵)

ترجمہ: اہل جاہلیت جب دریا میں سوار ہوتے تو معبودوں کی مورتیوں کو ساتھ لے جاتے جب سخت ہوا چلتی تو ان کو سمندر میں ڈال دیتے اور کہتے یارب یارب۔

ماخذ نمبر ۵:

وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ۔ (پ۲۱ لقمان ع۴)

ترجمہ: اور جب سر پر آئے ان کے موج جیسے بادل پکارنے لگیں اللہ کو خالص کر کے اسی کے لیے بندگی پھر جب بچا دیا ان کو خشکی کی طرف تو کوئی ہوتا ہے ان میں بیچ کی چال پر اور منکر وہی ہوتے ہیں ہماری قدرتوں سے جو قول کے جھوٹے ہیں حق نہ ماننے والے۔

فہم سلف نمبر ۱: امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں۔

یقول تعالٰی ذکرہ واذا غشی ھؤلاء موج کالظلل فخافوا الغرق فزعوا الی اللہ بالدعاء مخلصین لہ الطاعۃ لا یشرکون بہ ھنالک شیئا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ذکر فرماتے ہیں جب ڈھانپ لیتی ہیں موجیں مثل سائبان کے پس ڈرتے ہیں غرق ہونے سے، بے چین ہوتے ہیں اللہ پاک کی طرف پکارنے کے ساتھ

ولا یدعون معه احدًا سواه ولا یستغیثون بغیره۔ (ابن جریر ص۸۵ ج۲۱)	خالص کرنے والے اس کے لیے فرمانبرداری کو نہیں شریک کرتے اس کے ساتھ اس جگہ کسی شئے کو اور نہیں پکارتے اس کے ساتھ کسی ایک کو سوا اس کے اور نہ مدد مانگتے ہیں کسی غیر اللہ سے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

قوله تعالی فمنهم مقتصد ای مقیم علی التوحید۔ (روح المعانی ص۱۰۶ ج۲۱)	ترجمہ: یعنی مقتصد سے مراد توحید پر قائم رہنے والے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۳: مفسر قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

قال ابن عباس موف بما عاهد علیه الله فی البحر۔ (قرطبی ص۸۰ ج۱۴)	ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں دریا میں جو عہد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا اس کو پورا کرنے والا۔

واقعہ عکرمہؓ

نقل اول:

عن مصعب بن سعد عن ابیه قال لما کان یوم فتح مکة... واما عکرمة فرکب البحر فاصابتهم عاصف	ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں جب مکہ فتح ہوا تو حضرت عکرمہؓ مکہ مکرمہ سے بھاگ گئے اور دریا میں سوار ہوئے تو ہوا کا

فقال اصحاب السفینة اخلصوا فان الٰهکم لا تغنی عنکم شیئا ههنا فقال عکرمة واللہ لئن لم ینجنی فی البحر الا الاخلاص لا ینجینی فی البر غیره اللهم ان لک علیّ عهدا ان انت عافیتنی مما انا فیه ان اٰتی محمدا ﷺ حتی اضع یدی فی یده فلاجدنه عفوا کریما فجاء اسلم۔
(نسائی ص ۱۵۲ ج ۲ باب الحکم فی المرتد کتاب المحاربۃ)

طوفان آگیا کشتی کے مالکوں نے کشتی کے سواروں سے کہا کہ خالص اللہ تعالیٰ کو پکارو کیونکہ تمہارے معبود اس مقام پر تمہیں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتے تو حضرت عکرمہؓ نے فرمایا اگر سمندر میں مجھے سوا اخلاص (توحید) کے کوئی شئے نجات نہیں دے سکتی تو خشکی پر بھی مجھے سوا اخلاص کے کوئی شئے نجات نہیں دے سکتی اے اللہ پاک بے شک میرا تیرے ساتھ عہد ہے اگر تو نے مجھے اس مصیبت سے بچالیا جس میں میں مبتلا ہوں تو میں حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں رکھ دوں گا اور میں ضرور ان کو معاف کنندہ اور مہربان پاؤں گا چنانچہ وہ آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

نقل دوم:

وفی روایة ابن سعد عن ابی ملیکة ان عکرمة لما رکب السفینة واخذتهم الریح

ترجمہ: ابن سعد کی روایت ہے ابی ملیکہ سے کہ جب حضرت عکرمہ کشتی پر سوار ہوئے اور پکڑا ان کو ہوا نے

فجعلوا یدعون اللہ تعالیٰ (ویوحدونہ) قال ما ھذا فقالوا ھذا مکان لا ینفع فیہ الا اللہ تعالیٰ قال فھذا لہ محمد ﷺ الذی یدعونا الیہ فارجعوا بنا فرجع واسلم۔

(روح المعانی ص ۹۷ ج ۱۱)

پس شروع ہوئے پکارتے تھے اللہ تعالیٰ کو لیکن اکیلا کر کے صرف اسی کو پکارتے تھے تو حضرت عکرمہؓ نے فرمایا یہ کیا ہے پس لوگ کہنے لگے کہ یہ ایسا مقام ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی نفع نہیں پہنچا سکتی تو حضرت عکرمہؓ نے فرمایا کہ یہ (توحید) وہی چیز ہے جس کی طرف ہمیں حضرت محمد ﷺ دعوت دیتے تھے اس لیے ہمیں واپس لے چلو پھر واپس ہو کر مسلمان ہو گیا۔

نقل سوم:

وقد ذکر محمد بن اسحاق... فقال اھلھا یا قوم اخلصوا لربکم الدعاء (فانہ لا ینجی ھھنا الا ھو) فقال عکرمۃ واللہ لئن کان لا ینجی فی البحر غیرہ فانہ لا ینجی فی البر ایضاً غیرہ۔

(ابن کثیر ص ۱۲۴ ج ۳)

ترجمہ: محمد بن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ کشتی والوں نے کہا اے قوم خالص کرو اللہ تعالیٰ کے لیے پکار کو اس لیے کہ اس مقام پر سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی ہستی نجات نہیں دے سکتی تو حضرت عکرمہؓ نے فرمایا اللہ کی قسم اگر سمندر میں اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا تو خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا۔

شاہد نہم

دربارہ مصائب عظام برّیہ

مشرکین مکہ خشکی میں معمولی اور چھوٹے مصائب میں تو یقیناً اپنے معبودوں کو پکارتے تھے لیکن مذہبی لحاظ سے ان کا عقیدہ تھا کہ خشکی کے بڑے بڑے مصائب اور دہشت ناک شدائد میں تصرف کرنا ان امور عظام میں سے ہے جن میں صرف اللہ تعالیٰ ہی یگانہ اور واحد لاشریک ہے اور ہمارے معبود یا کوئی اور ہستی اس کی اس صفت میں ہرگز شریک نہیں نہ ذاتاً نہ عطائً نہ بالفعل نہ بالقوۃ۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا عقیدہ اور مذہب بھی یہی تھا کہ لا متصرف فی الشدائد العظام الا اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ اور وہ اس مسئلہ میں موحد تھے نہ مشرک، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موافق تھے نہ کہ مخالف۔

ماخذ نمبر ۱:

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (۶۳) قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (۶۴)

(پ ۷ انعام ع ۸)

ترجمہ: تو کہہ کون تم کو بچالاتا ہے جنگل اور دریا کے اندھیروں سے جب کہ پکارتے ہو تم اس کو گڑگڑا کر اور چپکے سے کہ اگر ہم کو بچالیا اس بلا سے تو البتہ ہم ضرور احسان مانیں گے، تو کہہ دے اللہ تم کو بچاتا ہے اس سے اور ہر سختی سے پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

والمراد من ظلمات البر والبحر کما روی عن ابن عباس رضی الله عنهما شدائدهما واهوالهما التی تبطل الحواس وتدهش العقول۔
(روح المعانی ص ۱۷۹ ج ۷)

ترجمہ: اور بر و بحر کے ظلمات سے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے ان دونوں کی سختیاں اور ان دونوں کے دہشتناک حالات مراد ہیں جو حواس کو باطل کردیں اور عقل کو دہشت میں مبتلا کر دیں۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ بغویؒ فرماتے ہیں۔

کانوا اذا سافروا فی البر والبحر فضلوا الطریق وخافوا الهلاك دعوا الله مخلصین له الدین۔
(معالم ص ۱۱۸ ج ۲)

ترجمہ: مشرکین جب خشکی اور سمندر کا سفر کرتے اور راستہ گم کر بیٹھتے اور ہلاکت کا خطرہ لاحق ہو جاتا تو خالصۃً اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے۔

فہم سلف نمبر ۳: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

فحینئذ یفردون الدعاء له وحده لا شریك له۔
(ابن کثیر ص ۱۲۹ ج ۲)

ترجمہ: ایسے وقت میں صرف اللہ کو پکارتے جو وحدہ لاشریک ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ

ترجمہ: تو کہہ ذرا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت ٹوٹ پڑے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو

إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ إِلَيْهِ إِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾

(پ۷ انعام ع۴)

گے بتاؤ اگر تم سچے ہو بلکہ اسی کو پکارتے ہو پھر دور کر دیتا ہے اس مصیبت کو جس کے لیے اس کو پکارتے ہو اگر چاہتا ہے اور تم بھول جاتے ہو جن کو شریک کرتے ہو۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ خازنؒ فرماتے ہیں۔

یعنی قبل الموت مثل ما نزل بالامم الماضیۃ الکافرۃ من الغرق والخسف والمسخ والصواعق ونحو ذلک من العذاب۔

(خازن ص۱۰۹ ج۲)

ترجمہ: مراد الٰہی یہ ہے کہ موت سے پہلے عذاب الٰہی آجائے جس طرح امم ماضیہ کافرہ پر نازل ہوا تھا غرق اور خسف اور مسخ اور بجلی اور ان جیسے دوسرے عذاب۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ای لا تدعون غیرہ لعلمکم انہ لا یقدر احد علی رفع ذلک سواہ۔

(ابن کثیر ص۱۳۲ ج۲)

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکاروگے کیونکہ تم جانتے ہو کہ اس سنگین عذاب کے ہٹانے پر کوئی بھی قدرت نہیں رکھتا۔

فہم سلف نمبر ۳: حافظ ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں۔

ما انتم ایھا المشرکون باللہ الالھۃ والانداد ان اتاکم عذاب اللہ او

ترجمہ: اے مشرکین اگر تم پر اللہ کا عذاب یا قیامت آجائے تو اس شدت ہول میں جو تم پر نازل ہوگی

اتتکم الساعۃ بمستجیرین بشیء غیر اللہ فی حال شدۃ الھول النازل بکم من الھۃ ووثن وصنم بل تدعون ھناک ربکم الذی خلقکم وبہ تستغیثون والیہ تفزعون دون کل شیء غیرہ۔ (ابن جریر ص ۱۹۱ ج ۷)

معبودان باطلہ اور اوثان واصنام کی پناہ نہیں لوگے بلکہ وہاں اس رب کو پکاروگے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور سب کو چھوڑ کر اسی سے مدد مانگو گے اور اسی کی پناہ تلاش کروگے۔

فہم سلف نمبر ۴: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

ولما کان من المعلوم بالضرورۃ انھم انما یرجعون الی اللہ تعالیٰ فی دفع البلاء والمحنۃ لا الی الاصنام والاوثان لا جرم قال بل ایاہ تدعون یعنی انکم لا ترجعون فی طلب دفع البلیۃ والمحنۃ الا الی اللہ تعالیٰ۔
(تفسیر کبیر ص ۲۲۳ ج ۱۲)

ترجمہ: جب یہ بات بداہۃً معلوم ہے کہ مشرکین مصائب اور تکالیف میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے نہ اپنے معبودوں کی طرف تو لازمی طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلکہ صرف اسی کو پکاروگے یعنی بے شک تم دفع مصیبت وتکلیف میں نہ رجوع کروگے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف۔

ماخذ نمبر ۳:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ﴿١٠﴾ يَّغْشَى

ترجمہ: سو تو انتظار کر اس دن کا کہ لائے آسمان دھواں

اَلنَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ (پ۲۵ دخان ع۱)

صریح جو گھیر لیوے لوگوں کو یہ ہے عذاب دردناک اے رب کھول دے ہم پر سے یہ آفت ہم یقین لاتے ہیں۔

شان نزول

نقل اوّل:

عن ابن مسعودؓ ان قریشا لما غلبوا النبی ﷺ واستعصوا علیه قال اللهم اعنّی علیهم بسبع کسبع یوسف فاخذتهم سنة اکلوا فیها العظام والمیتة من الجهد حتی جعل احدهم یری ما بینه وبین السماء کهیئة الدخان من الجوع قالوا ربنا اکشف عنا العذاب انا مؤمنون فقیل له ان کشفنا عنهم عادوا فدعا ربه فکشف عنهم فعادوا فانتقم الله منهم یوم بدر فذلك قوله تعالیٰ

ترجمہ: واقعہ یہ ہوا کہ قریش نے جب آپ کا فرمان نہ سنا اور سرکشی پر آمادہ ہوگئے تو آپ نے بددعا کی یا اللہ ان پر عہد یوسفؑ کی طرح سات سال قحط نازل فرما اور میری مدد فرما اور وہ لوگ قحط میں مبتلا ہوگئے اور مارے بھوک کے ہڈیاں اور مردار کا گوشت کھانے لگے اور نوبت یہاں تک آپہنچی کہ بھوک کی سختی کی وجہ سے آسمان پر دھواں نظر آنے لگا تو ان لوگوں نے دعا کی کہ یا اللہ ہم مومن ہوگئے ہیں یہ عذاب الیم ہم پر سے اٹھالے تب ان سے کہا گیا کہ اگر ہم نے عذاب اٹھالیا تو پھر یہ کفر کی طرف واپس ہوجائیں گے اور آنحضرت ﷺ

یوم تأتی السماء الآیة۔
(بخاری ص ۷۱۴ ج ۲)

نے دعا فرمائی تو رحمت الٰہی نازل ہوئی مگر وہ لوگ پھر اپنی جگہ (کفر کی طرف) واپس ہوگئے اور ان سے خداوند کریم نے جنگ بدر میں اس کا بدلہ لیا غرض اس آیت "یوم تأتی السماء الآیہ" سے یہی واقعہ مراد لیا گیا ہے۔

نقل دوم:

قد وافق ابن مسعود علی تفسیر الأیة بھذا وان الدخان مضی جماعةٌ من السلف کمجاھدٍ وابی العالیة وابراھیم النخعی والضحاك وعطیة العوفی وھو مختار ابن جریر۔
(ابن کثیر ص ۱۳۸ ج ۴)

ترجمہ: تحقیق موافقت کی ہے حضرت ابن مسعودؓ کی اس آیت کی اس تفسیر پر کہ دخان گزر چکا ہے سلفؒ سے ایک جماعت نے مثل مجاہد اور ابو العالیہ اور ابراہیم نخعی اور ضحاک اور عطیہ العوفی اور امام ابن جریرؒ کا مختار بھی یہی ہے۔

فہم سلف: امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں۔

یعنی ان الکافرین الذین یصیبھم ذلك الجھد یضرعون الی ربھم بمسئلتھم ایاہ کشف ذلك

ترجمہ: یعنی کفار جن کو یہ تکلیف پہنچی ہے زاری کرتے ہیں اور اپنے رب سے اس عذاب کو اٹھادینے کی درخواست کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

الجھد عنھم ویقولون انک ان کشفتہ عنا امنا بک وعبدناک من دون کل معبود سواک۔
(ابن جریر ص ۱۱۵ ج ۲۵)

مولیٰ اگر تو ہم سے اس تکلیف کو ہٹا دے تو ہم تیرے ساتھ ایمان لے آئیں گے اور صرف تیری عبادت کریں گے نہ ان معبودوں کی جو تیرے سوا ہیں۔

ماخذ نمبر ۴:

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ (فاصابتھم شدۃ وجدوب وقحوط۔ابن جریر) دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُمْ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ۔
(پ ۲۱ روم ع ۴)

ترجمہ: اور جب پہنچے لوگوں کو کچھ سختی (یعنی تکلیفیں اور قحط) تو پکاریں اپنے رب کو اس کی طرف رجوع ہو کر پھر جہاں چکھائی ان کو اپنی طرف سے کچھ مہربانی اسی وقت ایک جماعت ان میں سے اپنے رب کے شریک بنانے لگی۔

فہم سلف نمبر ۱: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

یقول تعالیٰ مخبرا عن الناس انھم فی حال الاضطرار یدعون اللہ وحدہ لاشریک لہ وانہ اذا اسبغ علیھم النعم اذا فریق منھم فی حالۃ الاختیار یشرکون باللہ ویعبدون معہ غیرہ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لوگوں کا حال بیان فرماتے ہیں کہ وہ اضطرار کی حالت میں پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک مان کر اور جب اللہ تعالیٰ ان پر اپنی نعمتیں پوری کر دیتا ہے فوراً ایک فریق ان میں سے حالت اختیار میں شرک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے

(ابن کثیر ص ۴۳۴ ج ۳)

ساتھ اور عبادتیں کرتے ہیں اس کے ساتھ اوروں کی۔

فہم سلف نمبر ۲: امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں۔

یقول اَخلَصُوا لِرَبِّهِم التوحید وافردوه بالدعاء والتضرع الیه واستغاثوا به منیبین الیه تائبین الیه من شرکهم وکفرهم۔

(ابن جریر ص ۳۳ ج ۲۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی توحید کو مان لیتے ہیں صرف اسی کو پکارتے، صرف اسی کے آگے زاری کرتے اور صرف اسی سے مدد مانگتے ہیں شرک اور کفر سے تائب ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۳: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

ای استغاثوا به فی کشف مانزل بهم مقلبین علیه وحده دون الاصنام لعلمهم بانه لافرج عندها۔ (قرطبی ص ۳۳ ج ۱۴)

ترجمہ: یعنی مصائب میں اسی سے مدد مانگتے ہیں اصنام کے بجائے اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اصنام مصیبت دور نہیں کر سکتے۔

مأخذ نمبر ۵:

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ

ترجمہ: اور جب آ لگے انسان کو سختی پکارے اپنے رب کو رجوع ہو کر اس کی طرف پھر جب بخشے اس کو نعمت اپنی طرف سے بھول جائے اس کو کہ جس کے لیے پکار رہا تھا پہلے سے

سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸

(پ ۲۳ زمر ع ۱)

اور ٹھہرائے اللہ کے برابر اوروں کو تاکہ بہکائے اس کی راہ سے تو کہہ فائدہ اٹھالے اپنے کفر کا تھوڑے دنوں تو ہے دوزخ والوں میں۔

فہم سلف: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

راجعا ممن كان يدعوه في حالة الرخاء من دون الله عزوجل لعلمه بانه بمعزل من القدرة على كشف ضره۔

(روح المعانی ۲۴۴ ج ۲۳)

ترجمہ: فراخی اور فراوانی کے حال میں اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتا تھا ان سے واپس ہو کر (ایک اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگ جاتا ہے) کیونکہ اسے پتہ ہے کہ (من دون اللہ) اس کی تکلیف ختم کرنے سے عاجز ہیں۔

ماخذ نمبر ۶:

ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔـرُوْنَ ۝۵۳ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝۵۴

(پ ۱۴ نحل ع ۷)

ترجمہ: پھر جب پہنچتی ہے تم کو سختی تو اسی کی طرف بے چین ہوتے ہو پھر جب کھول دیتا ہے سختی تم سے اسی وقت ایک فرقہ تم میں سے اپنے رب کے ساتھ لگتا ہے شریک بنانے۔

فہم سلف: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

لعلمكم انه لا يقدر على ازالته الا هو۔

(ابن کثیر ص ۵۷۲ ج ۲)

ترجمہ: بوجہ جاننے تمہارے کے اس بات کو کہ اس مصیبت کے ہٹانے کی سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی طاقت نہیں رکھتا۔

عقیدہ بریلویہ

بگرداب بلا افتاد کشتی مدد کن یا معین الدین چشتی

محاکمہ آلوسی مرحوم

وانت خبیر بأنّ الناس اليوم اذا اعتراهم امر خطير وخطب جسيم فى برّ او بحرٍ دعوا من لا يضرُّ ولا ينفع ولا يرىٰ ولا يسمع فمنهم من يدعوا الخضر والياس ومنهم من ينادى ابا الخميس والعباس ومنهم من يستغيث بأحد الائمة ومنهم من يضرع الى شيخ من مشائخ الامة ولا ترى فيهم احدًا يخص مولاه بتضرعه ودعاهُ ولا يكاد يمُرُّ له ببالٍ انه لو دعا الله تعالىٰ وحده ينجوا من هاتيك الاهوال فبالله تعالىٰ عليك قل لى أىٌّ

ترجمہ: تم جانتے ہو کہ آج کل لوگوں کو اگر کوئی امر عظیم اور مہم شدید خشکی میں یا سمندر میں پیش آجائے تو اس کو پکارتے ہیں جو نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے بعض خضر علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام کو پکارتے ہیں اور بعض ابو الخمیس اور عباس کو اور بعض اماموں سے مدد مانگتے ہیں اور بعض مشائخ امت میں سے کسی شیخ کو پکارتے ہیں اور ان میں کوئی بھی ایسا نظر نہیں آئے گا جو صرف اپنے مولا کے آگے آہ وزاری کرے اور اسے پکارے اور اس کے دل میں یہ خیال ہی نہیں آتا کہ اگر وہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارے تو ان تمام مصائب وشدائد

الفریقین من ہذہ الحیثیۃ اہدی سبیلا وای الداعیین اقوم قیلا والی اللہ تعالیٰ المشتکیٰ من زمان عصفت فیہ ریح الجہالۃ وتلاطمت امواج الضلالۃ وخرقت سفینۃ الشریعۃ واتخذت الاستغاثۃ بغیر اللہ تعالیٰ للنجاۃ ذریعۃ وتعذر علی العارفین الامر بالمعروف وحالت دون النہی عن المنکر صنوف الحتوف۔

(روح المعانی ص ۹۸ ج ۱۱)

نے نجات پائے گا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ ان دونوں فریقوں میں سے اس اعتبار سے کون سیدھی راہ پر ہے اور ان پکارنے والوں میں سے کون سچا ہے۔ اس وقت کا اللہ تعالیٰ ہی سے شکویٰ ہے کہ جہالت کا طوفان برپا ہے اور گمراہی کی موجوں نے شریعت کی کشتی کو سوراخ کر دیے ہیں اور غیر اللہ کی استعانت ذریعۂ نجات بنا لیا گیا ہے اور اہل معرفت پر امر بالمعروف مشکل ہو گیا ہے اور برے کاموں سے روکنے کی راہ میں سخت مشکلات حائل ہو گئی ہیں۔

شاہد دہم
دربارہ اخیذ خدائے تعالیٰ

مشرکین مکہ مذہبی لحاظ سے عقیدہ رکھتے تھے کہ ایسی ہستی جس کے پکڑے ہوئے کو کوئی بھی نہ چھڑا سکے اور وہ ہر ایک کے پکڑے ہوئے کو جب چاہے چھڑا لے صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور وہ اس صفت میں واحد لاشریک ہے۔ اور ہمارے معبودوں میں سے کسی معبود کو یا کسی اور ہستی کو یہ صفت حاصل نہیں نہ ذاتاً نہ عطاءً نہ بالفعل نہ بالقوۃ۔

قدرے تشریح

حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پکڑے ہوئے کو ہمارے معبود ہر گز نہیں چھڑا سکتے نہ اختیاراً نہ شفاعۃً اور جو ہمارے معبودوں کی پکڑ میں آجاوے بوجہ ان کی کسی بے ادبی وتوہین کے تو ہمارے معبودوں کے پکڑے ہوئے کو اللہ تعالیٰ جب چاہے بلا کھٹکے چھوڑ کر رہائی دے سکتا ہے۔

بعنوان دیگر

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابل میں ان کے مجرموں کو اپنی پناہ میں لا کر بچا سکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا مذہب بھی یہی تھا کہ "ھو یجیر ولایُجَارُ علیہِ" اور وہ اس عقیدہ میں موحد تھے نہ مشرک، نبی علیہ السلام کے موافق تھے نہ مخالف۔

ماخذ:

وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ، سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ فَأَنَّىٰ تُسْحَرُونَ۔ (پ۱۸ المومنون ع۵)

ترجمہ: اور وہ بچالیتا ہے اور اس سے کوئی بچا نہیں سکتا بتاؤ اگر تم جانتے ہو۔ اب بتائیں گے اللہ کو، تو کہہ پھر کہاں سے تم پر جادو آپڑا۔

فہم سلف نمبر ا: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

یقال اجرت فلانا علی فلان اذا اغثته منه ومنعته یعنی وھو یغیث من یشاء

ترجمہ: کہا جاتا ہے پناہ دی میں نے فلانے کو فلاں پر جب امداد کرے تو اس کی اس سے اور بچالیوے تو اس

ممن یشاء ولا یغیث احد منه احدًا۔
(تفسیر کبیر ص ۱۱۶ ج ۲۳)

کو، مراد الٰہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امداد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کی مدد نہیں کرسکتا۔

فہم سلف نمبر ۲: حافظ ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔

وهو یجیر من اراد ممن قصده بسوء ولا یجار علیه یقول ولا احد یمتنع ممن اراده هو بسوء فیدفع عنه عذابه وعقابه۔
(ابن جریر ص ۴۹ ج ۱۸)

ترجمہ: اور وہ پناہ دیتا ہے جس کو چاہے ان سے جو اس کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھتے ہیں ولا یجار علیہ کا مطلب یہ ہے کہ نہیں کوئی کہ بچالیوے اس شخص کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ تکلیف دینے کا ارادہ کرے پس دفع کرلے اس سے اس کے عذاب وسزا کو۔

فہم سلف نمبر ۳: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

سیقولون لله ای سیعترفون ان السید العظیم الذی یجیر ولا یجار علیه هو الله تعالیٰ وحده لا شریك له۔
(ابن کثیر ص ۲۵۳ ج ۳)

ترجمہ: سیقولون للہ سے مراد یہ ہے کہ یقیناً وہ اقرار کریں گے اس بات کا کہ سردار عظیم جو پناہ دیوے اور اس پر پناہ نہ دی جاوے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے جو اس صفت میں واحد لاشریک ہے۔

فہم سلف نمبر ۴: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

سیقولون للہ ملکوت کل شیء والوصف بانہ الذی یجیر ولا یجار علیہ۔ (روح المعانی ص ۵۸ ج ۱۸)

ترجمہ: یقیناً وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اختیارات ہر شئے کے اور یہ صفت بھی کہ وہ پناہ دیتا ہے اور اس پر پناہ نہیں دی جاتی۔

فہم سلف نمبر ۵: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

قل فانی تسحرون ای فکیف یذھب عقولکم فی عبادتکم معہ غیرہ مع اعترافکم وعلمکم بذلک۔ (ابن کثیر ص ۲۵۳ ج ۳)

ترجمہ: تمہاری عقلیں کیوں ماری جاتی ہیں جب کہ تم اللہ کے ساتھ اوروں کی عبادت کرتے ہو باوجودیکہ تم اس کا اقرار کرتے ہو اور جانتے بھی ہو۔

فہم سلف نمبر ۶: علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں۔

عرب کے مشرک ہندوؤں کا سا عقیدہ رکھتے تھے جس طرح ہندو یہ بھی کہہ دیتے ہیں ایشر (خدا) جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کے برخلاف نہیں کر سکتا۔ مگر بایں ہمہ سینکڑوں معبود بھی بنا رکھے ہیں کہیں دیوی پجتی ہے، کوئی ہنومان کو مانتا ہے، کوئی مہادیو کا لنگ پوجتا ہے، کوئی بشن کی مورت پر جل چڑھاتا ہے اور پھر ہر ملک میں ہر ایک قوم کا جدا ہی معبود ہے۔ آگ، پانی، حجر، شجر، آفتاب، ستارے، کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی کہ جس کو نہ پوجتے ہوں یہی حاجت روا جان کر ان کو پکارنا، ان کی نذر و نیاز کرنا ان کی پرستش ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں بھی ایشر کی مایا ہے یہ بھی بڑی قدرت رکھتے ہیں۔ یہی حال عرب کے مشرکوں کا تھا افسوس ہندوستان کے جاہل مسلمانوں میں بھی ہنود کی صحبت کا اثر آگیا یہ بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ اس کے قریب قریب برتاؤ کرنے لگے یہ اس کو توسّل کہتے

ہیں۔ اور غیر قومیں جو اپنے بزرگوں سے ایسے ہی معاملات کریں تو اس کو شرک قرار دیتے ہیں فعل ایک ہی ہے۔ (تفسیر حقانی ص ۲۲۵ ج ۵)

عقیدہ بریلویہ

حضور علیہ السلام کے پکڑے ہوئے کو کوئی نہیں چھڑا سکتا اللہ تعالیٰ کے پکڑے ہوئے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھڑا سکتے ہیں۔

ماخذ:

خدا جس کو پکڑے چھڑا لیں محمد محمد جو پکڑیں چھڑا کوئی نہیں سکتا

یعنی جو اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آگیا حضور علیہ السلام اس کی شفاعت فرما کر رب سے معافی دلوا دیں مگر جو شفیع المذنبین کی پکڑ میں آگیا اس کے لیے اب کون سفارش کرے۔ اس لیے صوفیاء کرام فرماتے ہیں۔

؎ با خدا دیوانہ و با مصطفٰے ہوشیار باش

یعنی خدا کی بارگاہ میں دیوانہ بن کر آسکتے ہیں مگر مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ میں ذرا ہوش سنبھل کر آنا، یہاں اونچی آواز کرنے پر اعمال ضبط ہو جاتے ہیں، بعض بزرگان دین جذبہ میں انا الحق کہہ گئے مگر کسی نے آج تک انا محمد نہ کہا۔

(سلطنت مصطفٰے ص ۵۵)

شاہد یازدہم

دربارۂ مدبر کل و مختار کل

مشرکین مکہ مذہبی لحاظ سے عقیدہ رکھتے تھے کہ سارے جہان کے تمام کلی وجزئی کاموں میں تصرف کرنے کے اختیارات کا مالک، مدبر کل، مختار کل اور مختار عالم ہونا ان امور عظام اور صفات مختصہ میں سے ہے جن میں صرف اللہ تعالیٰ یگانہ اور واحد

لاشریک ہے۔ ہمارے معبود یا کوئی اور ہستی (خواہ کوئی ہی ہو) اس صفت میں ذرہ بھر بھی شریک نہیں نہ ذاتاً نہ عطاءً نہ بالفعل نہ بالقوۃ۔

حاصل یہ ہے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ ہمارے معبود اس جہان کے بعض چھوٹے اور جزوی کاموں میں اگرچہ من جانب اللہ مختار و متصرف ہیں لیکن سارے جہان کے سارے کاروبار کلی وجزئی کے اختیارات ان کو من جانب اللہ نہیں ملے۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا عقیدہ ومذہب بھی یہی تھا کہ لامختار ولا مدبر فی جمیع العالم الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اور وہ اس مسئلہ میں موحد تھے نہ مشرک، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مسئلہ میں موافق تھے نہ مخالف۔

مأخذ نمبر ۱:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ (پ ۱۱ یونس ع ۴)

ترجمہ: تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی سو بول اٹھیں گے اللہ، تو تو کہہ پھر ڈرتے نہیں ہو۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں۔

یعنی لا یقدرون علی اسناد ھذہ الامور الی ما یدعونہ الھۃ لظہور بطلانہ۔ (مظہری ص ۲۵ ج ۵)

ترجمہ: مراد الٰہی اس آیت سے یہ ہے کہ مشرکین ان امور کی نسبت اپنے معبودان باطلہ کی طرف نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس کا بطلان بالکل ظاہر ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

ومن یلی تدبیر امر العالم جمیعًا۔ (روح المعانی ص ۱۱۰ ج ۱۱)	ترجمہ: اور تمام جہان کے کاموں میں تصرف کرنے کا اختیار کس کو ہے۔

فہم سلف نمبر ۳: امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔

یقول جل ثناءہ فسوف یجیبونك بان یقولوا الذی یفعل ذلك كله الله۔ (ابن جریر ص ۱۱۴ ج ۱۱)	ترجمہ: اللہ جل ثناءہٗ فرماتے ہیں وہ یقیناً آپ کو یہی جواب دیں گے کہ وہ ہستی جو ان سب کاموں کو کرسکتی ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

فہم سلف نمبر ۴: علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں۔

افلا تتقون الشرك فی العبودیۃ اذا اعترفتم بالربوبیۃ۔ (مدارک ص ۱۲۴ ج ۲)	ترجمہ: آیا پس نہیں بچتے ہو عبادت میں شرک کرنے سے جب کہ تم توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہو۔

فہم سلف نمبر ۵: علامہ خازنؒ فرماتے ہیں۔

یعنی انھم یعترفون ان فاعل ھذہ الاشیاء ھو اللہ۔ (خازن ص ۱۵۴ ج ۳)	ترجمہ: یعنی وہ اقرار کریں گے کہ ان چیزوں کا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾	ترجمہ: تو کہہ کس کے ہاتھ میں ہے حکومت ہر چیز کی اور وہ بچا لیتا ہے اور اس سے کوئی بچا نہیں سکتا، بتاؤ

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ (پ۱۸ المؤمنون ع۵)

اگر تم جانتے ہو، اب بتائیں گے اللہ کے، تو کہہ پھر کہاں سے تم پر جادو آپڑتا ہے۔

حیران کن مقالہ
عقیدۃ البریلویہ دربارہ مختار کل

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام مختار کل ہیں۔

ماخذ نمبر۱: چنانچہ خانصاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

اولیاء کرام بعد انتقال تمام عالم میں تصرف کرتے اور کاروبار جہان کی تدبیر فرماتے ہیں۔ (الامن والعلیٰ ص ۸۵)

ماخذ نمبر۲: نیز خانصاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبد القادر
سر باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبد القادر
ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی ہے مختار بھی ہے
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر
(حدائق بخشش ص ۱۹ ج ۱)

ماخذ نمبر۳: نیز خانصاحب لکھتے ہیں۔

احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کن اور کن تمکن حاصل ہے یا غوث
(حدائق بخشش ص ۷ ج ۲)

ماخذ نمبر ۴: نیز خانصاحب لکھتے ہیں۔

دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں حضور کے اختیار میں ہیں جسے جو چاہیں عطا کریں۔ (الامن والعلیٰ ص ۱۴۸)

ماخذ نمبر ۵: مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہان ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

جس کو جو چاہیں اپنے رب کی عطا سے عطا فرمادیں جس کو جس سے چاہیں محروم کر دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال فرمادیں اور جو چاہیں حرام۔
(سلطنت مصطفےٰ ص ۱۵)

شاہد دوازدہم
دربارۂ قضایا مُبرمہ

مشرکین مکہ مذہبی لحاظ سے عقیدہ رکھتے تھے کہ ہمارے معبود عالم کے بڑے کاموں کے علاوہ چھوٹے کام جو ان کے حدودِ اختیار میں ہیں ان میں بھی ان کا تصرف اس وقت تک ہو سکتا ہے جب تک دربار ایزدی سے ان کاموں میں کوئی پکا فیصلہ نفیاً یا اثباتاً نازل نہ ہوا ہو اور اگر دربار ایزدی سے ان کاموں میں سے کسی کام کے متعلق نفیاً یا اثباتاً کوئی پکا اور مبرم حکم (اٹل) صادر ہو چکا ہو تو ایسے حکم کو ہمارے معبود یا کوئی اور ہستی ٹال نہیں سکتے بلکہ ایسے کاموں میں وہ بے بس محض ہو جاتے ہیں اور وہ کام ان کے حدود اختیارات سے باہر ہو جانے کی وجہ سے ان کو رد نہیں کر سکتے۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کی طرح ان کا عقیدہ اور مذہب بھی یہی تھا کہ "لا راد لحکمہ ولا مانع لقضائہ"۔

مأخذ نمبر ۱: حضرت شاہ ولی اللہ" فرماتے ہیں۔

وچوں خدائے تعالیٰ برکارے ابرام فرماید ہیچ یک راقدرت ممانعت اثبات نمی کردند۔ (الفوز الکبیر ص ۴)	ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا پکا فیصلہ فرمادیں تو کسی کو بھی اس کے روکنے کی قدرت ثابت نہیں کرتے تھے۔

مأخذ نمبر ۲: نیز حضرت شاہ صاحب" فرماتے ہیں۔

والمشرکون وافقوا المسلمین فی تدبیر الامور العظام وفیما ابرم وجزم ولم یترك لغیرہ خیرۃ۔ (حجۃ اللہ باب التوحید ص ۱۲۰ ج ۱)	ترجمہ: اور مشرکین اہل اسلام سے اس بات میں متفق تھے کہ جہان کے تمام بڑے کاموں کی تدبیر اور وہ کام جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے پختہ فیصلہ فرمادیا ہو اور دوسرے کسی کے لیے اختیار نہ چھوڑا ہو اس میں وہ یگانہ ہے۔

مأخذ نمبر ۳: نیز حضرت شاہ صاحب" فرماتے ہیں۔

وانہ لاراد لحکمہ ولا مانع لقضائہ اذا ابرم وجزم۔ (حجۃ اللہ باب ماکان علیہ حال اہل الجاہلیۃ ص ۷۴ ج ۱)	ترجمہ: اور ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ کوئی اس کے حکم کو رد نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس کی قضا اور فیصلہ کو روک سکتا ہے جب کہ وہ مبرم اور قطعی فیصلہ فرمادے۔

شواہد القرآن للأمور المبرمہ

شاہد اوّل:

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ	ترجمہ: بھلا وہ کون ہے جو روزی

أَمْسَكَ رِزْقَهُ۔
(پ ۲۹ ملک ع ۲)

دے تم کو اگر وہ اپنی طرف سے روزی دینا بند کر دے۔

فہم سلف: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ای وهم يعلمون ذلك ومع هذا يعبدون غيره۔
(ابن کثیر ص ۳۹۹ ج ۴)

ترجمہ: یعنی وہ جانتے ہیں اس بات کو مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی عبادت کرتے ہیں۔

شاہد ثانی:

قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَن يَأْتِيكُم بِمَآءٍ مَّعِينٍ ﴿۳۰﴾۔(پ ۲۹ ملک ع ۲)

ترجمہ: کہہ دو بھلا دیکھو تو سہی اگر تمہارا پانی خشک ہو جائے تو وہ کون ہے جو تمہارے پاس صاف پانی لے آئے گا۔

فہم سلف: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

قال قتادة والضحاك فلابد لهم ان يقولوا لا يأتينا به الا الله فقل لهم لم تشركون به من لا يقدر على ان يأتيكم به۔
(نقلاً از جمل ص ۳۸۱ ج ۴)

ترجمہ: قتادہ اور ضحاک کہتے ہیں لا محالہ وہ یہی کہیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی ہمیں پانی نہیں لا کر دے گا تو آپ ان سے فرمائیں پھر جو تمہیں پانی لا کر دینے کی قدرت نہیں رکھتے ان کو خدا کے شریک کیوں بناتے ہو۔

عنوان: مشرکین مکہ تقدیر کے بھی قائل تھے۔

مأخذ: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

ومنها ان الله تعالى قدّر جميع الحوادث قبل ان

ترجمہ: اور ان کے مسلم اصول میں سے ایک یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے پیدا

یخلقها وهو قول الحسن البصری لم یزل اهل الجاهلیة یذکرون القدر فی خطبهم واشعارهم ولم یزده الشرع الا تاکیداً۔
(حجة الله البالغه ص ۲۷۵ ج ۱)

کرنے سے پیشتر تمام حوادث کو مقدر کر دیا تھا۔ امام بصری کا قول ہے کہ اہل جاہلیت اپنے خطبوں اور اشعار میں ہمیشہ تقدیر کا ذکر کیا کرتے تھے پس شرع نے اس کو اور مؤکد کر دیا۔

عنوان

مشرکین مکہ ملائکہ کے بھی مذہباً قائل تھے حتی کہ ملأالاعلیٰ اور حملۃ العرش فرشتوں کو مانتے تھے۔

ماخذ: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

وانّ لِلّٰہِ تعالیٰ ملائکۃ هم مقربوا الحضرة واکابر المملکة وانهم مدبرون فی العالم باذن الله وبامره وانهم لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون وانهم لا یأکلون ولا یشربون ولا یتغوطون ولا ینکحون وانهم قد یظهرون لافاضل الآدمیین فیبشرونهم وینذرونهم ...وقد کثر ذکر الملأ الاعلیٰ وحملة العرش فی اشعار الجاهلیة
(حجة الله البالغه ص ۲۷۵ ج ۱)

ترجمہ: اور یہ کہ اللہ پاک کے فرشتے ہیں جو اس کی بارگاہ میں مقرب ہیں اور بڑے درجہ والے ہیں خدا کے حکم سے وہ اس عالم کی تدابیر میں مصروف رہتے ہیں احکام الٰہیہ کی تعمیل سے سرتابی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ براز کرتے ہیں اور نہ شادی کرتے ہیں اور کبھی کبھی نیک آدمیوں کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور ان کو بشارت اور خوف دلاتے ہیں... ملأ اعلیٰ اور حاملین عرش کا ذکر اشعار جاہلیت میں بکثرت موجود ہے۔

باب دوم: مشرکین مکہ کے اعمال واخلاق

نماز اور مشرکین مکہ

مشرکین مکہ نماز کے قائل تھے اور بعض عملاً بھی ادا کرتے تھے اور وہ بھی خالص اللہ تعالیٰ کے لیے بلکہ ان کے حکماء سے تو وضو بھی ثابت ہے۔

ماخذ نمبر ۱: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

وھذا الوضوء یفعله المجوس والیهود وغیرهم وکانت تفعله حکماء العرب وکانت فیهم الصلوٰة وکان ابوذر یصلی قبل ان یقدم علی النبی ﷺ بثلاث سنین وکان قس بن ساعدة الایادی یصلی۔
(حجۃ اللہ البالغہ باب ماکان علیہ حال اہل الجاہلیۃ ص ۲۷۸ ج ۱)

ترجمہ: اور اس وضو کو مجوس اور یہود وغیرہ سب کیا کرتے تھے اور حکماء عرب بھی اس کے پابند تھے اور ان میں نماز بھی مروج تھی، حضرت ابوذر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر تین سال سے نماز پڑھا کرتے تھے اور قس ابن ساعدہ بھی نماز پڑھا کرتے تھے۔

نماز ابوذر قبل از اسلام

ماخذ نمبر ۲:

قال وقد صلیت یا ابن اخی

ترجمہ: بولے اے میرے بھائی کے

قبل ان القی رسول اللہ ﷺ بثلاث سنین قلت لمن قال للہ قلت فاین توجہ قال اتوجہ حیث یوجھنی ربی عزوجل اصلی عشاء حتی اذا کان من آخر اللیل القیت کانی خفاء حتی تعلونی الشمس۔

(مسلم شریف ص۲۹۶ ج۲)

بیٹے میں حضور ﷺ کی ملاقات سے تین سال قبل نماز پڑھتا تھا میں نے کہا نماز کس کی پڑھتے تھے بولے خدا کی، میں نے کہا کس طرف رخ کرتے تھے بولے جس طرف اللہ رخ کرا دیتا میں عشاء کی نماز پڑھتا جب اخیر رات ہوتی تو کمبلی کی طرح پڑ جاتا حتی کہ سورج میرے اوپر آجاتا۔

ماخذ نمبر ۳:

ثم اخذ ابوبکر بیدی فقال یا اباذر فقلت لبیک یا ابابکر فقال ھل کنت تأله فی جاھلیتك قلت نعم لقد رأیتنی اقوم عند الشمس فلا ازال مصلیًا حتی یؤذینی حرھا فاخر کانی خفاء فقال لی فاین کنت توجہ قلت لا ادری الّا حیث وجھنی اللہ حتی ادخل اللہ علی الاسلام۔

(مستدرک ص۳۴۱ ج۳)

قلت اسنادہ صالح۔ التلخیص ذھبی

ترجمہ: پھر حضرت ابوبکر نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے ابی ذر! میں نے کہا لبیک اے ابی بکر! فرمایا کیا تو زمانہ جاہلیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا؟ میں نے کہا ہاں میں طلوع آفتاب سے اتنی دیر تک نماز پڑھتا رہتا کہ مجھے دھوپ کی تکلیف محسوس ہوتی اور میں کمبلی کی طرح گر پڑتا۔ فرمایا کس طرف منہ کرتا تھا؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا مگر جس جانب اللہ تعالیٰ مجھے متوجہ کر دیتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی توفیق دے دی۔

نماز زید بن عمرو قبل از بعثت

ماخذ نمبر ۴: حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن عساکرؒ فرماتے ہیں۔

عن حجر بن ابی اھاب قال رأیت زید بن عمرو وانا عند صنم بوانة بعد ما رجع من الشام وھو یراقب الشمس فاذا زالت استقبل الکعبة فصلی رکعة سجدتین۔
(البدایہ والنہایہ ص ۲۴۰ ج ۲)
(تاریخ ابن عساکر ص ۳۳ ج ۶)

ترجمہ: حجر ابن ابی اھاب کا کہنا ہے کہ میں بوانہ کے صنم کے پاس تھا اور زید بن عمرو جب ملک شام سے واپس آیا تو میں نے اس کو دیکھا کہ سورج کی انتظار کر رہا ہے جب سورج ڈھلا تو قبلہ کی طرف منہ کیا اور نماز پڑھی ایک رکعت اور دو سجدے۔

ماخذ نمبر ۵: نیز یہی حضرت فرماتے ہیں۔

وکان زید یصلی الی الکعبة۔
(البدایہ والنہایہ ص ۲۳۷ ج ۲)
(تاریخ ابن عساکر ص ۳۴ ج ۶)

ترجمہ: زید بن عمرو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا تھا۔

ماخذ نمبر ۶:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ﴿٤﴾ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾
(پ ۳۰ الماعون ع ۱)

ترجمہ: پھر خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔

طرز استدلال

اکثر مفسرین کے ہاں یہ ساری سورۃ مکیہ ہے۔

ماخذ: چنانچہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

وھی مکیۃ فی قول الجمھور واخرجہ ابن مردویہ عن ابن عباس وابن الزبیر کما فی الدر المنثور۔
(روح المعانی ص ۲۴۱ ج ۳۰)

ترجمہ: یہ ساری سورت مکیہ ہے جمہور کے قول میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ سے یہی نقل کیا ہے جس طرح در منثور میں ہے۔

تو بناء علیہ اس سے مراد مشرکین ہی ہوں گے کیونکہ مکہ مکرمہ میں یا کامل مومن تھے یا کامل کافر، آیت سے کامل مومن مراد لینا تو محال ہے کیونکہ بانص قرآنی وہ صاحب خشوع تھے نہ صاحب سہو تو لا محالہ اس سے مراد کفار مکہ ہی ہوں گے جو بوجہ مشرک ہونے کے حقیقت نماز سے غافل تھے کیونکہ حقیقت نماز قولاً و فعلاً توحید ہی توحید ہے۔

ماخذ نمبر ۷: علامہ ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں۔

وکان ﷺ یخرج الی الکعبۃ اول النھار ویصلی صلوٰۃ الضحیٰ وکانت قریش لا تنکرھا وکان اذا صلی غیرھا قعد علی وزید بن حارثۃ یرصدانہ۔
(الکامل لابن الاثیر ص ۵۹ ج ۲)

ترجمہ: اور نبی ﷺ چاشت کے وقت بیت اللہ میں جاتے اور نماز چاشت ادا فرماتے قریش اس کا انکار نہیں کرتے تھے اور جب آپ اس کے علاوہ کوئی دوسری نماز پڑھتے تو حضرت علیؓ اور زید بن حارثہ پہرہ دیتے۔

ماخذ نمبر ۸: حدیث عمرو بن عبسہ

فانھا تطلع بین قرنی الشیطٰن وھی ساعۃ صلوٰۃ الکفار۔
(نسائی ص ۶۶ ج ۱)

ترجمہ: سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع کرتا ہے اور یہ وقت کفار کی نماز کا ہے۔

کیفیت صلوٰۃ مشرکین

اس تقریر سے یہ نہ سمجھنا کہ مشرکین ہماری طرز اور طریق پر نماز پڑھتے تھے بلکہ ملت اسماعیلیہ میں جو طرز مروّج تھی اس پر وہ نماز ادا کرتے تھے۔

ماخذ: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

والمحفوظ من الصلوٰۃ فی امم الیھود والمجوس وبقیۃ العرب افعال تعظیمیۃ لاسیما السجود واقوال من الدعاء والذکر۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۷۸ ج ۱)	ترجمہ: یہود اور مجوس اور بقیہ عرب میں نماز کے تعظیمی افعال مرّوج تھے خاص کر سجود کے پابند تھے اور دعاء وذکر الٰہی سے متعلق اقوال بھی تھے۔

روزہ اور مشرکین

مشرکین مکہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک خالص اللہ تعالیٰ کے لیے روزہ رکھتے تھے بلکہ کسی مشرک نے آج تک غیر اللہ کا روزہ نہیں رکھا اگرچہ باقی عبادتیں مثلاً نماز، صدقات، حج وغیرہ ان کے لیے ادا کرتے رہے۔

ماخذ نمبر ۱: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

وکان فیھم الصوم من الفجر الی غروب الشمس وکانت قریش تصوم عاشوراء فی الجاھلیۃ۔ (حجۃ اللہ ص ۷۸ ج ۱)	ترجمہ: اور وہ لوگ صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزہ رکھا کرتے تھے اور قریش دور جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔

ماخذ نمبر ۲:

وعن عائشة قالت كان يوم عاشوراء تصومه قريش فی الجاهلية وكان النبی صلی الله عليه وسلم يصومه۔
(بخاری ص ۲۴۶ ج ۲)

ترجمہ: بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش دورِ جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ عینیؒ "الصوم لی" کی وجہ تخصیص بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لانه لم يعبد احد غير الله بالصوم فلم يعظم الكفار فی عصر من الاعصار معبودا لهم بالصيام وان كان يعظمونه بصورة الصلوٰة والسجدة والصدقة وغير ذلك۔ (عمدة القاری ص ۲۶۰ ج ۱۰)

ترجمہ: اس لیے کہ کسی نے بھی غیر اللہ کی عبادت روزہ کے ذریعہ نہیں کی کفار نے کسی بھی زمانے میں روزہ کے ذریعے اپنے معبودوں کی کبھی تعظیم نہیں کی اگرچہ وہ نماز، سجدہ اور صدقہ کی صورت میں ان کی تعظیم بجالاتے تھے۔

اعتکاف اور مشرکین مکہ

مشرکین مکہ مساجد میں خالص اللہ تعالیٰ کے لیے اعتکاف بھی بیٹھتے تھے۔

ماخذ نمبر ۱:

وكان الجوار فی المسجد۔
(حجة الله البالغة ص ۲۷۸ ج ۱)

ترجمہ: اور مسجد میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۲:

عن ابن عمر ان عمر رضی الله تعالیٰ عنهما سأل النبی ﷺ قال کنت نذرت فی الجاهلیة ان اعتکف لیلة فی المسجد الحرام قال فأوف بنذرك۔

متفق علیه (مشکوٰۃ ص ۱۵۳ ج ۱)

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ میں نے جاہلیت میں منت مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف بیٹھوں گا آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کر۔

حج و عمرہ

مشرکین مکہ عمرہ اور حج بھی کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۱:

ان خیلك اخذتنی وانا ارید العمرة فماذا تری فبشره النبی ﷺ وامره ان یعتمر الحدیث۔ (نسائی ص ۲۳ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ثمامہ بن اثال الحنفی شرک کی حالت میں عمرہ کرنے جارہے تھے اور صحابہؓ ان کو پکڑ کر حضور کی خدمت میں لے آئے تو اس نے عرض کیا کہ آپ کی جماعت مجھ کو پکڑ کر لے آئی اور میں عمرہ کے ارادہ سے جارہا تھا اب آپ کیا فرماتے ہیں تو آپ نے اس کو بشارت دی اور اس کو عمرہ کرنے کا حکم دیا۔

ماخذ نمبر ۲: حضرت شاہ صاحب" فرماتے ہیں۔

وامّا حج بیت اللہ وتعظیم شعائرہ والاشھر الحرم فامرہ اظھر من ان یخفی۔
(حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۷۹ ج ۱)

ترجمہ: حج بیت اللہ اور اس کے شعائر کی تعظیم اور بزرگ مہینوں کی عظمت یہ امور تو اہل عرب میں ایسے مشہور تھے جو کسی پر مخفی نہیں۔

ماخذ نمبر ۳: محدث عبد الحق دہلوی" فرماتے ہیں۔

مشرکاں نیز حج وعمرہ وطواف واستلام بہ حجر می کردند وایں خانہ را ہمیشہ تعظیم می کردند۔
(اشعۃ اللمعات ص ۳۱۵ ج ۲)

ترجمہ: مشرکین بھی حج اور عمرہ اور طواف اور حجر اسود کا بوسہ سب کچھ کرتے تھے اور اس گھر کی ہمیشہ تعظیم کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۴: علامہ عبد الکریم شہرستانی" فرماتے ہیں۔

قال وکانوا یحجون البیت ویعتمرون ویحرمون ویطوفون بالبیت سبعًا ویمسحون بالحجر ویسعون بین الصفا والمروۃ وکانوا یلبون الا ان بعضھم کان یشرك فی تلبیتہ فی قولہ الا شریك ھو لك تملکہ وما ملك ویقفون المواقف کلھا وکانوا یھدون الھدایا

ترجمہ: عرب بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرتے تھے اور احرام باندھتے اور سات دفعہ بیت اللہ کا طواف کرتے اور حجر اسود کو ہاتھ لگاتے اور صفا مروہ کے درمیان دوڑتے اور تلبیہ پڑھتے مگر بعض مشرکین اپنے تلبیہ میں شرکیہ الفاظ کا اضافہ کرتے "مگر وہ شریک کہ تیرے لیے ہیں مالک ہے تو اس کا بھی اور ان صفتوں کا بھی جن کے وہ مالک ہیں" اور تمام

ویرمون الجمار ویحرمون الاشهر الحرم فلا یغزون ولا یقاتلون فیها الاطی وخثعم وبعض بنی الحارث بن کعب فانهم کانوا لا یحجون ولا یعتمرون ولا یحرمون الاشهر الحرم ولا البلد الحرام۔
(الملل والنحل ص ۲۴۷ ج ۲)

مواقف میں وقوف کرتے، قربانی کے جانور بیت اللہ شریف لے جاتے، جمروں کو کنکریاں مارتے، ماہ حرام کو مانتے ان میں جنگ اور قتال نہیں کرتے تھے مگر چند قبیلے مثلاً طے اور خثعم اور بعض بنی الحارث یہ نہ توحج وعمرہ کرتے اور نہ مہینے حرام اور بلد حرام کی تحریم کے قائل تھے۔

ماخذ نمبر ۵: نیز علامہ شہرستانیؒ فرماتے ہیں۔

وکانوا یکرھون الظلم فی الحرم۔ (الملل ص ۲۴۷ ج ۲)

ترجمہ: اور حرم میں ظلم کرنے کو برا جانتے تھے۔

خدمت حجاج و تعظیم مساجد الٰہیہ

مشرکین مکہ حاجیوں اور مسجد حرام کی تکمل تعظیم کرتے تھے حتی کہ حرام مال کو بیت اللہ پر صرف کرنے کو مذہبی لحاظ سے ناجائز سمجھتے تھے۔

ماخذ نمبر ۱:

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا يَسْتَوٗنَ

ترجمہ: کیا تم نے کر دیا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا بسانا برابر اس کے جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ

عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝۱۹
(پ ۱۰ توبہ ع ۳)

میں، یہ برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ رستہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو۔

فہم سلف: علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

مشرکین مکہ کو اس پر بڑا فخر وناز تھا کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے، انہیں پانی پلاتے، کھانا کپڑا دیتے اور مسجد حرام کی مرمت یا کسوہ کعبہ یا تیل بتی وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ (فوائد تفسیریہ از علامہ عثمانیؒ)

وہب بن عابد متولّی کعبہ کا اعلان

ماٰخذ نمبر ۲: علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں۔

ان وہب بن عابد قال لقریش لا تدخلوا فیہ من کسبکم الا طیبا ولا تدخلوا فیہ مہر بغی ولا بیع ربا ولا مظلمۃ احد من الناس۔
(عمدۃ القاری ص ۲۱۹ ج ۹)

ترجمہ: وہب بن عابد نے قریش سے کہا کہ اس چندہ میں خالص کسب حلال کے علاوہ کچھ مت دو بالخصوص زنا اور سودی کاروبار کی کمائی اور لوگوں کے ظلم کی آمدنی۔

فائدہ

محاسن جاہلیت سے ہے کہ کعبہ مکرمہ کو چھوٹا کر دیا لیکن حرام مال اس پر صرف نہ کیا۔

ماٰخذ نمبر ۳:

عن عائشۃ قالت سألت النبی ﷺ عن الجدار امن

ترجمہ: بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا ان دیواروں

البیت ھو قال نعم قلت فما لھم لم یدخلوہ فی البیت قال ان قومک قصرت بھم النفقۃ۔ (بخاری ص ۲۱۵ ج ۱)	کے متعلق کہ یہ بیت اللہ سے ہیں فرمایا ہاں میں نے عرض کیا کہ انہوں نے اس کو بیت اللہ میں کیوں داخل نہیں کیا فرمایا تیری قوم کے پاس نفقہ کم ہو گیا تھا۔

فہم سلف: علامہ عینیؒ نفقہ کی تعیین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ای النفقۃ الطیبۃ التی اخرجوھا۔ (عمدۃ القاری ص ۲۱۹ ج ۹)	ترجمہ: یعنی نفقہ حلال جو انہوں نے جمع کیا تھا۔

زکوٰۃ اور مشرکین مکہ

مشرکین مکہ زکوٰۃ کے بھی قائل تھے بلکہ اپنے اموال سے زکوٰۃ نکالنے کو سعادت اور کمال انسانی جانتے تھے اور مذکورۃ الذیل شعبوں پر صرف کرتے تھے۔

مصارف زکوٰۃ

۱۔ مہمان نوازی

۲۔ خدمت مسافرین

۳۔ نادار اہل وعیال ویتامٰی وبیوگان کا نفقہ

۴۔ عمومی مساکین پر خیرات

۵۔ اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی

۶۔ مصائب وواقعات پر صرف

ماخذ: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

وکانت فیھم الزکوٰۃ وکان	ترجمہ: اور وہ لوگ زکوٰۃ بھی دیا

المعمول عندهم منها قرى الضيف وابن السبيل وحمل الكل والصدقة على المساكين وصلة الارحام والاعانة فى نوائب الحق وكانوا يمدحون بها ويعرفون انها كمال الانسان وسعادته۔
(حجۃ اللہ البالغہ باب ماکان علیہ حال اہل الجاہلیۃ ص ۲۷۸ ج ۱)

کرتے تھے اور مہمان نوازی کرنا، مسافر کو کھانا کھلانا کسی کے اہل وعیال کا نفقہ دینا مساکین کو صدقہ دینا اہل قرابت سے صلہ رحمی کرنا اور مصائب حق میں مدد کرنا ان کا دستور تھا اور یہ سب زکوٰۃ میں داخل تھے انہی امور کی وجہ سے لوگ ان کی تعریف کرتے اور وہ ان کاموں کو انسان کا کمال اور سعادت سمجھتے تھے۔

عنوان

مشرکین مکہ خود بھی غلام آزاد کرتے تھے بلکہ مرتے وقت اپنے پس ماندگان کو بھی اپنی طرف سے غلام آزاد کرنے کی وصیت کر جاتے تھے۔

ماخذ نمبر ۱:

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان العاص بن وائل اوصى ان يعتق عنه مائة رقبة فاعتق ابنه هشام خمسين رقبة فاراد ابنه عمرو ان يعتق عنه الخمسين الباقية فقال حتى

ترجمہ: عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں چنانچہ اس کے بیٹے ہشام نے تو پچاس غلام آزاد کر دیے اور اس کے بیٹے عمرو نے ارادہ کیا کہ باقی پچاس میں اس کی طرف سے آزاد کروں پھر کہنے لگا آزاد نہیں کروں

اسئل رسول الله ﷺ فاتی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ان ابی اوصی بعتق مائة رقبة وان هشاما اعتق عنه خمسین وبقیت علیه خمسون رقبة افا عتق عنه فقال رسول الله ﷺ لو کان مسلما فاعتقتم عنه او تصدقتم عنه او حججتم عنه بلغه ذلك۔

(ابوداؤد ص ۳۹۹ ج ۲)

گا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ سے نہ پوچھ لوں نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی یا رسول اللہ میرا والد سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کر گیا تھا اور میرے بھائی ہشام نے تو اس کی طرف سے پچاس آزاد کر دیے اور اس پر پچاس باقی ہیں آیا میں اس کی طرف سے آزاد کر دوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر وہ مسلمان (موحد) ہوتا تو پھر تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے تو یہ چیزیں اس کو پہنچتیں۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ شہرستانیؒ فرماتے ہیں۔

وکانوا یوفون بالعهود ویکرمون الجار ویکرمون الضیف۔ (الملل ص ۲۴۹ ج ۲)

ترجمہ: اور وہ عہدوں کو پورا کرتے اور ہمسایوں اور مہمانوں کا احترام کرتے تھے۔

مشرکین مکہ کے مذہب میں صفات مذکورہ بالا کا مقام

ماخذ نمبر ا:

فقالت خدیجة کلا والله ما یخزیك الله ابدا انك

ترجمہ: خدیجہؓ نے عرض کیا بخدا اللہ تعالیٰ آپ کو بے یار و مددگار نہیں

لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق الحدیث۔

(بخاری ص ۳ ج ۱)

چھوڑے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، دوسروں کے عیال اور ضعفاء کے کفیل ہوتے ہیں، مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہیں، حوادث میں لوگوں کی اعانت کرتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۲:

قال ابن دغنة فان مثلك یا ابابکر لا یخرج ولا یخرج انك تکسب المعدم وتصل الرحم وتحمل الکل وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔

(بخاری ص ۵۵۲ ج ۱)

ترجمہ: ابن دغنہ بولا اے ابو بکر آپ جیسے لوگ بھی بھلا کہیں نکلتے یا نکالے جاتے ہیں آپ تو جو چیز لوگوں کے پاس نہیں ہوتی وہ انہیں مہیا کر دیتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو لوگوں کا بوجھ قرضہ اپنے سر اٹھا لیتے ہو مہمان نوازی کرتے ہو اور جھگڑوں میں حق کی مدد کرتے ہو۔

ماخذ نمبر ۳:

عن عائشة انها قالت قلت للنبی ﷺ ان عبد الله بن جدعان کان فی الجاهلیة یقری الضیف ویصل الرحم ویفك العان ویحسن الجواد فاثنیت علیه هل نفعه ذلك قال رسول الله ﷺ لا انه

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ عبد اللہ بن جدعان جاہلیت میں مہمان نوازی کرتا تھا اور صلہ رحمی کرتا تھا اور قیدیوں کو چھڑاتا تھا اور پڑوسیوں سے نیک سلوک کرتا تھا اور میں نے اس کی تعریف کی آیا

لم يقل يومًا اللهم اغفرلی خطيئتی يوم الدين۔

(مسند ابو عوانہ ص ۱۰۰ ج ۱)

وفی رواية كان فی الجاهلية يصل الرحم ويطعم المسكين الحديث۔

(مسلم ص ۱۱۵ ج ۱)

یہ چیزیں اس کو نفع دیں گی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں اس لیے کہ اس نے ایک دن بھی نہیں کہا کہ اے اللہ قیامت کے دن میرے گناہ معاف فرما دینا۔ اور ایک روایت میں ہے وہ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا تھا اور غریبوں کو کھانا کھلاتا تھا۔

ماخذ نمبر ۴: علامہ نووی فرماتے ہیں۔

قال العلماء وكان ابن جدعان كثير الاطعام وكان اتخذ للضيفان جفنة يرقى اليها بسلم۔

(نووی ص ۱۱۵ ج ۱)

ترجمہ: اور علماء نے فرمایا ہے کہ ابن جدعان بہت طعام دینے والا تھا اور اس نے مہمانوں کے لیے اتنا بڑا لگن بنا رکھا تھا کہ سیڑھی کے ذریعہ اس کی طرف چڑھا جاتا تھا۔

نذر الٰہی اور مشرکین مکہ

مشرکین مکہ اپنے تمام قسم کے مالوں سے اللہ تعالیٰ کا حصہ بطور نذر و نیاز نکال کر مساکین اور ضعیفوں پر صرف کرتے تھے۔

ماخذ:

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا

ترجمہ: اور ٹھہراتے ہیں اللہ کا ایک حصہ اس کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی میں پھر کہتے ہیں یہ حصہ اللہ

بِشُرَکَآئِنَا۔ (پ۸ انعام ع۱۶)

کا ہے اپنے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔

فہم سلف نمبر۱: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

اہل جاہلیت احکامی چند اختراع کردہ بودند ازانجملہ آنست کہ اززراعت ومواشی پارہ برائے خدا مقرر می کردند وپارہ برائے بتاں وحصہ خدا بر مساکین و ضعیفان صرف می کردند وحصہ بتاں بآستانہ می رسانیدند۔ (فتح الرحمن)

ترجمہ: اہل جاہلیت نے چند احکام اختراع کر رکھے تھے جن میں ایک یہ تھا کہ زراعت اور جانوروں کا ایک حصہ خدا کے لیے مقرر کرتے اور ایک حصہ بتوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا حصہ مساکین اور ضعفاء پر خرچ کرتے اور بتوں کا حصہ آستانوں پر پہنچاتے۔

فہم سلف نمبر۲: حضرت شاہ عبد القادرؒ فرماتے ہیں۔

کافر اپنی کھیتی میں سے اور مواشی کے بچوں میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے۔ (موضح قرآن)

عنوان

مشرکین عرب ختنہ اور غسل جنابت بلکہ تمام خصائل فطرت کے مذہباً قائل تھے۔

ماخذ نمبر۱: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

ومازال الغسل من الجنابۃ سنۃ معمولۃ عندھم وکذالک الختان وسائر خصال الفطرۃ وفی التوراۃ

ترجمہ: اور غسل جنابت تو ان کے ہاں ایک معمول تھا اور اسی طرح ختنہ اور تمام فطری خصائل ان میں تھے۔ تورات میں ہے کہ خدا تعالیٰ

ان اللہ تعالیٰ جعل الختان میسمۃ علی ابراھیم وذریتہ وھذا الوضوء یفعلہ المجوس والیھود وغیرہ وکانت تفعلہ حکماء العرب۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۷۷ ج ۱)

نے ختنہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لیے ایک نشان قرار دیا تھا اور اس وضو کو مجوس اور یہود وغیرہ سب کیا کرتے تھے اور حکماء عرب بھی اس کے پابند تھے۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ عبدالکریم شہرستانیؒ فرماتے ہیں۔

قال وکانوا یغتسلون من الجنابۃ۔ (الملل ص ۲۴۸ ج ۲)

ترجمہ: عرب غسل جنابت کیا کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۳: نیز علامہ شہرستانیؒ فرماتے ہیں۔

قال وکانوا یداومون علی طھارات الفطرۃ التی ابتلی بھا ابراھیم علیہ السلام وھی الکلمات العشر فانھن خمس فی الرأس وخمس فی الجسد فاما اللواتی فی الرأس فالمضمضۃ والاستنشاق وقص الشارب والفرق والسواک واما اللواتی فی الجسد فالاستنجاء وتقلیم الاظفار ونتف الابط وحلق

ترجمہ: اور عرب ان طہارات فطرت کی پابندی کرتے تھے جن میں ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا گیا اور یہ دس باتیں تھیں پانچ سر میں اور پانچ جسد میں اور وہ پانچ جو سر میں ہیں کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھیں کتانا، مانگ نکالنا، اور مسواک کرنا اور وہ پانچ جو باقی جسم میں ہیں استنجا کرنا، ناخن کتانا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، زیرناف بال مونڈنا اور ختنہ کرنا پس جب

العانۃ والختان فلما جاء الاسلام قرہا سنۃ من السنن۔ (الملل والنحل ص۲۴۹ج۲)

اسلام آیا تو ان چیزوں کو دین کے سنن میں شمار کر کے برقرار رکھا۔

ماخذ نمبر۴:

عن ابن عباس قال کان اہل الکتاب یسدلون اشعارہم وکان المشرکون یفرقون رؤسہم وکان رسول اللہ ﷺ یحب موافقۃ اہل الکتاب فیما لم یؤمر بہ فسدل رسول اللہ ﷺ ناصیتہ ثم فرق بعد۔ (مسلم ص۲۵۷ج۲)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اہل کتاب اپنے بالوں کا سدل کرتے تھے اور مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ ایسے مسائل میں جن میں اللہ پاک کی طرف سے کوئی حکم نہیں ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے اپنے سر کا سدل کیا پھر اس کے بعد مانگ نکالا کرتے تھے۔

عنوان

مشرکین مکہ اپنے مردوں کے لیے مذہباً غسل، کفن، جنازہ اور دفن کے قائل تھے جلانے کے نہیں۔

ماخذ نمبر۱:

قال انس فکان فیہ ما اقول لکم قبور المشرکین الحدیث۔ (بخاری ص۶۱ج۱)

ترجمہ: حضرت انسؓ نے فرمایا اس زمین میں وہ چیزیں تھیں جو میں تمہیں کہتا ہوں یعنی مشرکین کی قبریں۔

ماخذ نمبر ۲:

عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ قال بینما رسول اللہ ﷺ فی حائط لبنی النجار علی بغلۃ لہ ونحن معہ اذ حادت بہ فکادت تلقیہ واذا اقبر ستۃ او خمسۃ او اربعۃ فقال من یعرف اصحاب ھذہ الاقبر فقال رجل انا قال فمتی مات ھؤلاء قال ماتوا فی الاشراک۔ (مسلم ص ۳۸۶ ج ۲)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنی نجار کے باغ میں تھے اپنے خچر پر سوار تھے اور ہم حضرت کے ساتھ تھے جب کہ وہ خچر بدکنے لگا اور قریب تھا کہ حضرت کو گرادے وہاں پانچ یا چھ قبریں موجود تھیں آپ نے فرمایا ان قبور والوں کو کوئی پہچانتا ہے؟ ایک جوان نے کہا کہ میں پہچانتا ہوں آپ نے فرمایا کہ کب مرے ہیں عرض کی کہ شرک کی حالت میں۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ عبدالکریم شہرستانیؒ فرماتے ہیں۔

ویغسلون موتاھم... قال وکانوا یکفنون موتاھم ویصلون علیھم۔ (الملل ص ۲۴۹ ج ۲)

ترجمہ: اور مشرکین عرب اپنے مردوں کو غسل اور کفن بھی دیتے تھے اور ان پر جنازہ بھی پڑھتے تھے۔

سوال

جنازہ کس طرح پڑھتے تھے؟

جواب

میت کو چارپائی پر رکھ کر اس کا وارث اس کی تمام خوبیاں بیان کر دیتا، بس یہی

ان کی نماز جنازہ تھی۔

ماخذ: علامہ شہرستانیؒ فرماتے ہیں۔

وکانت صلٰوتهم اذا مات الرجل حمل علی سريره ثم يقوم وليه فيذكر محاسنه كلها ويثنى عليه ثم يدفن ثم يقول عليك رحمة الله وبركاته۔
(الملل والنحل ص ۲۴۹ ج ۲)

ترجمہ: ان کی نماز جنازہ یہ تھی کہ مرنے والے کا ولی چارپائی کے پاس کھڑا ہو جاتا اور اس کی ساری خوبیاں بیان کرتا اور اس کی تعریف کرتا پھر دفن کیا جاتا اور اس کے بعد ولی اس طرح دعا مانگتا تجھ پر اللہ پاک کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔

عنوان

مشرکین مکہ ذبح اور نحر کے قائل تھے نہ تو وہ ذبیحہ کا گلا گھونٹتے، نہ پیٹ چاک کرتے تھے۔

ماخذ: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

ولم تزل سنتهم الذبح في الحلق والنحر في اللبة ما كانوا يخنقون ولا يبعجون۔
(حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۷۹ ج ۱)

ترجمہ: حلق میں ذبح کرنا اور گردن میں برچھا مارنا ان کا طریقہ تھا نہ تو وہ ذبیحہ کا گلا گھونٹتے تھے اور نہ پیٹ چاک کرتے تھے۔

عنوان

مشرکین عرب میں عقیقہ بھی مروّج تھا۔

ماخذ:

سمعت ابی بریدۃ یقول کنا فی الجاھلیۃ اذا ولد لاحدنا غلام ذبح شاۃ ولطخ رأسہ بدمھا فلما جاء اللہ بالاسلام کنا نذبح شاۃ ونحلق رأسہ ونلطخہ بزعفران۔(ابوداود ص ۳۹۳ ج ۲)

ترجمہ: حضرت بریدۃؓ فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں جب کسی کے یہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ بکری ذبح کرتا اور اس کے سر کو اس بکری کا خون مل دیتے اور جب اسلام آیا تو بکری ذبح کرتے اور اس کا سر منڈاتے اور اس کے سر کو زعفران مل دیتے۔

عنوان

مشرکین مکہ اپنے خطوط کی ابتداء میں باسمک اللّٰھم لکھا کرتے تھے۔

ماخذ:

فقد اخرج عبدالرزاق وابن المنذر وغیرھما عن الشعبی قال کان اھل الجاھلیۃ یکتبون باسمک اللّٰھم۔ (روح المعانی ص ۱۹۵ ج ۱۹)

ترجمہ: عبدالرزاق اور ابن المنذر وغیرہما نے شعبی سے روایت کی ہے کہ اہل جاہلیت اپنے خطوط کو "باسمک اللّٰھم" کے ساتھ شروع کرتے۔

عنوان

مشرکین مکہ اپنی اولاد کا نام عبداللہ بھی رکھا کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۱: محدث ولی الدینؒ فرماتے ہیں۔

ھو ابوبکر الصدیق اسمہ

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق کا نام

عبداللہ بن عثمان ابی قحافۃ۔ (اکمال فی اسماء الرجال ص ۵۸۷)	عبداللہ بن عثمان ابی قحافہ ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

عبداللہ بن جدعان۔ (مسلم ص ۱۱۵ ج ۱، ابو عوانۃ ص ۱۰۰ ج ۱)	ترجمہ: عبداللہ بیٹا جدعان کا۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام۔ (تذکرہ الحفاظ ص ۴۳ ج ۱)	ترجمہ: جابر بیٹا عبداللہ کا وہ بیٹا عمرو کا وہ بیٹا حرام کا۔

فائدہ

ان تین شخصوں کی ولادتیں جاہلیت میں ہوئی ہیں اور ان کا نام عبداللہ رکھنے والے بھی اہل جاہلیت کے مشرک تھے۔

عنوان

محرمات نسبیہ و رضاعیہ کی حرمت کا عقیدہ ان میں موجود تھا۔

ماخذ نمبر ۱: حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

وما زالوا یحرمون المحارم کالبنات والامھات والاخوات وغیرھا۔ (حجۃ اللہ ص ۲۷۹ ج ۱)	ترجمہ: اور ہمیشہ سے وہ محارم کو جیسے بیٹیاں، مائیں، بہنیں وغیرہ ہیں حرام سمجھتے تھے۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ عبدالکریم شہرستانیؒ فرماتے ہیں۔

کانوا لا ینکحون الامھات ولا البنات ولا الخالات ولا	ترجمہ: چنانچہ عرب نہ نکاح کرتے تھے ماؤں کے ساتھ اور نہ بیٹیوں

العمات۔
(الملل والنحل ص ۲۴۵ ج ۲)

کے ساتھ نہ خالات کے ساتھ اور نہ پھوپھیوں کے ساتھ۔

عنوان

مشرکین عرب میں خِطبہ اور حق مہر اور خُطبہ اور نکاح کا یہ اسلامی طریقہ بھی مروج تھا

ماخذ نمبر ا:

ان عائشة زوج النبی ﷺ اخبرته ان النكاح فی الجاهلیة كان علی اربعة انحاء فنكاح منها نكاح الناس الیوم یخطب الرجل الی الرجل ولیته او ابنته فیصدقها ثم ینكحها۔
(بخاری ص ۷۶۹ ج ۲)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ چار طرح کے نکاح کیا کرتے تھے ایک نکاح ان میں سے ایسے جس طرح آج کل لوگ کیا کرتے ہیں کہ ایک مرد دوسرے مرد کو نکاح کا پیغام بھیجتا ہے وہ اپنی رشتہ دار عورت (مثلاً بہن، بھتیجی، بھانجی وغیرہ) یا بیٹی کا مہر وغیرہ مقرر کر کے نکاح کر دیتا۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ سہیلیؒ فرماتے ہیں۔

وقال ایضا ان ابا طالب هو الذی نهض مع رسول الله ﷺ وهو الذی خطب خطبة النكاح۔
(الروض الانف ص ۲۳۸ ج ۲)

ترجمہ: اور یہ بھی کہا کہ ابو طالب ہی اٹھا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی نے ہی نکاح کا خطبہ پڑھا تھا جس کی ابتداء یوں تھی الحمد للہ الذی جعلنا من ذریة ابراهیم۔ نہایة الارب

پھر دوسرا خطبہ ورقہ بن نوفل نے پڑھ کر کہا۔

فاشهدوا علی یا معاشر قریش بانی قد زوجت خدیجة بنت خویلد من محمد بن عبد الله علی اربع مائة دینار ثم سکت۔
(الروض الانف ص ۲۳۹ ج ۲)

ترجمہ: پس گواہ ہو جاؤ میرے اوپر اے جماعت قریش اس بات پر کہ تحقیق میں نے نکاح کر دیا بی بی خدیجہ کا حضرت محمد بن عبد اللہ سے چار سو دینار حق مہر پر پھر خاموش ہو گیا۔

عنوان

مشرکین میں طلاق رجعی اور مغلظہ بھی مروّج تھی۔

ماخذ: علامہ عبد الکریم شہرستانیؒ فرماتے ہیں۔

وکانوا یطلقون ثلاثا علی التفرقة قال عبد الله بن عباس اول من طلق ثلاثا علی التفرقة اسماعیل بن ابراهیم علیهما السلام وکان العرب یفعلون ذلک فیطلقها واحدة وهو احق الناس بها حتی اذا استوفی الثلاث انقطع السبیل عنها۔
(الملل والنحل ص ۲۴۶ ج ۲)

ترجمہ: اور عرب تین طلاقیں دیتے تھے علیحدہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں پہلا شخص جس نے تین طلاقیں دی تھیں علیحدہ اور متفرق طور پر حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام تھے اور عرب بھی یہی طریقہ کرتے تھے پس طلاق دیتا آدمی عورت کو ایک اور وہ زیادہ حق دار ہوتا اس کا باقی لوگوں سے یہاں تک کہ جب تین طلاقیں پوری کر لیتا تو اس عورت سے اس کا راستہ منقطع ہو جاتا۔

عنوان

مشرکین عرب اللہ تعالٰی کے ناموں کی قسمیں بھی کھایا کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۱:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا۔ (پ ۷ الانعام ع ۱۳)

ترجمہ: اور وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے کہ اگر آوے ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور اس پر ایمان لاویں گے۔

ماخذ نمبر ۲:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ۔ (پ ۱۴ نحل ع ۴)

ترجمہ: اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی سخت قسمیں کہ نہ اٹھائے گا اللہ جو کوئی مر جائے۔

ماخذ نمبر ۳:

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ (پ ۱۹ نمل ع ۴)

ترجمہ: بولے کہ قسمیں کھاؤ اللہ کی کہ اس پر اور اس کے اہل پر شبخون ماریں گے اور اس کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ اس کے اہل وعیال کی ہلاکت کے وقت ہم وہاں موجود نہیں تھے اور ہم بے شک سچ کہتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۴:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ

ترجمہ: اور قسمیں کھاتے تھے اللہ

لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ۔
(پ ۲۲ فاطرع ۵)

کی تاکیدی قسمیں کہ اگر آئے گا ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا البتہ بہتر راہ چلیں گے ہر ایک امت سے۔

عنوان

قتل، چوری، زنا، غصب کی حرمت کا عقیدہ بھی ان میں موجود تھا اگرچہ عملاً ان میں وہ پورے پورے گرے ہوئے تھے بلکہ چوری، قتل اور زنا کی ان کے ہاں سزائیں مقرر تھیں۔

ماخذ نمبر ۱:

و تحریم قتل و سرقہ و زنا و ربوا وغصب نیز دراصل ملت ثابت بود انکار بر فعل آنہا فی الجملہ جاری اما جمہور مشرکین مرتکب آں بودند وبحکم نفس امارہ می رفتند۔
(الفوز الکبیر ص ۴)

ترجمہ: قتل، چوری، زنا، سود اور غصب کی حرمت بھی اصل مذہب میں ثابت تھی ان کی اس بد عملی پر فی الجملہ انکار موجود تھا البتہ اکثر مشرکین ان افعال کے مرتکب تھے اور نفس امارہ کے حکم کے ماتحت چلتے تھے۔

ماخذ نمبر ۲:

قالت (هند بنت عتبه) او تزني الحرة لقد كنا نستحي من ذلك في الجاهلية فكيف بالاسلام۔
(الدر المنثور ص ۲۰۹ ج ٦)

ترجمہ: ہند بنت عتبہ نے کہا کیا آزاد عورت بھی زنا کر سکتی ہے ہمیں تو جاہلیت میں بھی اس سے شرم آتی تھی تو اسلام میں کیوں نہ آئے۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

وکانت لهم مزاجر فی مظالمهم کالقصاص والدیات والقسامة وعقوبات علی الزنا والسرقة۔
(حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۸۰ ج ۱)

ترجمہ: ظلم اور تعدی کے موقع پر ان کے ہاں سزائیں مقرر تھیں جیسے قصاص ، دیت اور قسامت اسی طرح زنا اور چوری کی سزائیں مقرر تھیں۔

ماخذ نمبر ۴: علامہ شہرستانیؒ فرماتے ہیں۔

وکانوا یقطعون ید السارق الیمنی اذا سرق وکانت ملوك الیمن وملوك الحیرة یصلبون الرجل اذا قطع الطریق۔
(الملل والنحل ص ۲۴۹ ج ۲)

ترجمہ: اور عرب چور کا دایاں ہاتھ کاٹتے تھے اور یمن اور حیرہ کے بادشاہ اس کو سولی پر لٹکاتے جو ڈاکہ ڈالتا۔

توبہ استغفار اور مشرکین مکہ

مشرکین مکہ اپنے شرکیہ مذہب کے عقائد اور اعمال کو تو حق جانتے تھے اور ان کو بڑی نیکی جان کر عمل میں لاتے تھے لیکن عملی برائیوں (مثلاً زنا، جھوٹ، ظلم، غیبت وغیرہ) سے توبہ واستغفار کیا کرتے تھے۔ اگرچہ ان کی یہ توبہ شرک کے ہوتے ہوئے عند اللہ مقبول نہ تھی۔

ماخذ نمبر ۱:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ

ترجمہ: اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرے

يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾۔
(پ۹ انفال ع۴)

گا ان پر جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے۔

فہم سلف: علامہ خازنؒ فرماتے ہیں۔

وقال بعضهم هذا الاستغفار راجع الى المشركين وذلك انهم كانوا يقولون بعد فراغهم من الطواف غفرانك غفرانك۔
(خازن ص ۲۲ ج ۳)

ترجمہ: بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس استغفار سے مراد مشرکین کا استغفار ہے اور یہ اس لیے کہ مشرکین طواف سے فارغ ہونے کے بعد کہتے تھے "تیری مغفرت طلب کرتے ہیں، مولیٰ تیری مغفرت طلب کرتے ہیں"۔

ماخذ نمبر ۲:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ۔ (پ۳ آل عمران ع۹)

ترجمہ: جو لوگ منکر ہوئے مان کر پھر بڑھتے رہے انکار میں ہرگز قبول نہ ہوگی ان کی توبہ۔

فہم سلف: مفسر خازنؒ فرماتے ہیں۔

وقال ابو العالية هم قوم تابوا من الذنوب عملوها فی حال الشرك ولم يتوبوا من الشرك فان توبتهم فی حال الشرك غير مقبولة۔

ترجمہ: ابو العالیہ فرماتے ہیں وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان گناہوں سے توبہ کی جن کا وہ شرک کی حالت میں ارتکاب کرتے رہے لیکن شرک سے

(خازن ص ۳۱۷ ج ۱)

توبہ نہیں کی بے شک ان کی توبہ شرک کی حالت میں باقی گناہوں سے مقبول نہیں ہے۔

رحمدلی اور مشرکین مکہ

مشرکین اگرچہ ایسے سنگ دل تھے کہ غربت یا غیرت وغیرہما کی وجہ سے اپنی زندہ بیٹیوں کو قبر میں دفن کر دیتے تھے مگر ایسے رحمدل بھی تھے کہ ایکی مظلومہ لڑکیوں کو ان کے ظالم والدین سے چھڑوا کر اپنی اولاد کی طرح ان کی پرورش کرتے تھے۔

ماخذ:

وکان یحیی الموؤدۃ یقول للرجل اذا اراد ان یقتل ابنتہ لا تقتلہا انا اکفیکہا مؤنتہا فیأخذہا فاذا ترعرعت قال لابیہا ان شئت دفعتہا الیک وان شئت کفیتک مؤنتہا۔
(بخاری ص ۵۴۰ ج ۱)

ترجمہ: زید بن عمرو زندہ چھڑواتا تھا موؤدۃ کو اس شخص سے جو اپنی بیٹی کو مارنا چاہتا یوں کہتا تو اسے مت مار مجھے دے دے میں پال لوں گا پھر اسے لے کر پالتے جب وہ بڑی ہوتی تو اس کے باپ سے یوں کہتا اگر تو چاہے تو اپنی بیٹی لے لے میں دے دوں گا اور اگر تیری مرضی ہو تو میں اس کے سارے کام پورے کروں گا۔

مقدمہ

در سوالات وجوابات

قارئین کرام! ابحاث مذکورہ پڑھنے کے بعد ہر منیب انسان یقین کرلے گا کہ مشرکین کی مخالفت نبی ﷺ کے ساتھ مذکورہ عقائد اور اعمال واخلاق میں قطعاً نہ تھی کیونکہ ان چیزوں کے وہ بعثت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ہی قائل تھے۔ تو اب قابل غور بات یہ ہے کہ باوجودیکہ نبی ﷺ ان کے ہم وطن اور ہم قوم تھے (جس کی عصبیت عرب میں ضرب المثل تھی) لیکن بایں ہمہ انہوں نے اپنے وطنی اور قومی بھائی کو جلاوطن کیا لیکن اس پر بھی ان کا غصہ ختم نہ ہوا بلکہ اس جلاوطن قومی بھائی کو اس کی ہجرت گاہ میں بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیا بلکہ اس کی ہجرت گاہ میں جاکر جنگیں کیں جیسے احد، احزاب، وغیرہ مزید برآں ہجرت گاہ کے لوگوں کو اعلان جنگ کیا۔

ماخذ:

ان کفار قریش کتبوا الی ابن ابی ومن کان یعبد معہ الاوثان من الاوس والخزرج ورسول اللہ ﷺ یومئذ بالمدینۃ قبل وقعۃ بدر انکم اٰویتم صاحبنا وانا نقسم باللہ لتقاتلنہ او لتخرجنہ او لنسیرن الیکم باجمعنا حتی نقتل

ترجمہ: کفار قریش نے لکھا ابن ابی اور ان کی طرف جو اس کے ساتھ بتوں کی عبادت کرتے تھے اوس اور خزرج سے اور رسول اللہ ﷺ اس دن مدینہ منورہ میں تھے بدر کے واقعہ سے پہلے خط کا مضمون یہ تھا تم نے ہمارے ساتھی کو جگہ دی ہے اور ہم تمہیں خدا کی قسم دیتے ہیں کہ تم اس سے لڑو اور اسے نکال باہر کرو ورنہ ہم

مقاتلتکم ونستبیح نسائکم فلما بلغ ذلک عبد اللہ بن ابی ومن کان معہ من عبدۃ الاوثان اجتمعوا لقتال رسول اللہ ﷺ۔

(ابوداؤد ص ۴۲۳ ج ۲)

سب تمہاری طرف بڑھیں گے یہاں تک کہ تمہارے لڑنے والوں کو قتل کریں گے اور تمہاری عورتوں کو مباح سمجھ کر قید کرلیں گے یہ بات عبداللہ بن ابی اور ان کے ساتھ والے بت پرستوں کو پہنچی تو رسول اللہ ﷺ سے جنگ کے لیے سب مجتمع ہو گئے۔

سوال اوّل

کیا مخالفت کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین مکہ کو حضور علیہ السلام پر نبوت ملنے سے پہلے کاذب اور خائن ہونے کا شبہ تھا اس لیے وہ کہتے تھے کہ داغدار زندگی کا مالک آج نبی کیسے بن گیا۔

الجواب

ہرگز نہیں بلکہ آپ کو نبوت ملنے سے پہلے منبع امانت وصدق اور وقت کا برگزیدہ انسان مانتے تھے۔

ماخذ نمبر ا:

قال فھل کنتم تتھمونہ بالکذب قبل ان یقول ما قال قلت لا قال فھل یغدر قلت لا۔

(بخاری ص ۴ ج ۱)

ترجمہ: کہنے لگا یہ بات جو اس نے کہی (میں پیغمبر ہوں) اس سے پہلے کبھی تم نے اس کو جھوٹ کے ساتھ متہم کیا ہے، میں نے کہا نہیں کہنے لگا اچھا وہ عہد شکنی کرتا ہے میں نے کہا نہیں۔

ماخذ نمبر ۲:

فقال ارئیتکم لو اخبرتکم ان خیلا تخرج بسفح ھذا الجبل أکنتم مصدق قالوا ما جربنا علیک کذبا۔ (مسلم ص ۱۱۴ ج ۱)

ترجمہ: آپ نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تمہیں یہ بات بتلادوں کہ اس پہاڑ کے نیچے گھوڑے سوار لشکر ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کروگے انہوں نے جواب دیا ہم نے تو آپ کی کوئی بات جھوٹی نہیں پائی ہے۔

سوال دوم

کیا مشرکین کی مخالفت آپ کے ساتھ محض ذاتی تھی یا مذہبی؟

جواب

ذاتی مخالفت قطعاً نہ تھی کیونکہ آپ کی ذات مقدس پر ان کو کسی قسم کا اعتراض نہیں تھا بلکہ مذہبی مخالفت تھی۔

ماخذ نمبر ۱:

فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ۔ (پ ۷ انعام ع ۴)

ترجمہ: سو وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

شان نزول:

عن علی ان ابا جھل قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ابو جہل نے نبی ﷺ سے کہا

انا لا نکذبك ولکن نکذب بما جئت به فانزل الله تعالی فانهم لا یکذبونك ولکن الظالمین بأیات الله یجحدون۔

(رواہ الترمذی ص ۱۳۲ ج ۲)

تحقیقی بات ہے کہ ہم آپ کی ذات کو نہیں جھٹلاتے لیکن ہم اس پیغام کو جھٹلاتے ہیں جو آپ لائے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ بے شک وہ تیری تکذیب نہیں کرتے لیکن اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۲:

یلیتنی فیها جزعًا یالیتنی اکون حیًّا اذ یخرجك قومك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم او مخرجی هم قال نعم لم یأت رجل قط بمثل ما جئت به الا عودی۔

(بخاری ص ۳ ج ۱)

ترجمہ: کاش میں اس وقت (تیری پیغمبری کے زمانہ میں) جوان ہوتا کاش، اس وقت تک میں زندہ رہتا جب۔ تم کو تمہاری قوم اپنے شہر سے نکال، باہر کرے گی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا واقعی وہ مجھ کو نکال دیں گے. ورقہ نے کہا ہاں بے شک نکال دیں گے جب کبھی کسی شخص نے ایسی بات:، کہی جیسی تم کہتے ہو تو لوگ اس کے، دشمن ہو گئے۔

سوال سوم

کیا مخالفت کی وجہ اللہ جل شانہ کے تعدد کا مسئلہ تھا کہ مشرکین اللہ کے تعدد کے قائل تھے بایں معنیٰ کہ مشرکین اپنے معبودوں کو اللہ مانتے تھے اور کہتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے فرماتے کہ اللہ صرف ایک ہے۔

جواب

یہ نہیں کیونکہ مشرکین اللہ کے تعدد کے قائل نہیں تھے بلکہ مشرکین اللہ کو ایک مان کر متعدد الٰہوں کے قائل تھے اسی لیے کلمہ اسلامیہ لا اللہ الا اللہ نہیں بلکہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔

ماخذ نمبر ۱:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ، الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۔ (پ ۱۴ حجر ع ۶)	ترجمہ: جس چیز کا تجھ کو حکم ہوا ہے وہ کھول کر سنادے اور پرواہ نہ کر مشرکوں کی ہم کافی ہیں تیری طرف سے ٹھٹھے کرنے والوں کو جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ٹھہراتے ہیں سو عنقریب معلوم کرلیں گے۔

ماخذ نمبر ۲:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ۔ (پ ۲۳ یٰسین ع ۵)	ترجمہ: اور بنا رکھے ہیں اللہ کے سوا اور معبود شاید ان کی مدد کریں۔

ماخذ نمبر ۳:

هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ۔ (پ ۱۵ الکہف ع ۲)	ترجمہ: یہ ہماری قوم ہے ٹھہرا لیے انہوں نے اللہ کے سوائے اور معبود کیوں نہیں لاتے ان پر کوئی سند۔

سوال چہارم

وہ کونسا مسئلہ تھا جس کی وجہ سے مشرکین نے حضور علیہ السلام کے ساتھ بے حد مخالفت کی۔

اجمالی جواب

مشرکین مکہ کی مخالفت حضور علیہ السلام کے ساتھ اور مشرکین امم ماضیہ کی مخالفت اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مسئلہ الٰہ اور لوازم الٰہ میں تھی بایں معنیٰ کہ انبیاء علیہم السلام فرماتے کہ تمام قسم کی مالی، بدنی، لسانی عبادتیں (مثلاً رکوع، سجدہ، طواف، اعتکاف، نذر، قسم، استمداد وغیرہ) اور اس کے لوازمات مثلاً غیب دان اور نفع ونقصان کا مالک ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں اور کوئی ہستی اس کی ان صفات میں شریک نہیں ہے بخلاف مشرکین کے وہ کہتے کہ اللہ بے شک الٰہ ہے لیکن الوہیت اس کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقربین میں بھی الوہیت اور لوازم الوہیت پائے جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ انبیاء علیہم السلام توحید فی الالوہیت کی دعوت دیتے اور مشرکین شرک فی الالوہیت کے قائل تھے اور محض اسی توحیدی مذہب کی وجہ سے آپ پر ناجائز الزامات لگاتے تھے مثلاً شاعر، ساحر، کذاب، کاہن، مجنون، صابی۔

ماخذ نمبرا:

إِنَّهُمْ كَانُوٓا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ، وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ۔ (پ ۲۳ الصافات ع ۲)	ترجمہ: جب ان سے کہا جاتا تھا کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے تو غرور کرتے اور کہتے کیا ہم ایک شاعر اور دیوانہ کے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے۔

مأخذ نمبر ۲:

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ۔

(پ ۲۳ ص ع ۱)

ترجمہ: اور تعجب کرنے لگے اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ایک ڈر سنانے والا ان ہی میں سے اور کہنے لگے منکر کہ یہ جادوگر اور جھوٹا ہے۔

شان نزول: حافظ ابن کثیر دمشقیؒ فرماتے ہیں۔

قال السدی ان ناسا من قریش اجتمعوا فیھم ابوجھل بن ھشام والعاص بن وائل والاسود بن المطلب والاسود بن عبد یغوث فی نفر من مشیخة قریش فقال بعضھم لبعض انطلقوا بنا الی ابی طالب فلنکلمه فیه فلینصفنا منه فلیکف عن شتم آلھتنا وندعه والٰھه الذی یعبده فانا نخاف ان یموت ھذا الشیخ فیکون منا الیه شیء فتعیرنا به العرب یقولون ترکوه حتی اذا مات عنه

ترجمہ: سدی کہتا ہے کہ قریش کے چند آدمی جمع ہوئے جن میں ابوجہل بن ہشام، عاص بن وائل، اسود بن عبدالمطلب اور اسود بن عبد یغوث تھے اور ان کے علاوہ مشائخ قریش کے اور افراد بھی تھے ایک دوسرے کو کہنے لگے آؤ ابوطالب کے پاس چلیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس سے گفتگو کریں کہ ہمیں اس سے انصاف دلائے وہ ہمارے معبودوں کے سب وشتم سے باز آجائے، ہم اس کو اپنے معبود سے نہیں روکتے ہم ڈرتے ہیں کہ یہ شیخ مرجاوے ہماری طرف سے اس کو کوئی تکلیف پہنچے اس کی وجہ سے عرب ہم کو عار دلائیں گے کہیں گے انہوں نے اس کو چھوڑا

تنـاولوه فبعثـوا رجـلًا
مـنـهم يقـال له المطلـب
فاستأذن لهم على ابي طالب
فقال هؤلاء مشيخة قومك
وسراتـهم يستأذنون عليـك
قـال ادخلـهم فلـمّـا دخـلوا
عليه قالوا يا ابا طالب انت
كبيرنـا وسـيدنا فانصفنا
من ابن اخيك فمره فليكف
عـن شتم الهتنـا وندعـه
والهه قال فبعث اليـه ابو
طـالـب فلـمـا دخـل عليـه
رسـول الله صلى الله عليـه
وسلم قـال يا ابن اخي هؤلاء
مشيخة قومك وسراتهم وقد
سـألوك ان تكـف عـن شتم
الهـتهم ويدعوك والهـك
قـال صلى الله عليـه وسلم يا
عمّ افلا ادعوهم الى ما هو
خير لهم قال والى مَ تدعوهم
قـال صلى الله عليـه وسـلم
ادعـوهم ان يتكلمـوا بكلمـة

ہوا تھا یہاں تک کہ جب ابوطالب فوت ہو گیا اب اس کو تکلیف دینے لگے چنانچہ انہوں نے مطلب نامی ایک آدمی بھیجا اس نے ابوطالب سے ملاقات کی اجازت لی اور کہنے لگا یہ تیری قوم کے مشائخ اور سردار ہیں اور آپ سے ملنے کی اجازت چاہتے ہیں ابوطالب نے کہا لے آ ان کو پس جب ابوطالب سے ملے کہنے لگے اے ابوطالب آپ ہمارے بڑے اور ہمارے سردار ہیں ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان انصاف کا فیصلہ کر اس کو حکم دے کہ ہمارے معبودوں کے سب وشتم سے رک جاوے ہم بھی اس کو اور اس کے معبود کو چھوڑ دیں گے ابوطالب نے حضور علیہ السلام کی طرف آدمی بھیجا جب حضور علیہ السلام تشریف لائے تو کہنے لگا میرے بھتیجے! یہ تیری قوم کے مشائخ اور سردار ہیں آپ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کے سب وشتم سے رک

یدین لهم بها العرب ویملکون بها العجم فقال ابوجهل لعنه الله من بین القوم ماهی وابیک لنعطینکها وعشر امثالها قال صلی الله علیه وسلم تقولون لا اله الا الله فنفروا وقالوا سلنا غیرها قال صلی الله علیه وسلم لو جئتمونی بالشمس حتی تضعوها فی یدی ما سألتکم غیرها فقاموا من عنده غضابا وقالوا والله لنشتمنک والهک الذی امرک بهذا۔

(ابن کثیر ص ۲۷ ج ۴)

جائیں تو یہ تجھ کو اور تیرے معبود کو چھوڑ دیں گے یعنی تم کو آزادی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے چچا میں ان کو ایسی چیز کی طرف نہ بلاؤں جو ان کے لیے بہتر ہے ابو طالب نے کہا آپ ان کو کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ان کو بلاتا ہوں کہ ایک بات کا اقرار کر لیں تمام عرب ان کے تابع ہو جائے گا اور عجم کے بھی یہ مالک بن جاویں گے تو قریش سے ابو جہل ملعون نے کہا تیرے باپ کی قسم! وہ کیا ہے ایک کیا ہم دس باتیں ماننے کو تیار ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ اقرار کر لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس پر سب متنفر ہوئے اور کہنے لگے کہ اس کے علاوہ کوئی اور مطالبہ کر حضور ﷺ نے فرمایا اگر سورج کو میرے پاس لا کر میری ہتھیلی پر رکھ دو تب بھی میں تم سے اس کے سوا کوئی اور مطالبہ نہیں کروں گا چنانچہ وہ

اس سے ناراض ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ہم تجھے بھی گالیاں دیتے رہیں گے اور تیرے اس معبود کو بھی جس نے تجھے اس بات کا حکم دیا ہے۔

ماخذ نمبر ۳:

وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ

(پ ۲۴ زمر ع ۵)

ترجمہ: اور جب نام لیا جاتا ہے خالص اللہ کا رک جاتے ہیں دل ان کے جو یقین نہیں رکھتے آخرت کا اور جب نام لیجیے اس کے سوا اوروں کا تب وہ لگیں خوشیاں کرنے۔

ماخذ نمبر ۴:

قالا لها انطلق اذا قالت الی این قالا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت الذی یقال له الصابی۔

(بخاری ص ۴۹ ج ۱)

ترجمہ: انہوں نے اس سے کہا خیر اب تو چل اس نے کہا کس طرف انہوں نے کہا اللہ کے رسول ﷺ کے پاس اس نے کہا وہ تو نہیں جن کو لوگ صابی کہتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۵:

حدثنی ربیعة بن عباد الدؤلی قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الجاهلیة بسوق ذی المجاز

ترجمہ: ربیعہ بن عباد دؤلی کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جاہلیت کے دور میں ذوالمجاز بازار میں دیکھا اور آپ فرمارہے تھے

وھو یقول یاایھا الناس قولوا لاالہ الا اللہ تفلحوا قال یرددھا مرارا والناس مجتمعون علیہ یتبعونہ واذا ورائہ رجل احول ذو غدیرتین وضئ الوجہ یقول انہ صابی کاذب فسالت من ھذا فقالوا عمہ ابولھب۔
(مستدرک ص ۱۵ ج ۱)

اے لوگو لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلو کامیاب ہو جاؤ گے اور آپ اس کا کئی بار تکرار کرتے تھے اور لوگ جمع ہو کر آپ کے پیچھے لگتے تھے اور آپ کے پیچھے ایک جوان تھا بھینگا دو لٹوں والا نہایت خوب صورت وہ کہتا تھا یہ صابی اور جھوٹا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے کہنے لگے یہ اس کا چچا ہے ابو طالب۔

سوال پنجم

کیا مشرکین کی آپ کے ساتھ مخالفت محض قرآن سنانے کی وجہ سے تھی نہ توحید کی وجہ سے۔

الجواب

مشرکین کی مخالفت قرآن مجید کے ساتھ بھی ذاتی نہ تھی بلکہ توحید اور تردید شرک کی وجہ سے تھی ورنہ قرآنی پند ونصائح کو تو وہ خود بھی پسند کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۱:

وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا۔ (پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۵)

ترجمہ: اور جب ذکر کرتا ہے تو قرآن میں اپنے رب کا تنہا تو بھاگتے ہیں پچھلے پاؤں بدک کر۔

ماخذ نمبر ۲:

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔
(پ ا یونس ع ۲)

ترجمہ: اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے آیتیں ہماری واضح کہتے ہیں وہ لوگ جن کو امید نہیں ہم سے ملاقات کی لے آ کوئی قرآن اس کے سوایا اس کو بدل ڈال تو کہہ دے میرا کام نہیں کہ اس کو بدل ڈالوں اپنی طرف سے میں پیروی کرتا ہوں اسی کی جو حکم آئے میری طرف میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی بڑے دن کے عذاب سے۔

شانِ نزول: علامہ خازنؒ فرماتے ہیں۔

قال قتادة قال ذلك مشركوا مكة وقال مقاتل هم خمسة نفر عبد الله ابن امية المخزومي والوليد بن المغيرة ومكرز بن حفص وعمرو بن عبد الله ابن ابي قيس العامري والعاص بن عامر بن هشام قال هؤلاء

ترجمہ: حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں یہ بات مشرکین مکہ نے کہی تھی مقاتل فرماتے ہیں وہ پانچ آدمی تھے؛ عبد اللہ بن امیہ مخزومی، ولید بن المغیرہ، مکرز بن حفص، عمرو بن عبد اللہ بن ابی قیس العامری اور عاص بن عامر بن ہشام ان سب نے نبی ﷺ سے کہا کہ اگر آپ کو

للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کنت ترید ان نؤمن بک فأت بقرآن غیر ھذا لیس فیہ ترک عبادۃ اللات والعزی ومناۃ ولیس فیہ عیبھا وان لم ینزلہ اللہ علیک فقل انت من عند نفسک او بدلہ فاجعل مکان اٰیۃ عذاب اٰیۃ رحمۃ ومکان حرام حلالا ومکان حلال حراما۔ (خازن ص ۱۴۲ ج ۳)

ہمارا ایمان لانا منظور ہے تو اس کے سوا کوئی اور قرآن لے آئیں جس میں لات وعزیٰ اور منات کی عبادت کے چھوڑنے کا حکم نہ ہو اور نہ اس میں ان کی عیب جوئی ہو اور اگر اللہ تعالیٰ آپ پر اس کو نہ اتارے تو تو اپنی طرف سے بنا کر کہہ دے یا اس کو تبدیل کر دے آیت عذاب کے بجائے آیت رحمت اور بجائے حرام کے حلال اور بجائے حلال کے حرام۔

فہم سلف: حضرت شاہ عبد القادرؒ فرماتے ہیں۔

اس قرآن مجید کا پند ونصیحت تو پسند کرتے اور بتوں کا باطل کرنا نہ مانتے تو کہتے اتنا بدل ڈال تو یہ کلام ہم سب قبول کر لیں۔

(موضح قرآن پ ۱۱ یونس ع ۲)

ماخذ نمبر ۳:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا۔

(پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۸)

ترجمہ: اور وہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ تجھ کو بچلا دیں اس چیز سے کہ جو وحی بھیجی ہم نے تیری طرف تاکہ جھوٹ بنا لائے تو ہم پر وحی کے سوا اور تب تو بنا لیتے تجھ کو دوست۔

فہم سلف: حضرت شاہ عبد القادرؒ فرماتے ہیں۔

کافر کہتے تھے کہ اس کلام میں نصیحت کی باتیں اچھی ہیں مگر ہر جا شرک پر عیب دیا ہے یہ بدل ڈال تو ہم سب اس کو مانیں۔ موضح قرآن پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۸

بحث دوم خِلافیات الجَاہلیّة

توحید فی الامُور الحَقیرہ اور مشرکین مکہ

مشرکین مکہ عقیدہ رکھتے تھے کہ سارے جہان کا مدبر حقیقی (چلانے والا) اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن بعض مقربین کو بوجہ ریاضت اور مجاہدہ اللہ تعالیٰ چند انعامات عطا فرما دیتے ہیں۔

انعام اوّل

مخلوق کے نفع و نقصان میں تصرف کرنے کا ان کو دربار الٰہی سے اختیار مل جاتا ہے۔

قدرے تفصیل

۱۔ سارے جہان میں نہیں بلکہ مخصوص خطوں میں۔

۲۔ مخصوص خطوں کے تمام کاموں میں نہیں بلکہ صرف معمولی اور چھوٹے کاموں میں۔

۳۔ ان چھوٹے کاموں میں بھی ہر وقت نہیں بلکہ جب تک اللہ تعالیٰ کا اپنا مبرم حکم ان کاموں کے متعلق نفیاً یا اثباتاً نہ آچکا ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو عطائی، وہبی، تفویضی تصرف کرنے کا اختیار مل جاتا ہے۔

کیفیت تصرّف

بایں طور کہ اس کو ان کاموں کے تصرف میں دربار الٰہی سے ہر ہر بار ہر جزئی میں دوبارہ اجازت جزئیہ نہیں لینی پڑتی بلکہ پہلی اجازت کلی ہی کافی ہوتی ہے پس وہ ہر تصرف میں اپنی مرضی اور ارادہ کر لینے کا مختار ہوتا ہے یہ ہے مشرکین کا شرک فی التصرف واللہ بیر اور پہلا مسئلہ اختلافیہ۔

عقیدۃ الانبیاء علیہم السلام

کسی کام میں کسی بڑی سے بڑی مخلوق کو بھی اللہ تعالیٰ نے ذرہ بھر تصرف کا اختیار نہیں دیا۔

ماخذ نمبر ۱:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ۔ (پ ۲۲ فاطر ع ۲)	ترجمہ: اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوائے وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے۔

ماخذ نمبر ۲:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ۔ (پ ۲۲ سبا ع ۳)	ترجمہ: تو کہہ پکارو ان کو جن کو گمان کرتے ہو سوائے اللہ کے وہ مالک نہیں ایک ذرہ بھر کے آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ ساجھا اور نہ ان میں کوئی اس کا مددگار۔

ماخذ نمبر ۳:

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ (پ ۲۴ المؤمن ع ۲)

ترجمہ: اور اللہ فیصلہ کرتا ہے انصاف سے اور جن کو پکارتے ہیں اس کے سوائے نہیں فیصلہ کرتے کچھ بھی بے شک اللہ ہی ہے سننے والا دیکھنے والا۔

انعام دوم

یہ کہ وہ اس علاقہ کے ان کاموں میں جو اس کے حدود اختیار سے باہر ہوتے ہیں شفاعت قہریہ کے ذریعہ ضرور کرا دیتا ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی چھوڑ کر اس کی مرضی پوری کرتا ہے اور اس کی سفارش کو ٹالتا نہیں ہے۔ یہ بھی تتمہ ہے شرک فی التصرف کا اور دوسرا مسئلہ اختلافیہ ہے۔

عقیدۃ الانبیاء علیہم السلام

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کوئی ہستی شفیع قہری نہیں ہے کہ اللہ پاک سے ضرور کرا دے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں جس طرح کرنے والا کوئی نہیں ہے اسی طرح کروانے اور منوانے والا بھی کوئی نہیں ہے جس کی محبت میں مجبور ہو کر اللہ تعالیٰ اپنی مرضی چھوڑ کر اس کی مرضی پوری کرے بلکہ وہ ہر کام میں اپنی مرضی کرتا ہے۔

ماخذ:

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ۔ (پ ۲۴ المؤمن ع ۲)

ترجمہ: کوئی نہیں گناہ گاروں کا دوست، اور نہ سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے۔

فہم سلف: علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں۔

کہ اس روز ظالموں کا نہ کوئی حمائتی ومددگار ہوگا اور نہ کوئی سفارشی کہ جس کی بات ضرور مانی جاوے جیسا کہ مشرکین اپنے معبودوں کی طرف گمان کرتے ہیں۔ (تفسیر حقانی ص ۲۰۱ ج ۶)

انعام سوم

یہ کہ ان کو اس خطہ کا علم غیب دے دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر ایک کے دکھ درد اور حال کو دیکھتے رہتے ہیں اور ان کی پکاروں کو سنتے رہتے ہیں اور ان کی فریادوں کو پہنچتے ہیں اور ہمارے کسی حال سے بھی غافل نہیں ہیں بلکہ ان کو ہمارے ساتھ مافوق الاسباب ایسی معیت کاملہ حاصل ہے کہ وہ ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر ہیں۔ یہ ہے مشرکین کا شرک فی العلم والسمع والبصر والمعیت والشہیدیت اور یہ سب شرک فی العلم کے شعبے ہیں کیونکہ کسی شئے کا علم یا غیبی قوت سے ہوتا ہے یا معیت کاملہ سے۔ یہ ہے تیسرا مسئلہ اختلافیہ۔

عقیدۃ الانبیاء علیہم السلام

کوئی ماسوی اللہ تعالیٰ غیب دان، سمیع، بصیر، حاضر، ناظر نہیں ہے نہ ذاتاً نہ عطاءً یہ ہے توحید فی العلم والسّمع والبصر والشّہیدیت۔

ماخذ نمبر ۱:

اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ لَا یَسۡمَعُوۡا دُعَآءَکُمۡ ۚ وَ لَوۡ سَمِعُوۡا مَا اسۡتَجَابُوۡا لَکُمۡ ؕ وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یَکۡفُرُوۡنَ بِشِرۡکِکُمۡ ؕ وَ لَا یُنَبِّئُکَ مِثۡلُ خَبِیۡرٍ۔

ترجمہ: اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر بالفرض سن ہی لیں تو تمہاری حاجت برآری نہیں کر سکتے اور قیامت کے دن منکر ہوں گے تمہارے شریک ٹھہرانے سے

(پ ۲۴ المؤمن ع ۲) | اور کوئی نہیں بتلائے گا تجھ کو جیسا بتلائے خبر رکھنے والا۔

ماخذ نمبر ۲:

وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ۔
(پ ۲۶ احقاف ع ۱) | ترجمہ: اور وہ ان کی دعا پکارسے بے خبر ہیں۔

ماخذ نمبر ۳:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔
(پ ۲۰ النمل ع ۵) | ترجمہ: تو کہہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں چھپی ہوئی چیز کی مگر اللہ اور ان کو خبر نہیں کب جی اٹھیں گے۔

انعام چہارم

یہ کہ اللہ پاک ان کو اس علاقے کا معبود بنا دیتا ہے بایں معنی کہ جو عبادات مالیہ، بدنیہ اور لسانیہ (مثلاً رکوع، سجود، پکار، نذر، اعتکاف، طواف، قسم وغیرہ) اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں وہ سب اس کے لیے جائز ہو جاتی ہیں۔ یہ ہے مشرکین کا شرک فی الالوہیت اور چوتھا مسئلہ اختلافیہ۔

عقیدۃ الانبیاء علیہم السلام

سب عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے مختص ہیں اور اس کے سوا کسی مخلوق کے لیے بھی جائز نہیں بلکہ شرک ہے۔

ماخذ:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ | ترجمہ: سو تو جان لے کہ کسی کی

(پ۲۶ محمد ع۲) | بندگی نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

سوال

مشرکین مکہ کا اس گندے عقیدہ میں مبتلا ہونے کا سبب کیا تھا؟

جواب

مشرکین مکہ نے اللہ تعالیٰ کی سلطنت اور تصرفات کو دنیوی سلطنت اور تصرفات پر قیاس کر لیا تھا بایں معنیٰ کہ جس طرح بڑا بادشاہ رعایا کے ہر چھوٹے بڑے کام میں بذات خود دخل نہیں دیتا بلکہ بڑے کاموں کے علاوہ چھوٹے کاموں کے لیے اپنے نوابوں کو بھیج کر وہ کام ان کے حوالے کر دیتا ہے اور اس کے لیے بادشاہ والی تعظیمات بجالائی جاتی ہیں اور اس کی سفارش کے ذریعہ بڑے بادشاہ سے کام کروائے جاتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے مقربان کو ہم پر مقرر فرما کر ہمارے چھوٹے کام ان کے حوالے کر دیے ہیں اس لیے اب ان کے لیے اللہ تعالیٰ والی تعظیمات، مالی، بدنی ادا کرنی پڑیں گی اور جو کام ان کے حدود اختیار سے باہر ہوں گے وہ بھی ان کی سفارش کے ذریعہ حل ہوں گے۔

سوال

مشرکین کے اس قیاس غلط کا منشاء کیا تھا یعنی کس وجہ سے وہ اس اشتباہ میں پڑے۔

جواب

اس غلط فہمی کا منشاء دو چیزیں ہیں۔

اوّل

شرائع سماویہ میں چونکہ یہ بیان بکثرت موجود تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کے بہت سے کاموں کی تعمیل پر فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے تو انہوں نے اس تعمیل احکام کے

لیے مقرر ہونے سے غلط نظریہ قائم کر لیا کہ یہ دربار ایزدی میں نوابوں کی طرح ان کاموں کے تصرف کرنے میں مختار ہیں اور یہ تصرفات ان کے حوالے ہیں؛ خلاصہ یہ کہ انہوں نے تعمیل احکام کو تصرف اختیاری بنا دیا۔

دوم

انہوں نے جب دیکھا کہ مقربین کی دعا بہت جلد قبول ہو جاتی ہے تو انہوں نے اس استجابت دعا (جو کہ غیر اختیاری ہے) سے شفاعت قہریہ کا عقیدہ کشید کر لیا۔

ماخذ نمبر ۱: حضرت شاہ صاحب "فرماتے ہیں۔

ذھبوا الی ان الصالحین من قبلھم عبدوا اللہ وتقربوا الیہ فاعطاھم اللہ الالوھیۃ فاستحقوا العبادۃ من سائر خلق اللہ کما ان ملک الملوک یخدمہ عبدہ فیحسن خدمتہ فیعطیہ خلعۃ الملک ویفوض الیہ تدبیر بلد من بلادہ فیستحق السمع والطاعۃ من اھل ذلک البلد وقالوا لا تقبل عبادۃ اللہ الا مضمونۃ بعبادتھم بل الحق فی غایۃ التعالی فلا یفید

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ اچھے لوگ جو خدا کی خوب عبادت کر کے بارگاہ الٰہی میں مقرب ہو گئے تو خدا تعالیٰ نے ان کو الوہیت عطا فرمائی جس کی وجہ سے وہ پرستش کے مستحق ہو گئے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی نہایت خدمت کرے جس کے صلہ میں بادشاہ اس کو کسی ملک کی خلعت عطا کرے اور اپنے کسی شہر کی حکومت سپرد کر دے تو وہ مستحق ہے کہ اس شہر کے لوگ اس کی خدمت اور اطاعت کریں اور اس کی بات سنیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا کی عبادت ان کی عبادت شامل کیے بغیر

عبادته تقربا منه بل لابد من عبادة هؤلاء ليقربوا الى الله زلفى وقالوا هؤلاء يسمعون ويبصرون ويشفعون لعبادهم ويدبرون امورهم وينصرونهم فنحتوا على اسمائهم احجارا وجعلوها قبلة عند توجههم الى هؤلاء۔ (حجۃ اللہ البالغہ باب التوحید ص ۱۲۰ ج ۱)

مقبول نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کا رتبہ نہایت بلند ہے اس کی عبادت سے قرب الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ ان لوگوں کی پرستش ضروری ہے تاکہ یہ تقرب الٰہی کے ذریعہ بن جائیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ سنتے اور دیکھتے ہیں اور اپنے بچاریوں کی شفاعت کرتے ہیں وہ ان کے امور کی تدبیر کرتے ہیں ان کی مدد اور نصرت کرتے ہیں تو انہوں نے ان کے ناموں کے پتھر تراش لیے جب وہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان پتھروں کو اپنی توجہ کا قبلہ بناتے ہیں۔

ماٰخذ نمبر ۲: نیز حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

ومنهم من اعتقد ان الله هو السيد وهو المدبر لكنه قد يخلع على بعض عبيده لباس الشرف والتأله ويجعله متصرفا فى بعض الامور الخاصة ويقبل شفاعته فى

ترجمہ: اور بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ سردار اور مدبر تو خدا ہی ہے لیکن اپنے بعض بندوں کو بزرگی اور معبودیت کی خلعت پہنا دیتا ہے اور ان کو بعض امور کا اختیار دے دیتا ہے اور ان کی پرستش کرنے والوں

عبادہ بمنزلۃ ملک الملوک یبعث علی کل قطر ملکا ویقلدہ تدبیر تلک المملکۃ فی ما عدا الامور العظام فیتلجلج لسانہ ان یسمیھم عباد اللہ فیسویھم وغیرھم فعدل عن ذلک الی تسمیتھم ابناء اللہ ومحبوبی اللہ وسمّٰی نفسہ عبدا لاولئک کعبد المسیح وعبد العزی وھذا مرض جمھور الیھود والنصاریٰ والمشرکین وبعض الغلاۃ من منافقی دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم یومنا ھذا۔ (حجۃ اللہ البالغۃ باب حقیقۃ الشرک ص ۱۲۴ ج ۱)

کے حق میں ان کی سفارش قبول کرتا ہے جیسے کوئی شہنشاہ ملک میں اپنی طرف سے بڑے بڑے کاموں کے سوا اس ملک کی پوری تدبیر اس کے سپرد کردے تو ایسے شخص کے حق میں ان لوگوں کو بندگان خدا کہنے کی جرأت نہیں ہوتی تاکہ کہیں وہ اوروں کے برابر نہ ہو جائیں اس لیے وہ اس کے بجائے ان کو ابن اللہ اور محبوب الٰہی کہتے ہیں اور اپنے نام میں ان کی عبودیت ظاہر کرتے ہیں جیسے عبد المسیح، عبد العزی اور اس مرض میں یہود اور نصاریٰ اور مشرکین مبتلا ہیں اور فی زماننا اسلام میں بھی بعض ایسے غالی اور منافق موجود ہیں۔

ماخذ نمبر ۳: نیز حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

لکن کان من زندقتھم قولھم ان ھنالک اشخاصا من الملائکۃ والارواح تدبر اھل الارض فیما دون

ترجمہ: لیکن ان کے زندیق ہونے کی ایک بات یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ فرشتوں اور ارواح میں سے بعض ایسے ہیں جو بڑے بڑے انتظامات کے

الأمور العظام من اصلاح حال العابد فيما يرجع الى خويصة نفسه واولاده وامواله وشبهوهم بحال الملوك بالنسبة الى ملك الملوك وبحال الشفعاء والندماء بالنسبة الى السلطان المتصرف بالجبروت ومنشأ ذلك ما نطقت به الشرائع من تفويض الامور الى الملائكة واستجابة دعاء المقربين من الناس فظنوا ذلك تصرفا منهم كتصرف الملوك قياسا للغائب على الشاهد وهو الفساد۔

(حجۃ اللہ البالغہ باب بیان ما کان علیہ حال اہل الجاہلیہ ص ۲۷۴ ج ۱)

علاوہ اہل زمین کے دوسرے امور میں مدبر ہوتے ہیں جیسا کہ اپنے پرستش کرنے والے کی حالت درست کرنا جس کا تعلق خاص اس کی ذات سے ہوتا ہے اور اس کی اولاد اور اموال سے ہوتا ہے یہ مشرکین ان فرشتوں اور ارواح کو ان بادشاہوں کی حالت سے تشبیہ دیتے ہیں جو ان کی شہنشاہ کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور جو حالت شفیعوں اور ندیموں کی ایسے بادشاہ کے سامنے ہوتی ہے جو طاقت کے ساتھ تصرف کرتا ہے اور اس سوء فہم کا منشاء یہ ہوا کہ شریعتوں میں بہت سے امور فرشتوں کی طرف تفویض کیے گئے اور مقرب لوگوں کی دعا مقبول ہونے کی تصریح ہے اس سے وہ لوگ ان امور کو انہی کے تصرفات سمجھ بیٹھے جیسے چھوٹے چھوٹے بادشاہوں کے ہوتے ہیں اور انہوں نے غائب کو حاضر پر قیاس کر لیا اور یہی شئے فساد کا باعث ہوئی۔

ماخذ نمبر ۴: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

بلکہ اشراک ایشاں در امور خاصہ بہ بعضے بندگاں بود گمان می کردند کہ مانند آنکہ بادشاہ عظیم القدر بندگان خاص خود را باطراف ممالک می فرستد وایشاں را در امور جزئیہ تاوقتیکہ حکم صریح بادشاہ صادر نہ شدہ است مختار و متصرف می دارد و خود بتدبیر امور جزئیہ بندگان نمی پردازد وحوالۂ سائر بندگان بقہرمان می کند وشفاعت قہرمان در باب خادمان ومتوسلان ایشاں قبول می نماید ہم چنیں ملک علی الاطلاق جل مجدہ بعضے بندگان خود را خلعت الوہیت دادہ است ورضاء وسخط ایشاں در سائر بندگان اثر می کند پس واجب می دانستند تقرب بآں بندگان خاص تا شائستگی قبول ملک مطلق حاصل شود وشفاعت برائے ایشاں در مجاری امور درجہ پذیرائی یابد وبملاحظہ ایں امور سجدہ بسوئے

ترجمہ: بلکہ ان کا شرک امور مخصوصہ میں بعض بندوں کے ساتھ تھا گمان کرتے تھے کہ جس طرح بڑا بادشاہ اپنے خاص بندوں کو ملک کے اطراف میں بھیجتا ہے اور ان کو امور جزئیہ میں تصرف کرنے کا اختیار دے دیتا ہے جب تک بادشاہ کا حکم صریح صادر نہ ہو تصرف کرنے کا اختیار رہتا ہے اور آپ رعایا کے امور جزئیہ کی تدبیر میں مشغول نہیں ہوتا اور باقی بندوں کو اپنے نوابوں کے حوالے کرتا ہے اور ان نوابوں کی سفارش ان کے خدام اور متوسلین کے حق میں قبول کرتا ہے اسی طرح بادشاہ حقیقی جل مجدہ نے اپنے بعض بندوں کو پوشاک معبودیت دے دی ہے اور ان کی رضا اور ناراضگی تمام بندوں میں اثر کرتی ہے پس انہوں نے ان خاص بندوں کا قرب حاصل کرنا ضروری جانا تاکہ بادشاہ

ایشاں وذبح برائے ایشاں وحلف بنام ایشاں واستعانت در امور ضروریہ بقدرت کن فیکون ایشاں تجویز می نمودند وصورتہا از سنگ وصفر وروئین مثل آں تراشیدہ قبلہ توجہ بآں ارواح ساختند۔
(الفوز الکبیر ص ۴)

حقیقی کی قبولیت کی اہلیت حاصل ہوجائے اور ان کی سفارش ان کے لیے کاروبار کے چلانے میں قبولیت کا درجہ حاصل کرے اور ان امور کو مدنظر رکھ کر ان کی طرف سجدہ اور ان کے لیے ذبح کرنا اور ان کے نام کی قسمیں کھانا اور امور ضروریہ میں ان کی قدرت کن فیکون کے ساتھ مدد مانگنے کو انہوں نے جائز قرار دیا اور پتھر اور پیتل اور لوہے کو چھیل کر ان کی شکلیں تیار کر کے ان مورتیوں کو ان کے ارواح کا قبلہ توجہ مقرر کیا۔

ماخذ نمبر ۵: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔

وایشاں را اعتقاد چناں بود کہ معبودان مارا علم محیط وقدرت کاملہ بآں حد حاصل است کہ ہر گاہ کسی ایشاں را در وقتی از اوقات ومکانے از امکنہ می خواند وفریاد می کند ویاری می جوید ایشاں فی الفور حاضر می شوند وامداد واعانت می نمایند وآں مشکل

ترجمہ: اور ان کا عقیدہ اس طرح تھا کہ ہمارے معبودوں کو علم محیط اور قدرت کاملہ اس حد تک حاصل ہے کہ کوئی شخص ان کو جس وقت اور جس جگہ پکارے اور فریاد کرے اور مدد مانگے یہ فی الفور حاضر ہوجاتے ہیں اور امداد کرتے ہیں اور

حل می شود وبنا بر آنکہ ایں اعتقاد مخصوص بہ ایشاں بود شہدا را اضافت بسوئے ایشاں نمودہ اند۔ (تفسیر عزیزی ص ۱۳۱ ج ۱)

وہ مشکل حل ہو جاتی ہے چونکہ یہ عقیدہ ان کے ساتھ مخصوص تھا اس لیے شہدا کی نسبت ان کی طرف فرمائی۔

فائدہ

قارئین کرام! یہ تھا شرک قطعی مشرکین کا جو کئی قیدوں سے مقید اور محدود تھا۔ اب ذرا بریلوی صاحبان کا عقیدہ بھی سن لو ان کا شرک ہر قید سے آزاد اور مطلق در مطلق ہے۔ چنانچہ مشرکین اپنے معبودوں کا تصرف:

۱۔ نہ دونوں جہان میں مانتے تھے بلکہ مخصوص خطوں میں۔

۲۔ نہ عالم دنیا کے سارے جہان میں مانتے تھے۔

۳۔ اور نہ مخصوص خطوں کے بڑے بڑے کاموں میں مانتے تھے۔

۴۔ اور نہ چھوٹے کاموں میں ہر وقت مانتے تھے جس طرح پہلے مفصل گزر چکا ہے۔

لیکن بریلوی صاحبان کے نزدیک نہ کسی عالَم کی تخصیص ہے اور نہ کسی چھوٹے بڑے کام کی تخصیص ہے نہ امور تکوینیہ اور نہ امور تشریعیہ کی تخصیص ہے بلکہ امور تکوینیہ ہوں یا تشریعیہ، عالَم دنیا ہو یا عالَم آخرت، کام چھوٹے ہوں یا بڑے غرضیکہ دونوں جہان کی سب مرادیں حضور علیہ السلام کے اختیار میں ہیں اور حضور علیہ السلام کے علاوہ باقی اولیاء اللہ کے متعلق بھی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد تمام جہان میں کن فیکون کے درجہ کا تصرف کرتے رہتے ہیں۔

پتے کی بات

یہ ہے جس غلط قیاس اور منشاء قیاس میں مشرکین مکہ مبتلا ہوئے تھے بعینہٖ ہو بہو اسی میں بریلوی صاحبان مبتلا ہوئے ہیں۔

عقیدہ بریلویہ دربارہ تصرف و تدبیر

امور تشریعیہ (حلال و حرام) اور دونوں جہان کی مرادیں حضور علیہ السلام کے اختیار میں ہیں۔

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

حضور علیہ السلام ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور ﷺ کے اختیار میں ہیں۔ (برکات الامداد ص ۸)

ماخذ نمبر ۲: نیز لکھتے ہیں۔

دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں حضور ﷺ کے اختیار میں ہیں جسے جو چاہیں عطا کریں۔ (الامن والعلیٰ ص ۱۴۸)

ماخذ نمبر ۳: نیز لکھتے ہیں۔

اولیاء کرام بعد انتقال تمام عالم میں تصرف کرتے اور کاروبار جہان کی تدبیر فرماتے ہیں۔ (الامن والعلیٰ ص ۸۵)

ماخذ نمبر ۴: نیز خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبدالقادر
سرِ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر
ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی ہے مختار بھی ہے
کار عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر

(حدائق بخشش ص ۱۹)

ماخذ نمبر ۵: نیز خان صاحب لکھتے ہیں۔

احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

(حدائق بخشش ص ۷ ج ۲)

مآخذ نمبر ۶: مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں۔

سرکار ابد قرار ﷺ بحکم پروردگار کونین کے مالک ومختار ہیں زمین کے مالک آسمان کے مالک، اپنے رب کی عطا سے جحیم کے مالک، جنان کے مالک، رب کے احکام کے مالک، انعام کے مالک۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا

دونوں جہان ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

جس کو جو چاہیں اپنے رب کی عطا سے عطا فرمادیں جس کو جس سے چاہیں محروم کر دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال فرمادیں اور جو چاہیں حرام غرضیکہ دونوں جہان کے شہنشاہ کونین کے مالک ومولیٰ ہیں۔

حکم نافذ ہے تیرا سیف تیری خامہ تیرا

دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا

(سلطنت مصطفےٰ ص ۱۵)

مآخذ نمبر ۷: مولوی محمد یار صاحب گڑھوی لکھتے ہیں۔

برائے مشکلات ہر دو عالم　　عجب مشکل کشا مخدوم کلیر

(انوار فریدی ص ۵۵)

ترجمہ: دونوں جہان کی مشکلات کے لیے بڑے عجیب مشکل کشا ہیں مخدوم کلیر۔

مآخذ نمبر ۸: نیز گڑھوی صاحب لکھتے ہیں۔

توں مشکل کشائے دو عالم سڈیندیں

تیڈی جگ دی حاجت مٹیندیں گزرگئی

(انوار فریدی ص ۲۱۸)

ترجمہ: آپ دونوں جہان کے مشکل کشا کہے جاتے ہو۔ آپ کی سارے جہان کی حاجتیں

پوری کرتے کرتے گزر گئی۔

باطل قیاس بریلویہ

ماخذ: مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں۔

دنیوی کاروبار آخرت کا نمونہ ہیں اس کی تحقیق جاء الحق میں دیکھو اور دنیوی بادشاہ تو اپنے مقرر کیے ہوئے حکام کو اپنی بادشاہت کا مختار کر دیتے ہیں اور ان کو عام اختیار دیا کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ حکام کہا کرتے ہیں کہ ہم یہ کر سکتے ہیں۔ پھر جس درجہ کا حاکم اسی درجہ کے اس کے اختیارات، تھانیدار کو معمولی اختیارات، کپتان پولیس کو اس سے زیادہ، ڈپٹی کمشنر کو اس سے زیادہ، کمشنر کو اس سے زیادہ، پھر گورنر کو اور زیادہ، پھر وائسرائے کو سارے ملک کے اختیارات، پھر وزیر اعظم کو ساری سلطنت کے تمام سیاہ وسفید کے اختیارات مگر ان اختیارات سے نہ تو بادشاہ کی سلطنت میں کمی آئی اور نہ کوئی چیز اس کی سلطنت سے نکل گئی بلکہ بادشاہ ان تمام چیزوں کا اصلی مالک رہے گا اور دیگر لوگ اس کی طرف سے عارضی مالک، اسی طرح حق تعالیٰ نے اپنی بادشاہت میں ملائکہ اور خاص انسانوں کو دنیا کے انتظام کے لیے مقرر فرمایا اور ان کے درجوں کے لحاظ سے ان کو خاص اختیارات دیے اور ان کے لیے لوح محفوظ قائم کی جس میں عالم کے سارے واقعات لکھ دیے کہ وہ حضرات اس کو دیکھیں اور اس کے مطابق عمل کریں، انہی اختیارات کی وجہ سے وہ حضرات کہہ دیا کرتے ہیں کہ میں یہ کر سکتا ہوں۔

(سلطنت مصطفےٰ ص ۴۴)

عقیدہ بریلویہ دربارۂ معبودیت

ماخذ نمبر ۱: مولوی محمد یار صاحب گڑھوی مسلکاً بریلوی اپنے دیوان میں لکھتے ہیں۔

ہست مسجود ما محمد ما سجدہ در گہش عبادت ما است

(دیوان محمدی الموسوم بہ انوار فریدی ص۱۰۰)

ترجمہ: ہمارے مسجود ہمارے محمد ﷺ ہیں ان کے دربار کا سجدہ ہماری عبادت ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

در پنج وقت جانب کعبہ است سجدہ
در ہر زمان بسوئے محمد نماز ما

(دیوان محمدی ص۱۰۹)

ترجمہ: کعبہ کی طرف تو صرف پانچ وقت سجدہ ہوتا ہے اور محمد ﷺ کی طرف تو ہر وقت ہماری نماز ہوتی ہے۔

ماخذ نمبر ۳: نیز لکھتے ہیں۔

گر نہ مسجودش محمد مصطفٰے است
ایں محمد یار غدارے بود

(انوار فریدی ص۱۱۲)

ترجمہ: اگر اس (محمد یار) کا مسجود محمد ﷺ نہیں ہے تو یہ محمد یار غدار ہوگا۔

ماخذ نمبر ۴: نیز گڑھوی صاحب لکھتے ہیں۔

بپا نعل عبودیت بسر تاج الوہیت
خدا یکتا کی یکتائی کا نقشہ بن کے نکلیں گے

ترجمہ: پاؤں میں عبودیت کا جوتا ہے اور سر پر الوہیت و معبودیت کا تاج ہے۔

ماخذ نمبر ۵: مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں۔

معلوم ہوا جملہ فرائض فروع ہیں اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے۔

(سلطنت مصطفےٰ ص ۷)

عقیدۃ الشیعہ

باب التفویض الی رسول اللہ ﷺ والی الائمۃ علیھم السلام فی امر الدین

ماخذ نمبر ۱:

عن زرارۃ قال سمعت ابا جعفر وابا عبداللہ علیھما السلام یقولان ان اللہ عزوجل فوض الی نبیہ علیہ السلام امر خلقہ لینظر کیف طاعتھم ثم تلا ھذہ الآیۃ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔

(اصول کافی کتاب الحجۃ ص ۵ ج ۲)

ترجمہ: زرارہ کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر اور ابو عبد اللہ علیہما السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے معاملات اپنے نبی علیہ السلام کے سپرد کر دیے ہیں تاکہ وہ دیکھے کہ ان کی اطاعت کیسی ہے پھر یہ آیت پڑھی کہ جو چیز تم کو رسول دے اس کو لے لو اور جس چیز سے تمہیں منع کرے اس سے رک جاؤ۔

ماخذ نمبر ۲:

ان اللہ تبارک وتعالیٰ لم یزل متفردا بوحدانیتہ ثم خلق محمدا وعلیا وفاطمۃ فمکثوا الف دھر ثم خلق جمیع الاشیاء فاشھدھم خلقھا واجری طاعتھم

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ازل سے اپنی وحدانیت میں متفرد تھا پھر اس نے حضرت محمد ﷺ، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ کو پیدا کیا ایک ہزار سال تک سلسلہ یونہی رہا پھر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو پیدا کیا اور ان

علیھا وفوض امورھا الیھم فھم یحلون ما یشاؤن ویحرمون ما یشاؤن۔ (اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ ص ۳۲۶ ج ۲)

کو اشیاء کے پیدا کرتے وقت حاضر کیا اور ان کی فرمانبرداری ان اشیاء پر فرض کی اور ان تمام اشیاء کو ان کے سپرد کر دیا سو وہ جو چاہتے ہیں حلال کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں حرام کرتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۳: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ شیعہ صاحبان کے خاص گروہ مفوضہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

المفوضیۃ فھم القائلون ان اللہ فوض تدبیر الخلق الی الائمۃ وان اللہ قد اقدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی خلق العالم وتدبیرہ الخ۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۰۰ ج ۱ مطبع رفیق عام لاہور)

ترجمہ: ان باطل فرقوں میں سے ایک فرقہ مفوضہ بھی ہے جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے معاملات ائمہ کو تفویض کر دیے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہان کے پیدا کرنے اور اس کی تدبیر کرنے کی قدرت عطا کر دی ہے۔

ماخذ نمبر ۴:

رسولوں کی ہوئی حاجت روائی — علیؓ نے نوح کی کی ناخدائی
نہ کرتا گر علی مشکل کشائی — نہ پاتا چاہ سے یوسف رہائی
علی کا معجزہ ہے ایک ایک نادر — علی کی ذات ہے ہر شے پہ قادر

(تاریخ الائمہ ص ۵۲)

فائدہ

قارئین کرام! اصول کافی کے باب التفویض کے آخر میں "فی امر الدین"

کی قید اور اسی طرح دوسری روایت کے آخر میں "فھم یحلون الخ" کی قید صریح ہے اس مضمون میں کہ شیعہ صاحبان کے نزدیک ائمہ کو جو اختیارات سونپے گئے ہیں وہ امور تکوینیہ کے نہیں ہیں بلکہ امور تشریعیہ کے ہیں۔

سوال

پہلی روایت میں "امر خلقہ" اور دوسری روایت میں "امورھا" سے تو عموم معلوم ہوتا ہے خواہ امور تشریعیہ ہوں یا تکوینیہ۔

جواب

شیعہ شراح نے خود اس سے خاص امور شرعیہ مراد لیے ہیں چنانچہ قزوینی شیعی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ماخذ:

بدرستیکہ اللہ عزوجل واگذاشت بسوئے نبی خود ﷺ بعض کار مخلوقین خود تا امتحان کند۔ (صافی شرح کافی ص۲۴۸ ج۳ حصہ اول طبع نولکشور)	ترجمہ: بے شک اللہ تعالی نے مخلوق کے بعض کام اپنے نبی ﷺ کے حوالے کر دیے ہیں تاکہ وہ امتحان کرے۔

خلاصہ یہ کہ امرھا سے صرف امور تشریعیہ مراد لو یا تشریعیہ اور تکوینیہ دونوں مراد لو بہر حال پھر بھی شیعہ صاحبان اپنے ائمہ کے لیے صرف ایک جہان یعنی عالم دنیا کے تصرفات کی تفویض کے قائل بنتے ہیں۔ بریلوی حضرات کی طرح دونوں جہان کی تفویض کے قائل ثابت نہیں ہوتے کیونکہ ہمیں دونوں جہان کی تصریح ان کی کتابوں سے نہیں ملی۔

بحث شفاعت

شفاعت تین قسم ہے۔

اوّل شفاعت وجاہت

یعنی کسی کی وجاہت اور دبدبہ سے مرعوب ہو کر بادلِ نخواستہ اس کی سفارش قبول کرنا

مثال

ایک شخص کی چوری ثابت ہونے کے بعد وہ قانوناً سزا کا مستحق ہو جاتا ہے اور بادشاہ ظاہر آباطناً پکا ارادہ رکھتا ہے کہ اس کو قانوناً سزا ضرور ملے تاکہ میرے ملک میں امن قائم رہے اور یہ حال دیکھ کر وہ چور کسی وزیر یا مشیر یا سلطنت کے کسی بڑے کو سفارشی لے آتا ہے اب بادشاہ کی مرضی اس چور کو چھوڑنے کی قطعاً نہیں ہے لیکن بادشاہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس وزیر اور مشیر کی سفارش اگر میں نے نہ مانی تو میرے ملک میں بغاوت اور فتنہ پیدا کردے گا تو اس خطرہ سے مرعوب ہو کر بادشاہ بادل نخواستہ اور بلا رضا اور بلا پسندیدگی اور بلاخوشی اس چور کو مصلحۃً چھوڑ دیتا ہے۔

حکم

کسی ہستی کے متعلق میں اس قسم کی شفاعت کا دربار ایزدی میں عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

ماٰخذ: حضرت علامہ شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ فرماتے ہیں۔

سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہر گز ہر گز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی نبی وولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے سو وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے کچھ معنیٰ نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۷)

دوم شفاعت محبت

یعنی کسی کی محبت وعشق میں مجبور ولاچار ہو کر بادل نخواستہ اس کی سفارش قبول کرنا۔

مثال

مثلاً وہ چور بادشاہ کے معشوق یا زوجہ محبوبہ یا لاڈلے شہزادے کو سفارشی لے آتا ہے اب اگرچہ ان کی سفارش رد کرنے میں بادشاہ کو ملکی بغاوت کا خطرہ بالکل نہیں ہے لیکن محبوب کے روٹھ جانے سے جو اس کے دل کو صدمہ پہنچے گا اس کے خطرہ سے لاچار ہو کر بادل نخواستہ چور کو چھوڑ دیتا ہے۔

حکم

اس قسم کی شفاعت کا عقیدہ بھی دربار ایزدی میں کفر ہے۔

ماخذ: حضرت علامہ شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ فرماتے ہیں۔

اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل جیسا کہ اوّل مذکور ہو چکا۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۷)

سوم شفاعت بالاذن

یعنی بادشاہ کی کسی کے حق میں معافی دینے کی دل خواہی اور مرضی پا کر اس کی سفارش کرنا۔

مثال

مثلاً ایک شخص سے نفس کے حملہ کی وجہ سے بادشاہ کے قانون کی خلاف ورزی ہو جاتی ہے لیکن وہ نہ تو قانون کی بے ادبی کرتا ہے نہ بادشاہ کی بغاوت کرتا ہے بلکہ وہ اپنی

اس کوتاہی پر بے حد شرمندہ ہونے کی وجہ سے رو رہا ہے اور قانونِ بادشاہ کو سر آنکھوں پر رکھتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ قانون حق ہے میں قاصر ہوں اس حال کو دیکھ کر بادشاہ کو اس پر رحم آجاتا ہے کہ یہ شخص عادی مجرم تو ہے نہیں اور پھر اتفاقیہ غلطی پر نادم بھی ہے اس لیے بادشاہ نے اپنے ہاں اس کی معافی طے کرلی لیکن بلاوجہ چھوڑنا بھی مناسب نہ سمجھا اس لیے کہ قانون کی اہمیت ختم ہو جائے گی تو اس پر بادشاہ کے متعلقین میں سے کسی نے بادشاہ کی مرضی معلوم کر کے سفارش کر دی تو بادشاہ نے معافی کا اعلان کر دیا۔

حکم

اس قسم کی سفارش اہل سنت کے نزدیک حق ہے اس میں دو فائدے ہیں۔

اول: احترام قانون۔ دوم: اکرام شفیع۔

ماخذ: علامہ شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ فرماتے ہیں۔

سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی وولی کی شفاعت کا ذکر قرآن وحدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنیٰ یہی ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۳۹)

خلاصہ یہ کہ شفاعت وجاہت اور شفاعت محبت ان دونوں میں بادشاہ کی مرضی اور دلی منشاء قطعاً نہیں ہوتا بلکہ شفاعت وجاہت میں اپنی سلطنت کی خرابی کے خطرہ سے اور شفاعت محبت میں محبوب کے روٹھ جانے کے خطرہ سے بادشاہ بادل نخواستہ بلا مرضی خواہ مخواہ اپنا ارادہ بدل کر مجرم کو چھوڑ دیتا ہے سو اس قسم کی شفاعت تمام ملل سماویہ حقہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں نہ دنیا میں ہو سکتی ہے نہ آخرت میں واقع ہو گی کیونکہ یہ اللہ پاک کی شان اعلیٰ کے سراسر خلاف ہے اور اس کی ذات مقدس کے لیے نقص عظیم ہے۔ ہاں مشرکین مکہ عقیدہ شفاعت محبت میں مبتلا تھے اس لیے قرآن پاک نے بھی اس شرکیہ شفاعت قہریہ کی نفی پر زور دیا ہے اور شفاعت بالاذن میں معافی کے لیے موثر حقیقی

اور سبب اصلی تو بادشاہ کی اپنی مرضی اور اس کی خوشی اور اس کا رحم وکرم ہے اور اس کا اذن ہے لیکن ظاہری سبب سفارش کو ٹھہرایا گیا ہے سو اس میں دو حکمتیں ہیں۔

اول: تعظیم وتکریم شفیع۔ دوم: تکریم آئین خداوندی۔

اور شفاعت کی یہی قسم شان مقدس الٰہی کے قطعاً منافی نہیں ہے کیونکہ یہ تو شاہانہ رحم واکرام ہے۔

ماخذ نمبر ا:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ (پ ۳ البقرہ ع ۳۴)	ترجمہ: ہے کون جو سفارش کرے اس کے ہاں بغیر اس کی اجازت کے۔

فہم سلف: علامہ اندلسیؒ فرماتے ہیں۔

والمعنی ان انتداب الشافع وتحکمه علی کره المشفوع عنده لا یکون یوم القیامة البتة واما الشفاعة التی توجد بالاذن من الله تعالیٰ فحقیقتها رحمة الله لکن شرف تعالیٰ الذی اذن له فی ان یشفع۔ (البحر المحیط ص ۲۷۴ ج ۲)	ترجمہ: اور مطلب یہ ہے کہ سفارشی کا رعب جمانا اور اس کا بزور حکم چلانا باوجود ناپسند کرنے اس ہستی کے جس کے دربار میں سفارش کی گئی ہے یہ صورت قیامت کے دن قطعاً نہ ہوگی اور وہ سفارش جو اللہ تعالیٰ کے اذن کے ساتھ ہوگی اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ صرف رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی یعنی اکرام اور شرف بخشا اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جس کو سفارش کرنے کی اجازت دی۔

مأخذ نمبر ۲:

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ۔

(پ ۲۲ سبا ع ۳)

ترجمہ: اور نہیں کام آتی سفارش اس کے پاس مگر اس کو کہ جس کے واسطے اجازت دے۔

مأخذ نمبر ۳:

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى۔ (پ ۲۷ النجم ع ۲)

ترجمہ: اور بہت فرشتے ہیں آسمانوں میں کچھ کام نہیں آتی ان کی سفارش مگر جب اجازت دے اللہ جس کے واسطے چاہے اور پسند کرے۔

فہم سلف: حافظ ابن کثیر دمشقیؒ فرماتے ہیں۔

واخبران الملائکۃ التی فی السمٰوات من الملائکۃ المقربین وغیرهم کلهم عبید خاضعون لله لایشفعون عنده الا باذنه لمن ارتضی ولیسوا عنده کالامراء عند ملوکهم یشفعون عندهم بغیر اذنهم فیما احبه الملوك وابوه۔

(ابن کثیر ص ۵۰ ج ۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ ملائکہ جو آسمانوں میں ہیں خواہ بڑے درجہ کے ہوں یا دوسرے وہ سب کے سب بندے ہیں عاجزی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے سامنے نہیں سفارش کرتے مگر اس کی اجازت کے ساتھ وہ بھی ان شخصیتوں کے لیے جن کے لیے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے دربار میں ان مشیروں اور وزیروں کی طرح نہیں ہیں جو بادشاہوں کے دربار میں

ہوتے ہیں اور ان کے ہاں سفارش کرتے ہیں ایسے کاموں میں جن کو وہ بادشاہ دوست رکھتے ہوں اور ایسے کاموں میں بھی جن کو وہ پسند نہیں کرتے۔

سوال اوّل

مشرکین کس شفاعت کے قائل تھے۔

الجواب

وہ شفاعت محبت کے قائل تھے کیونکہ وہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی لاڈلی بیٹیاں سمجھ کر ان کی عبادت کرتے تھے۔ اسی طرح اپنے باقی معبودوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب مان کر ان کی عبادت کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ا:

وکانت قریش تطوف بالکعبة وتقول واللات والعزی ومناة الثالثة الاخری فانهن الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی وکانوا یقولون بنات الله عزوجل وهن یشفعن الیه۔
(فیض الباری ص ۲۳۸ ج ۴)

ترجمہ: قریش کعبہ کا طواف کرتے وقت یہ کہتے قسم ہے لات اور عزی اور مناۃ تیسرے پچھلے کی بے شک یہ پرندے بلند ہیں اور بے شک ان کی سفارش ضرور قبول کی جاتی ہے اور یہ بھی کہتے تھے کہ یہ اللہ عزوجل کی بیٹیاں ہیں اور یہ اس کے دربار میں سفارش کرتی ہیں۔

سوال دوم

مشرکین مکہ صرف شفاعت دنیویہ کے قائل تھے یا اخرویہ کے بھی اگر اخرویہ کے بھی قائل تھے تو اعتراض لازم آتا ہے کہ جب وقوع آخرت کو نہیں مانتے تھے تو شفاعت اخرویہ کے کیسے معتقد تھے۔

تائید:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ۔ (پ ۱۴ النحل ع ۵)

ترجمہ: اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی سخت قسمیں کہ نہ اٹھائے گا اللہ جو کوئی مر جائے۔

الجواب

مشرکین مکہ صرف شفاعت دنیویہ کے قائل تھے اور شفاعت اخرویہ کے یقیناً منکر تھے ہاں شفاعت اخرویہ کا قول بنا بر فرض آخرت کے کرتے تھے یعنی کہتے تھے کہ اگر بالفرض تمہارے کہنے کے موافق قیامت آ بھی گئی تو وہاں بھی ہمارے بزرگ سفارش کر کے نجات دلوادیں گے جس طرح دنیا میں سفارش کر کے ہماری مرادیں پوری کرادیتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۱:

وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى۔ (پ ۲۵ حٰم السجدہ ع ۶)

ترجمہ: اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے اور اگر مجھے اپنے رب کے پاس جانا ہی پڑا تو یقیناً میرے لیے اس کے پاس اچھا انجام ہے۔

مأخذ نمبر ۲:

وَمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا۔ (پ ۱۵ کہف ع ۵)

ترجمہ: اور نہیں خیال کرتا میں کہ قیامت آنے والی ہے اور اگر کبھی پہنچادیا گیا میں اپنے رب کے پاس پاؤں گا بہتر اس سے وہاں پہنچ کر۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ اندلسیؒ فرماتے ہیں۔

وقال الحسن شفعائنا فی اصلاح معایشنا فی الدنیا لانھم لا یقرون بالبعث۔ (البحر المحیط ۱۳۳ ج ۵)

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں دنیوی گذران کی اصلاح میں اس لیے کہ وہ آخرت کے قائل ہی نہ تھے۔

فہم سلف نمبر ۲: قاضی بیضاویؒ اور علامہ نسفیؒ واللفظ لہ لکھتے ہیں۔

ای فی امر الدنیا ومعیشتھا لانھم کانوا لا یقرون بالبعث واقسموا باللہ جھد ایمانھم لا یبعث اللہ من یموت او یوم القیامۃ ان یکن بعث ونشور۔ (مدارک ص ۱۲۰ ج ۲، بیضاوی ص ۳۶۸ ج ۱)

ترجمہ: یعنی وہ ہمارے سفارشی ہیں دنیا کے معاملات اور اس کی گزران میں اس لیے کہ وہ مرنے کے بعد اٹھنے کے قائل ہی نہیں تھے اور قسمیں اٹھاتے تھے اللہ پاک کی بہت مؤکد کہ نہیں اٹھاوے گا اللہ تعالیٰ ان کو جو مرگئے یا سفارشی ہوں گے قیامت کے دن اگر بعثت ہوئی تو۔

فہم سلف نمبر ۳: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ای انما یحملھم علی

ترجمہ: مشرکین کو ان مورتیوں کی

عبادتھم لھم انھم عمدوا الی اصنام اتخذوھا علی صور الملائکۃ المقربین فی زعمھم فعبدوا تلک الصور تنزیلا لذلک منزلۃ عبادتھم الملائکۃ لیشفعوا لھم عند اللہ تعالٰی فی نصرھم ورزقھم وما ینوبھم من امور الدنیا فاما المعاد فکانوا جاحدین لہ کافرین بہ۔

(ابن کثیر ص ۵۰۴ ج ۴)

عبادت پر یہ چیز اکساتی تھی کہ انہوں نے ملائکہ مقربین کی شکلوں پر اپنے خیال کے مطابق چند مورتیاں بنالیں بظاہر تو وہ ان مورتیوں کی عبادت کرتے لیکن وہ ان مورتیوں کی عبادت کو خود ملائکہ کی عبادت کے قائم مقام ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے تاکہ وہ ملائکہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ان کی سفارش کریں ان کی امداد میں اور روزی میں اور ان چیزوں میں جو ان پر لاحق ہوتی رہتی ہیں دنیا کے معاملات میں سے باقی رہی آخرت اس کے تو وہ تھے ہی منکر۔

فہم سلف نمبر ۴: علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں۔

کفار مکہ آخرت کے تو قائل ہی نہ تھے پھر ملائکہ یا اصنام کی شفاعت کی امید دنیوی کارخانوں میں رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ قضاء وقدر کے کارخانہ میں ان کو بھی دخل ہے یہ سفارش کرکے بیٹا دلواسکتے ہیں تندرستی وفتح وظفر اور ہر قسم کی مراد حاصل کراسکتے ہیں۔ ہندوستان کے بت پرستوں کا بھی اپنے بتوں سے یہی اعتقاد ہے۔ مہادیو وہنومان اور دیگر بتوں کو اسی امید پر پوجا کرتے ہیں بنی آدم میں یہ توہم باطل ایک عرصہ دراز سے چلا آتا ہے اور یہی سبب ہے شرک وبت پرستی کے مروج ہونے کا اس کے مٹانے کے لیے انبیاء علیہم السلام

لگاتار دنیا میں آئے اور خاتم المرسلین ﷺ اولیاء کرام و علماء عظام کو اس کام پر اپنا کارکن بنا کر چھوڑ گئے ہیں۔ (تفسیر حقانی ص ۳۰۹ ج ۶)

فہم سلف نمبر ۵: علامہ تھانویؒ فرماتے ہیں۔

ان کو جو سفارشی مانتے تھے دنیا میں تو تحقیقا اور آخرت میں فرضا کیونکہ وہ آخرت کے قائل نہ تھے جیسا کہ اس آیت میں لَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْ۔
(بیان القرآن ص ۸ ج ۵ یونس)

فہم سلف نمبر ۶: نیز فرماتے ہیں۔

اور اعتقاد سفارش کا حوائج دنیا میں تو تھا ہی اور آخرت میں بنا بر فرض آخرت کے تھا کقولھم وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْٓ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰی۔
(بیان القرآن ص ۲۶ ج ۱۰)

فہم سلف نمبر ۷: علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

جب پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں بے شک بڑا خدا تو ایک ہے جس نے آسمان زمین پیدا کیے مگر ان اصنام (بتوں) وغیرہ کو خوش رکھنا اس لیے ضروری ہے کہ یہ سفارش کر کے بڑے خدا سے دنیا میں ہمارے اہم کام درست کرا دیں گے اور اگر موت کے بعد دوسری زندگی کا سلسلہ ہوا تو وہاں بھی ہماری سفارش کریں گے باقی چھوٹے موٹے کام جو خود ان کے حدود اختیار میں ہیں ان کا تعلق تو صرف ان ہی سے ہے بناء علیہ ہم کو ان کی عبادت کرنی چاہیے۔ (از شیخ الاسلام عثمانیؒ حاشیہ ۴ پ ۱۱ یونس ع ۲)

فہم سلف نمبر ۸: علامہ سید امیر علی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

یعنی دنیا میں جو مہم و سخت کام ہم پر پیش آتے ہیں ان کے پورا ہو جانے میں ہمارے سفارشی ہیں یا اگر قیامت ہوئی تو ہمارے سفارشی ہوں گے۔
(مواہب الرحمن ص ۱۱۶ ج ۳)

فہم سلف نمبر ۹:

یعنی امور دنیا مارا شفاعت می کند واز خدا تعالیٰ درخواست می نماید تا مہمات ما کفایت کند اگر فرضاً بعث وحشر باشد چنانچہ معتقد مؤمنان است مارا از خدا تعالیٰ درخواست کند واز عذاب برہانند۔

(تفسیر حسینی)

ترجمہ: یعنی دنیا کے کاموں میں ہماری سفارش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہماری مشکلات میں ہم کو کافی ہو اور اگر بالفرض مرنے کے بعد اٹھنا اور حشر ہوا جس طرح مومنین کا عقیدہ ہے تو ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے درخواست کر کے ہمیں عذاب سے چھڑالیں گے۔

سوال

اگر کسی ذات کو مختار و متصرف جان کر نہ پکارا جائے بلکہ سفارشی یعنی کام کرا دینے والا سمجھ کر پکارا جائے تو کیا یہ بھی شرک ہے۔

الجواب

سفارشی سمجھ کر پکارنا بھی بلاریب اور یقیناً شرک ہے کیونکہ مشرکین مکہ بہت تھوڑے اور محدود امور میں مختار سمجھ کر پکارتے تھے اور باقی تمام امور میں سفارشی (یعنی کرا دینے والا) جان کر پکارتے تھے۔ یعنی ہم ان حضرات کو درخواست دیتے ہیں اور وہ حضرات خدا تعالیٰ کو درخواست دے کر ہمارے کام کرا دیتے ہیں۔ بہرحال مشرکین مکہ کے اپنے شفعاء کے متعلق دونوں عقیدے تھے۔

اوّل: ان کا مختار اور متصرف ہونا۔

دوم: بذریعہ سفارش منوا کر کرا دینا۔

اور وہ دونوں عقیدوں کے ماتحت ان کی پکار اور باقی عبادتیں بجالاتے تھے لیکن قرآن پاک نے مطلقاً اور بلا فصل ان کی ہر پکار اور ہر عبادت کو شرک قرار دیا ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں بتلایا کہ مختار سمجھ کر پکارنا شرک ہے اور سفارشی سمجھ کر پکارنا شرک نہیں بلکہ یہ بات پلے باندھ لو کہ یہ فرق نہ قرآن میں ہے اور نہ حدیث میں اور نہ صحابہؓ وتابعین، تبع تابعین اور ائمہ متبوعین کے کلام میں ہے بلکہ دل کے کانوں سے سن لو کہ ہمارے پاس نص قرآنی موجود ہے جو صریحۃ البیان ہے اس مضمون میں کہ سفارشی جان کر پکارنا بھی شرک ہے۔

ماخذ نمبر ۱:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (پ ۱۱ یونس ع ۲)

ترجمہ: اور پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا ان کی جو نہ نقصان پہنچا سکیں ان کو نہ نفع اور کہتے ہیں یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس تو کہہ کیا تم اللہ کو بتلاتے ہو جو اس کو معلوم نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور برتر ہے اس سے جن کو شریک کرتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۲:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ

ترجمہ: اور جنہوں نے بنا رکھے ہیں اس سے ورے حمایتی کہ ہم تو ان کو پوجتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو پہنچادیں اللہ کی طرف قریب کے

فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ۔
(پ ۲۳ زمر ع ۱)

درجہ میں بے شک اللہ فیصلہ کر دے گا ان میں جس چیز میں وہ جھگڑ رہے ہیں البتہ راہ نہیں دیتا اس کو جو ہو جھوٹا حق نہ ماننے والا۔

فائدہ

لِيُقَرِّبُونَآ والے جملہ سے مراد حاجات دنیویہ میں سفارش کرنا ہے چنانچہ علامہ تھانویؒ لِيُقَرِّبُونَآ تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۱:

کہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں یعنی ہمارے حوائج یا عبادات کو خدا کے حضور میں پیش کر دیں جیسا دنیا میں وزراء دربار سلاطین میں اس کام کے ہوتے ہیں۔ (بیان القرآن ص ۱۶ ج ۱۰)

فہم سلف نمبر ۲: علامہ سید امیر علی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارا حال کہہ سن کر ہم کو مال و اولاد دلا دیں بلکہ تقرب سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم کو دنیا کی مال و متاع دلوا دیں اس واسطے کہ یہ لوگ سوائے حیات دنیا کے کچھ قائل ہی نہ تھے۔ (مواہب الرحمن ص ۲۲۲ ج ۶)

فہم سلف نمبر ۳: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

عن زيد بن اسلم وابن زيد إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ اى ليشفعوا لنا ويقربونا عنده منزلة۔
(ابن کثیر ص ۴۵ ج ۴)

ترجمہ: زید بن اسلم اور ابن زید سے لِيُقَرِّبُونَآ کی تفسیر میں یہ معنی منقول ہے یعنی تاکہ سفارش کریں ہمارے لیے اور قریب کر دیں ہمیں اس کے دربار میں باعتبار مرتبہ کے۔

فہم سلف نمبر ۴: حضرت قتادہؒ **یُقَرِّبُوْنَا** کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

الا لیشفعوا لنا عند اللہ۔
(ابن جریر ص ۱۹۱ ج ۲۳)

ترجمہ: تاکہ ہمارے لیے سفارش کریں اللہ تعالیٰ کے دربار میں۔

فہم سلف نمبر ۵: حافظ ابن جریر طبریؒ اور علامہ مراغیؒ واللفظ لہ لکھتے ہیں۔

یقولون اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا عند اللہ منزلۃ ویشفعوا لنا عندہ فی حاجاتنا۔
(مراغی ص ۱۴۲ ج ۲۳، ابن جریر ص ۱۹۱ ج ۲۳)

ترجمہ: کہتے ہیں ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمارے مرتبے اللہ تعالیٰ کے دربار میں قریب کر دیویں اور ہماری مرادوں کے پورا ہونے میں اس کے دربار میں ہمارے لیے سفارش کرتے رہیں۔

فائدہ

یہ آیت بھی صریح ہے اس مضمون میں کہ مشرکین اپنے معبودوں کو دنیوی کاموں میں سفارشی مان کر ان کی پکاریں اور باقی عبادتیں کرتے تھے لیکن اس تاویل کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو کذاب اور کفار فرمایا۔ معلوم ہوا کسی غیر اللہ کو سفارشی مان کر اس کو پکارنا اور اس کی عبادت کرنا کفر ہے۔

مقدمہ ثانیہ
دربیان اہمیت مسئلہ الٰہ

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے رسول گزرے ہیں ہر ایک نے اپنی امت کو سب سے پہلے یہی مسئلہ سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی کسی تاویل سے بھی الٰہ (معبود) نہیں ہے۔ اسی طرح تمام کتب سماویہ میں بھی بڑے اہتمام کے

ساتھ یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

جمیع انبیاء علیہم السلام اور مسئلہ توحید

ماخذ نمبر ۱:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ (پ ۱۷ انبیاء ع ۲)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ میرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں اس لیے صرف میری ہی بندگی کرو۔

ماخذ نمبر ۲:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ (پ ۱۴ نحل ع ۵)

ترجمہ: اور ہم نے ہر امت میں یہی پیغام دے کر رسول بھیجا کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو اور طاغوت (کی عبادت) سے بچو۔

فہم سلف: حافظ ابن کثیر دمشقیؒ فرماتے ہیں۔

ای فی کل قرن وطائفة من الناس رسولا وکلهم یدعون الی عبادة الله وینهون عن عبادة ماسواه۔ (ابن کثیر ص ۵۶۸ ج ۲)

ترجمہ: یعنی ہم نے ہر زمانہ اور ہر طائفہ میں رسول بھیجے ہیں اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے اور ہر ماسوئ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکتے رہے۔

کتب سماویہ اور مسئلہ توحید

ماخذ نمبر ۱:

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍۙ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ۔
(پ ۱۱ ھود ع ۱)

ترجمہ: یہ کتاب ہے کہ پختہ ہیں اس کی آیات پھر کھولی گئی ہیں ایک حکمت والے خبر دار کے پاس سے تاکہ نہ عبادت کرو مگر اللہ کی۔

ماخذ نمبر ۲:

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا۔
(پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۱)

ترجمہ: اور دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور کیا اس کو ہدایت بنی اسرائیل کے واسطے کہ نہ ٹھہراؤ میرے سوا کسی کو کارساز۔

ماخذ نمبر ۳:

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ۔
(پ ۱۷ انبیاء ع ۲)

ترجمہ: کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اس سے ورے اور معبود تو کہہ لاؤ اپنی سند یہی بات ہے میرے ساتھ والوں کی اور یہی بات ہے مجھ سے پہلوں کی۔

فہم سلف: علامہ ابن کثیر دمشقیؒ فرماتے ہیں۔

وذکر من قبلی یعنی الکتب

ترجمہ: یعنی کتب سماویہ متقدمہ

المتقدمۃ علی خلاف ما تقولونہ وتزعمونہ فکل کتاب انزل علی کل نبی ارسل ناطق بانہ لا الہ الا اللہ۔

(ابن کثیر ص۱۷۶ ج۳)

مخالف ہیں اس کے جو تم کہتے ہو اور گمان کرتے ہو پس ہر کتاب جو اتاری گئی ہر نبی پر جو بھیجا گیا یہ کہنے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

بیان خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔

(پ۱۶ کہف ع۱۲)

ترجمہ: تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے مجھ کو کہ معبود تمہارا ایک معبود ہے سو پھر جس کو امید ہو ملنے کی اپنے رب سے سو وہ کرے کچھ کام نیک اور شریک نہ کرے اپنے رب کی بندگی میں کسی کو۔

بیان نوح علیہ السلام

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ (پ۸ اعراف ع۸)

ترجمہ: بے شک بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف پس اس نے کہا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا میں خوف کرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے۔

بیان ہود علیہ السلام

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ (پ۸ الاعراف ع۹)

ترجمہ: اور قوم عاد کی طرف بھیجا ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا سو کیا تم ڈرتے نہیں۔

بیان لوط علیہ السلام

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (عبادة غیر الله۔ عباسی)، اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ، وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ (على التوحيد۔ عباسی) مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (پ۱۹ شعراء ع۹)

ترجمہ: جب کہ فرمایا ان کے بھائی لوط نے کیا نہیں بچتے ہو تم غیر اللہ کی عبادت سے بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں امین سو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میرا کہا مانو اور نہیں مانگتا تم سے تبلیغ توحید پر کوئی اجرت میری اجرت تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

فہم سلف: علامہ ابن کثیر دمشقیؒ فرماتے ہیں۔

فدعاهم الى الله عزوجل ان يعبدوه وحده لاشريك له وان يطيعوا رسولهم الذي

ترجمہ: سو حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی کہ بلاشرکت غیرے

بعثه الله اليهم ونهاهم عن معصية الله وارتكاب ما كانوا قد ابتدعوه في العالم مما لم يسبقهم احد من الخلائق الى فعله من اتيان الذكور دون الاناث۔
(ابن کثیر ص ۳۴۴ ج ۳)

صرف اسی کی عبادت کریں اور اپنے رسول کی اطاعت کریں جو اللہ نے ان کی طرف بھیجا ہے اور جو ان کو اللہ کی نافرمانی سے روکتا ہے اور بالخصوص ارتکاب لواطت سے جس کو انہوں نے جہان میں ایجاد کیا تھا اور سارے جہان والوں میں سے کسی ایک نے بھی اس کام کی طرف پہل نہیں کی۔

فائدہ

قارئین کرام! حافظ ابن کثیرؒ کی عبارت صریح ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے بلاریب اپنی قوم کو دو باتوں کی دعوت دی تھی؛ پہلی دعوت توحید کی اور دوسری دعوت لواطت کو ترک کرنے کی کیونکہ جس قوم میں وہ بھیجے گئے تھے وہ دو بیماریوں میں مبتلا تھے ایک شرک اور دوسری لواطت۔

ماخذ: علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں۔

وہاں کے لوگ علاوہ بت پرست ہونے کے لونڈے باز بھی تھے۔

(تفسیر حقانی ص ج)

اور یہ بات مذہبا ممکن ہی نہیں ہے نہ عقلاً نہ نقلاً کہ رسول خدا ﷺ اپنی ساری تبلیغی زندگی میں صرف لواطت سے روکتے رہیں اور شرک جیسی مہلک مرض سے روکنے کا نام ہی نہ لیں۔

اوّلاً اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور سورۃ نحل میں اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ ہر رسول کو اللہ تعالیٰ نے توحید اور نفی شرک کی تبلیغ کے لیے مبعوث

فرمایا ہے تو بناء علیہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس مسئلہ کے لیے پیغمبر مبعوث ہوئے اس کی دعوت نہ دیں۔

ثانیاً اگر آپ کی تبلیغ صرف ترک لواطت پر بند تھی اور وہ لواطت سے تائب ہو جاتے لیکن شرک سے تائب نہ ہوتے تو یقیناً وہ نجات نہ پا سکتے تھے کیونکہ توحید کے بغیر نزعاً نجات نہیں ہے پھر تبلیغ ترک لواطت کا کیا فائدہ جب اس کے ذریعہ نجات نہیں پا سکتے۔ہاں اگر وہ موحد مسلمان ہوتے پھر ترک لواطت پر نجات پا جاتے حالانکہ یہ مشرک تھے۔ بہر حال لازمی طور پر آپ کی تبلیغ کا جزو اوّل نفی شرک تھا پھر نفی لواطت۔

بیان صالح علیہ السلام

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ۔

(پ ۱۲ ھود ع ٦)

ترجمہ: اور ثمود کی طرف بھیجا ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی معبود نہیں تمہارا اس کے سوا اسی نے بنایا تم کو زمین سے اور بسایا تم کو اس میں سو گناہ بخشواؤ اس سے اور رجوع کرو اس کی طرف تحقیق میرا رب نزدیک ہے قبول کرنے والا۔

بیان ابراہیم علیہ السلام

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا، اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ

ترجمہ: اور ذکر کر تو کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا بے شک تھا وہ سچا نبی جب کہا اپنے باپ سے اے

تَعۡبُدُ مَا لَا یَسۡمَعُ وَلَا یُبۡصِرُ وَلَا یُغۡنِیۡ عَنۡکَ شَیۡئًا۔
(پ ۱۶ مریم ع ۳)

میرے باپ کیوں پوجتا ہے اس کو جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ کام آئے تیرے کچھ۔

بیان شعیب علیہ السلام

وَاِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَیۡبًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَیۡرُهٗ۔
(پ ۸ الاعراف ع ۱۱)

ترجمہ: اور مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا۔

بیان موسیٰ وہارون علیہما السلام

وَاَنَا اخۡتَرۡتُکَ فَاسۡتَمِعۡ لِمَا یُوۡحٰی، اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکۡرِیۡ۔
(پ ۱۶ طٰہٰ ع ۱)

ترجمہ: اور میں نے تجھ کو پسند کیا ہے سو تو سنتا رہ جو حکم ہو، میں اللہ ہوں کسی کی بندگی نہیں سوائے میرے سو میری بندگی کر اور نماز قائم رکھ میری یادگاری کو۔

بیان یعقوب علیہ السلام

اَمۡ کُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ یَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ ۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِیۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ

ترجمہ: کیا تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوب کے موت جب کہا اپنے بیٹوں کو تم کس کی عبادت

بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهِمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (پ البقرہ ع ۱۶)

کروگے میرے بعد بولے ہم بندگی کریں گے تیرے رب کی اور تیرے باپ دادوں ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کے رب کی، وہی ایک معبود ہے اور ہم سب اس کے فرمانبردار ہیں۔

بیان یوسف علیہ السلام

اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ، وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ، يٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ

ترجمہ: میں نے چھوڑا دین اس قوم کا کہ ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور آخرت کے وہ لوگ منکر ہیں اور میں اپنے باپ دادا ابراہیمؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کے دین کی پیروی کرتا ہوں ہمارا کام نہیں کہ شریک بنائیں اللہ کا کسی چیز کو یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن بہت لوگ احسان نہیں مانتے، اے قید خانہ کے ساتھیو! بھلا معبود جدا جدا بہتر ہیں یا اللہ اکیلا زبردست۔ کچھ نہیں پوجتے ہو سوائے اس کے مگر نام ہیں جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ

اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (پ ١٢ یوسف ع ٥)

دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے ان کی کوئی سند، حکومت نہیں ہے کسی کی سوائے اللہ کے اس نے فرمادیا کہ نہ پوجو مگر اس کو یہی ہے راستہ سیدھا پر بہت لوگ نہیں جانتے۔

بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام

١۔

وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ (پ ٦ المائدہ ع ١٠)

ترجمہ: اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا بیشک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی نہیں گناہ گاروں کی مدد کرنے والا۔

٢۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔

ترجمہ: میں نے تو ان سے وہی کہا جس کا تو نے حکم دیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا اور میں ان سے خبر دار تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو پورا پورا قبض کرلیا تو تو ہی تھا خبر رکھنے والا

(پ ۷ المائدہ ع ۱۶) | ان کی اور تو ہر چیز سے خبر دار ہے۔

۳۔
اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ۔(پ ۲۵ زخرف ع ۶)

ترجمہ: بے شک اللہ وہی ہے میرا رب اور تمہارا رب سو اسی کی بندگی کرو یہی سیدھی راہ ہے۔

بیان الیاس علیہ السلام

وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ، اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ، اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ، اللّٰہَ رَبَّکُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ۔
(پ ۲۳ الصافات ع ۴)

ترجمہ: اور تحقیق الیاس (بھی) رسولوں میں سے ہے جب اس نے کہا اپنی قوم سے کیا تم ڈرتے نہیں کیا تم پکارتے ہو بعل کو اور چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو جو اللہ ہے رب تمہارا اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا۔

باب الشبہات

شبہ اوّل

مشرکین مکہ اس لیے مشرک تھے کہ اپنے معبودوں کی صفات کو کماً اور کیفاً اللہ تعالیٰ کی صفات کے برابر مانتے تھے یعنی وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہمارے معبودوں کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات جیسی ہیں یعنی ذاتی ہیں عطائی اور وہبی نہیں ہیں اسی طرح وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہمارے معبودوں کی صفات مثلاً "علم وقدرت" اللہ تعالیٰ کے علم

وقدرت کے برابر ہے یعنی غیر محدود اور غیر متناہی ہے اس سے کم نہیں ہے اگر وہ اپنے معبودوں کی صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات جیسا یعنی ذاتی نہ مانتے بلکہ عطائی اور وہبی مانتے تو مشرک نہ بنتے اسی طرح وہ اپنے معبودوں کی صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات کے برابر نہ مانتے بلکہ کم مانتے تو مشرک نہ بنتے۔

خلاصہ اَوّلاً یہ کہ سائل کے نزدیک شرک کا مدار صرف مساوات کمی وکیفی پر ہے۔

ثانیاً اینکہ مشرکین مکہ بھی مساوات کے قائل تھے یعنی ان کا شرک بھی یہی مساوات والا تھا۔

مقصد الغلات

غالی صاحبان کا اس ہیر اپھیری سے مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے شرک پر پردہ پڑ جائے کیونکہ ہم اپنے بزرگوں کے علم غیب اور تصرف کو اللہ پاک کے علم اور تصرف کے برابر اور اس جیسا نہیں مانتے بلکہ کم اور عطائی مانتے ہیں۔

الجواب اوّلاً

اینکہ بفرض محال چند لمحوں کے لیے مان بھی لیا جائے کہ مشرکین مکہ اپنے معبودوں کی صفات ذاتی اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے برابر مانتے تھے تو اس سے یہ کس طرح لازم آتا ہے کہ شرک صرف اسی کا نام ہے کہ کسی ہستی کی صفات کو ذاتی اور اللہ تعالیٰ کے برابر مانا جائے کیا آپ کے پاس کوئی شرعی دلیل ہے جس سے ثابت ہو کہ شرک صرف ان عقائد ورسوم کا نام ہے جو مشرکین مکہ کرتے تھے۔ پھر تو بت پرستی کے علاوہ کسی شے کی پوجا کو شرک نہ کہو حتی کہ مجوسیوں کو بھی مشرک نہ کہو کیونکہ وہ بت پرست نہیں ہیں بلکہ آگ پرست ہیں اسی طرح نصاریٰ مسیح پرست اور یہود عزیر پرست تھے۔ بس زیادہ

سے زیادہ اتنا کہو گے کہ مشرکین مکہ میں شرک کا ایک مخصوص شعبہ مساوات والا پایا جاتا تھا یہ تو نہیں کہ شرک صرف مشرکین مکہ کے شرک میں بند ہے اور اس کے علاوہ کسی قسم کا شرک شرک ہی نہیں۔

الجواب ثانیاً

سائل کی دونوں باتیں مذہب اسلام میں باطل اور مردود ہیں نہ شرک صرف مساوات میں منحصر ہے اور نہ مشرکین مساوات کے قائل ہی تھے اور یہ عقیدہ (کہ ہمارے معبودوں کے تصرفات اور باقی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کے کمًّا و کیفاً برابر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرح غیر محدود اور غیر متناہی اور محیط بکل شیٔ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرح ذاتی اور مستقل ہیں عطائی نہیں) اگرچہ یقیناً شرک ہے لیکن آفرینش عالم سے لے کر آج تک شرک کی دنیا میں اس مساوات والے شرک کا وجود کبھی اور کہیں نہیں پایا گیا اور مشرکین امم ماضیہ ہوں یا مشرکین مکہ ہوں ان کے وہم و گمان میں بھی یہ مساوات والا عقیدہ نہیں تھا بلکہ مشرکین قوم نوحؑ سے لے کر مشرکین مکہ تک سب کا اتفاقی عقیدہ یہی تھا کہ ہمارے معبودوں کے تصرفات اور صفات ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہیں غیر محدود نہیں بلکہ محدود ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے کمًّا اور کیفاً برابر نہیں ہیں بلکہ ان سے کم ہیں مگر بایں ہمہ تمام کتب سماویہ کی قطعی شہادت ہے کہ وہ مشرک تھے اور مختلف اقسام عذاب میں مبتلا ہو کر تباہ ہوئے تو نتیجہ یہ نکلا کہ شرک معبودوں کی صفات کو صفات الٰہیہ کے کمًّا و کیفاً برابر ماننے میں منحصر نہیں بلکہ عطائی اور کم ماننا بھی یقیناً شرک ہے اور قطعی شرک ہے ورنہ سائل کے نظریہ کے تحت تو لازم آتا ہے کہ تمام مشرک قومیں جو عطائی اور کم والا عقیدہ رکھتی تھیں نہ وہ مشرک ہوں اور نہ ان کا عطائی اور کم والا شرک شرک ہی ہو اور تمام کتب سماویہ اور تمام انبیاء علیہم السلام کا ان پر شرک و کفر کا فتویٰ دینا معاذ اللہ ناحق ہو اور ان پر دنیا و آخرت میں عذاب کا نازل ہونا العیاذ باللہ تعالیٰ ظلم ہو بلکہ

سائل کے سوال کے مطابق تو لازم آتا ہے کہ ہر زمانہ میں دنیا شرک اور مشرکین سے پاک اور صاف رہی ہو کیونکہ شرک آپ کے نزدیک صرف برابر اور مستقل ماننے کا نام ہے اور اس برابری اور استقلال کا عقیدہ رکھنے والا امام رازی" کے زمانہ تک پیدا نہیں ہوا حالانکہ قرآنی بیان یہ ہے کہ دنیا میں اکثریت مشرکین کی رہی ہے۔

ماخذ نمبر ا:

ومایؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔ (پ ۱۲ یوسف ع ۱۲)	ترجمہ: اور ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو اللہ کو مانتے بھی ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔

یعنی دنیا میں ہر وقت اکثریت مشرکین کی رہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو خالق مان کر معبودیت میں اس کا شریک بناتے رہے۔

ماخذ نمبر ۲:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ۔ (پ ۲۱ روم ع ۵)	ترجمہ: تو کہہ زمین پر چلو پھرو تو دیکھو کیسا ہوا انجام پہلے لوگوں کا ان میں زیادہ تر شرک کرنے والے تھے۔

فائدہ

قارئین کرام کی سہولت کے لیے دو عنوان عرض کرتا ہوں ایک منفی دوسرا مثبت۔

عنوان اوّل منفی

مشرکین مکہ اپنے معبودوں کی ذوات اور صفات کو مستقل اور ذاتی اور اللہ تعالیٰ کی

صفات کے کما کیفا برابر قطعاً نہیں مانتے تھے یعنی نہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے برابر مانتے اور نہ ان کے مثل مانتے تھے۔

ماخذ نمبر ۱: علامہ عمادیؒ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

والحال انھم ما زعموا انھا تماثلہ فی ذاتہ تعالیٰ وصفاتہ۔ (روح المعانی ص ۱۹۱ ج ۱، ابو السعود ص ۷۶ ج ۱)

ترجمہ: اور حال یہ ہے کہ بے شک مشرکین یہ گمان ہی نہیں کرتے تھے کہ ہمارے معبود اللہ تعالیٰ کے برابر ہیں اس کی ذات وصفات میں۔

ماخذ نمبر ۲: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ومع ھذا فقد اشرکوا معہ فی الالھیۃ فعبدوا غیرہ معہ مع اعترافھم ان الذین عبدوھم لا یخلقون شیئا ولا یملکون شیئا ولا یستبدون بشیء بل اعتقدوا انھم یقربونھم الیہ زلفیٰ۔ (ابن کثیر ص ۵۲ ج ۱)

ترجمہ: اور اس کے باوجود انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معبودیت میں شرک کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر خدا کی عبادت کی اس اقرار کے باوجود کہ بے شک وہ ہستیاں جن کی یہ عبادت کرتے ہیں نہ پیدا کر سکتے ہیں کسی شئے کو اور نہ کسی شئے کے مالک ہیں اور نہ کسی کام کا مستقل اختیار رکھتے ہیں بلکہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ صرف ان کو خدا کے قریب کر دیتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۳: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

اعلم انہ لیس فی العالم

ترجمہ: یقین جانیو کہ سارے جہان

احد یثبت للہ شریکا یساویہ فی الوجود والقدرۃ والعلم والحکمۃ وھذا مما لم یوجد الی الاٰن لکن الثنویۃ یثبتون الٰھین احدھما حلیم یفعل الخیر والثانی سفیہ یفعل الشر واما اتخاذ معبود سوی اللہ تعالٰی ففی الذاھبین الی ذلک کثرۃ۔ (تفسیر کبیر ص ۱۱۲ ج ۲)

میں کوئی ایک مشرک بھی ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالٰی کے لیے ایسے شریک مانے جو قدرت اور وجود اور علم و حکمت میں اس کے برابر ہوں اور یہ عقیدہ مساوات والا ایسی چیز ہے جو اب تک جہان میں نہیں پایا گیا ہاں فرقہ ثنویہ دو الٰہ مانتے ہیں ایک حلیم جو اچھے کام کرتا ہے اور دوسرا سفیہ جو برے کام کرتا ہے باقی رہا اللہ تعالٰی کے سوا معبود بنانا سو اس کی طرف جانے والوں کی کثرت ہے۔

ماخذ نمبر ۴: شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

فان المشرکین لم یکن احد منھم یقول ان العالم له خالقان ولا ان اللہ معه الٰه یساویه فی صفاته ھذا لم یقله احد من المشرکین بل کانوا یقرون بان خالق السمٰوات والارض واحد۔ (صراط مستقیم ص ۴۴۲)

ترجمہ: مشرکین میں ایک بھی ایسا نہیں تھا جو اس بات کا قائل ہو کہ جہان کے خالق دو ہیں اور نہ اس عقیدے کا قائل تھا کہ اللہ تعالٰی کے سوا اور بھی ایسے معبود ہیں جو اس کی صفات میں اس کے برابر ہیں یہ ایسا عقیدہ ہے کہ کوئی ایک مشرک بھی اس کا قائل نہیں ہوا بلکہ وہ اقرار کرتے تھے کہ آسمانوں اور زمین

کا خالق ایک ہے۔

ماخذ نمبر ۵: علامہ معین بن صفی فرماتے ہیں۔

او تعلمون ان الانداد لا تماثله بوجه۔
(جامع البیان ص ۷)

ترجمہ: اور تم جانتے ہو کہ معبودان باطلہ کسی لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں ہیں۔

ماخذ نمبر ۶: حافظ ابن قیم فرماتے ہیں۔

ومن المعلوم انهم انما سووهم به سبحانه فی الحب والتأله والعبادة والا فلم یقل احد قط ان الصنم او غیره من الانداد مساو لرب العلمین فی صفاته وفی افعاله وفی خلق السموات وفی خلق عابده ایضا وانما کانت فی المحبة والعبادة۔
(تفسیر القیم ص ۱۱۴)

ترجمہ: اور یہ بات یقینی ہے کہ مشرکین نے اپنے معبودوں کو اللہ سبحانہ کے برابر مانا تھا لیکن صرف محبت، الوہیت اور عبادت میں ورنہ کسی ایک نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ صنم یا اس کے سوا باقی شرکاء بھی رب العالمین کے برابر ہیں صفات میں، افعال میں، آسمانوں کے پیدا کرنے اور خود اپنے عابدوں کے پیدا کرنے میں برابری صرف محبت اور عبادت میں تھی۔

فائدہ

اکابر علماء نے ان حوالوں میں مماثلت، مساوات، استبداد، ملک، خلق کی صراحت نفی فرما کر یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ مشرکین اپنے معبودوں کے صفات اور کمالات کو اللہ تعالیٰ کے صفات کے کماً اور کیفاً برابر یعنی مستقل وذاتی اور غیر محدود نہیں مانتے تھے خصوصاً حافظ ابن کثیر کا حوالہ "لا یستبدون بشیئ" اس میں تو عالمگیر عموم ہے کیونکہ اوّلاً شیئ

کا کلمہ مادۂ عام ہے ثانیاً نکرہ ہے ثالثاً نفی کے بعد ہے تو مشرکین کا عقیدہ اپنے معبودوں کے حق میں یہ بنے گا کہ ہمارے معبود کسی شئے میں مستقل نہیں ہیں بلکہ ان کی تمام صفات خداداد اور عطائی ہیں اسی طرح علامہ معین بن صفی کا حوالہ بھی عموم میں صریح ہے کیونکہ وجہ نکرہ ہے اور نفی کے بعد ہے مطلب یہ ہو گا کہ ہمارے معبود کسی لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں ہیں۔

الحاصل اتنی واضح عبارات کے بعد بھی جو شخص بضد ہو کہ مشرکین اپنے معبودوں کے صفات کو مستقل اور ذاتی مانتے تھے ایسے لاعلاج کا علمی دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

سوال

آپ نے تو ثابت کیا ہے کہ مشرکین مکہ برابری اور استقلال کے قائل نہیں تھے حالانکہ قرآن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ برابری کے قائل تھے۔

ماخذ نمبر ۱:

ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ۔ (پ ۷ انعام ع ۱)	ترجمہ: پھر بھی یہ کافر اوروں کو اپنے رب کے ساتھ برابر ٹھہراتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۲:

اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (پ ۱۹ شعراء ع ۵)	ترجمہ: جب ہم تمہیں رب العالمین کے برابر کیا کرتے تھے۔

الجواب

مفسرینؒ یعدلون کی دو توجیہیں کرتے ہیں۔

اوّل بمعنی عدول یعنی توحید سے روگردانی کرنا۔

ماخذ: علامہ زمخشری فرماتے ہیں۔

یعدلون عن الحق الذی ھو التوحید۔ (کشاف ص ٧٦ ٣ ج ٣)	ترجمہ: روگردانی کرتے ہیں حق سے جو توحید ہے۔

دوم تسویہ یعنی برابر کرنا پہلی توجیہ پر تو سوال وارد نہیں ہوتا باقی رہی دوسری توجیہ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ ان آیتوں میں مساوات سے ذات وصفات اور افعال میں مساوات قطعاً مراد نہیں بلکہ عبادت، محبت اور تسمیہ میں مساوات مراد ہے اور تمام مفسرین حضرات نے بھی بالاتفاق یہی مراد لی ہے یعنی تعظیمات مخصوصہ الٰہیہ مثلاً سجدہ، پکار، استمداد، نذرونیاز، طواف، اعتکاف، حلف، تحریمات کو معبودوں کے لیے ادا کرتے اور اللہ تعالیٰ والی محبت "مافوق الاسباب" ان کے ساتھ رکھتے اور تسمیہ مخصوصہ یعنی الٰہ کا استعمال ان پر کرتے۔

ماخذ نمبر ١: مفسر خازنؒ، مفسر مہائمیؒ، مفسر سیوطیؒ اور علامہ آلوسیؒ واللفظ لہ لکھتے ہیں۔

یسوون بہ غیرہ فی العبادۃ۔ (جلالین ص ١١٢ ج ١، ابوالسعود ص ١١٧ ج ٢، خازن ص ٩٦ ج ٢، مہائمی ص ٢٠٨ ج ١)	ترجمہ: برابر کرتے ہیں اس کے ساتھ اس کے ماسوا کو عبادت میں۔

ماخذ نمبر ٢: علامہ سیوطیؒ، قاضی بیضاویؒ، علامہ ابوالسعود عمادیؒ اور علامہ آلوسیؒ واللفظ لہ لکھتے ہیں۔

لانا سوینا کم ایھا الاصنام فی استحقاق العبادۃ برب العلمین۔ (روح المعانی ص ١٠٣ ج ١٩، بیضاوی ص ١٢٨ ج ٢، جلالین ص ٣١٣ ج ٢، ابوالسعود ص ٧٠ ج ٣)	ترجمہ: اس لیے کہ ہم نے برابر کیا تھا تم کو اے معبودو! استحقاق عبادت میں رب العالمین کے ساتھ۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ معین بن صفیؒ، علامہ اندلسیؒ، علامہ خازنؒ اور علامہ بغویؒ واللفظ لہ لکھتے ہیں۔

فنعبدکم۔ (معالم ص ۱۰۰ ج ۵، خازن ص ۱۰۰ ج ۵، جامع البیان ص، البحر المحیط والدر اللقیط ص ۲۷ ج ۷)	ترجمہ: برابر کرنے سے مراد یہ ہے کہ ہم تمہاری عبادت کرتے تھے۔

سوال

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا۔ پ البقرع ۳" حالانکہ ند کہتے ہیں جو ذات وصفات میں شئے کا مدمقابل اور ہم پلہ ہو یعنی قوت وزور میں جس معیار کا ایک ہو دوسرا بھی بعینہٖ اسی معیار کا ہو اور افعال میں اس کا مخالف ہو۔

ماخذ:

والند المثل المناوی۔ (بیضاوی ص ۳۱ ج ۱)	ترجمہ: اور ند ہمسر مخالف کو کہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین اپنے معبودوں کو ذات وصفات میں مستقل اور اللہ تعالیٰ کا مدمقابل اور افعال میں مخالف مانتے تھے۔

الجواب اوّلاً

مشرکین اس نظریہ ہمسر اور مخالف والے کے نہ تو معتقد تھے اور نہ قائل بلکہ یہ بات پلے باندھ لو کہ مشرکین کے وہم وگمان میں بھی یہ بات کبھی نہ آئی تھی کہ ہمارے معبود اللہ تعالیٰ کے مدمقابل اور مخالف ہیں کیونکہ وہ اپنے معبودوں کو دربار ایزدی میں سوالی اور سفارشی اور قرب کا ذریعہ سمجھ کر انہیں پکارتے اور ان کی عبادت کرتے تھے نہ

ہمسر اور مخالف مان کر۔

قارئین کرام وہ ایسا عقیدہ کیسے رکھ سکتے تھے جب کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہمارے معبود اللہ تعالیٰ کے عابد اور اس سے حاجت روائی اور مرادیں مانگنے والے ہیں اور وہ ان کا معبود، حاجت روا، مشکل کشا اور نفع ونقصان کا مالک ہے۔

نیز وہ واجب، قدیم، خالق کل، مالک کل، بادشاہ کل اور یہ فانی، حادث، مخلوق محض، مملوک، غلام اور ماتحت، نواب وملازم، اور وہ امور عظام کا متصرف اور مختار اور یہ ان میں مجبور محض اور وہ جس کام کا فیصلہ فرمادے یہ اس کو رد نہیں کر سکتے اور جس مجرم کو وہ پکڑے یہ چھڑوا نہیں سکتے۔ اور دریائی مصائب میں صرف اللہ تعالیٰ مشکل کشا ہے اور ہمارے معبودوں کا وہاں چارہ نہیں چلتا اگر وہ مخالف والا عقیدہ رکھتے تو صاف کہتے کہ اللہ تعالیٰ جب ہمیں کشتیوں میں غرق کرنا چاہتا ہے تو ہمارے معبود اس کی مخالفت کر کے ہمیں بچالیتے ہیں اور اس کے مبرم فیصلے کو توڑ دیتے ہیں اور اس کے پکڑے ہوئے مجرم کو چھڑا لیتے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ آلوسیؒ واللفظ لہ اور قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں۔

والحال انھم ما زعموا انھا تماثلہ فی ذاتہ تعالیٰ وصفاتہ ولا تخالفہ فی افعالہ وانما عبدوھا لتقربھم الیہ سبحانہ زلفی۔ (روح المعانی ص ۱۹۱ ج ۱)

ترجمہ: اور معاملہ یہ ہے کہ مشرکین کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ہمارے معبود ذات اور صفات میں اللہ تعالیٰ کے برابر ہیں اور افعال میں اس کے مخالف ہیں اور وہ اپنے معبودوں کی عبادت محض اس لیے کرتے تھے کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں قریب کر دیں۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں۔

کانوا یسمون اصنامھم

ترجمہ: مشرکین اللہ تعالیٰ کے نام پر

باسمہ ویعظمونھا بما یعظم بہ من القرب وما کانوا یزعمون انھا تخالف اللہ وتناویہ۔
(کشاف ص۹۵ ج۱)

اپنے معبودوں کے نام رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی مخصوص تعظیمات کے ساتھ ان کی تعظیمات کرتے لیکن بایں ہمہ وہ یہ گمان ہی نہیں کرتے تھے کہ ہمارے معبود اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور بغاوت کر سکتے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۳: محدث عبدالحق دہلویؒ فرماتے ہیں۔

وبت پرستان اگرچہ بتاں را مانند خدا ومخالف او تعالیٰ نمی دانند ونمی گویند۔ (اشعۃ اللمعات ص ۷۲ ج۱)

ترجمہ: اور بت پرست اگرچہ بتوں کو اللہ تعالیٰ کے مثل اور اس کے مخالف نہ جانتے تھے اور نہ کہتے تھے۔

فہم سلف نمبر ۴: شیخ زادہؒ لکھتے ہیں۔

یعنی ان الاصنام لیست انداد اللہ تعالیٰ لا حقیقۃ وھو ظاھر ولا بحسب اعتقادھم لاعتقادھم انھا وسائل مقتربۃ الیہ تعالیٰ فی اعتقادھم لا انداد معادیۃ۔
(شیخ زادہ ص۱۸۹ ج۱)

ترجمہ: مطلب یہ ہے کہ بت اللہ تعالیٰ کے ند نہیں ہیں نہ حقیقت میں اور وہ ظاہر ہے نہ باعتبار مشرکین کے عقیدہ کے اس لیے کہ ان کا اعتقاد تھا کہ وہ معبودان باطلہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہیں قرب کا نہ ہمسر مخالف۔

فہم سلف نمبر ۵: علامہ سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں۔

یرید انھم وان لم یعتقدوا الندیۃ۔
(حاشیہ عبدالحکیم علی البیضاوی ص ۲۲۹)

ترجمہ: بے شک مشرکین اگرچہ ندیت کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔

فہم سلف نمبر۶: مفسر اندلسیؒ فرماتے ہیں۔

وسموا اندادا علی جهة المجاز من حيث اشركوهم معه تعالٰی فی التسمية بالالهية والعبادة صورة لاحقيقة لانهم لم يكونوا يعبدونهم لذواتهم بل للتقرب الی الله تعالٰی وكانوا يسمون الله الالٰهة ورب الارباب۔

(البحر المحیط ص۹۹ج۱)

ترجمہ: مشرکین بتوں کو مجازاً انداد کہتے تھے اس لیے کہ ظاہری طور پر وہ اپنے معبودوں کو الٰہ اور معبود کہنے میں شرک کرتے تھے اور ان کو حقیقۃً شریک نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ ان کی عبادت ان کی ذوات کی وجہ سے نہیں بلکہ قرب خداوندی حاصل کرنے کی خاطر کرتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کو الٰہ الآلہہ اور رب الارباب کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

فہم سلف نمبر۷: قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں۔

او منوى وهو انها لا تماثل ولاتقدر علی مثل ما يفعله۔

(بیضاوی ص۱۳۱ج۱)

ترجمہ: اور تعلمون کا مفعول مقدر ہے یعنی تم جانتے ہو کہ وہ معبودان باطلہ اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں ہیں اور ان کاموں کی قدرت نہیں رکھتے جو اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔

الجواب ثانیاً

لیکن ند کا معنی یقیناً وہی ہے جو سائل نے ذکر کیا ہے لیکن باتفاق مفسرین قرآنی استعمال میں یہ معنی مراد نہیں ہے بلکہ قرآنی استعمال میں لفظ ند سے مراد مطلقاً شرکاء ہیں

خواہ ذات میں یا صفات میں یا افعال و تصرفات میں یا نام و محبت میں یا عبادات میں
شرکاء کو خواہ خداوند کریم کا مد مقابل اور برابر کا مخالف مانا جائے یا ماتحت خدا تصور
ان کی پرستش کو محض تقرب خداوندی کا ذریعہ مانا جائے اور پھر ان شرکاء کے
ذاتی اور مستقل مانا جائے یا خداوند کریم کی عطا کردہ تسلیم کیا جائے غرضیکہ شرک کی
اقسام اور صورتیں لفظ ند کے نیچے داخل ہیں اور لفظ ند مد مقابل اور مخالف والے معنی
منحصر نہیں بلکہ مطلقاً شرکاء پر بولا جاتا ہے اگرچہ مد مقابل اور مخالف نہ ہو۔

کلمہ ند کی استعمال

مختصراً یہ کہ جو شئے کسی صفت میں دوسری شئے کے مشابہ ہو عربی محاورہ میں
شئے اسی صفت میں دوسری شئے کی ند کہلاتی ہے اگرچہ باقی صفات میں مشابہت نہ ہو
اگرچہ پہلی شئے دوسری شئے کے مد مقابل و مخالف نہ ہو۔ بہر حال ند کے استعمال کے
کسی ایک وصف میں مماثلت کافی ہے اور جمیع اوصاف میں مماثلت ضروری نہیں یہی
ہے کہ کسی مفسر نے ند سے مد مقابل والا معنیٰ مراد نہیں لیا بلکہ تسمیہ اور عبادت اور
لوازمات عبادت کے شریک مراد لیے ہیں۔

ماخذ نمبر ۱: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

والظاہر من استعمالاتھم اطلاق الانداد علی الشرکاء مطلقاً۔ (روح المعانی ص ۲۴۵ ج ۲۳)	ترجمہ: اور مفسرین کے استعمالات سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ انداد کا مطلق شرکاء پر اطلاق ہے۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ اندلسیؒ لکھتے ہیں۔

ومن شابہ شیئا فی وصف ما قیل ھو مثلہ وشبھہ	ترجمہ: اور جو شخص تشبیہ دیتا ہے کسی شئے کو کسی وصف میں کہا جاوے گا وہ

وند ہ فی ذلك الوصف دون بقية اوصافه۔ (بحر المحیط ص۹۹ ج۱)	اس کے مثل اور مشابہ اور اس کی ند ہے صرف اسی وصف میں نہ کہ اس کے بقیہ اوصاف میں بھی۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ خفاجیؒ فرماتے ہیں۔

وتحقیقه ان الند کما سمعته انفا بحسب اصل اللغة لیس النظیر مطلقًا بل نظیرك الذی یخالفك وینافرك ویتباعد عنك معنیً ثم توسع فیه فاستعمل لمطلق المثل۔ (حاشیہ شہاب خفاجی ص۲۶ ج۲)	ترجمہ: اور تحقیق اس کی یہ ہے کہ کلمہ ند کا جس طرح تو ابھی سن چکا ہے اصل لغت میں مطلق نظیر کے لیے نہیں ہے بلکہ تیری وہ نظیر جو مخالفت اور منافرت کرے تیرے ساتھ اور دور بھاگے تجھ سے پھر فراخی کی گئی اس میں اور اس کو مطلق مثل کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

ماخذ نمبر ۴: علامہ مراغیؒ فرماتے ہیں۔

الانداد هم الذین خضع الناس لهم وقصدوهم فی قضاء حاجاتهم۔ (مراغی ص۶۴ ج۱)	ترجمہ: انداد وہ ہیں جن کے لیے لوگ عاجزی کریں اور حاجات میں ان کا قصد کریں۔

ماخذ نمبر ۵: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

ندا بالکسر ای مثلًا ونظیرًا فی دعائك وعبادتك۔ (مرقات ص۱۲۱ ج۱)	ترجمہ: یعنی مثل اور نظیر تیری پکار اور تیری عبادت میں۔

فائدہ

قارئین کرام کے اطمینان کے لیے ند کی مراد کی تعیین میں مفسرین حضرات کے تفسیری جملے عرض کرتا ہوں۔

ماخذ نمبرا:

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔ (پ البقرہ ع ۳)	ترجمہ: سو کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ۔

فہم سلف نمبرا: مفسر خازنؒ، مفسر بغویؒ، مفسر معین بن صفیؒ لکھتے ہیں۔

ای امثالا لا تعبدونھم کعبادۃ اللہ۔ (خازن ص ۳۳ ج ۱، معالم ص ۳۳ ج ۱، جامع البیان ص ۷ ج ۱)	ترجمہ: پس نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کے لیے مماثل کہ عبادت کرو ان کی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرح۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

شرکاء فی العبادۃ۔ (جلالین ص ج ۱)	ترجمہ: انداد سے مراد عبادت کے شریک ہیں۔

ماخذ نمبر ۲:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔ (پ ۱۳ ابراہیم ع ۵)	ترجمہ: اور مقرر کیے واسطے خدا کے شریک۔

فہم سلف نمبرا: علامہ نسفیؒ، علامہ عمادیؒ، علامہ پانی پتیؒ اور علامہ آلوسیؒ واللفظ لہ لکھتے ہیں۔

ای امثالا فی التسمیۃ او فی العبادۃ (روح المعانی ص ۲۱۹ ج ۱۳، مدارک ص ۲۰۲ ج ۲، ابو السعود ص ۱۹۱ ج ۳، مظہری ص ۲۱ ج ۵)	ترجمہ: یعنی نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کے لیے مثل اور مشابہ نام رکھنے میں یا عبادت میں۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ دمشقیؒ فرماتے ہیں۔

ای جعلوا للہ شرکاء عبدوھم معہ۔ (ابن کثیر ص ۵۳۹ ج ۲)	ترجمہ: یعنی بنائے انہوں نے اللہ پاک کے لیے شریک جن کی عبادت کرتے ہیں اس کے ساتھ۔

ماخذ نمبر ۳:

وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔ (پ ۲۳ زمر ع ۱)	ترجمہ: اور بناتا ہے اللہ پاک کے لیے شریک۔

فہم سلف: علامہ عمادیؒ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

شرکاء فی العبادۃ۔ (ابو السعود ص ۴۵۹ ج ۴، روح المعانی ص ۲۴۵ ج ۲۳)	ترجمہ: نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک عبادت میں۔

فائدہ

بہتر یہ ہے کہ کلمہ ند کی تشریح ہم خود قرآن کریم سے معلوم کریں کہ جو لوگ نزول قرآن کے وقت اپنے بزرگوں کو ند بناتے تھے ان کے ساتھ وہ اعتقادًا و عملاً کیا معاملہ کرتے تھے آیا ان کو ہمسر اور مخالف مانتے تھے یا مقرب اور سفارشی۔ الحمد للہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے ایک جملہ "یحبونھم کحب اللہ" فرما کر ہماری تسلی کرادی۔

برہان اوّل:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ۔ (پ ۲ بقرہ ع ۲۰)	ترجمہ: اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیے۔

طرز استدلال:

مرحلہ اولیٰ اعتقادیہ

قرآنی رہنمائی کلمہ یحبونھم سے یہ ہے کہ مشرکین کا معاملہ اپنے اندادے اعتقاداً صرف یہ تھا کہ ان کے ساتھ محبت رکھتے تھے نہ یہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے ہمسر اور مقابل مانتے تھے لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا تھا کہ ماتحت الاسباب محبت سے تو کوئی مسلمان خالی نہیں ہے بلکہ بعض محبتیں اسلام میں فرض اور عین ایمان ہیں جیسے نبی ﷺ اور ان کے آل واصحاب علیہم الرضوان اور جمیع علماء واولیاء کرام سے تو اس سے لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ سارے مسلمان ہی مشرک بن جاویں کیونکہ تمام مسلمانوں میں بلاریب مخلوق کی محبت پائی جاتی ہے تو قرآن پاک نے اپنے معجزانہ رنگ میں کحب اللہ کا کلمہ بڑھا کر اس شبہ کو دفع فرمادیا کہ مشرکین کی محبت اپنے اندادسے ماتحت الاسباب کے قبیل سے قطعاً نہ تھی اور نہ یہ شرک ہے بلکہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ والی محبت رکھتے تھے جو مافوق الاسباب کے قبیل سے ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کو مافوق الاسباب نفع ونقصان کا مالک اور ہر وقت ہر ایک کی پکار اور فریاد سننے والا اور ہر ایک کے دکھ درد اور حال کو دیکھنے والا، مرادیں پوری کرنے والا، عالم الغیب اور سینے کے راز جاننے والا مان کر اس کے ساتھ محبت رکھتے ہیں اسی طرح وہ اپنے معبودوں کو بھی مافوق الاسباب غیب دان، نفع ونقصان کے مالک، ہر ایک کی پکار سننے والے اور حاضر وناظر مان کر ان سے محبت رکھتے تھے اور اس قسم کی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے مخلوق کے ساتھ جائز نہیں بلکہ شرک ہے۔

مرحلہ ثانیہ عملیہ

یہ تھا کہ یہ شرکیہ محبت چونکہ ایک باطنی چیز تھی اس لیے اس کا اظہار یوں کرتے کہ اس محبت شرکیہ کے ماتحت وہ تعظیمات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً

رکوع، سجدہ، طواف، اعتکاف، پکار، نذر، قسم وغیرہ وہ سب کی سب ان انداد کے لیے بجالاتے نہ یہ کہ ان کو مد مقابل اور مخالف مانتے تھے۔ مفسرین حضراتؒ کی قرآنی سمجھ بھی قابل داد ہے جب انہوں نے دیکھا کہ محبت ایک قلبی چیز ہے اس کا علم اس کے ثمرات اور لوازمات کے بغیر نہیں ہو سکتا اس لیے انہوں نے اس کی تفسیر لازم محبت یعنی تعظیم کے ساتھ کی ہے۔

فہم سلف نمبر۱: چنانچہ علامہ معین بن صفیؒ لکھتے ہیں۔

یعظمونھم کتعظیمہ۔
(جامع البیان ص ۲۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی طرح ان کی تعظیم کرتے ہیں۔

فہم سلف نمبر۲: حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

اخبر تعالیٰ ان من احب من دون اللہ تعالیٰ شیئا کما یحب اللہ تعالیٰ فھو ممن اتخذ من دون اللہ اندادا فھذا ند فی المحبۃ لا فی الخلق والربوبیۃ فان احدا من اھل الارض لم یثبت ھذا الند بخلاف ند المحبۃ فان اکثر اھل الارض قد اتخذوا من دون اللہ اندادا فی الحب والتعظیم۔
(التفسیر القیم ص ۱۴۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو شخص کسی چیز سے ایسی محبت رکھتا ہے جیسی اللہ تعالیٰ کے ساتھ (یعنی مافوق الاسباب) تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا ند بنائے ہیں پس یہ ہمسر ہے محبت میں نہ پیدا کرنے میں اور نہ ربوبیت میں پس بے شک زمین والوں میں سے کسی ایک نے بھی اس ند کو ثابت نہیں کیا بخلاف ند محبت کے پس تحقیق اکثر زمین والوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا محبت اور تعظیم میں بہت سے ند بنا رکھے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۳: شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں۔

وبرخی از ایشاں ارواح مدبرہ وملائکہ موکلہ رابر مخلوقات، یا ارواح انبیاء واولیاء وعباد ورہابین واحبار وعلماء را بے ملاحظہ علاقہ بندگی خداو محبوبیت او بالاستقلال در محبت برابر خدا می سازند ونذور وقرابین بنام آنہا می دہند واحکام ایشاں را بے تأمل در مأخذ آنہا برابر وحی ناطق الٰہی می شمارند بلکہ بعضے از ایشاں با صور وہیاکل وقبور ومعابد ومساکن ومجالس آنہا افعالے کہ در مسجد وکعبہ برائے خدا باید کرد بعمل می آرند مانند سر برزمین نہادن وگرداگرد گشتن ودست بستہ بصورت استقبال قبلہ در نماز استادن حالانکہ ایں محبت ایشاں مقتضائے ایمان بہ خداو برائے خدا نیست تا نزد خدا مفید افتد ودر رضامندی او بکار آید زیراکہ ایں محبت از حد محبت مخلوق در گزشتہ است ودر

ترجمہ: اور ان میں سے کچھ لوگ ان ارواح مدبرہ اور ملائکہ کو جو مخلوقات پر مقرر ہیں یا ارواح انبیاء، واولیاء کو یا نیک بندوں کو یا رہبان واحبار اور علماء کو بندگی اور محبوبیت خدا کے علاقہ کا لحاظ کیے بغیر مستقلاً اللہ تعالیٰ کی محبت میں برابر کرتے ہیں اور منتیں اور قربانیاں ان کے نام کی دیتے ہیں اور ان کے احکام کو ان کے مآخذ میں غور وفکر کیے بغیر وحی الٰہی کے برابر سمجھتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض ان کی تصویروں، قبروں، عبادت خانوں، ان کے گھروں اور ان کی بیٹھنے کی جگہوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جو مسجد اور کعبہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے کیا جاتا ہے مثل زمین پر سر رکھنا، ان کا طواف کرنا اور ہاتھ باندھ کر نماز میں روبقبلہ کی صورت میں کھڑا ہونا حالانکہ ان کی یہ محبت ایمان باللہ کا ثمرہ اور خدا کے لیے نہیں ہے

ایمان لازم است کہ در محبت مخلوق وخالق فرق کردہ شود۔
(تفسیر عزیزی ص ۵۹۳ ج ۱)

تا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فائدہ دیوے اور اس کی رضامندی میں کام آوے اس لیے کہ یہ محبت مخلوق کی محبت کی حد سے گزری ہوئی ہے اور ایمان میں لازم ہے کہ خالق اور مخلوق کی محبت میں فرق کیا جاوے۔

برہان ثانی:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ماشاء اللہ وشئت قال جعلت للہ ندا۔
(الادب المفرد ص ۲۰۴)

وفی روایۃ عدلا لا بل ماشاء اللہ وحدہ۔
(مشکل الآثار ص ۹۰ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا جو اللہ عزوجل چاہے گا اور آپ چاہیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے مجھ کو اللہ تعالیٰ کے لیے ند (ہمسر) بنا دیا ہے اور ایک روایت میں ہے مد مقابل، یوں نہ کہو بلکہ کہو جو چاہے اللہ صرف۔

فائدہ

قارئین کرام اس شخص نے حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر اور مقابل نہیں مانا بلکہ صرف مشیّت میں حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملا دیا تو خود صاحب الوحی نے اس پر ند کا اطلاق فرما دیا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ کلمہ ند کا اطلاق ہمسر مخالف کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

سوال

جب قرآن پاک میں ند کے معنیٰ مطلقاً شریک ہیں تو پھر انداداً کیوں بولا گیا شرکاء کیوں نہیں بولا گیا۔

جواب

قارئین کرام یہ دو باتیں تو براہینِ سے ثابت ہو چکی ہیں۔

اوّل اینکہ قرآنی مراد لفظ ند سے ہمسر و مد مقابل میں منحصر نہیں ہے بلکہ عام ہے۔

دوم اینکہ مشرکین کا دلی عقیدہ بھی یہ نہیں تھا تو بناءً علیہ قرآن کریم کا ان کو مخاطب کر کے لفظ ند کا استعمال فرمانا اس لحاظ سے تو قطعاً نہیں ہو سکتا کہ ان کا دلی عقیدہ یہی ہمسر و مخالف والا تھا بلکہ باعتبار ان کے حال و کردار کے ہے بایں طور کہ جب مشرکین رات دن ان کی پکاروں اور منتوں اور سجدوں میں لگے رہتے اور ان کا نام معبود، مشکل کشا، حاجت روا رکھتے تھے تو ان کا یہ حال اور کردار ظاہراً اور دیکھنے میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ان معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا ہمسر اور مخالف بنا رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ان کو عذاب دینا چاہے گا تو یہ مقابلہ کر کے عذاب کو ہٹا دیں گے تو ان کے اس طرز و طریق اور مشرکانہ رویہ کو مد نظر رکھ کر بطور استعارہ تہکمیہ کے فرمایا گیا کہ میرے ہمسر اور مقابل نہ بناؤ اگرچہ اعتقاداً وہ ان کو ماتحت سفارشی مانتے تھے نہ ہمسر اور مد مقابل۔

ماخذ نمبر ۱: قاضی بیضاویؒ، علامہ زمخشریؒ اور علامہ عمادیؒ لکھتے ہیں۔

قلت لما تقربوا الیہا وعظموہا وسموہا الٰھۃ اشبھت حالھم حال من یعتقد انہا الٰھۃ مثلہ قادرۃ علی	ترجمہ: میں کہتا ہوں انہوں نے ان کا تقرب حاصل کیا اور ان کی تعظیم کی اور ان کو معبود کہا تو ان کا حال اس شخص کے حال کے مشابہ ہوا جو

مخالفته ومضادته فقیل لهم ذلك على سبیل التهكم۔ (کشاف ص ۹۰ ج ۱، ابو السعود ص ۷۶ ج ۱، بیضاوی ص ۳۱ ج ۱)

عقیدہ رکھتا ہو کہ وہ اس کے مثل الٰہ ہیں اور اس کی مخالفت پر قادر ہیں تو ان سے استہزاء و تہکم کے طور پر یہ کہا گیا۔

ماخذ نمبر ۲: محدث عبدالحق دہلویؒ فرماتے ہیں۔

وبت پرستاں اگرچہ بتاں را مانند خدا ومخالف او تعالیٰ نمی دانند ونمی گویند ولیکن چوں آنہارا می پرستند وتعظیم می کنند گویا مثل ومانند او دانند واعتقاد دارند کہ ایشاں را از عذاب خداوندی رہانند۔ (اشعۃ اللمعات ص ۷۲ ج ۱)

ترجمہ: اور بت پرست اگرچہ بتوں کو اللہ تعالیٰ کے ہمسر اور اس کے مخالف نہ جانتے تھے اور نہ کہتے تھے لیکن چونکہ ان کی پرستش اور تعظیم کرتے تھے تو گویا اس کے مثل اور ہمسر جانتے تھے اور عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کو عذاب خداوندی سے چھڑوالیں گے۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

اشارة الی استعارة تهكمیة حیث استعیر النظیر المصادر للمناسب المقرب كما استعیر التبشیر للانذار والاسد للجبان۔ (روح المعانی ص ۱۹۱ ج ۱)

ترجمہ: اشارہ ہے استعارہ تہکمیہ کی طرف اس لیے کہ نظیر مخالف کا مناسب قریب کے لیے استعارہ کیا گیا ہے جس طرح خوشخبری دینے کا ڈرانے کے لیے اور شیر کا بزدل کے لیے استعارہ کیا جاتا ہے بطور استہزاء۔

عنوان دوم مثبت

مشرکین مکہ اپنے معبودوں کے تمام کمالات واوصاف وتصرفات کو بالعرض، وہبی، تفویضی اور عطائی (یعنی خدا تعالیٰ کے عطا کردہ) مانتے تھے۔

ماخذ نمبر ا:

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ۔ (پ ۷ انعام ع ۲)	ترجمہ: ان سے پوچھو آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے کہہ دو سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔

فائدہ

آیت میں جملہ مفسرینؒ کے نزدیک کلمہ ما اپنے عالمگیر عموم پر بدستور قائم ہے اس کی تخصیص کا کوئی قرینہ موجود نہیں آیت قرآنی یا خبر متواتر اور مشہور تو کجا خبر واحد بھی قطعاً موجود نہیں ہے جو کلمہ ما کی تخصیص پر دلالت کرے نہ صحیح نہ ضعیف تو بناء علیہ کلمہ ما کے عموم میں یقیناً کائنات کی تمام اشیاء بلا استثناء داخل ہیں خواہ ذی روح ہوں یا غیر ذی روح، ذی عقل یا غیر ذی عقل، اجسام یا ان کے ظاہری اوصاف یا ان کے باطنی کمالات۔

فہم سلف نمبر ا: چنانچہ حضرت شاہ عبد القادرؒ فرماتے ہیں۔

پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ (موضح القرآن ص)

فہم سلف نمبر ۲: حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں۔

پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمین میں کہہ دے اللہ کا ہے۔

فہم سلف نمبر ۳: علامہ آلوسیؒ اور علامہ عمادیؒ کلمہ ما کا عموم والا معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ای من العقلاء وغیرھم ای لمن الکائنات جمیعاً خلقاً	ترجمہ: ذی عقل مخلوق ہو یا غیر ذی عقل یہ کائنات ساری کی ساری کس

وملكا وتصرفا۔ (ابو السعود ص ۱۲۹ ج ۲، روح المعانی ۱۰۴ ج ۷)	کی مخلوق و مملوک ہے اور کس کے تصرف میں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ کلمہ ما کے عموم میں جہاں ساری کائنات بلا استثناء داخل ہے اسی طرح مشرکین کے معبودوں کے ارواح اور ان کے مجسمے اور ان کے اوصاف وکمالات وتصرفات بھی بلاریب داخل ہوں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ساری کائنات تو ما کے عموم میں داخل ہو جائے لیکن کمالات معبودان باطلہ اس میں داخل نہ ہوں کیا کلمہ ما کے عموم کے درمیان اور صفات معبودان باطلہ کے درمیان نسبت تباین کی ہے یا تمہارے پاس کوئی شرعی دلیل ہے جو اوصاف معبودان باطلہ کو اس عموم سے مستثنیٰ اور خارج کر رہی ہے۔

سوال

جب قرآن پاک نے مشرکین سے سوال کیا ہے تو قانونی بات تو یہ تھی کہ جواب ان ہی کا نقل کیا جاتا حالانکہ جواب کو اللہ تعالیٰ نے خود بخود اپنی طرف سے نقل فرما دیا ہے۔

الجواب

اس جواب میں چونکہ مشرکین کو کسی قسم کا اختلاف نہیں تھا بلکہ حرف بہ حرف اتفاق تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے جواب دے دیا۔

حاصل یہ ہے کہ یہ عقیدہ کہ ساری کائنات کی ذوات اور صفات ذاتی قطعاً نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ "عطائی" ہیں ایسی مسلمہ حقیقت ہے کہ مشرکین کو بھی اس عطائی والے عقیدہ میں اختلاف نہیں بلکہ اتفاق ہے۔

فہم سلف نمبر ۱: چنانچہ علامہ معین ابن صفیؒ لکھتے ہیں۔

فان الكفرة متفقون	ترجمہ: بے شک کفار متفق ہیں

معکم فی ذلك فان هذا من الظهور بحیث لا یقدر احد ان ینکره۔

(جامع البیان ص ۱۱۲)

تمہارے ساتھ اس عقیدے میں، یہ عقیدہ اس قدر واضح اور عیاں ہے کہ کسی کے لیے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ زمخشریؒ اور علامہ نسفی حنفیؒ واللفظ لہما اور علامہ مظہریؒ لکھتے ہیں

تقریر لهم ای هو الله لاخلاف بینی وبینکم ولا تقدرون ان تضیفوا شیئًا منه الی غیره۔

(کشاف ص ۸ ج ۲، مدارک ص ۴ ج ۲، مظہری ص ۲۲۴ ج ۳)

ترجمہ: یعنی سب کائنات اللہ پاک کے لیے ہے، میرے درمیان اور تمہارے درمیان اس عقیدہ میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے اور تمہارے لیے قطعًا اس بات کی گنجائش نہیں کہ تم اس عالم کی کسی شیٔ کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی طرف منسوب کرو۔

فہم سلف نمبر ۳: نیز قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں۔

تنبیها علی انه المتعین للجواب بالاتفاق بحیث لا یمکنهم ان یذکروا غیره۔

(بیضاوی ص ۲۵۵ ج ۱)

ترجمہ: تنبیہ ہے اس بات پر کہ یہی جواب متعین ہے بالاتفاق اس حیثیت سے کہ ان کے لیے ممکن ہی نہیں کہ اس کے سوا کوئی اور جواب دیں۔

ماخذ نمبر ۲:

عن ابن عباس قال کان المشرکون یقولون لبیك لا شریك لك قال فیقول رسول

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مشرکین کہتے تھے لبیک تیرا کوئی شریک نہیں ہے پس فرماتے رسول اللہ ﷺ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویلکم قد قد فیقولون الاشریکا ھولک تملکہ وما ملک یقولون ھذا وھم یطوفون بالبیت۔
(مسلم ص ۳۷۶ ج ۱)

ویل ہے تمہارے لیے بس بس پس وہ کہتے مگر ایسے شریک کہ وہ تیرے ہی ہیں مالک ہے تو ان کا اور وہ (ذاتی طور پر) کسی شئے کے مالک نہیں ہیں وہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے یہ کہتے تھے۔

فائدہ

شراح حدیث نے اس حدیث کی دو تشریحیں کی ہیں اگرچہ دونوں کا مقصد ایک ہی بنتا ہے۔

تشریح اوّل

ما نافیہ ہے۔

ماخذ: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

ما نافیۃ۔ (مرقات ص ۲۸۹ ج ۵)

ترجمہ: ما نافیہ ہے۔

اور ملک میں ھو ضمیر شریکا کی طرف راجع ہے اور ملک کا مفعول افادہ تعمیم کے لیے محذوف ہے جس طرح علم معانی کا قانون ہے اور تملکہ کی ضمیر منصوب شریکا کی طرف راجع ہے جس سے ان کی ذوات اور ان کے کمالات اور تصرفات (خیالیہ) دونوں مراد ہیں کیونکہ شرکاء کی عبادت ان کے کمالات اور تصرفات خیالیہ کی وجہ سے کرتے تھے تو بناء علیہ مطلب یہ ہو گا کہ مولیٰ تیرا ذاتی اور مستقل شریک تو کوئی نہیں ہے مگر ایسے شریک ہیں جو تیری خدمت گری اور غلامی کے لیے ہیں، مالک ہے تو ان کا یعنی ان کی ذات اور کمالات کا جو ان کے اپنے نہیں بلکہ تیرے ہی عطا کردہ اور تیرے ہی دیے ہوئے ہیں اور خود بخود ذاتی طور پر وہ کسی شئے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

تشریح ثانی

تملکہ میں ضمیر منصوب شریکاً کی طرف راجع ہے اور تملکہ والا جملہ صفت ہے شریکاً کی اور ما موصولہ ہے اور وما ملك کا عطف تملکہ کے ضمیر منصوب پر ہے اور ملك کا ضمیر منصوب ما کی طرف پھر رہا ہے۔

فہم سلف نمبرا: محدث عبدالحق دہلویؒ لکھتے ہیں۔

وقوله تملكه صفة شريكاً وما ملك عطف على الضمير المنصوب فى تملكه والضمير فى ملك لشريكاً۔
(لمعات نقل از حاشیہ مشکوۃ)

ترجمہ: تملکہ شریکاً کی صفت ہے اور ما ملك کا عطف تملکہ کی ضمیر منصوب پر ہے اور ملك میں ضمیر شریکاً کی طرف راجع ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: محدث عبدالحق دہلویؒ اس کا فارسی میں ترجمہ یوں لکھتے ہیں۔

مگر شریکے کہ او مر تراست مالک ہستی تو او را و چیزے را کہ مالک است آں شریک آں چیز را۔
(اشعۃ اللمعات ص ۳۱۵ ج ۲)

ترجمہ: مگر وہ شریک جو آپ کے لیے ہیں مالک ہے تو اس کا اور اس چیز کا بھی جس چیز کا وہ مالک ہے۔

فہم سلف نمبر ۳: نیز موصوف لکھتے ہیں۔

نفی شریک از حق تعالیٰ می کردند وبتاں را استثناء می کردند کہ آنہا شریک خدا اند ولیکن مملوک اویند واگر مالک ہم باشند آں چیز را آں نیز مملوک خدا است۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے نفی شریک کی کرتے ہیں لیکن بتوں کو مستثنیٰ کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے شریک ہیں لیکن اس کے مملوک ہیں اور اگر کسی چیز کے مالک ہوں تو وہ چیز بھی اللہ تعالیٰ

(اشعۃ اللمعات ص ۳۱۵ ج ۲) | کی مملوک ہے۔

تو بناء علیہ مطلب یہ ہو گا کہ آپ کا ذاتی شریک تو کوئی نہیں ہے مگر ایسے شریک ہیں جن کی ذوات کا بھی تو مالک ہے ان کی صفات اور کمالات کا بھی تو ہی مالک ہے جن کے وہ (تیرے مالک کرنے سے) مالک ہیں یعنی ان کی ذاتیں اور کمالات ان کے اپنے اور ذاتی نہیں بلکہ تیرے عطا کردہ ہیں۔

فہم سلف نمبر ۵: مفسر امیر علی حنفیؒ لکھتے ہیں۔

جیسے مشرکین مکہ اپنے زعم باطل میں سمجھا کرتے کہ ان کے آلہہ خود ان کے مالک ہیں اور آلہہ مع اپنے مملوکوں کے اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں۔

(مواہب الرحمن ص ۱۶۴ ج ۲۲)

خلاصہ اینکہ مشرکین مکہ شرک میں مکمل طور پر مبتلا ہونے کے باوجود چونکہ اپنے کو حنیف اور ابراہیمی کہتے تھے اور اپنے کو بوجہ مذہب حق پر ماننے کے کافر نہ جانتے اور نہ کہتے اس لیے اپنی ابراہیمیت اور حنیفیت کو برقرار رکھنے اور کفر و شرک کی زد سے بچنے کے لیے یہ عطائی والی تاویل کرتے کہ مولیٰ تیرا ذاتی اور مستقل شریک کوئی نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں نہ عبادات میں کیونکہ یہ شرک ہے ہاں جن مقدس ہستیوں کو ہم تیرا شریک مانتے ہیں وہ بھی صرف تسمیہ اور عبادات میں اور علم غیب اور تصرفات جزوی و محدود میں تو ان کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ان کی ذات اور صفات اور تصرفات سب کے سب تیرے بخشے ہوئے اور تیرے عطا کردہ ہیں اور دیے ہوئے ہیں اور آپ ہی ان کے مالک ہیں نہ وہ اپنی ذات اور صفات کے مالک ہیں اور نہ اپنے تصرفات کے مالک ہیں یعنی نہ ان کی ذات اپنی ہے نہ صفات اور تصرفات ان کے اپنے ہیں بلکہ تیرے دیے ہوئے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ نے ان کی اس عطائی والی تاویل کو باطل اور مردود قرار دیتے ہوئے صاف فرما دیا کہ تمہارے لیے ویل ہے۔ ابراہیمیت صرف یہی ہے کہ لا شریک لک پر بند ہو جاؤ

(جس کا معنیٰ یہ ہے کہ مولیٰ تیرا کوئی شریک نہیں ہے نہ ذاتی نہ عطائی) اور اللہ تعالیٰ کے لیے عطائی والے شریک نہ بناؤ کیونکہ یہ بھی شرک ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جب خود صاحب نبوت نے اس عطائی والی تاویل کو باطل قرار دے دیا ہے تو اس کے بعد وہ کون ہستی ہے کہ اس تاویل باطل کو صحیح قرار دے

ماخذ نمبر ۳: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

وکون قدرة الالٰهيۃ الباطلۃ مفاضۃ منہ تعالیٰ مسلم عند الکفرة لانهم لاینکرون انها مخلوقۃ للہ تعالیٰ بجمیع صفاتها وان اللہ سبحانہ اقویٰ واکمل صفۃ منها۔ (روح المعانی ص ۹۸ ج ۱۵)	ترجمہ: اور معبودات باطلہ کی قدرت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا شدہ ہونا تمام کافروں کے نزدیک مسلم تھا اس لیے کہ کفار اس بات کے منکر نہیں تھے کہ معبودان باطلہ اپنی تمام صفات سمیت اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ ان کے مقابلے میں زیادہ قوت والے اور بہت مکمل صفات والے ہیں۔

ماخذ نمبر ۴:

میرے باپ کی طرف سے مجھے سب کچھ سونپا گیا۔ (انجیل متی باب ۱۱ آیت ۲۷)

ماخذ نمبر ۵:

یسوع[1] نے پاس آکر ان سے باتیں کیں اور کہا کہ آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا۔ (انجیل متی باب ۲۸ آیت ۱۹)

① عیسیٰ ؑ

ماخذ نمبر ۶: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

ذهبوا الی ان الصالحین من	ترجمہ: مشرکین یہ عقیدہ رکھتے تھے

قبلهم عبدوا الله وتقربوا اليه فاعطاهم الله الالوهية فاستحقوا العبادة من سائر خلق الله۔

(حجۃ اللہ البالغہ مترجم باب التوحید ص ۱۲۰ ج ۱)

کہ نیک لوگ جو پہلے تھے جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کی اور اس کا قرب حاصل کیا پس اللہ پاک نے ان کو معبودیت کا درجہ دے دیا اس لیے وہ باقی مخلوق کی طرف سے عبادت کے مستحق ہو گئے۔

ماخذ نمبر ۷: نیز فرماتے ہیں۔

ومنهم من اعتقد ان الله هو السيد وهو المدبر لكنه قد يخلع على بعض عبيده لباس الشرف والتأله ويجعله متصرفاً فى بعض الامور الخاصة۔

(حجۃ اللہ البالغہ مترجم باب حقیقۃ الشرک ص ۱۲۴ ج ۱)

ترجمہ: بعض ان میں سے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ سردار اور مدبر تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اپنے بعض بندوں کو پوشاک بزرگی اور معبودیت کی پہنا دیتا ہے اور بعض امور خاصہ میں اس کو متصرف بنا دیتا ہے۔

ماخذ نمبر ۸:

ہمچنیں ملک علی الاطلاق جل مجدہ بعضے بندگان خود را خلعتِ الوہیت دادہ است۔ (فوز الکبیر ص ۵)

ترجمہ: اسی طرح بادشاہ مطلق جل مجدہ نے اپنے بعض بندوں کو معبودیت کی پوشاک عطا کر دی ہے۔

ماخذ نمبر ۹: نیز آیت قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۗءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ کی تفسیر میں علامہ تھانویؒ فرماتے ہیں۔

اس مضمون کو مسلم اس لیے کہا گیا کہ سب شرائع میں اس کی تعلیم ہوئی ہے اور اجمالاً اور کلیاً اہل کتاب بھی اس کو مانتے ہیں کہ توحید فرض ہے اور شرک کفر ہے اور کسی مخلوق کو رب قرار دینا شرک ہے لیکن باوجود اس کے وہ لوگ شرک میں اس لیے مبتلا تھے کہ وہ اس کو شرک اور خلاف توحید نہ سمجھتے تھے لیکن ان کو اشتباہ اس سے ہو گیا تھا کہ وہ بالذات اور بالعرض کا فرق کرتے تھے حالانکہ یہ فرق صفات غیر مختصہ میں صحیح ہے اور صفات مختصہ میں غیر صحیح اور غیر دافع شرک ہے۔ (بیان القرآن ص ۲۸ ج ۲)

قارئین کرام! ان حوالوں سے صاف ثابت ہوا کہ مشرکین مکہ اور اہل کتاب اپنے معبودوں کے صفات عطائی مانتے تھے مگر بایں ہمہ مشرک تھے۔ معلوم ہوا عطائی کی تاویل سے شرک رفع نہیں ہوتا بلکہ یہ عین شرک اور اصل شرک ہے۔

شبہ ثانی

مشرکین مکہ اس لیے مشرک تھے کہ وہ صرف پتھر بے جان کو مافوق الاسباب غیب دان، نفع ونقصان کا مالک، شفیع قہری مان کر خدائی تعظیمات ان کے لیے بجالاتے تھے اور یہ یقیناً باطل ہے کیونکہ پتھر بے جان میں ظاہراً باطناً کوئی کمال تصرفی یا علمی ان میں موجود نہیں ہے اور ہم جن ہستیوں کو غیب دان، نفع ونقصان کا مالک اور شفیع مان کر ان کی نذر ونیاز، سجدے، طواف اور پکاریں بجالاتے ہیں یہ شرک نہیں ہے بلکہ ان کا اکرام ہے کیونکہ وہ مقربان بارگاہ الٰہی ہونے کی وجہ سے واقعی ان فضائل وکمالات کے یقیناً مالک ہیں۔

خلاصہ

اولاً اینکہ شرک صرف بت پرستی کا نام ہے دلیل یہ ہے کہ مشرکین مکہ

شرک یہی تھا۔

ثانیاً اینکہ قرآن پاک بھی اس پتھر پرستی کی تردید کرتا ہے نہ بزرگان دین کی نذرونیاز، سجدے، طواف اور پکاروں کی کیونکہ نزول قرآن ان ہی بت پرستوں میں ہوا ہے۔ چنانچہ کتب تفسیر مفسرین کے اقوال سے بھری پڑی ہیں کہ نزلت فی الاصنام یعنی بتوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اسی طرح من دون اللہ کی تفسیر مفسرین بتوں سے کرتے ہیں۔ معلوم ہوا من دون اللہ سے مراد صرف بت ہیں۔

الجواب اوّلاً

اینکہ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ مشرکین مکہ واقع میں صرف پتھر پرست تھے تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوگا کہ شرک صرف بت پرستی میں بند ہے کیا کسی قرآنی آیت یا حدیث صحیح میں یہ اعلان ہے کہ شرک صرف ان رسوم میں بند ہے جو مشرکین مکہ کر گئے ہاں زیادہ سے زیادہ آپ کے غلط نظریہ سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ پتھر پرستی بھی شرک کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے جس میں مشرکین مکہ مبتلا تھے نہ یہ کہ سارے اقسام شرک اس میں بند ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ نار پرست مجوسی اور مسیح پرست نصاریٰ اور عزیر پرست یہودی ان میں کوئی بھی مشرک نہیں۔

الجواب ثانیاً

اینکہ سائل کا یہ دعویٰ کہ قرآنی تردید صرف بت پرستی پر بند ہے باطل در باطل ہونے کے علاوہ سائل کی قرآنی اصول سے ناواقفیت کی علامت ہے اس لیے کہ مفسرین حضرات کا مسلم قانون ہے کہ آیت صرف شان نزول پر بند نہیں ہوتی کیونکہ اس سے قرآن کریم کی عالمی ہدایت مسخ ہو جاتی ہے بلکہ اپنے کلمات عامہ کے لحاظ سے شان نزول کو بھی اور اس کے علاوہ اپنے باقی افراد کو بھی بلا ریب شامل ہوتی ہے۔

توبناءعلیہ بعض آیات قرآنیہ کا شان نزول اگرچہ بت اور بت پرست ہیں لیکن مذہب اسلام میں اس آیت کا حکم عام ہر مشرک اور ہر معبود باطل پر صادق آئے گا صرف بتوں اور بت پرستوں پر بند نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ سائل کا یہ دعویٰ کہ آیات قرآنیہ بتوں میں بند ہیں باطل ہے ہاں یہ کہنا کہ بت بھی باقی ماسویٰ اللہ کے ساتھ آیات میں داخل ہیں یہ حق ہے اور اہل حق کے مخالف نہیں ہے چنانچہ بعض علماء نے آیت محاربت کے حکم کو جب مرتدین میں منحصر کیا تو علامہ آلوسیؒ ان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فہم سلف نمبرا:

وانت تعلم ان القول بالتخصیص قول ساقط مخالف لاجماع من یعتد به من السلف والخلف... وسبب النزول لا یصلح مخصصا فان العبرة کما تقرر بعموم اللفظ لا لخصوص السبب۔

(روح المعانی ص ۱۲۱ ج ۶)

ترجمہ: اور آپ جانتے ہو کہ یہ قول (کہ آیت شان نزول پر بند ہوتی ہے) بالکل گرا ہوا قول ہے اور سلف اور خلف جو معتمد علیہ امت ہیں ان کے اجماع کے مخالف ہے اور سبب نزول آیت کے عموم کو خاص کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لیے کہ اعتبار لفظوں کے عموم کا ہوتا ہے نہ خصوص سبب کا جس طرح مذہب میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔

نیز اس طرح جب بعض علماء نے آیت خذوا زینتکم میں حکم لباس کو طواف پر بند فرمایا محض اس وجہ سے کہ آیت کا شان نزول یہی ہے تو حجۃ الاسلام علامہ جصاص رازی حنفیؒ اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۲:

وليس هذا عندنا كذلك لان نزول الأية عندنا على سبب لا يوجب الاقتصار بحكمها عليه لان الحكم عندنا لعموم اللفظ لا للسبب۔

(احکام القرآن ص ۳۹ ج ۳)

ترجمہ: ہمارے نزدیک یہ بات اس طرح نہیں ہے اس لیے کہ نزول آیت کا سبب ہمارے نزدیک کسی آیت کے حکم کو سبب پر بند کردینے کا موجب نہیں اس لیے کہ حکم ہمارے نزدیک عموم لفظ کے لیے ہوتا ہے نہ صرف سبب کے لیے۔

فہم سلف نمبر ۳: علامہ آلوسی حنفیؒ آیت لَن يَّخْلُقُوا ذُبَابًا کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

والأية وان كانت نازلة فى الاصنام فقد كانوا كما روى عن ابن عباس يطلونها بالزعفران ورؤسها بالعسل ويغلقون عليها فيدخل الذباب من الكوى فيأكله وقيل كانوا يضمخونها بانواع الطيب فكان الذباب يذهب بذلك الا ان الحكم عامٌّ لسائر المعبودات الباطلة۔

(تفسیر روح المعانی ص ۲۰۲ ج ۱۷)

ترجمہ: یہ آیت اگرچہ بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ موافق روایت ابن عباسؓ کے مشرکین ان کو زعفران لگاتے تھے اور ان کے سروں کو شہد لگاتے تھے اور ان پر دروازے بند کردیتے پھر مکھیاں دروازے کی درزوں سے داخل ہوکر اس کو کھا جاتیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کو مختلف قسم کی خوشبوئیں لگاتے تھے پھر مکھیاں ان کو لے جاتیں مگر حکم آیت کا شامل ہے تمام معبودان باطلہ کو۔

فہم سلف نمبر ۴: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

اذ العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب۔
(مرقات ص ۱۰۴ ج ۱)

ترجمہ: یہ حکم حضرت معاذؓ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر مومن کو شامل ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ خصوص سبب کا۔

مشکوٰۃ ص ۱۴ ج ۱ کتاب الایمان میں ہے حضرت معاذؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتاؤ جو مجھے جہنم سے دور کردے اور جنت میں داخل کرے تو آپ ﷺ نے انہیں پانچ چیزوں کی تلقین فرمائی اس پر ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۵:

وهذا الحكم ليس مخصوصا بمعاذ بل يعم كل مؤمن۔
(مرقات ص ۱۰۴ ج ۱)

ترجمہ: اور یہ حکم حضرت معاذؓ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر مومن کو شامل ہے۔

الجواب ثالثاً

سائل کا یہ دعویٰ کہ من دون اللہ سے مراد صرف بت ہیں اور مفسرین کی مراد بھی یہی ہے بالکل باطل ہے کیونکہ "صرف بت" دون اللہ کا نہ لغوی مفہوم ہے اور نہ مرادی معنیٰ ہے بلکہ من دون اللہ کا معنیٰ مفسرینؒ نے غیر اللہ اور ماسویٰ اللہ سے کیا؟ اور یہ مفہوم ایسے عالمگیر عموم کا مالک ہے کہ ذات اور صفات الٰہیہ کے علاوہ ہر شئے اور تمام مخلوق کو بلا استثناء شامل ہے اور جس قسم کی مخلوق کو معبود بنایا جائے گا وہ اس کلمہ کے عموم میں بلا تردد داخل ہوگی اور امام اعظمؒ کے مذہب میں عام خاص کی طرح قطعی ہے اس کی پہلی تخصیص قطعی جیسے نص قرآنی یا حدیث متواتر اور مشہور کے سوا حتیٰ کہ خبر واحد

بھی شرعی دلیل کے ساتھ بھی صحیح نہیں ہے تو بناءً علیہ من دون اللہ کی تخصیص بتوں کے ساتھ بھی جب صحیح تفسیر بنے گی اگر نص قرآنی یا حدیث متواتر یا مشہور سے ثابت ہو جائے اور شان نزول یا مفسرین کے اقوال سے اس عام کی تخصیص ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے جس طرح جواب ثانی میں حنفیہ حضرات کے نقول پڑھ آئے ہیں کہ شان نزول آیت کے عموم کو خاص نہیں کر سکتا تو مفسرین حضرات کے اقوال کا کیا مقام ہے کہ قرآنی عام کو خاص کر سکیں۔

سوال

پھر مفسرین حضرات نے "دون اللہ" عام کی تفسیر خاص بتوں کے ساتھ کیوں کی ہے۔

الجواب

مفسرین حضرات کی تفسیر بتوں کے ساتھ محض اور محض اس لیے ہے کہ ان آیات کا شان نزول وہ لوگ تھے جو ملائکہ اور بزرگوں کی پوجا کرتے تھے لیکن بتوں کی شکل میں اور یہاں معنیٰ نہیں اور ہرگز نہیں کہ من دون اللہ یا آیات کے باقی کلمات عامہ بتوں اور بت پرستوں پر بند ہیں اور بتوں کے علاوہ باقی تمام معبودان باطلہ اس سے خارج ہیں اور آیت ان کو شامل ہی نہیں حاشا و کلّا۔

خلاصہ یہ کہ مفسرین کا مقصد بھی صرف شان نزول کی رعایت اور اس کا اہتمام ہے ورنہ ان کے نزدیک بھی بلاریب من دون اللہ کے معنیٰ میں عالم گیر عموم ہے تمام حوالے تو نقل نہیں ہو سکتے لیکن قارئین کرام کے اطمینان کے لیے صرف ایک حوالہ نقل کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔

ماخذ:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا	ترجمہ: جو کو پکارتے ہو سوائے اس

يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾۔ (پ ۲۲ فاطر ع ۲)	کے نہیں مالک کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی۔

فہم سلف نمبر ا: قاضی بیضاویؒ لا یسمعوا دعائکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

لانھم جماد۔(بیضاوی ص ۲۱۴ ج ۲)	ترجمہ: اس لیے کہ وہ جماد ہیں۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ محلی من دونہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وھم الاصنام۔(جلالین ص ج)	ترجمہ: من دونہ سے مراد بت ہیں۔

فہم سلف نمبر ۳: علامہ خفاجی حنفیؒ اس تخصیص کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وخصھم لان الکلام مع المشرکین۔ (حاشیہ الشہاب ص ۲۲۱ ج ۷)	ترجمہ: قاضی بیضاویؒ نے بتوں کی تخصیص محض اس لیے کی ہے کہ کلام مشرکین مکہ کے ساتھ ہے جو ظاہراً بت پرست تھے۔

فہم سلف نمبر ۴: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

والذین تدعون من دونہ ای من الاصنام والانداد التی ھی علی صورۃ من تزعمون من الملائکۃ المقربین۔ (ابن کثیر ص ۵۵۱ ج ۳)	ترجمہ: یعنی بت اور شرکاء جو ملائکہ مقربین کی شکلوں پر ہیں تمہارے گمان کے موافق۔

فائدہ

قارئین کرام اب ذرا مفسرین حضرات کے حوالے پڑھ لو کہ آیت میں عموم ہے یا اس شان نزول پر بند ہے تو دل کے کانوں سے لو کہ مفسرین حضرات کے من دونہ کی تفسیر میں دو قول ہیں۔

قول اوّل

ہر معبود باطل اس میں داخل ہے ذی روح یا غیر ذی روح، ذوی العقول یا غیر ذوی العقول۔

فہم سلف نمبرا: چنانچہ خطیب شربینی واللفظ لہ اور علامہ مظہری فرماتے ہیں۔

ای غیرہ وھم الاصنام وغیرھا وکل شیء دونہ۔ (سراج منیر ص۳۱۹ ج۳، مظہری ص۵۰ ج۸)	ترجمہ: یعنی من دونہ کا معنیٰ سوا اللہ پاک کے اور وہ بت وغیرہا اور ہر وہ شی جو اللہ پاک کے سوا ہے۔

فہم سلف نمبر۲: علامہ معین بن صفی فرماتے ہیں۔

من دونہ من ملك او صنم۔ (جامع البیان ص۳۷۰)	ترجمہ: سوا اس اللہ پاک کے فرشتے یا بت۔

فہم سلف نمبر۳: علامہ ابو الوفاءؒ فرماتے ہیں۔

من دونہ کائنا من کان۔ (تفسیر القرآن بکلام الرحمن ص۲۸۴)	ترجمہ: من دونہ سے مراد ہر مخلوق ہے جو بھی ہو۔

ممکن ہے کہ فریق ثانی کی ان حوالوں پر دل جمعی نہ ہو تو ان کے معتمد علیہ مولوی محمد اسماعیل حقیؒ کا محاکمہ پڑھ لیں۔

فہم سلف نمبر۴:

ویجوز ان یرید کل معبود من دون اللہ من الجن	ترجمہ: اور جائز ہے کہ ارادہ کیا ہو اللہ تعالیٰ نے ہر معبود سوئی اللہ تعالیٰ

والانس والاصنام فغلب غیر الاصنام علیھا کمافی بحر العلوم۔ (روح البیان ص ۲۱۸ ج ۳)	کے جنّوں اور انسانوں اور بتوں سے پس غلبہ دیا گیا غیر بتوں کو بتوں پر جس طرح بحر العلوم میں ہے۔

قول دوم

من دونہ سے مراد صرف عقل والی مخلوق ہے اور بت اس میں داخل ہی نہیں کیونکہ اوّلاً تو معبودوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے ضمیر ذوی العقول کی پھیری ہے ثانیاً ان سے نفی فرمائی ہے سماع اور استجابت کی جو بالاتفاق ذوی العقول کی صفات ہیں۔

فہم سلف: علامہ آلوسیؒ اور علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

ثم یجوز ان یرجع ھذا الی المعبودین ممایعقل کالملائکۃ والجن والانبیاء والشیاطین۔ (روح المعانی ص ۱۸۲ ج ۲۲، قرطبی ص ۳۳۶ ج ۱۴)	ترجمہ: یہ بات بھی صحیح ہے کہ پھیرا جاوے آیت کو ان معبودوں کی طرف جو عقل رکھتے ہیں جیسے فرشتے اور جن اور انبیاء اور شیاطین۔

قارئین کرام! تم نے پڑھ لیا ہے کہ مفسرین ایک توجیہ پر بتوں کو آیت سے خارج تو مان رہے ہیں لیکن صرف بتوں پر بند نہیں کر رہے کیونکہ یہ غالیانہ تحریف ہے۔

الجواب رابعًا

اینکہ تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام کتب سماویہ بالخصوص قرآنی دعوت میں

شرک کی مدار خصوصیت معبود پر قطعاً نہیں ہے بایں طور کہ مافوق الاسباب علم غیب اور تصرف فلاں مخصوص شئے مثلاً بت میں مان کر اس کے لیے تعظیمات خاصہ الہیہ ادا کرو تو شرک ہے اور اگر بعینہٖ یہی علم غیب اور تصرف اور یہی تعظیمات الہیہ بت کے علاوہ اور کسی کے لیے مانو اور ادا کرو تو شرک نہیں ہے یہ تفرقہ اسلام نہیں الحاد ہے بلکہ مقصد قرآن یہ ہے کہ عبادت اور لوازم عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لیے مختص نہ ماننا بلکہ اس کے سوا کسی غیر خدا تعالیٰ کے لیے بھی ماننا اور ادا کرنا صریح شرک ہے خواہ وہ غیر مخلوقات میں سے بلا تخصیص کوئی سی چیز ہو۔

خلاصہ یہ کہ ہر غیر اللہ تعالیٰ بلا استثناء اور ہر ماسوی اللہ تعالیٰ بلا استثناء کی عبادت شرک ہے کسی شئے کی تخصیص نہیں ہے دلیل المقصد یہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی توحید فی الالوہیت کا مسئلہ بیان فرمایا ہے اور الوہیت اور لوازم الوہیت کی اپنے ماسویٰ سے نفی فرمائی ہے تو وہاں اپنے ماسوا کو ایسے کلمات عامہ سے تعبیر فرمایا ہے جو اپنے عالم گیر عموم میں ایسے مقام کو پہنچے ہوئے ہیں کہ لغت عرب میں کوئی کلمہ اس سے بڑھ کر عموم کے اس معنیٰ کو ادا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ قرآن پاک میں اس کی تین تعبیریں موجود ہیں۔

تعبیر اوّل

تعبیر اول میں نفی اور اثبات کے ذریعہ حصر ہے اور حصر بھی کسی مخصوص شئے "مثلاً بت" کے اعتبار سے نہیں ہے مثلاً حکم ہوتا نہیں کوئی صنم الٰہ سوائے اللہ تعالیٰ کے بلکہ حصر بلا استثناء ہر ماسوا کے اعتبار سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی شئے مخلوق میں سے الٰہ اور معبود نہیں ہے۔

ماخذ نمبر ا:

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ | ترجمہ: نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ

اَلْقَهَّارُ۔ (پ۲۳ ص ع۵) | کے ایک ہے بڑا غالب۔

اس آیت میں الٰہ نکرہ ہے پھر نفی اور من استغراقیہ کے بعد ہے اس سے بڑھ کر عموم کیا ہو سکتا ہے۔

ماخذ نمبر۲:

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ۔ پ۱۱ ھود ع۱ | ترجمہ: یہ کہ نہ عبادت کرو مگر اللہ پاک کی۔

ماخذ نمبر۳:

اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ (پ۱۲ یوسف ع۵) | ترجمہ: اس نے حکم دیا ہے کہ نہ عبادت کرو مگر اسی کی۔

ماخذ نمبر۴:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ (پ۱۵ الاسراء ع۳) | ترجمہ: اور فیصلہ دے چکا ہے رب تیرا کہ نہ عبادت کرو مگر اسی کی۔

ماخذ نمبر۵:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (پ۲۶ محمد ع۲) | ترجمہ: پس جان لو کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ پاک۔

ماخذ نمبر۶:

اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (پ۱۶ کہف ع۱۲) | ترجمہ: وحی کی جاتی ہے میری طرف سوا اس کے نہیں تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے۔

ماخذ نمبر۷:

اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (پ۱۴ نحل ع۷) | ترجمہ: وہ ایک ہی معبود ہے۔

تعبیر دوم

اس میں کلمہ شیئا کا ہے یعنی ہر ماسوی اللہ تعالیٰ کی عبادت شرک ہے وہ ماسوی

کوئی سی شئے ہو۔ خصوصیت معبود پر کوئی مدار نہیں اس لیے کہ اولاً کلمہ شیئًا کا مادۃ عام ہے ثانیاً نکرہ ہے ثالثاً نفی کے بعد ہے رابعاً من استغراقیہ کے بعد ہے تو ایسے عالمگیر عموم سے جہان کی کونسی چیز خارج ہو سکتی ہے اگر خصوصیت معبود پر شرک کا مدار ہوتا تو قرآن کریم بجائے شیئًا کے صنمًا یا شجرًا وغیرہ مخصوص معبود کا نام لیتا۔

ماخذ نمبر۱:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا۔ (پ ۳ آل عمران ع ۷)	ترجمہ: فرما دو اے کتاب والو آؤ طرف ایک بات کے جو برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی بندگی نہ کریں اور نہ شریک کریں اس کے ساتھ کسی شئے کو۔

ماخذ نمبر۲:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا۔ (پ ۵ نساء ع ۶)	ترجمہ: اور بندگی کرو اللہ پاک کی اور نہ شریک کرو اس کے ساتھ کسی شئے کو۔

ماخذ نمبر۳:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا۔ (پ ۸ انعام ع ۱۹)	ترجمہ: فرمادے آؤ پڑھوں میں جو کچھ حرام کیا تمہارے رب نے تم پر یہ کہ نہ شریک کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو۔

ماخذ نمبر۴:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ	ترجمہ: اے نبی جب آویں تیری خدمت میں ایمان والی عورتیں

لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا۔ (پ۲۸ الممتحنۃ ع۲)

بیعت کریں تیرے ساتھ اس شرط پر کہ نہ شریک کریں گی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شئے کو۔

ماخذ نمبر ۵:

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا۔ (پ۱۸ النور ع۷)

ترجمہ: عبادت کریں گے میری نہ شریک کریں گے میرے ساتھ کسی شئے کو۔

ماخذ نمبر ۶:

مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ۔ (پ۱۲ یوسف ع۵)

ترجمہ: ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ شریک کریں اللہ پاک کے ساتھ کسی شئے کو۔

ماخذ نمبر ۷:

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا۔(پ۱۷ الحج ع۴)

ترجمہ: اور جب کہ مقرر کی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے لیے جگہ کعبہ کی یہ کہ نہ شریک کر تو میرے ساتھ کسی شئے کو۔

تعبیر سوم

تعبیر سوم میں کلمہ احداً کا ہے یعنی عقل والی مخلوق میں سے بلا استثناء کسی کی عبادت نہ کرو خواہ وہ کوئی بھی ہستی ہو کسی ہستی کی تخصیص نہیں ہے اس لیے کہ اولاً تو کلمہ احداً نکرہ ہے ثانیاً نفی کے بعد ہے ثالثاً مادۂ عام ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ شیئاً کے عموم میں تو ہر ماسوا داخل تھا حتی کہ بت بھی لیکن احداً کے عموم میں صرف عقل والی تمام مخلوق بلا استثناء داخل ہے کیونکہ کلمہ احداً کا ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ماخذ:

احد یکے و کے وھو اسم لمن یصلح ان یخاطب۔ (صراح ص ۱۲۱)	ترجمہ: احد نام ہے اس شخص کا جو خطاب کیے جانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

ماخذ نمبر ۱:

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا۔ (پ ۱۵ الکہف ع ۵)	ترجمہ: لیکن میرا عقیدہ یہ ہے وہی اللہ ہے میرا رب اور نہیں شریک کرتا میں اپنے رب کے ساتھ کسی ایک کو بھی۔

ماخذ نمبر ۲:

وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا۔ (پ ۱۵ الکہف ع ۵)	ترجمہ: اور کہا کاش کہ میں نہ شریک کرتا اپنے رب کے ساتھ کسی ایک کو بھی۔

ماخذ نمبر ۳:

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ؗ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا۔ (پ ۱۵ الکہف ع ۴)	ترجمہ: نہیں ہے ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مددگار اور نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی ایک کو بھی۔

ماخذ نمبر ۴:

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا۔ (پ ۲۹ الجن ع ۱)	ترجمہ: اور ہرگز نہ شریک لاویں گے ہم ساتھ رب اپنے کے کسی کو۔

ماخذ نمبر ۵:

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۔ (پ ۲۹ الجن ع ۱)	ترجمہ: پس نہ پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو۔

ماخذ نمبر ۶:

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ	ترجمہ: فرمادو میں تو اپنے رب ہی کو

اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا۔
(پ ۲۹ الجن ع ۲)

پکارتا ہوں اور نہیں شریک کرتا میں اس کے ساتھ کسی کو۔

ماخذ نمبر ۷:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔
(پ ۱۶ الکہف ع ۱۲)

ترجمہ: جو شخص امید رکھتا ہے اپنے رب کے ملنے کی تو اسے چاہیے کہ اچھے کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں شریک نہ بناوے کسی ایک کو بھی۔

الجواب خامسًا

مشرکین جو بتوں کی پوجا کرتے تھے وہ ان کو حقیقت میں پتھر اور جماد محض سمجھ کر نہ پوجتے تھے یعنی پتھر کو محض پتھر سمجھ کر نہ پوجتے تھے۔

اوّلاً اس لیے کہ اگر وہ محض پتھر اور لکڑی بے جان کے پجاری تھے تو وہ اپنے بت خانوں میں کوئی پتھر جیسا مل جاتا بغیر مورتی بنائے رکھ دیتے زیادہ سے زیادہ اس کو خوبصورت بنانا مقصود ہوتا تو اس کو نقش و نگار سے منقش کر کے رکھ دیتے لیکن اس میں راز کیا ہے کہ ان پتھروں کو چھیل کر انسانی شکل کی مورتی تیار کرتے اور بعض کی شکل بھی جوانوں والی بناتے اور لباس بھی جوانوں والا پہناتے۔ نیز ان مورتیوں کے نام بجائے حجر کے بزرگ انسانوں والے مثلاً اسماعیل ابراہیم علیہما السلام، لات، ہبل وغیرہ کیوں رکھتے کیا کسی ملک میں پتھر کا نام ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ ہے ہاں زیادہ سے زیادہ اس پتھر کو اس پہاڑ یا وادی کی طرف منسوب کرتے حجر احد یا حجر وادیٔ فلاں۔ نیز وہ بوقت ذبح بجائے بزرگوں کا نام لے کر ذبح کرنے کے پتھروں کا نام لیتے مثلاً بجائے باسم اللات کے باسم الحجر کہتے۔ نیز وہ اپنے نام بجائے عبد یغوث کے عبد الحجر رکھتے۔ نیز مصائب میں استمداد کے وقت یالات کے بجائے یا حجر پکارتے۔ نیز منت کی

اشیاء کو معین کرتے وقت اس کی نسبت بجائے فقیروں کے پتھر کی طرف کرتے مثلاً یہ بکرا لات کی نذر ہے کے بجائے یوں کہتے کہ یہ بکرا پتھر کی منت ہے۔ نیز نعبد اصناما کے بجائے نعبد احجارًا کہتے۔ نیز اعل ھبل کے بجائے اعل حجر کہتے۔

ثانیًا اینکہ قرآنی بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام مذاہب باطلہ میں سب سے پرانا مذہب بت پرستوں کا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے بھی پہلے سے لے کر آج تک مروّج ہے اور یہ عقیدہ کہ ایک پتھر بے جان غیب دان ہے اور ہر وقت اشرف المخلوقات انسانوں کے دکھ دیکھ رہا ہے اور ان کی دور ونزدیک سے پکاریں سنتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کی مرادیں اس کے حوالے کر دی ہیں یہ ان کا مشکل کشا ہے اور آڑے وقت میں جو کام اللہ تعالیٰ نہیں کرنا چاہتے یہ پتھر بے جان اللہ پاک کا ایسا مقرب ہے کہ اللہ پاک سے منوا لیتا ہے یہ عقلاً باطل ہے بلکہ اس کا بطلان اجلیٰ بدیہیات میں سے ہے۔ بھلا کوئی عقلمند یہ بات مان سکتا ہے کہ ایک پتھر بے جان جس پر کتے اور بلے پیشاب کریں تو ان کو دفع کرنا تو کجا اس کو اس کا شعور تک بھی نہیں ہے وہ اشرف المخلوقات صاحب روح اور صاحب عقل کا مشکل کشا اور حاجت روا ہو۔

بہرحال ایسے بدیہی باطل مذہب پر اتنی کثیر مخلوق عقل والی کا کئی ہزار صدیوں سے ایسا اتفاق اور ایسی والہانہ محبت کہ باوجود کتب الٰہیہ کے دلائل عقلیہ ونقلیہ کے اور دعیدات دنیویہ اور اخرویہ کے اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات دیکھنے کے ان بزرگوں کو تو وہ جھوٹا قرار دیں لیکن اس بدیہی باطل مذہب کو نہ چھوڑیں یہ عقلاً بغیر کسی تاویل کے ہو ہی نہیں سکتا بلکہ یقیناً اور بلا ریب ان کے ہاں کوئی نہ کوئی جعلی اور جھوٹی ایسی تاویل اور ہیرا پھیری ضرور ہو گی جس میں سادہ لوح انسان عقلاً پھنس کر اس مذہب کا گرویدہ ہو سکے۔

خلاصہ یہ کہ کوئی منیب اور عقل خالص کا مالک اس بات میں تردد نہیں کر سکتا کہ شرک کی دنیا میں بت کو ایک جماد محض سمجھ کر نہیں پوجا گیا۔

ماخذ: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

الثانی انہ لایبعد ان یعتقد اولئک الکفار فی المسیح والعزیر والملائکۃ ان یشفعوا لھم عند اللہ اما یبعد من العاقل ان یعتقد فی الاصنام والجمادات انھا تقربہ الی اللہ تعالیٰ۔
(تفسیر کبیر ص ۲۱۴ ج ۲۶)

ترجمہ: یہ بات بعید نہیں ہے کہ یہ کفار حضرت مسیح اور عزیر اور ملائکہ علیہم السلام کے حق میں عقیدہ رکھیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہمارے سفارشی ہیں لیکن عقلمند انسان سے یہ بات ضرور بعید ہے کہ وہ بتوں اور جمادات کے حق میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیتے ہیں۔

سوال

ان کے ہاں وہ کونسی تاویل تھی جس کی وجہ سے ان مورتیوں کی تعظیمیں کرتے تھے۔

الجواب

مشرکین کے اصلی اور حقیقی معبود تو ملائکہ، جنات، انبیاء، اولیاء کرام اور شمس و قمر و دیگر کواکب تھے اور حقیقۃً انہی کو مشکل کشا اور حاجت روا مانتے تھے اور انہی کی عطائی تاثیر و تصرف و علم غیب کے قائل تھے لیکن ان کے یہ معبود چونکہ ان کی نظروں سے غائب تھے اس لیے انہوں نے ان معبودوں کے قائم مقام ان کے نام پر ان کی مورتیاں اور تصویریں تیار کر کے تمام قسم کی تعظیمات رکوع، سجدہ، طواف، اعتکاف، نذر و نیاز، پکار، زاریاں ان کے لیے ادا کرنی شروع کر دیں اور ان ہی مورتیوں کو وہ اگرچہ الٰہ اور معبود اور واجب التعظیم سمجھتے تھے لیکن محض اس نظریہ سے کہ یہ بزرگوں کی مورتیاں ان کے قائم مقام ہیں اور یقین جانیو کہ وہ ان مورتیوں کی ذات کو اپنا اصلی معبود اور مشکل

کشا اور صاحب تصرف وتاثیر ہرگز ہرگز نہیں مانتے تھے بلکہ ان مورتیوں کی تعظیمات
ترکیہ سے ان کا مقصود صرف وہی بزرگ تھے جن کی یہ مورتیاں تیار کی گئی تھیں اور ان
مورتیوں کو وہ بزرگوں کی عبادت کے لیے بمنزلہ قبلہ کے جانتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ مشرکین پتھر بے جان کو مشکل کشا اور معبود نہیں مانتے تھے۔

ماخذ نمبر ۱: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

ویمکن ان یقال ان العاقل لایعبد الصنم من حیث انہ خشب او حجر وانما یعبدونہ لاعتقادھم انھا تماثیل الکواکب او تماثیل الارواح السماویۃ او تماثیل الانبیاء والصالحین الذین مضوا ویکون مقصودھم من عبادتھا توجیہ تلک العبادات الی تلک الاشیاء التی جعلوا ھذہ التماثیل صورا لھا وحاصل الکلام لعباد الاصنام ان قالوا ان الالہ الاعظم اجل من ان یعبدہ البشر لکن اللائق

ترجمہ: یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ کوئی عقلمند بت کی پوجا اس حیثیت سے نہیں کرتا کہ وہ محض لکڑی یا پتھر ہے سوا اس ایک بات کے دوسری بات بالکل نہیں ہے کہ وہ اس صنم کی عبادت کرتے تھے لیکن اس عقیدہ کے تحت کہ وہ مورتی ہے ستاروں کی یا ارواح سماویہ کی یا مورتیاں ہیں انبیاء علیہم السلام کی اور نیک لوگوں کی جو گزر چکے ہیں اور مشرکین کا ان مورتیوں کی عبادت سے ان عبادات کو ان اشیاء کی خاطر کرنا مقصود ہوتا ہے جن کی مشرکین نے یہ مورتیاں بنائی ہیں بت پرستوں کے کلام کا حاصل یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ معبود اعظم بالاتر ہے اس سے کہ

بالبشران یشتغلوا بعبادۃ الاکابر من عباد اللہ مثل الکواکب ومثل الارواح السماویۃ ثم انہا تشتغل بعبادۃ الالٰہ الاکبر۔
(تفسیر کبیر ص ۲۲۱ ج ۲۶)

بشر اس کی عبادت کرے لیکن بندوں کے حق میں لائق یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں جو "اکابر" بڑی ہستیاں ہیں ان کی عبادت میں مشغول ہوں جیسے کواکب یا ارواح سماویہ پھر وہ اکابر مشغول ہوں الٰہ اکبر کی عبادت میں۔

ماخذ نمبر ۲: نیز امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

انہم کانوا عقلاء وکانوا عالمین بالضرورۃ انہا جمادات ولکن لعلہم کانوا یعتقدون فیہا انہا تماثیل الکواکب وانہا طلسمات موضوعۃ بحیث ان کل من عبدہا انتفع بہا وکل من استخف بہا نالہ منہا ضرر شدید۔
(تفسیر کبیر ص ۱۸۳ ج ۲۲)

ترجمہ: وہ مشرکین قوم ابراہیمؑ واقعی عقلمند تھے اور یہ بھی بداہۃً جانتے تھے کہ یہ اصنام جمادات ہیں لیکن شاید وہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ یہ مورتیاں ہیں ستاروں کی اور بے شک یہ طلسمات ہیں بنائے ہوئے اس طرز پر جو ان کی عبادت کرے گا ان سے نفع اٹھاوے گا اور جو شخص ان کی توہین کرے گا اس کو اس سے ضرر عظیم پہنچے گا۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ مراغیؒ فرماتے ہیں۔

ومن حدیث عبادتہم للاصنام انہم جعلوا

ترجمہ: مشرکین کے بتوں کی عبادت کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ انہوں

تماثیل الکواکب والملائکة والانبیاء والصالحین الذین مضوا وعبدوها باعتبار انها رمز الیها وقالوا ان الاله الاعظم اجل من ان یعبده البشر مباشرة فنحن نعبد هذه الآلهة وهی تعبد الاله الاعظم۔ (تفسیر مراغی ص۱۴۳ ج۲۳)	نے ستاروں اور فرشتوں، پیغمبروں اور نیک لوگوں کی مورتیاں بنائی تھیں جو گزر چکے تھے اور بظاہر تو وہ ان مورتیوں کی عبادت کرتے تھے لیکن اس لحاظ سے کہ یہ اشارہ ہے ان بزرگوں کی طرف اور کہتے تھے کہ معبود اعظم بالاتر ہے اس سے کہ کوئی بشر اس کی بلاواسطہ عبادت کرے اس لیے ہم ان معبودوں کی عبادت کرتے ہیں اور وہ معبود اعظم کی عبادت کرتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۴: شیخ الاسلام ابن تیمیہ ”فرماتے ہیں۔

ونوح اقام فی قومه الف سنة الا خمسین عاما یدعوهم الی التوحید وهو اول رسول بعثه الله تعالی الی اهل الارض کما ثبت ذلك فی الصحیح ومحمد خاتم الرسل وکلا المرسلین بعث الی مشرکین یعبدون هذه الاصنام التی صورت علی صور الصالحین من البشر	ترجمہ: اور نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال رہ کر ان کو دعوت توحید دیتے رہے اور آپ ہی پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا جس طرح صحیح میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول ہیں اور دونوں رسول ایسے مشرکین کی طرف بھیجے گئے تھے جو ان بتوں کی عبادت کرتے تھے جو نیک بندوں کی

والمقصود بعبادتها عبادة اولئك الصالحين وكذلك المشركون من اهل الكتاب ومن مبتدعة هذه الامة وضلالها هذا غاية شركهم فان النصارى يصورون في الكنائس صور من يعظمونه من الانس غير عيسى وامه مثل مارجرس وغيره من القداديس ويعبدون تلك الصور ويسئلونها ويدعونها ويقربون لها القرابين وينذرون لها النذور ويقولون هذه تذكرنا باولئك الصالحين۔

(تفسیر سورہ الاخلاص نقل از فتاوی کبری ص ۱۵۵ ج ۱۷)

شکلوں پر بنائے گئے تھے اور ان مورتیوں کی عبادت سے ان کا مقصود ان نیک لوگوں کی عبادت تھی اور یہی حال مشرکین اہل کتاب اور اس امت کے بدعتی اور گمراہ لوگوں کا ہے یہ ان کے شرک کی غایت ہے۔ چنانچہ نصاریٰ اپنے گرجوں میں عیسیٰ اور ان کی والدہ علیہما السلام کے علاوہ بھی ان انسانوں کی صورتیں بناتے ہیں جن کی وہ تعظیم کرتے ہیں مثل مارجرجس وغیرہ وہ ان صورتوں کی عبادت کرتے، ان سے مرادیں مانگتے، ان کو پکارتے، ان کے لیے قربانیاں پیش کرتے ہیں اور ان کے لیے نذریں اور منتیں مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صورتیں ہم کو ان نیک لوگوں کی یاد دلاتی ہیں۔

ماخذ نمبر ۵: نیز موصوف فرماتے ہیں۔

وانما المقصود ان اصل الشرك في العالم كان من عبادة البشر الصالحين

ترجمہ: مطلب یہ کہ اصل شرک جہان میں نیک آدمیوں کی عبادت سے شروع ہوا ہے بظاہر مشرکین

وعبادة تماثيلهم وهم المقصودون ومن الشرك ما كان اصله عبادة الكواكب اما الشمس والقمر واما غيرهما وصور الاصنام طلاسم لتلك الكواكب وشرك قوم ابرهيم والله اعلم كان من هذا او كان بعضه من هذا ومن الشرك ما كان اصله عبادة الملائكة والجن وضعت الاصنام لاجلهم والا فنفس الاصنام الجمادية لم تعبد لذاتها بل لاسباب اقتضت ذلك وشرك العرب كان اعظمه الاول وكان فيه من الجميع۔ (تفسیر سورۃ الاخلاص نقلا از فتاوٰی کبرٰی ص ۶۶۱ ج ۱۷)

ان کی مورتیوں کی عبادت کرتے ہیں اور حقیقت میں وہی نیک آدمی ہی ان کا مقصود ہوتے ہیں اور بعض دفعہ شرک کی اصل ستاروں کی عبادت ہے خواہ سورج اور چاند ہو یا ان کے علاوہ اور ستارے اور بتوں کی صورتیں ان ستاروں کے طلاسم ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا شرک یا تو سارا اسی قسم سے تھا یا بعض اس قسم کا تھا اور بعض شرک وہ ہیں جن کی اصل ملائکہ اور جنوں کی عبادت ہے اور ان ہی کے واسطے یہ بت تیار کیے گئے ہیں ورنہ محض بت جو جماد محض ہیں ان کی عبادت ان کی ذات کی وجہ سے کبھی نہیں کی گئی بلکہ ان اسباب کی وجہ سے جو اس کو تقاضا کرتے تھے اور عرب میں بڑا شرک یہی پہلا قسم یعنی نیک بندوں کی عبادت والا تھا اور ویسے ان میں تمام قسم کے شرک رائج تھے۔

ماخذ نمبر ۶: شاہ عبد القادر ؒ فرماتے ہیں۔

جانوروں کے کان چیریں یہ کافروں کا دستور تھا گائے یا بکری کا ایک بچہ

بت کے نام کا کر دیا اس کے کان میں نشان ڈال دیتے اور صورت بدلنا یہ کہ لڑکے کے سر میں چوٹی رکھتے بت کے نام کی۔ مسلمانوں کو ان کاموں سے بچنا ضرور ہے اپنے بزرگوں سے یہ معاملت نہ کریئے کافر بھی جن سے کرتے تھے یہ بزرگ ہی جان کر کرتے تھے۔ (موضح قرآن پ ۵ نساء ع ۱۸)

ماخذ نمبر ۷: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

وصور تہا از سنگ وصفر وروئیں مثل آں تراشیدہ قبلہ توجہ بآں ارواح ساختند۔ انتہیٰ بلفظہ۔

(الفوز الکبیر ص ۵)

ترجمہ: اور ان بزرگوں کی مورتیاں پتھر و پیتل اور ان کے مثل چھیل کر ان مورتیوں کو ان ارواح کی طرف توجہ کے لیے قبلہ مقرر کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۸: مفکر اسلام علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں۔

لیکن ان تصویروں کو معبود نہ سمجھتے تھے بلکہ جہت قبلہ خیال کرتے تھے۔

(مقدمہ تفسیر حقانی ص ۷۶ ج ۱)

ماخذ نمبر ۹: نیز موصوف فرماتے ہیں۔

اور اس لیے انہوں نے ان اوتاروں کی مورتیں بنائیں اور پوجنے لگے اور کہنے لگے ان مورتوں کی پرستش دراصل ان کی پرستش ہے کہ جن کی یہ مورتیں ہیں اور ان کی پرستش عین حق تعالیٰ کی پرستش اور باعث نجات ہے۔

(تفسیر حقانی ص ۲۲۶ ج ۷)

ماخذ نمبر ۱۰: نیز موصوف فرماتے ہیں۔

انہوں نے حق سبحانہ کی بلند صورت بنائی اور چھوٹی چھوٹی ملائکہ کی اور اس کا دھیان دھرنے کے حیلہ سے انہی مورتوں کو پوجنے لگے۔

(حقانی ص ۲۲۶ ج ۷)

ماخذ نمبر ۱۱: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

فنحتوا علی اسمائھم احجارا وجعلوا قبلة عند توجھم الی ھؤلاء۔
(حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۰ ج ۱)

ترجمہ: انہوں نے بزرگوں کے ناموں پر پتھروں کو تراشا اور ان کی طرف توجہ کے وقت ان مورتیوں کو قبلہ توجہ قرار دیا۔

ماخذ نمبر ۱۲: حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

فوضع الصنم انما کان فی الاصل علی شکل معبود غائب فجعلوا الصنم علی شکله وھیئته وصورته لیکون نائبا منابه وقائما مقامه والا فمن المعلوم ان عاقلا لا ینحت خشبة او حجرا بیده ثم یعتقد انه الٰھهٗ ومعبودهٗ۔
(اغاثۃ اللھفان ص ۲۴۴ ج ۲)

ترجمہ: پس صنم کی ساخت اصل میں معبود غائب کی شکل پر تھی انہوں نے صنم معبود غائب کی شکل اور ہیئت اور صورت کے مطابق بنایا تاکہ یہ صنم اس کا قائم مقام ہو جائے ورنہ یہ بات معلوم ہے کہ کوئی عاقل ایسا نہیں کر سکتا کہ کسی لکڑی یا پتھر کو اپنے ہاتھ سے چھیلے پھر اس کے حق میں عقیدہ رکھے کہ یہ میرا الٰہ اور معبود ہے۔

عنوان اول

مشرکین کا ملائکہ کی عبادت کرنا

مشرکین کا مذہبی عقیدہ تھا کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی ایسی پیاری بیٹیاں ہیں کہ جو کام اللہ تعالیٰ سے منوانا چاہیں سفارش کر کے منوا لیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کمالات

الوہیت میں سے علم غیب اور نفع ونقصان کا تصرف بھی عطا فرمادیا ہے۔

توبناءعلیہ وہ اپنے خیال کے موافق ملائکہ کی مورتیاں تیار کرکے ان کی عبادت کرتے تھے لیکن ان کا مقصود ان عبادات سے خود ملائکہ ہوتے تھے نہ یہ مورتیاں بلکہ یہ ملائکہ کی عبادت میں بمنزلہ قبلہ کے تھیں۔

ماخذ نمبر ا: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ای انما یحملھم علی عبادتھم لھم انھم عمدوا الی اصنام اتخذوھا علی صور ملائکۃ المقربین فی زعمھم فعبدوا تلک الصور تنزیلا لذلک بمنزلۃ عبادتھم الملائکۃ لیشفعوا لھم عند اللہ تعالٰی فی نصرھم ورزقھم وما ینوبھم من امور الدنیا فاما المعاد فکانوا جاحدین لہ کافرین بہ۔ (ابن کثیر ص ۵۴ ج ۴)

ترجمہ: یعنی ان کی عبادت پر مشرکین کو یہ بات برانگیختہ کرتی ہے کہ انہوں نے ملائکہ مقربین کی مزعومہ شکلوں پر ان کے بت تراش لیے اور اس خیال سے ان کی عبادت کرنے لگے کہ ان کی عبادت دراصل فرشتوں کی عبادت ہے تاکہ وہ ملائکہ اللہ تعالٰی کے دربار میں ان کی سفارش کریں ان کی امداد میں اور ان کی معاش میں اور ان چیزوں میں جو ان کو لاحق ہوں دنیا کے کاموں سے باقی رہی آخرت تو اس کے وہ منکر تھے۔

شواہد القرآن

ماخذ نمبر ۲:

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ۔

ترجمہ: اور اللہ تعالٰی کے لیے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں وہ اس سے پاک ہے؟

(پ ۱۴ نحل ع ۷)

اور اپنے لیے جو دل چاہتا ہے۔

ماخذ نمبر ۳: محدث کشمیریؒ فرماتے ہیں۔

كانوا يقولون بنات الله عزوجل وهن يشفعن اليه۔
(فیض الباری ص ۲۳۸ ج ۴)

ترجمہ: مشرکین بوقت طواف کہتے تھے کہ "ملائکہ" اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اس کے دربار میں سفارش کرتی ہیں۔

ماخذ نمبر ۴:

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴿٥٦﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾

(پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۶)

ترجمہ: فرمادو پکارو ان کو جن کو گمان کرتے ہو اس کے سوا حاجت روا پس نہیں اختیار رکھتے دفع کرنا مصیبت کا تم سے اور نہ بدل دینے کا یہ وہ لوگ ہیں جن کو مشرکین پکارتے ہیں وہ طلب کرتے ہیں اپنے رب کی طرف نزدیکی جونسا ان کا زیادہ قریب ہے اور امید رکھتے ہیں اس کی رحمت کی اور ڈرتے رہتے ہیں اس کے عذاب سے بیشک تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کی چیز۔

فہم سلف: علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی الله تعالى عنهما فى الاية قال كان اهل الشرك يعبدون

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ ان مشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہے

الملائکۃ والمسیح وعزیرا۔(در منثور ص ۱۹۰ ج ۴)

جو فرشتوں ، مسیح اور عزیر علیہم السلام کی پوجا کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۵:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ (پ ۲۲ سباع ۳)

ترجمہ: فرمادے پکارو ان کو جن کو گمان کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود نہیں اختیار رکھتے ایک ذرہ کا آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہیں ہے ان کے لیے ان دونوں میں کوئی ساجھا اور نہیں ہے اس کے لیے ان میں سے کوئی مددگار۔

فہم سلف: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

من دون اللہ من الملائکۃ والانبیاء والاصنام۔ (قرطبی ص ۲۹۵ ج ۱۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا یعنی فرشتوں، نبیوں اور بتوں سے۔

ماخذ نمبر ۶:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ

ترجمہ: جس دن اکٹھا کرے گا ان سب کو پھر فرمائے گا فرشتوں سے آیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟ کہیں گے تو پاک ہے شریکوں سے ہمارا تعلق آپ سے ہے نہ ان سے بلکہ وہ جنوں کی

بِهِمْ مُّؤْمِنُونَ (۴۱) (پ ۲۲ سبا ع ۵)

عبادت کرتے تھے اور ان میں بہت سے ان کے معتقد تھے۔

عنوان دوم

مشرکین کا انبیاء علیہم السلام کی عبادت کرنا

مشرکین مکہ شرکیہ عقیدہ کے ماتحت انبیاء علیہم السلام کی مورتیاں تیار کر کے ان کی عبادتیں کرتے تھے بایں طور کہ بظاہر عبادات ان کی اگرچہ ان مورتیوں کے سامنے ادا ہوتی تھیں لیکن مقصود ان کا یہ مورتیاں نہیں ہوتی تھیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کی ذوات مقدسہ تھیں۔

ماخذ نمبر ۱: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

ورابعها انهم وضعوا هذه الاصنام والاوثان على صور انبيائهم واكابرهم وزعموا انهم متى اشتغلوا بعبادة هذه التماثيل فان اولئك الاكابر تكون شفعاء لهم عند الله تعالى ونظيره فى هذا الزمان اشتغال كثير من الخلق بتعظيم قبور الاكابر على اعتقاد انهم اذا

ترجمہ: اور چوتھا قول یہ ہے کہ انہوں نے ان بتوں کو اپنے انبیاء اور اکابر کی شکلوں پر بنایا تھا اور ان کا خیال تھا کہ جب وہ ان مورتیوں کی عبادت میں مشغول ہوں گے تو بے شک وہ اکابر دربار الٰہی میں ان کے لیے سفارش کریں گے اور اس کی نظیر اس زمانہ میں بہت سے لوگوں کا اپنے اکابر کی قبور کی تعظیم میں اشتغال ہے اس عقیدہ کے تحت کے جب وہ ان کی

عظموا قبورھم فانھم یکونون شفعاء لھم عند اللہ۔ (تفسیر کبیر ص ۶۰ ج ۱۷)

قبروں کی تعظیم کریں گے تو بے شک وہ اکابر دربار خداوندی میں ان کے سفارشی ہوں گے۔

ماخذ نمبر ۲:

وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰـھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ٭ بِحَقٍّ ؕ اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ (پ ۷ المائدہ ع ۱۶)

ترجمہ: اور جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی دو معبود بنالو وہ عرض کرے گا تو پاک ہے مجھے لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں کہ جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے یہ کہا ہو گا تو تجھے ضرور معلوم ہو گا جو میرے دل میں ہے تو جانتا ہے اور جو تیرے دل میں ہے وہ میں نہیں جانتا بے شک تو ہی چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والا ہے۔

ماخذ نمبر ۳:

وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ ٭ ابْنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ ۚ یُضَاھِـُٔوْنَ قَوْلَ

ترجمہ: اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں وہ کافروں کی سی باتیں بنانے لگے

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ (۳۰) اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ۚ (پ ۱۰ توبہ ع ۵)

ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا ہے اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی۔

ماخذ نمبر ۴:

فیدعی الیھود فیقال لھم ما کنتم تعبدون قالوا نعبد عزیر ؑ ابن اللہ فیقال کذبتم ما اتخذ اللہ من صاحبۃ ولا ولد... ثم یدعی النصارٰی فیقال لھم ما کنتم تعبدون قالوا کنا نعبد المسیح ابن اللہ فیقال لھم کذبتم ما اتخذ اللہ من صاحبۃ ولا ولد۔

(مسلم ص ۱۰۲ ج ۱)

ترجمہ: حضور علیہ السلام فرماتے ہیں قیامت میں یہود کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ کس چیز کی عبادت کرتے تھے تو وہ کہیں گے کہ ہم حضرت عزیرؑ کی عبادت کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے تو ان سے کہا جائے گا تم جھوٹ کہتے ہو اللہ تعالیٰ کے نہ بیوی ہے اور نہ اولاد، اس کے بعد بلایا جائے گا نصاریٰ کو تم کس چیز کی عبادت کرتے تھے تو وہ جواب دیں گے کہ ہم حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے جو اللہ پاک کا بیٹا ہے تو ان سے کہا جائے گا تم جھوٹ کہتے ہو اللہ تعالیٰ کے نہ بیوی ہے اور نہ کوئی اولاد۔

ماخذ نمبر ۵:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم مکۃ ابی ان یدخل البیت وفیہ الألھۃ فامر بھا فاخرجت فاخرجوا صورۃ ابراھیم واسماعیل علیھما السلام فی ایدیھما الازلام۔

(پ ۷ بخاری ص ۲۱۸ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو کعبہ میں داخل ہونے سے انکار فرمایا جب کہ اس میں معبودان باطلہ موجود ہوں آپ نے حکم فرمایا تو وہ نکالے گئے پھر انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی صورت (مورتی) نکالی ان کے ہاتھوں میں تیر تھے۔

عنوان سوم

مشرکین بزرگوں، فقیروں، شہیدوں، سخیوں کی عبادت کرتے تھے

مشرکین مکہ شرکیہ عقیدہ کے تحت بزرگوں کی عبادت بھی کرتے تھے لیکن ان کی مورتیوں کے ذریعے بایں طور کہ بظاہر عبادات وتعظیمات ان کی اگرچہ ان مورتیوں کے سامنے ادا ہوتی تھیں لیکن مقصود ان کا صرف یہ مورتیاں نہ ہوتی تھیں بلکہ خود وہ بزرگ ہوتے تھے جن کی یہ مورتیاں تیار کی گئی تھیں لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ جن بزرگوں کی پوجا کی گئی وہ دو قسم کے تھے۔ ایک تو وہ جو واقع میں بزرگ اور موحد تھے لیکن لوگوں نے ان کی مرضی کے خلاف ان کی پوجا کی۔ دوسرے وہ تھے جو ضال مضل مشرک تھے بزرگ نہیں تھے لیکن لوگوں نے ان کو بھی نیک اور بزرگ جان کر ان کو معبود بنالیا۔

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔

چہارم پیر پرستاں گویند چوں مرد بزرگے کہ بسبب کمال ریاضت ومجاہدہ مستجاب الدعوات ومقبول الشفاعت عند اللہ شدہ بود ازیں جہاں می گزرد روح اورا قوتی عظیم و وسعتے بس فخیم بہم می رسد ہر کہ صورت اورا برزخ سازد یا در مکان نشست وبرخواست او یا بر گور او سجود وتذلل تام نماید روح او بسبب وسعت واطلاق بر آں مطلع شود ودر دنیا وآخرت در حق او شفاعت نماید۔

(تفسیر عزیزی ص ۱۲۷ ج ۱)

ترجمہ: چوتھا طائفہ پیر پرستوں کا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی بزرگ آدمی کمال ریاضت اور مجاہدہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں مستجاب الدعاء اور مقبول الشفاعت ہو کر اس جہان سے گزر جاتا ہے تو اس کے روح کو بڑی قوت اور بہت فراخی حاصل ہو جاتی ہے جو شخص بھی اس کی صورت کو برزخ بنالے یا اس کے بیٹھنے اور اٹھنے کے مکان میں یا اس کی قبر پر سجدے کرے یا مکمل زاری کرے تو اس کی روح بوجہ فراخی اور آزادی کے اس پر مطلع ہو جاتی ہے اور اس کے حق میں دنیا وآخرت میں سفارش کرتی ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى، وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى۔

(پ ۲۷ النجم ع ۱)

ترجمہ: آیا پس دیکھا تم نے لات اور عزیٰ اور منات تیسرے کو جو پچھلا ہے۔

حقیقت لات

یہ بڑی عمر کا ایک سخی انسان تھا جس کا اصلی نام عمرو بن لحی یا ربیعہ بن حارث تھا

لوگ اس کی سخاوت اور مہمان نوازی کی وجہ سے اس کو بزرگ مانتے تھے جب یہ مرا تو پہلے اس کی قبر پرستی شروع ہوئی بعد میں اس کا بت تیار کیا گیا۔

ماخذ نمبر ا:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اللات والعزی) کان اللات رجلا یلت سویق الحاج۔ (بخاری ص ۷۲۰ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ "اللات والعزیٰ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ لات ایک آدمی تھی جو حاجیوں کے لیے ستو بنایا کرتا تھا۔

ماخذ نمبر ۲: حافظ ابن کثیر دمشقیؒ فرماتے ہیں۔

وحکی عن ابن عباس ومجاھد والربیع بن انس انھم قرءوا اللات بتشدید التاء وفسروہ بانہ کان رجلا یلت للحجیج فی الجاھلیۃ السویق فلما مات عکفوا علی قبرہ فعبدوہ۔

(ابن کثیر ص ۲۵۳ ج ۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ اور مجاہدؒ اور ربیع بن انسؓ سے روایت ہے کہ وہ لات کو تاء کی تشدید کے ساتھ پڑھتے تھے اور تفسیر اس کی یوں فرماتے کہ لات ایک آدمی تھا جاہلیت میں حاجیوں کے لیے ستو بنایا کرتا تھا جب وہ مر گیا تو اس کی قبر پر جم کر بیٹھ گئے (مرادیں مانگنے کیلیے) اور اس کی عبادت شروع کر دی۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔

وکانت العرب تعظم ھذا الرجل باطعامہ الناس فی کل موسم۔

ترجمہ: اور عرب کے لوگ اس آدمی کی تعظیم کرتے تھے اس لیے

(عمدۃ القاری ص ۲۰۱ ج ۱۹)

کہ وہ حج کے موقع پر لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا۔

ماخذ نمبر ۴: علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔

وفی غرر التبیان اللات فعله من لوی لانهم کانوا یلوون علیها ای یطوفون۔
(عمدۃ القاری ص ۲۰۱ ج ۱۹)

ترجمہ: غرر التبیان میں ہے لات کا فعل لوی سے ہے اس لیے کہ وہ اس کا طواف کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۵: نیز فرماتے ہیں۔

ویقال انه عمرو بن لحی قال ویقال هو ربیعة بن حارثة وهو والد خزاعة وعمر عمرا طویلا فلما مات اتخذوا مقعده الذی کان یلت فیه السویق منسکا ثم سنح الامر بهم الی ان عبدوا تلك الصخرة التی کان یقعد علیها ومثلوها صنما وسموها اللات من اللت اعنی لت السویق۔
(عمدۃ القاری ص ۲۰۱ ج ۱۹)

ترجمہ: اور کہا جاتا ہے کہ وہ عمرو بن لحی ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ وہ ربیعہ بن حارثہ ہے جو خزاعہ کا والد تھا اور اس نے بڑی لمبی عمر پائی جب وہ مرا تو مشرکین نے اس کی اس بیٹھک کو جس میں ستو بناتا تھا اس کی نذر و نیاز کی ذبح گاہ بنا دیا پھر ان پر معاملہ یوں ظاہر ہوا کہ انہوں نے اس پتھر کی عبادت شروع کر دی جس پر وہ بیٹھتا تھا پھر اس کا بت بنا کر اس نام لات رکھ دیا یعنی ستو بنانے والا۔

ماخذ نمبر ۶: حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

فان اللات کان سبب عبادتها تعظیم قبر رجل صالح کان هناك۔
(صراط مستقیم ص ۳۳۳)

ترجمہ: لات کی عبادت کا سبب ایک نیک آدمی کی قبر کی تعظیم تھی جو وہاں موجود تھی۔

ماخذ نمبر ۷: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

وکفر الله سبحانه مشرکی مکة بقولهم لرجل سخی کان یلت السویق للحجاج انه نصب منصب الالوهیة فجعلوا یستعینون به عند الشدائد۔
(البدور البازغہ ص ۱۲۶)

ترجمہ: اور اللہ سبحانہٗ نے مشرکین مکہ کو اس لیے کافر کہا کہ انہوں نے ایک سخی آدمی جو حجاج کے لیے ستو بناتا تھا اس کو معبودیت کے درجہ پر ٹھہرایا اور مصائب میں اس سے مددیں مانگتے تھے۔

حقیقت عزّٰی

ایک جنیہ تھی، وادئ حراض میں کیکر کے تین درخت تھے ان پر ظالم بن اسعد (جو اس عبادت خانہ کا بانی تھا) نے ایک کمرہ تعمیر کیا ان درختوں میں سے اس جنیہ کا ظہور ہوتا تھا اور وہ قسم قسم کی آوازیں دیتی تھی مشرکین قریش اس کی بہت زیادہ تعظیم کرتے دور دور سے اس کی زواری کے لیے آتے، اس کی منت کے جانور لے آتے، ایک جگہ مقرر کر رکھی تھی وہاں جانور ذبح کرتے، وادی کا کچھ حصہ بطور حرم مخصوص کر رکھا تھا، حرم کعبہ کی نقل اتارتے تھے۔

ماخذ نمبر ۱: ابو المنذر الکلبیؒ فرماتے ہیں۔

فبنى عليها بنا يريد بيتا وكانوا يسمعون فيه الصوت وكانت اعظم الاصنام عند قريش وكانوا يزورونها ويهدون لها ويتقربون عندها بالذبح... وكانت قريش قد حمت لها شعبا من وادي حراض يقال له سقام يضاهون به حرم الكعبة... وكان لها منحر ينحرون فيه هدايا ها يقال له الغبغب... فكانوا يقسمون لحوم هدايا فيمن حضرها وكان عندها۔ (کتاب الاصنام ص ۱۸)

ترجمہ: اس (ظالم بن اسعد) نے وہاں ایک کمرہ تعمیر کیا مشرکین کو اس کمرہ سے آوازیں سنائی دیتی تھیں اور یہ بت باقی بتوں کی بانسبت بہت بڑا تھا قریش اس کی زیارت کے لیے آتے اور قربانی کے جانور لے آتے وہاں ذبح کرکے اس کا تقرب حاصل کرتے، قریش نے وادی حراض کے ایک حصہ کو جسے سقام کہا جاتا تھا احاطہ دے رکھا تھا حرم کعبہ کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کی غرض سے، وہاں ایک ذبح خانہ مقرر کر رکھا تھا، وہاں اس کی منتوں کے جانور ذبح کرتے اور حاضرین میں گوشت تقسیم کرتے۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

وقال النسائي اخبرنا على ابن المنذر اخبرنا ابن فضيل حدثنا الوليد بن جميع عن ابي الطفيل قال لما فتح رسول الله صلى الله عليه وسلم

ترجمہ: نسائی نے ابوالطفیلؓ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے جب مکہ فتح فرمایا تو خالد بن ولیدؓ کو مقام نخلہ کی طرف روانہ فرمایا اور عزیٰ وہاں پر تھی حضرت

مکۃ بعث خالد بن الولید الی نخلۃ وکانت بہا العزی فاتاہا خالد وکانت علی ثلاث سمرات فقطع السمرات وھدم البیت الذی کان علیہا ثم اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال ارجع فانک لم تصنع شیئا فرجع خالد فلما ابصرتہ السدنۃ وھم حجبتہا امنعوا فی الحیل وھم یقولون یا عزی یا عزی فاتاہا خالد فاذا امرأۃ عریانۃ ناشرۃ شعرھا تحفن التراب علی رأسہا فغمسہا بالسیف حتی قتلہا ثم رجع الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال تلک العزیٰ۔

(ابن کثیر ص ۲۵۴ ج ۴)

خالد وہاں تشریف لے گئے عزیٰ کیکر کے تین درختوں پر تھی حضرت خالد نے درخت کاٹ دیے اور قبہ گرادیا اور واپس آگر حضور ﷺ کو اطلاع دی آپ نے فرمایا واپس جا تو نے کچھ نہیں کیا حضرت خالد واپس آئے تو مجاوروں نے حیلے بہانے شروع کر دیے اور یا عزی یا عزی کے نعرے بلند کرنے لگے حضرت خالدؓ نے دیکھا کہ ایک ننگی عورت ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے آپ نے تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کیا اور واپس آکر حضور ﷺ کو خبر دی آپ ﷺ نے فرمایا یہی عزیٰ تھی۔

حقیقت منات

یہ بھی ایک انسان کا نام تھا بعض روایات کی بنا پر جنیہ اور پری تھی اس کی مورتی؛ بھی ایک مکان بنایا گیا تھا اور باقاعدہ اس کا مجاور مقرر تھا لوگ اس کا حج کرتے اور وہاں ا

کی منت کے جانور ذبح کیے جاتے اور وہاں تبرکاً بارش مانگی جاتی تھی۔

ماخذ نمبر ۱: علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

وفیه من اسماء الاصنام التی کانت اسماء لناس واللات والعزی ومناة وهی اصنام قریش۔ (اتقان ص ۱۴۲ ج ۲)	ترجمہ: قرآن پاک میں ایسے بتوں کے نام بھی ہیں جو آدمیوں کے نام تھے لات اور عزیٰ اور منات اور یہ قریش کے بت تھے۔

ماخذ نمبر ۲:

قالت عائشة نزلت فی الانصار کانوا هم وغسان قبل ان یسلموا یهلون بمناة۔ (بخاری ص ۷۲۱ ج ۲)	ترجمہ: بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ انصار اور غسان اسلام قبول کرنے سے پہلے منات کے لیے احرام باندھتے تھے۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔

ای من کان یحج لهذا الصنم کان لا یسعی بین الصفا والمروة تعظیما لصنمهم حیث لم یکن فی المسعی وکان فیه صنمان اساف ونائلة فانزل الله تعالی ردا علیهم بقوله ان الصفا والمروة من شعائر الله۔ (عمدة القاری ص ۲۰۲ ج ۱۹)	ترجمہ: یعنی جو شخص اس بت کا حج کرتا وہ صفا اور مروہ کے درمیان نہ دوڑتا اپنے اس بت کی تعظیم کے لیے اس لیے کہ سعی کی جگہ میں وہ بت نہیں تھا بلکہ اس میں اساف اور نائلہ تھے، اللہ پاک نے ان کی تردید کے لیے اپنا یہ فرمان نازل فرمایا صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی یادگار ہے۔

ماخذ نمبر ۴: علامہ مظہریؒ فرماتے ہیں۔

کانوا یستمطرون الانواء عندھا تبرکا بھا۔
(مظہری ص ۱۱۶ ج ۹)

ترجمہ: وہ اس کے پاس بطور تبرک ستاروں سے بارش مانگتے تھے۔

ماخذ نمبر ۵: نیز علامہ موصوفؒ لکھتے ہیں۔

فانھم کانوا یذبحون عندھا القرابین۔
(مظہری ص ۱۱۶ ج ۹)

ترجمہ: وہ مشرکین اس کے پاس اس کی نذر ونیاز کے جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۶: نیز فرماتے ہیں۔

ذکر محمد بن یوسف الصالحی فی سبیل الرشاد انه بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین فتح مکة سعد بن زید الاشھلی الی مناۃ وھو بالمشلل وھو الجبل الذی یھبط منه الی قدید لست بقین من رمضان فی فتح مکة وکانت مناۃ للاوس والخزرج وغسان فخرج سعد فی عشرین فارسا حتی انتھی الیھا وعلیھا سادن فقال

ترجمہ: محمد بن یوسف الصالحی نے سبیل الرشاد میں ذکر کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے جب مکہ فتح فرمایا تو حضرت سعد بن زید اشہلی کو مناۃ کی طرف روانہ فرمایا جب رمضان سے چھ راتیں باقی رہتی تھیں اور وہ مناۃ مشلل پہاڑ میں ہے جس سے قدید کی طرف اترا جاتا ہے پس حضرت سعدؓ بیس سواروں میں نکلے تا آنکہ اس کے پاس پہنچے اور اس پر ایک مجاور مقرر تھا اس مجاور نے کہا کیا ارادہ رکھتے ہو۔

السادن ما ترید قال هدم مناة قال وانت ذاك فاقبل سعد یمشی الیها ویخرج امرأة عریانة سوداء ثائرة الرأس تدعوا بالویل وتضرب صدرها فقال السادن مناة دونك بعض غضبانك ویضربها سعد بن زید الاشهلی فقتلها ویقبل الی الصنم معه اصحابه فهدموه۔

(تفسیر مظہری ص ۱۱۷ ج ۹)

حضرت سعدؓ نے فرمایا مناۃ کو درہم برہم کرنے کا مجاور نے کہا تم اور یہ (یعنی تیری کیا طاقت ہے) پس حضرت سعد اس کی طرف چل دیے اچانک ایک عورت نکلتی ہے ننگی کالی پراگندہ بالوں والی واویلا کرتی ہوئی اور سینہ پیٹتی ہوئی تو مجاور نے کہا اے مناۃ کچھ تو اپنا غصہ نکالو اور حضرت سعدؓ نے اس کو تلوار مار کر قتل کرڈالا اور اپنے ساتھیوں سمیت صنم کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو بھی درہم برہم کردیا۔

حقیقت اساف و نائلہ

اساف: یہ بھی ایک مرد تھا جس کے باپ کا نام بقاء بن عمرو تھا۔

نائلہ: یہ ایک عورت تھی جس کے باپ کا نام ذیب یا سہل تھا جب انہوں نے کعبۃ اللہ میں زنا کا پکا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس گندے ارادے کے پورا کرنے سے پہلے ہی مسخ کردیا تو ان کو بیت اللہ کے سامنے رکھا گیا محض عبرت کے لیے بعد میں اہل جاہلیت نے ان کو بزرگ مان کر ان کی عبادت شروع کردی حتی کہ صفا اور مروہ کی سعی بھی ان کی تعظیم کے لیے ہوتی تھی۔

ماخذ نمبر ۱: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

وسبب النزول ما صح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ کان علی الصفا صنم علی صورۃ رجل یقال لہ اساف... وعلی المروۃ صنم علی صورۃ امرأۃ تدعی نائلۃ۔
(روح المعانی ص ۲۵ ج ۲)

ترجمہ: اس آیت کا سبب نزول جو ابن عباسؓ سے بصحت منقول ہے صفا پر ایک بت آدمی کی شکل کا تھا جس کو اساف کہا جاتا تھا اور مروہ پر ایک بت تھا عورت کی شکل میں جس کو نائلہ کہا جاتا تھا۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ نوویؒ فرماتے ہیں۔

وانما کان فیما یقال رجلا و امرأۃ فالرجل اسمہ اساف بن بقاء ویقال ابن عمرو والمرأۃ اسمھا نائلۃ بنت ذئب ویقال بنت سھل۔
(نووی ص ۴۱۳ ج ۱)

ترجمہ: اساف اور نائلہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت تھے، مرد کا نام اساف بن بقاء یا ابن عمرو تھا اور عورت کا نام نائلہ بنت ذئب تھا اور کہا جاتا ہے بنت سہل۔

ماخذ نمبر ۳: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ذکر محمد ابن اسحاق فی کتاب السیرۃ ان اسافًا ونائلۃ کانا بشرین فزنیا داخل الکعبۃ فمسخا حجرین فنصبتھما قریش تجاہ الکعبۃ لیعتبر بھما

ترجمہ: محمد بن اسحاق نے کتاب السیرۃ میں ذکر کیا ہے کہ اساف اور نائلہ دونوں آدمی تھے لیکن انہوں نے کعبہ کے اندر بدکاری کی تو پتھر کی صورت مسخ کر دیے گئے قریش نے ان کو کعبہ کے ساتھ

الناس فلما طال عهد هما عبدا ثم حولا الى الصفا والمروة فنصبا هنالك فكان من طاف بالصفا والمروة يستلمهما۔ (ابن کثیر ص ۱۹۹ ج ۱)

نصب کر دیا تاکہ لوگ ان سے عبرت حاصل کریں جب طویل زمانہ گزر گیا تو وہ معبود بنا دیے گئے پھر ان کو صفا اور مروہ پر منتقل کر کے وہاں نصب کر دیا گیا اور جو بھی صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتا اس کو ہاتھ لگاتا۔

ماخذ نمبر ۴: علامہ بغویؒ فرماتے ہیں۔

وكان اهل الجاهلية يطوفون بين الصفا والمروة تعظيما للصنمين ويتمسحون بهما۔ (معالم التنزیل ص ۱۱۱ ج ۱)

ترجمہ: دور جاہلیت کے لوگ صفا اور مروہ کے درمیان ان ہی دو بتوں کی تعظیم کے لیے دوڑتے تھے اور ان دونوں کو ہاتھ لگاتے تھے۔

حقیقت ہبل

یہ حضرت ہابیل شہید کے نام کا بت تھا۔

ماخذ نمبر ۱:

وهو اسم صنم اتى به عمرو بن لحى وقيل انه كان عندهم صنم اتخذوه على اسم هابيل المقتول۔ (فیض الباری ص ۹۶ ج ۴)

ترجمہ: ہابیل ایک بت کا نام ہے جس کو عمرو بن لحی باہر سے لے آیا اور کہا گیا ہے کہ پہلے سے ان کے پاس تھا جس کو انہوں ہابیل مقتول کے نام پر بنایا تھا۔

ماخذ نمبر ۲: حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

اعظمھم عندھم ھبل علی صورۃ الانسان مکسورۃ الید الیمنیٰ۔
(اغاثۃ اللہفان ص ۲۱۵ ج ۱)

ترجمہ: ان کے نزدیک سب سے بڑا بت ہبل تھا جو انسان کی شکل پر تھا اور اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا۔

حقیقت ودّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر

یہ پانچوں حضرات بھی اپنے زمانہ کے حقیقی بزرگ سچے ولی اللہ تھے ہر ایک کے ساتھ بہت سی خلق خدا کے مریدانہ تعلقات وابستہ تھے جب یہ حضرات مر گئے تو پہلے ان کی قبروں پر جا کر ان سے مرادیں مانگی گئیں بعد میں ان کی مورتیاں تیار کر کے ان کی عبادتیں کی گئیں۔

ماخذ نمبر ۱:

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾
(پ ۲۹ نوح ع ۲)

ترجمہ: اور کہا تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو اور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو بھی نہ چھوڑو۔

ماخذ نمبر ۲:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطان الی

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک آدمیوں کے نام ہیں جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے

قومهم ان انصبوا الی مجالسهم التی کانوا یجلسون انصابا وسموها باسمائهم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا هلك اولئك وتنسخ العلم عبدت۔

(بخاری شریف ص ۷۳۲ ج ۲)

دلوں میں یہ بات ڈالی کہ ان کی ان مجلسوں میں جن میں وہ بیٹھتے تھے ان کے مجسمے نصب کرلو اور ان مجسموں کا نام ان بزرگوں والا رکھو انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن ان کی عبادت نہ کی گئی تاآنکہ یہ لوگ مرگئے اور علم دین گم ہوگیا پھر ان کی عبادت کی گئی۔

ماخذ نمبر ۳: حافظ ابن کثیر" فرماتے ہیں۔

وکذا روی عن عکرمة والضحاك وقتادة وابن اسحاق نحو ذلك۔

(ابن کثیر ص ۴۲۶ ج ۴)

ترجمہ: اور یہی مضمون عکرمہ، ضحاک، قتادہ اور ابن اسحاق سے روایت کیا گیا ہے۔

ماخذ نمبر ۴: نیز حافظ ابن کثیر" فرماتے ہیں۔

عن محمد بن قیس (ویغوث ویعوق ونسرا) قال کانوا قوما صالحین بین آدم ونوح وکان لهم اتباع یقتدون بهم فلما ماتوا قال اصحابهم الذین کانوا یقتدون بهم لو صورناهم

ترجمہ: محمد بن قیس یغوث، یعوق، نسر کی تعیین میں فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام اور آدم علیہ السلام کے درمیان یہ نیک لوگ تھے اور ان سب کے تبعین (مریدین وشاگرد) تھے جو ان کی اقتداء کرتے تھے جب یہ بزرگ مرگئے توان کے

لکان اشوق لنا الی العبادة اذا ذکرناهم فصوروهم فلما ماتوا وجاء اٰخرون دب الیهم ابلیس فقال انما کانوا یعبدونهم وبهم یسقون المطر فعبدوهم۔

(ابن کثیر ص ۲۶۴ ج ۴)

تبعین جو ان کی اقتداء کرتے تھے انہوں نے کہا اگر ہم ان کی تصویریں بنالیں تو یہ بات ہمیں عبادت الٰہی کی طرف زیادہ شوق پیدا کرنے والی ہوگی جب ہم ان کو یاد کریں گے آخر انہوں نے ان کی تصویریں بنا لیں پس جب یہ لوگ مر گئے اور دوسرے لوگ آ گئے تو ابلیس ان کے پاس آپہنچا اور کہنے لگا وہ (تمہارے بڑے) تو ان کی عبادت کرتے تھے اور ان کی وجہ سے ان پر بارش ہوتی تھی تو انہوں نے بھی ان کی عبادت شروع کر دی۔

ماخذ نمبر ۵: حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

قال غیر واحد من السلف کان هؤلاء قوما صالحین فی قوم نوح فلما ماتوا عکفوا علی قبورهم ثم صوروا تماثیلهم ثم طال علیهم الامد فعبدوهم۔

(اغاثة اللهفان ص ۱۰۴)

ترجمہ: سلف میں سے ایک نہیں بلکہ کئی بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ نیک لوگ نوح علیہ السلام کی قوم کے تھے جب یہ مر گئے تو لوگ پہلے پہلے ان کی قبروں پر جم کر بیٹھ گئے (مرادیں مانگنے کے لیے) اس کے بعد ان کی مورتیاں تیار کی گئیں پھر

جب عرصہ دراز گزر گیا تو ان کی عبادت شروع کر دی۔

مأخذ نمبر ۶: حضرت شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں۔

نیز باید دانست کہ ہر چند این پنج اسم نامہائی پسران حضرت ادریس اند کہ ہمہ مردماں وآدمیاں بودند۔ (تفسیر عزیزی ص ۱۳۱ ج ۲)

ترجمہ: نیز جاننا چاہیے کہ یہ پانچ نام حضرت ادریسؑ کے بیٹوں کے ہیں جو کہ سب جوان اور آدمی تھے۔

مأخذ نمبر ۷: علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

وفیه من اسماء الاصنام التی کانت اسماء لاناس ود وسواع ویغوث ویعوق ونسر۔ وهی اصنام قوم نوح واخرج ابن ابی حاتم عن عروة انهم اولاد ادم لصلبه۔ (اتقان ص ۱۴۲ ج ۲)

ترجمہ: قرآن پاک میں ایسے بتوں کے نام ہیں جو آدمیوں کے نام ہیں جیسے ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بت ہیں اور ابن ابی حاتم نے حضرت عروہ سے روایت کی ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد ہیں۔

حقیقت بعل

یہ ایک عورت تھی جو زندگی میں لوگوں کو مشرکانہ اور گمراہانہ تعلیم دیتی تھی اور لوگ اس کے معتقد ہونے کی وجہ سے اس کے غلط فتووں پر عمل کرتے تھے۔

مأخذ نمبر ۱:

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ | ترجمہ: اور بے شک الیاس رسولوں

قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

(پ ۲۳ الصفّٰت ع ۴)

میں سے تھا جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور سب سے بہتر بنانے والے کو چھوڑ دیتے ہو۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ اندلسیؒ فرماتے ہیں۔

وقالت فرقة ان بعلا اسم امرأة اتتهم بضلالة فاتبعوها وقرئ اتدعون بعلآء بالمد على وزن حمراء ويؤنس هذه القرأة قول من قال انه اسم امرأة۔

(البحر المحيط ص ۳۷۳ ج ۷)

ترجمہ: ایک جماعت علماء کا کہنا ہے کہ بعل ایک عورت کا نام ہے جو ان کے پاس گمراہی لے کر آئی اور قوم نے اتباع کر لیا اور لفظ بعل کو بعلاء کے ساتھ حمراء کے وزن پر بھی پڑھا گیا ہے اور یہ قرأت مؤید بنتی ہے اس شخص کے قول کو جو کہتا ہے کہ یہ عورت کا نام ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں۔

یہ بائیس ہاتھ کا بت سونے کا یا کسی عمدہ دھات کا تھا چار سو پچاس پجاری تھے جو نبی کہلاتے تھے لوگوں کو غیب کی خبریں دیا کرتے تھے، خلقت ان سے مدد مانگنے آتی تھی نذریں چڑھاتی تھی، ایک بڑی پر تکلف درگاہ بنا رکھی تھی اور اس کی تعظیم، ادب کے قاعدے مقرر کر رکھے تھے، یہ بدبخت مجاور نئی نئی اس کی کرامات وحکایات لوگوں کو سناتے تھے کہ فلاں کی یہ مراد بعل نے دی، فلاں نے نذرانہ ادا نہ کیا تھا اس کو یوں برباد کیا، سجدہ کیا کرتے تھے اس کے آگے قربانی ہوتی تھی باجے بجا کرتے تھے، ایک عجب ٹھاٹھ بنا

رکھا تھا جو حضرت الیاس علیہ السلام کے ہاتھ سے مدھم ہو گیا۔

(تفسیر حقانی ص ۱۵۷ ج ۶)

فہم سلف نمبر ۳:

قیل وکان من ذھب طولہ عشرون ذراعا ولہ اربعۃ اوجہ فتنوا بہ وعظموہ حتی اخدموہ اربعمائۃ سادن وجعلوھم انبیاء وکان الشیطان یدخل فی جوف بعل ویتکلم بشریعۃ الضلالۃ والسدنۃ یحفظونھا ویعلمونھا الناس۔

(البحر المحیط ص ۳۷۳ ج ۷)

ترجمہ: یہ بیس ہاتھ کا لمبا سونے کا بت تھا اس کے چار منہ تھے لوگ اس کی وجہ سے گمراہ ہوئے اور اس کی بے حد تعظیم کی حتی کہ چار سو مجاور اس کی خدمت پر مامور ہوئے اور ان کو نبی مانتے تھے اور شیطان اس بت بعل کے پیٹ میں داخل ہو کر گمراہانہ مذہب کی باتیں کرتا اور مجاور اس گمراہانہ شریعت کو یاد کرتے اور لوگوں کو سکھلاتے۔

فہم سلف نمبر ۴: علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

قال ابن اسحاق اخبرنی بعض اھل العلم انھم کانوا یعبدون امرأۃ اسمھا بعل۔

(ابن کثیر ص ۲۰ ج ۴)

ترجمہ: ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھے بعض اہل علم نے خبر دی کہ وہ قوم ایک عورت کی عبادت کرتی تھی جس کا نام بعل تھا۔

عنوان چہارم

دربیان پرستش کردن مشرکین کواکب را

مشرکین ستاروں کی عبادت چند نظریات کے تحت کرتے تھے۔

اوّل یہ کہ یہ بے جان مخلوق نہیں ہے بلکہ روح حیات اور عقل والی مخلوق ہے۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا علم غیب عطا کیا ہے جس سے وہ اپنے معتقدین کے دکھ سکھ کو اور فریاد و پکار کو جانتے رہتے ہیں۔

سوم یہ کہ مخلوق کی سعادت و نحوست اور ان کا نفع و نقصان بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے حوالے کر دیا ہے۔

چہارم اس شرکیہ عقیدہ کے تحت انہوں نے ان ستاروں کی مورتیاں تیار کر کے ان کی عبادت شروع کر دی لیکن ان کی شرکیہ تعظیمیں جو ظاہراً ان مورتیوں کے سامنے ادا کرتے تھے ان سے ان کا مقصود فقط وہ مورتیاں بے جان نہیں تھیں بلکہ خود وہ ستارے ہی تھے۔

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ حضرت شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں۔

النجامون ذهبوا الى ان النجوم تستحق العبادة وان عبادتها تنفع فى الدنيا ورفع الحاجات اليها حق قالوا قد تحققنا ان لها اثرا عظيما فى الحوادث اليومية وسعادة المرء وشقاوته وصحته وسقمه وان لها

ترجمہ: نجومیوں کا نظریہ یہ ہے کہ ستارے عبادت کے مستحق ہیں اور ان کی عبادت دنیا میں فائدہ مند ہے اور یہ کہ ان کے سامنے حاجات کو پیش کرنا برحق ہے ان کا کہنا ہے کہ ہم نے تحقیق کر لی ہے کہ حوادث اور انسان کی سعادت و شقاوت میں نیز اس کی تندرستی اور بیماری میں ان کی عظیم

نفوسا مجردۃ عاقلۃ تبعثھا علی الحرکۃ ولا تغفل عن عبادھا فبنوا ھیاکل علی اسمائھا وعبدوھا۔
(حجۃ اللہ ص ۱۲۰ ج ۱)

تاثیر ہے کیونکہ ان کے اندر نفوس مجردہ عاقلہ ہیں جو ان کی حرکت کا باعث ہیں اور وہ اپنے پجاریوں سے بے خبر نہیں ہیں انہوں نے ان کے ناموں پر ان کے ہیکل بنا لئے اور ان کی عبادت کرنے لگے۔

ماخذ نمبر ۲: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

ثانیھا انھم کانوا یعبدون الکواکب وزعموا ان الکواکب ھی التی لھا اھلیۃ عبودیۃ اللہ تعالیٰ ثم لما رأوا ان الکواکب تطلع وتغرب وضعوا لھا اصناما معینۃ واشتغلوا بعبادتھا ومقصودھم توجیہ العبادۃ الی الکواکب۔
(تفسیر کبیر ص ۶۰ ج ۱۷)

ترجمہ: دوسرا یہ کہ وہ ستاروں کی عبادت کرتے تھے اور ان کا گمان یہ تھا کہ ستارے ہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اہلیت ہے پھر جب انہوں نے دیکھا کہ ستارے طلوع اور غروب کا شکار ہوتے رہتے ہیں تو انہوں نے ان کے لیے بت معین بنائے اور ان کی عبادت میں مشغول ہوئے لیکن مقصود ان کا متوجہ کرنا عبادت کا ان ستاروں کی طرف تھا۔

ماخذ نمبر ۳: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔

وفرقہ دوم کہ خود را صابئین نامند گویند کہ ہرچند وجوب وجود و علم وحکمت وقدرت خاص بخداست لیکن او تعالیٰ کارہائی ایں عالم را

ترجمہ: دوسرا فرقہ جو اپنا صابئین نام رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بہر حال وجوب الوجود، علم وحکمت اور قدرت تو خاصہ اللہ تعالیٰ کا ہے

بستارہائی آسمانے وابستہ گردانیدہ وتدبیر خیر وشر را بایشاں تفویض فرمودہ پس مارا می باید کہ ارواح ایں ستارہا را بغایت تعظیم پیش آیم وغایت تعظیم عبادت است تا کاروائی ما کنند۔
(تفسیر عزیزی ص ۱۲۷ ج ۱)

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس جہان کے کاموں کو آسمان کے ستاروں کے حوالے کیا ہوا ہے اور خیر وشر کے تصرف کو بھی ان کو سونپ دیا ہے پس ہمیں لائق ہے کہ ہم ان ستاروں کے ارواح کے لیے انتہاء درجہ کی تعظیم یعنی عبادت کے ساتھ پیش آئیں تاکہ وہ ہماری مرادیں پوری کریں۔

شواہد القرآن

شاہد اوّل:

وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔
(پ ۱۹ النمل ع ۲)

ترجمہ: پایا میں نے اس کو اور اس کی قوم کو کہ سجدہ کرتے ہیں سورج کو اللہ تعالیٰ کے سوا۔

فہم سلف: علامہ اندلسیؒ فرماتے ہیں۔

انهم كانوا مجوسا يعبدون الانوار۔ (البحر المحيط ص ۶۸ ج ۷)

ترجمہ: وہ مجوسی تھے ستاروں کی پوجا کرتے تھے۔

شاہد دوم:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ

ترجمہ: جب اندھیرا کر لیا اس پر رات نے دیکھا اس نے ایک ستارہ

أَفَلَ قَالَ لَآ أُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٧٩﴾

(پ ۷ الانعام ع ۹)

فرمانے لگے یہ ہے میرا رب جب وہ غائب ہو گیا تو فرمایا میں نہیں دوست رکھتا غائب ہو جانے والوں کو پھر جب دیکھا چاند چمکتا ہوا فرمایا یہ ہے میرا رب جب وہ بھی غائب ہو گیا تو فرمایا اگر میرا رب میری راہنمائی نہ کرے گا تو میں ضرور گمراہوں میں سے ہو جاؤں گا پھر جب دیکھا آفتاب کو چمکتا ہوا فرمایا یہ ہے میرا رب یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ بھی غائب ہو گیا تو فرمایا اے میری قوم میں بری ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو۔ میں نے متوجہ کیا اپنے منہ کو اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہو کر اور نہیں ہوں میں شرک کرنے والوں سے۔

شاہد سوم:

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿٤٣﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ

ترجمہ: اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا اور جلاتا ہے اور یہ کہ اس نے بنایا جوڑا نر اور مادہ

الْأُنْثٰى ﴿٤٥﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿٤٦﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿٤٧﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿٤٨﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿٤٩﴾ (پ ۲۷ النجم ع ۳)

کا ایک بوند سے جب ٹپکائی جائے اور یہ کہ اس کے ذمہ ہے دوسری بار اٹھانا اور یہ کہ وہی ہی غنی اور تنگ دست کرتا ہے اور یہ کہ وہی ہے رب شعریٰ کا۔

فہم سلف نمبرا: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

وهى التى عبدت من دون الله سبحانه فى الجاهلية۔ (روح المعانی ص ۶۹ ج ۲۷)

ترجمہ: اور یہ وہی ستارہ ہے جس کی اللہ سبحانہٗ کے سوا جاہلیت میں عبادت کی جاتی تھی۔

فہم سلف نمبر ۲: نیز فرماتے ہیں۔

ومن العرب من كان يعظمها ويعتقد تأثيرها فى العالم ويزعمون انها تقطع السماء عرضا وسائر النجوم تقطعها طولا ويتكلمون على المغيبات عند طلوعها ففى قوله تعالىٰ "وانه هو رب الشعرىٰ" اشارة الى نفى تاثيرها۔ (روح المعانی ص ۷۰ ج ۲۷)

ترجمہ: اور بعضے عرب اس کی تعظیم کرتے تھے اور جہان میں اس کی تاثیر کا عقیدہ رکھتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ یہ قطع کرتا ہے آسمان کو چوڑائی میں اور باقی ستارے قطع کرتے ہیں لمبائی میں اور اس کے طلوع کے وقت غیب کی باتوں پر کلام کرتے تھے پس فرمان الٰہی "انه هو رب الشعرىٰ" میں اشارہ ہے اس کی تاثیر کی نفی کی طرف۔

عنوان پنجم

در بیان پرستش کردن مشرکین جنات را

مشرکین عرب جنوں کی عبادت بھی کرتے تھے لیکن چند نظریوں کے تحت۔

اوّل یہ کہ جنوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ عام مخلوق والی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا رشتے داری کا تعلق ہے بناء علیہ اس کارخانہ عالم میں بطور ولی عہد اور نواب ہونے کے یہ دخیل کار ہیں۔

دوم یہ کہ یہ غیب دان ہیں۔

سوم یہ کہ مافوق الاسباب نفع اور نقصان کے مختار ہیں حتیٰ کہ دلوں کا بدلانا بھی ان کے اختیار میں ہے۔

چہارم یہ کہ اس شرکیہ عقیدہ کے تحت انہوں نے لات، منات کی طرح ان جنوں کے نام پر بت اور مورتیاں تیار کر رکھی تھیں۔

ماخذ نمبر ۱:

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۔ (پ ۲۳ الصّٰفّٰت ع ۵)	ترجمہ: اور انہوں نے اس کے اور جنوں کے درمیان رشتہ قائم کر دیا ہے۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

قال مجاهد قال المشركون الملائكة بنات الله تعالىٰ فقال ابوبكر رضي الله عنه فمن امهاتهن قالوا بنات سروات	ترجمہ: مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ مشرکین کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ان کی مائیں کون ہیں تو انہوں نے کہا

الجن وکذا قال قتادۃ وابن زید۔
(ابن کثیر ص ۲۳ ج ۴)

سرداران جنات کی بیٹیاں ۔ اسی طرح کہا قتادہ اور ابن زید نے۔

فہم سلف نمبر ۲: نیز حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ تعالیٰ وجعلوا بینہ وبین الجنۃ نسباً قال زعم اعداء اللہ انہ تبارک وتعالیٰ ھو وابلیس اخوان تعالیٰ عن ذلک علوا کبیرا۔
(حکاہ ابن جریر، ابن کثیر ص ۲۳ ج ۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ خدا کے ان دشمنوں کا یہ گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ اور ابلیس دونوں بھائی ہیں بلند ہے اللہ تعالیٰ اس سے اور برتر ہے۔ اس کو ابن جریر نے ذکر کیا ہے۔

فہم سلف نمبر ۳: حضرت شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں۔

وآدمیاں دانستند کہ ایں جماعت غیب کہ کاروائی حاجات ما می کنند در ربوبیت ما شرکتے دارند وبلاشبہ علاقہ بندگی محض باخدا ندارند ایشاں را پسر خواندگی یا ولی عہدی یا تفویض خدمات ازآں طرف است والا مارا کہ در بزرگی او تعالیٰ بایشاں برابریم چرا محتاج ایشاں می کرد۔
(تفسیر عزیزی ص ۱۴۹ ج ۲)

ترجمہ: اور آدمی سمجھتے تھے کہ یہ غیبی جماعت جو ہماری حاجات کی کاروائی کرتی ہے ہماری ربوبیت میں ضرور شرکت رکھتی ہے اور بلاشک اللہ تعالیٰ کے ساتھ محض بندگی کا تعلق نہیں رکھتی بلکہ ان کو بیٹا کہنے کا یا ولی عہدی یا خدمات کا ان کے حوالہ ہونے کا علاقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہے ورنہ ہم کو ان کا کیوں محتاج کرتا جب کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ہم ان کے برابر ہیں۔

فہم سلف نمبر ۴: علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

بہت لوگ سمجھتے ہیں کہ جنّوں کے ہاتھ میں بدی کی اور فرشتوں کے ہاتھ میں نیکی کی باگ ہے یہ جس کو چاہیں بھلائی پہنچائیں اور خدا کا مقرب بنادیں اور وہ جسے چاہیں برائی اور تکلیف میں ڈال دیں یا گمراہ کر دیں شاید ان ہی مفروضہ اختیارات کی بناء پر انہیں اولاد یا سسرال بنایا ہوگا۔

(فوائد تفسیر یہ پ ۲۳ صافات آیت نمبر ۱۵۸)

ماخذ نمبر ۲:

وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾۔

(پ ۲۹ الجن ع ۱)

ترجمہ: اور یہ کہ کتنے ہی مرد انسانوں کے پناہ پکڑتے تھے کتنے ہی مردوں کی جنوں سے پھر تو وہ اور زیادہ سر چڑھنے لگے۔

فہم سلف نمبر ۱: شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں۔

واین پناہ گرفتن بچند نوع بود اول آنکہ ہر گاہ ایشان را مرضے لاحق می شد کہ از اثر بد نظری جن است برائے جن طعامی وخوشبوئے ودخنہ می ساختند و در مقامیکہ حضور جنیاں گمان می کردند می نہادند تا ایں محقر رابطریق رشوت قبول کنند واز ایذاء ما دست بردار شوند۔ دوم آنکہ در مہمات مشکل وعقد ہائی لاحل نام

ترجمہ: اور یہ پناہ پکڑنا کئی طریقوں سے تھا۔ پہلا یہ کہ جب ان کو کوئی مرض لاحق ہوتا جس کو جن کی نظر بد کا اثر سمجھتے تو جن کے لیے طعام اور خوشبو تیار کرتے اور بخور جلاتے اور اس کو اس مقام پر رکھتے جہاں جنوں کے حاضر ہونے کا گمان کرتے تاکہ اس معمولی چیز کو رشوت کے طور پر قبول کریں اور

آنہا را بطریق ورد می خواندند وبرصور تہائی تراشیدہ کہ بنام آنہامقرر کردہ بودند وبتاں می نامیدند رفتہ نذور وہدایا وقربانیہا می گذرانیدند۔ سوم آنکہ چوں معرفت حوادث آیندہ ایشاں را منظور می افتاد پیش کاہناں می رفتند واز آنہا پری خوانی می کنانیدند تاجنیاں حاضر شدہ خبر دہند کہ فلاں چیز چنیں خواہد شد وفلاں واقع چنیں۔ چہارم آنکہ ہر گاہ در سفری در صحرا یا در منازل نو فرود می آمدند بعضے کلمات استعانت وپناہ جوئی بسرداران جنیاں وپادشاہاں ایشاں می گفتند تا از صدمہ اتباع آنہا دراں صحرا ودراں منزل محفوظ مانند۔

(تفسیر عزیزی ص۱۴۸ ج۲)

ہماری ایذا سے دست بردار ہوجائیں۔ دوسرا یہ کہ مشکل کاموں میں اور بندوں سے حل نہ ہونے والے مصائب میں ان کے ناموں کوبطور وظیفہ کے پڑھتے اور ان کے تراشیدہ بت جو ان کے ناموں کے ساتھ موسوم تھے اور ان کا نام بھی بت رکھتے تھے ان پر جاکر ان کی نذر ونیاز اور ہدایا اور قربانیاں ادا کرتے تھے۔ تیسرا یہ کہ جب ان کو آئندہ واقعات کی دریافت منظور ہوتی تو کاہنوں کے پاس جاتے اور ان سے پری خوانی کراتے تاکہ جنات حاضر ہوکر خبر دیں کہ فلاں چیز اس طرح ہوگی اور فلاں واقعہ اس طرح ہوگا۔ چوتھا یہ کہ جب بھی سفر میں کسی جنگل یا جدید منزل پر اترتے تو بعضے کلمات استمداد اور پناہ جوئی کے جنوں کے سردار اور ان کے بادشاہوں کے لیے کہتے تاکہ ان کے لوگوں کے صدمہ سے اس جنگل اور منزل میں محفوظ رہیں۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں۔

اس پناہ مانگنے اور مدد طلب کرنے کے کئی طریقے عرب میں مروّج تھے۔

اوّل یہ کہ جب کسی کو کوئی مرض لاحق ہوتا اس کو جن و پری کی نظر بد کا اثر سمجھ کر اس کے لیے کھانا عمدہ پکاتے اور خوشبو شامل کرتے اور بخور جلاتے اور وہاں جاکر رکھتے کہ جہاں ان کو جنوں کے گزرنے کا گمان ہوتا تھا تاکہ اس رشوت و نذرانہ میں وہ تکلیف نہ پہنچائیں۔ اب بھی ہند کے جاہل کھانا پکا کر کہیں چوراہوں، کہیں دریا پر، کہیں کسی قبر پر، کسی درخت تلے رکھواتے ہیں جس کو اتارا کہتے ہیں اور ایسے صدقات کے لیے برہمنوں، نجومیوں، پنڈتوں، سیانوں، ملّاؤں، تعویذ گنڈے والوں کا ارشاد ہوا کرتا ہے۔

دوم یہ مشکل کے وقت، ان کے نام کو جپتے اور وظیفہ بنا کر پڑھتے اور نذر و نیاز اور بخور وغیرہ شرائط کو عمل میں لاتے، ایسا کرنے سے وہ سمجھتے تھے کہ یہ مشکل وہ دیوتا آسان کر دے گا۔ پیر اور موکّلات کے حاضر کرنے کے لیے اب بھی بڑے بڑے ڈبل لوگ بجائے مراقبہ و اذکار الٰہی کے یا دردائیل و یا رفتمائیل دریا یا جنگل میں بیٹھ کر ہزاروں بار پڑھتے ہیں اور کوئی شیطان حاضر ہو جاتا ہے تو اس کو فوز المرام جانتے ہیں۔

سوم جب کسی آئندہ آنے والی بات پوچھنے کی ضرورت پڑتی تھی تو کاہنوں کے پاس جاکر ان کے محامد کے منتر پڑھواتے، نذر و نیاز، مینڈھا، بکرا چڑھاتے تب وہ ان کاہنوں کے سر پر آکر وہ باتیں بتلاتا تھا۔

چہارم جب کسی سفر میں ہوتے اور کسی جنگل و بیابان میں اترتے تھے تو اس وادی کے جنوں سے پناہ چاہتے اور یوں باآواز بلند کہتے اعوذ بسید ھذا الوادی، من شر سفھاء قومہ تاکہ ان کے چھوٹے لوگوں کے شر سے

محفوظ رہیں اور بھی بہت طریقے تھے۔ ان سب باتوں کو اسلام نے ممنوع کر دیا اور آنحضرت ﷺ نے فرمادیا کہ اللہ ہی کی پناہ مانگا کرو وہی نذر ونیاز کے قابل ہے، مالی اور جسمانی عبادتیں اسی کو ہیں اس کے حکم بغیر کوئی پتہ بھی نہیں ہلا سکتا۔ (پ ۲۹ تفسیر حقانی ص ۲۳۶ ج ۷)

فہم سلف نمبر ۳: علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں۔

عرب میں یہ جہالت پھیلی ہوئی تھی جنوں سے غیب کی خبریں پوچھتے، ان کے نام کی نذر ونیاز کرتے چڑھاوے چڑھاتے اور جب کسی قافلہ کا گزر یا پڑاؤ کسی خوفناک وادی میں ہوتا تو کہتے کہ اس حلقہ کے جنّوں کا جو سردار ہے ہم اس کی پناہ میں آتے ہیں تاکہ وہ اپنے ماتحت جنوں سے ہماری حفاظت کرے ان باتوں سے جن اور زیادہ مغرور ہو گئے اور سر چڑھنے لگے۔

(فوائد تفسیریہ سورۃ جن آیت نمبر ۶)

ماخذ نمبر ۳:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ۔ (پ ۷ الانعام ع ۱۲)	ترجمہ: اور کیا انہوں نے اللہ پاک کے لیے شریک جنّوں کو حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے۔

فائدہ اولیٰ

جنّوں کو شریک کرنے سے مراد عبادت اور لوازم عبادت یعنی علم غیب اور نفع نقصان کے تصرف میں شرک کرنا مراد ہے۔

فہم سلف نمبر ۱: امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔

جعلوا الله الجن شرکاء فی	ترجمہ: انہوں نے اللہ تعالیٰ کے

عبادتهم اياه۔
(ابن جریر ص ۲۹۸ ج ۷)

لیے جنوں کو اللہ کی عبادت میں شریک کیا۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

شركاء في الالوهية او الربوبية۔
(روح المعانی ص ۲۴۰ ج ۷)

ترجمہ: یعنی شریک معبودیت میں یا ربوبیت میں۔

فہم سلف نمبر ۳: علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں۔

والمعنىٰ انهم جعلوا شركاء الله فعبدوهم كما عبدوه وعظموهم كما عظموه۔
(فتح القدیر ص ۱۴۷ ج ۲)

ترجمہ: اور مطلب یہ ہے کہ مشرکین نے ان کو اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بنایا پھر ان جنوں کی اس طرح عبادت کرتے جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور ان کی اسی طرح تعظیم بجالاتے جس طرح اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرتے تھے۔

فائدہ ثانیہ

عبادت جن سے مراد ذات جن کی عبادت ہے۔

فائدہ ثالثہ

جن سے مراد ملائکہ نہیں ہیں بلکہ خود ناری جن مراد ہیں۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ ثعالبیؒ اور علامہ اندلسیؒ واللفظ لہ لکھتے ہیں۔

وظاهر الكلام انهم جعلوا

ترجمہ: اور ظاہر کلام کا یہی ہے کہ

لله شركاء الجن انفسهم وما قاله الحسن مخالف لهذا الظاهر اذ ظاهر كلامه ان الشركاء هي الاوثان وانه جعلت طاعة الشيطان تشريكا له مع الله تعالى اذ كان التشريك ناشئًا عن امره واغوائه وكذا قال اسماعيل الضرير اراد بالجن ابليس امرهم فاطاعوه وظاهر لفظ الجن انهم الذين يتبادر اليهم الذهن من انهم قسيم الانس فی قوله تعالى يا معشر الجن والانس وانهم ليسوا الملائكة لقوله ثم نقول للملائكة أهؤلاء اياكم كانوا يعبدون قالوا سبحانك انت ولينا من دونهم بل كانوا يعبدون الجن فالآية مشيرة الى الذين جعلوا الجن شركاء لله فی عبادتهم

انہوں نے اللہ پاک کے لیے خود جنوں کی ذوات کو شریک بنایا تھا اور وہ جو حضرت حسنؒ نے فرمایا ہے وہ اس کے ظاہر کے مخالف ہے اس لیے کہ ان کے کلام سے ظاہر یہ ہے کہ شرکاء یہی بت ہیں اور یہ کہ شیطان کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشراک کہا گیا ہے اس لیے کہ شرک اس کے امر اور اس کے گمراہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح ضریر نے کہا ہے کہ لفظ الجن سے ابلیس مراد ہے کہ اس نے ان کو حکم کیا پس انہوں نے اس کی اطاعت کی اور ظاہر لفظ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ وہی ہیں جن کی طرف ذہن متبادر ہوتا ہے کیونکہ وہ فرمان الٰہی میں انسان کے مقابل ہیں "اے جماعت جنوں اور انسانوں کی" اور یقیناً وہ فرشتے نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "پھر ہم فرشتوں سے فرمادیں گے آیا یہ تمہاری عبادت کرتے

ایام وانهم یعلمون الغیب وکانت طوائف من العرب تفعل ذلک وتستجیر بجن الاودیة فی اسفارها۔
(بحر المحیط ص ۱۹۳ ج ۴)
(جواہر الحسان ص ۵۴۷ ج ۱)

تھے؟ وہ کہیں گے اللہ پاک ہے تو ہی ہے دوست ہمارا نہ وہ بلکہ وہ عبادت کرتے تھے جنوں کی" تو آیت ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جنہوں نے عبادت میں جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا اور اس بات میں کہ وہ جنات غیب جانتے ہیں اور عرب کے بہت قبائل ایسا کرتے تھے اور اپنے سفروں میں وادیوں کے جنوں کی پناہ لیتے تھے۔

ماخذ نمبر ۴:

أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۚ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ﴿٥٠﴾
(پ ۱۵ الکہف ع ۶)

ترجمہ: پھر کیا تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو کارساز بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، بے انصافوں کو برا بدل ملا۔

سوال

قرآن کریم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین نے جنوں کو بھی اور بالخصوص شیطانوں کو بھی عبادت اور لوازم عبادت میں شریک خداوندی بنایا ہے حالانکہ ہر انسان طبعًا شیطان کو برا کہتا ہے پھر اس کی عبادت کیسے ہوئی۔

الجواب

جنات کی عبادت کرنے والے مشرکین دو قسم تھے۔

طائفہ اولیٰ

جمہور مشرکین کا گروہ؛ وہ جنوں کی غیب دانی اور تصرف اور تاثیر کا حقیقۃً ایسا قائل تھا جیسا کہ لات اور منات کا اور اسی شرکیہ عقیدہ کے تحت حقیقۃً اور بلاواسطہ امداد کے لیے ان کو پکارتا اور ان کے نام کا ورد کرتا اور ان کے نام کی نذر و نیاز اور قربانیاں ادا کرتا جن کے مفصل حوالے پہلے گزر چکے ہیں قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماویں گے کہ یہ مشرکین تمہاری عبادت کرتے تھے تو وہ عرض کریں گے۔

بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ (پ ۲۲ سبا ع ۵)	ترجمہ: بلکہ جنوں کی عبادت کرتے تھے اور اکثر ان کے ان کے ساتھ ایمان لانے والے تھے۔

قارئین کرام! یہ آیت صریح ہے اس مضمون میں کہ جمہور مشرکین جنوں کی مشکل کشائی اور غیب دانی اور معبودیت کے واقع میں اور حقیقۃً اور قصداً قائل تھے یعنی وہ جنوں کی عبادت لزوماً نہیں کرتے تھے بایں طور کہ ان کا بتوں کی عبادت کرنے سے شیطان اور اس کی ذریت کی عبادت لازم آجاتی ہے کیونکہ ان کے اغواء اور ان کی اطاعت سے یہ عبادت اصنام ہو رہی ہے بلکہ وہ التزاماً ہی جنوں کی عبادت کرتے تھے کیونکہ جب وہ شیطان کو اللہ تعالیٰ کا بھائی اور باقی جنات کو اللہ تعالیٰ کا رشتہ دار اور سسرال جانتے تھے تو ان کی برائی کا تصور ان کے ذہن میں کیسے آسکتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ شیطان اور باقی جنوں کو مشرکین نے بزرگ ہی مان کر پوجا ہے۔

طائفہ ثانیہ

مشرکین کا وہ تھا جو شیطان اور اس کی ذات کی غیب دانی اور مشکل کشائی کا قائل نہیں تھا مگر شیطان اور اس کی ذریت نے بزرگوں اور نیکوں کی شکل میں آکر اور ان کے

زمرہ میں شمار ہو کر اور انہیں والا نام لے کر اپنے آپ کی پوجا کروائی۔

فہم سلف نمبر۱: حضرت شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں۔

وجنیاں در اصل خلقت خود کہ از مادۂ ناری مخلوق اند. تعلی و تفوق، نخوت و تکبر و سرکشی و خود را الٰہ معبود قرار دادن مجبول اند وبالطبع ایں چیز ہارا دوست می دارند ہر گاہ ایں نوع معاملہ بایشاں واقع می شود زیادہ تر در انجاح حاجات نبی آدم ساعی می شوند کہ ایں نہال سرسبز شود و عظمت مادر ازہان مردم وقعی عظیم پیدا کند وخود را بجیلہا و مکرہا در زمرۂ ارواح طیبہ بزرگاں معدود می سازند ونام بزرگاں برائے خود می گیرند تا مردم زود گرویدہ شوند و انکار نکنند و رفتہ رفتہ خباثت وبد طینتی خود ظاہر می نمایند وشرک صریح می کنانند وایں مرض صعب جمیع طوائف بنی آدم لاحق است حتی کہ دریں امت نیز شیوع تمام پیدا کردہ وکثیر الرواج گشتہ والعیاذ باللہ من ذلک۔

ترجمہ: جن اپنی اصلی پیدائش میں کہ مادہ ناری سے مخلوق ہیں تعلی، فوقیت، غرور، تکبر، سرکشی اور اپنے آپ کو معبود قرار دینا یہ چیزیں ان کی جبلت میں موجود ہیں اور طبعی طور پر ان چیزوں کو دوست رکھتے ہیں اور جب ہی اس قسم کا معاملہ ان کے ساتھ واقع ہو تو آدمیوں کی حاجات کے پورا کرنے میں بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں تاکہ یہ پودا سرسبز ہو جائے اور لوگوں کے ذہنوں میں ہماری عظمت کا بڑا اثر پیدا کرے اور آپ کو کئی حیلوں اور مکروں کے ذریعہ بزرگوں کے ارواح طیبہ کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں اور اپنے لیے بزرگوں کا نام لیتے ہیں تاکہ آدمی جلدی گرویدہ ہوں اور انکار نہ کریں پھر آہستہ آہستہ اپنی خباثت اور بد طینتی ظاہر کرتے ہیں اور شرک صریح کراتے ہیں اور یہ سخت بیماری

(تفسیر عزیزی ص۱۴۹ ج ۲)

تمام بنی آدم کے طائفوں کو لاحق ہے حتی کہ اس امت میں بھی بہت مروّج ہو چکی ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں۔

جنوں کا مادہ ناری یا ہوائی ہے اس لیے علو و تکبر ان کی طینت میں داخل ہے ایسے اعمال و نذر و نیاز اور منتروں سے وہ اترا کر ان کے کام کرنے میں کوشش کرتے ہیں تا کہ ہماری عظمت و وقعت بنی آدم کے دلوں سے نہ نکلے اور اسی لیے لوگوں کے ذہنوں میں سینکڑوں مکر و حیلوں سے اپنی عظمت بٹھاتے ہیں کبھی اپنے آپ کو اولیاء، وانبیاء کی ارواح طیبات میں محسوب کرتے ہیں اور ان کے نام بتاتے ہیں کہ میں فلاں بزرگ ہوں یا فلاں شخص ہوں تا کہ لوگوں کو اعتقاد پیدا ہو اور پھر رفتہ رفتہ اپنی خباثت کرتے ہیں اور کبھی کسی مردہ شخص کا نام اپنا نام رکھ کر اس کے گھر کی خبریں بتلاتے ہیں تا کہ ثواب وعقاب اخروی کا اعتقاد دلوں سے زائل ہو جاوے اور جان لیں کہ مر کریوں ہی اسی دنیا میں سیر کرتے پھرا کرتے ہیں جس کے سر پر چاہتے ہیں آتے ہیں۔

(تفسیر حقانی ص ۲۳۷ ج ۷)

ماخذ نمبر ۱:

وَإِذَا رَءَا ٱلَّذِينَ أَشْرَكُوا۟ شُرَكَآءَهُمْ قَالُوا۟ رَبَّنَا هَٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا ٱلَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا۟ مِن دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا۟ إِلَيْهِمُ ٱلْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَٰذِبُونَ ﴿٨٦﴾

(پ ۱۴ النحل ع ۱۲)

ترجمہ: اور جب مشرک اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب! یہی ہمارے شریک ہیں جنہیں ہم تیرے سوا پکارتے تھے پھر وہ انہیں جواب دیں گے کہ تم سراسر جھوٹے ہو۔

فہم سلف: حضرت شاہ عبد القادرؒ اسی آیت پر حاشیہ لکھتے ہیں۔

جو لوگ پوجتے ہیں بزرگوں کو وہ بزرگ بے گناہ ہیں ایک شیطان اپنا وہی نام رکھ کر آپ کو پجواتا ہے اسی سے ان کو کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔

(موضح قرآن پ ۲۰)

ماخذ نمبر ۲:

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾

(پ ۲۰ قصص ع ۷)

ترجمہ: جن پر الزام قائم ہو گا وہ کہیں گے اے رب ہمارے! وہ یہی ہیں جنہیں ہم نے بہکایا تھا انہیں ہم نے گمراہ کیا تھا جیسا کہ ہم گمراہ تھے ہم تیرے روبرو بیزار ہوتے ہیں یہ ہمیں نہیں پوجتے تھے۔

فہم سلف: حضرت شاہ عبد القادرؒ فرماتے ہیں۔

یہ شیطان بولیں گے بہکایا تو ہے انہوں نے پر نام لے کر نیکوں کا اسی سے کہا کہ ہم کو نہ پوجتے تھے۔ (موضح قرآن پ ۲۰ القصص ع ۷)

سوال دوم

بعض لوگ بزرگوں کو پکارتے ہیں تو اس کے سامنے بزرگ نمودار ہو کر کہتا ہے کہ میں فلاں بزرگ ہوں تیری پکار سن کر تیری امداد کے لیے آیا ہوں یا بغیر نمودار ہونے کے یہ آواز دیتا ہے، کبھی قبر سے یا کبھی درخت وغیرہ سے اور کبھی بزرگ کی قبر پر خط لکھ کر آتے ہیں تو اس کا جواب لکھا ہوا ہوتا ہے اور کبھی انسان کسی تکلیف خانگی یا مالی یا جانی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو بزرگ اس کو خواب میں یا بیداری میں ڈرا دیتے ہیں کہ تو نے میری نذر

ونیاز اور پکار کو چھوڑ دیا ہے اس لیے یہ مصائب تم پر آتے ہیں اور جب نذر ونیاز ادا کرتا ہے تو صحیح ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کو زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی کرامات تصرفات حاصل ہیں۔

الجواب

جتنے مذاہب حقہ یا باطلہ انسانوں میں پائے جاتے ہیں وہی سب کے سب جنوں میں بھی موجود ہیں تو جس طرح ہر جن اپنے مذہب کو لوگوں کے دلوں میں مضبوط کرنے کے لیے کئی قسم کی تجویزیں کرتے ہیں اسی طرح مشرک جنات بھی اپنے شرکیہ مذہب کو سچا ثابت کرنے کے لیے کئی قسم کی مشرکانہ مکاریاں کرتے ہیں لیکن بزرگوں کے روپ میں ظاہر ہو کر۔

خلاصہ یہ کہ یہ سب حیلے مشرکانہ خواب میں یا بیداری میں بلاریب جنات ہی کر رہے ہیں لوگوں کو مشرک بنانے کے لیے اور بزرگ بلاریب ان مشرکانہ اعمال سے بے خبر اور بے گناہ ہیں اور یہ تمام مشرکانہ اعمال شریعت سے بغاوت ہے۔

ماخذ:

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا (۱۱) (پ ۲۹ الجن ع ۱)	ترجمہ: اور کچھ تو ہم میں سے نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے ہم بھی مختلف طریقوں پر تھے۔

فہم سلف نمبر ۱: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔

حضرت حسن بصری فرمودہ اند کہ ہمہ مذاہب مختلفہ آدمیان درمیان جن ہم رواج دارند بعضے از ایشان قدریہ اند و بعضے مرجئہ وبعضے روافض وبعضے ہنود وبعضے یہودی	ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں آدمیوں کے مختلف مذاہب جنوں میں بھی مروّج ہیں ان میں سے کچھ (جنّات) قدریہ ہیں کچھ مرجئہ کچھ رافضی کچھ ہندو کچھ

ونصرانی ومجوسی وغیر ذلک۔
(تفسیر عزیزی ص ۱۵۳ ج ۲)

یہودی، نصرانی اور مجوسی وغیرہ۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں۔

جن بھی مشرک تھے بعض کاملوں کو جیسا کہ حضرات انبیاءؑ یا بعض جن بعض جنوں کو خدا تعالیٰ کا رشتہ دار اور خدائی میں دخیل سمجھتے تھے۔

فہم سلف نمبر ۳: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔

پس اہل ہر مذہب در خواب وبیداری بر آدمیاں اخبار موافق مذہب خود القاء می نمایند وآدمیاں می دانند کی تصدیق ایں مذہب از عالم غیب شد وزیادہ تر گمراہ می شوند وعلیٰ ہذا القیاس جنیاں ہر مذہب در حاجات ومہمات ودفع بلیات امداد واعانت اہل مذہب خود می کنند تا اہل آں مذہب از آدمیاں بدانند کہ ایں مذہب نیز در عالم غیب وقعے دارد کہ حاجات ماروا می کنند وبلیات ما رادفع می نمایند۔
(تفسیر عزیز ص ۱۵۳ ج ۲)

ترجمہ: ہر مذہب والے خواب اور بیداری میں آدمیوں پر اپنے مذہب کے موافق خبریں القاء کرتے ہیں اور آدمی سمجھتے ہیں کہ اس مذہب کی تصدیق عالم غیب سے ہو رہی ہے اور پہلے سے بھی زیادہ گمراہ ہو جاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس ہر مذہب کے جن حاجات اور مشکلات اور دفع مصائب میں اپنے مذہب والوں کی (ماتحت الاسباب) امداد کرتے ہیں تا کہ اس مذہب کے آدمی یہ جان لیں کہ یہ مذہب بھی عالم غیب میں وقعت رکھتا ہے کہ ہماری حاجات کو پورا کر رہے ہیں اور ہماری مصیبتوں کو دفع کر رہے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۴: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

وقد يتمثل الشيطان للمستغيث فی صورة الذی استغاث به فيظن ان ذلك كرامة لمن استغاث به هيهات هيهات انما هو شيطان اضله واغواه و زين له هواه وذلك كما يتكلم الشيطان فی الاصنام ليضل عبدتها الطغام وبعض الجهلة يقول ان ذلك من تطور روح المستغاث به او من ظهور ملك بصورته كرامة له ولقد ساء ما يحكمون لان التطور والظهور وان كانا ممكنين لكن لا فی مثل هذه الصورة وعند ارتكاب هذه الجريرة نسأل الله تعالى باسمائه ان يعصمنا من

ترجمہ: اور کبھی شیطان مدد مانگنے والے کے لیے اس شخص کی شکل میں متشکل ہو کر آجاتا ہے جس سے وہ مدد مانگ رہا ہے پس وہ (مدد مانگنے والا) گمان کرتا ہے کہ یہ کرامت ہے اس شخص کی جس سے اس نے مدد مانگی ہے ایسا نہیں ہے ایسا نہیں ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ شیطان ہی ہے جس نے اس کو گمراہ کیا اور بھٹکایا ہے اور اس کی خواہش کو اس کے لیے خوبصورت بنایا ہے اور یہ اسی طرح ہے جس طرح شیاطین کلام کرتے ہیں بتوں میں تاکہ گمراہ کریں اپنے پجاریوں کو جو رذیل ہیں اور بعض جاہل کہتے ہیں کہ جس سے مدد مانگی گئی ہے یہ اس کے روح کا تطور ہے یا ظہور ہے فرشتہ کا اس کی شکل پر اس کی کرامت کے طور پر اور برے فیصلے کرتے ہیں اس لیے کہ تطور اور ظہور اگرچہ ممکن ہیں

ذلک ونتوسل بلطفہ ان یسلک بنا وبکم احسن المسالک۔
(روح المعانی ص ۱۲۹ ج ٦)

لیکن نہ تو ایسی صورت میں اور نہ اس جرم کے ارتکاب کے وقت سوال کرتے ہیں ہم اللہ پاک سے اس کے ناموں کے ساتھ کہ بچائے ہمیں ایسی باتوں سے اور اس کے لطف کے ساتھ وسیلہ پکڑتے ہیں یہ کہ چلائے ہم کو اور تم کو سیدھی راہ پر۔

فہم سلف نمبر ۵: حافظ ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں۔

والشیاطین تضلھم کما کانت تضل المشرکین تارۃ بان یتمثل الشیطان فی صورۃ ذلک الشخص الذی یدعی ویعبد فیظن داعیہ انہ قد اتی او یظن ان اللہ صور ملکا علی صورتہ فان النصرانی یدعو فی الاسر وغیرہ مارجرجس او غیرہ فیراہ قد اتاہ فی الھواء وکذلک اٰخر غیرہ وقد سئلوا بعض بطارقتھم عن ھذا کیف یوجد فی ھذہ

ترجمہ: اور شیاطین ان کو ایسے گمراہ کرتے ہیں جیسے مشرکین کو گمراہ کرتے تھے کبھی بایں طور کہ متشکل ہو کر آجاتا ہے شیطان اس شخص کی شکل میں جو پکارا جا رہا ہے اور جس کی عبادت کی جارہی ہے۔ پکارنے والا گمان کرتا ہے کہ وہ شخص معبود خود آگیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو اس کی شکل دے کر بھیج دیا ہے نصرانی جب قید وغیرہ میں مارجرجس یا کسی دوسرے کو پکارتا ہے تو اس کو ہوا میں آتا ہوا دیکھتا ہے اور اسی طرح دوسرے

الاماكن فقال هذه
ملائكة يخلقهم الله على
صورته تغيث من يدعوه
وانما تلك الشياطين
اضلت المشركين وهكذا
كثير من اهل البدع
والضلال والشرك
المنتسبين الى هذه الامة
فان احدهم يدعو
ويستغيث بشيخه الذى
يعظمه وهو ميت او
يستغيث به عند قبره
ويسأله وقد ينذر له نذرا
ونحو ذلك ويرى ذلك
الشخص قد اتاه فى الهواء
ودفع عنه بعض ما يكره او
كلمه ببعض ما سئله عنه
ونحو ذلك فيظنه الشيخ
نفسه اتى ان كان حيا۔
(فتاوی کبریٰ ص۳۵٦ ج۱۷)

لوگ جب مار جر جس کے سوا کسی
دوسرے کو پکارتے ہیں اور ان کے
بعض علماء سے پوچھا گیا کہ وہ ان
(متعدد) جگہوں میں کیسے پائے
جاتے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ
فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اس
معبود کی شکل پر پیدا کیا ہے، امداد
کرتے ہیں اس شخص کی جو ان
بزرگوں کو پکارتا ہے حالانکہ اس
کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ یہ
شیاطین ہیں جو مشرکین کو گمراہ
کرتے ہیں اور اسی طرح بہت سے
اہل بدعت گمراہ اور مشرکین جو
اس امت کی طرف منسوب ہیں
خیال کرتے ہیں کہ جب کوئی پکارتا
اور مدد مانگتا ہے اس شخص سے جس
کی وہ تعظیم کرتا ہے اور وہ مرچکا ہوتا
ہے یا مدد مانگتا ہے اس سے اس کی
قبر کے نزدیک اور اس سے سوال
کرتا ہے اور کبھی منت مانتا ہے اس
کی کوئی منت اور مثل اس کے تو

دیکھتا ہے اس شخص کو کہ آجاتا ہے اس کے پاس ہوا میں اور پھر دفع کرتا ہے اس سے اس کی بعض تکلیفوں کو یا جواب دیتا ہے اس کو بعض ان چیزوں کا جس کا ان سے سوال کیا تھا اور مثل اس کے پس گمان کرتا ہے اس کو کہ خود ذات شیخ کی آگئی ہے اگر وہ زندہ ہو تو۔

فہم سلف نمبر ۶ علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں۔

اور جن بھی طرح طرح کی تدابیر اپنی حکومت ثابت کرنے کے لیے کرتے تھے کبھی بتوں کے اندر سے آوازیں دیتے تھے اور باتیں کرتے تھے کبھی کسی درخت میں سے بول اٹھتے تھے اور کہیں کسی کے سر پر آکر دور ودراز کی باتیں بتاتے تھے اور کبھی کسی مشکل کام کے لیے وہ لوگ اپنی چوکی چڑھاتے اور بکرا ذبح کرتے تھے خصوصاً دشمنوں کے مقابلہ کے وقت اور بیماری یا وبا کے دفع کرنے کے وقت اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ آکر ہماری اس کام میں مدد کریں گے اور ان کے خیال کے موافق کبھی کچھ ظہور بھی ہوتا تھا اور کبھی ان کے مخالف کو کچھ مضرت بھی پہنچ جایا کرتی تھی ... اور کبھی وہ جن کاہنوں کے سر پر آکر کلام مسجع میں غیب کی خبریں بھی دیا کرتے تھے اور شعراء کے دل پر مضامین کے القاء کرنے میں مدد کرتے تھے۔ (تفسیر حقانی ص ۲۳۴ ج ۷)

فہم سلف نمبر ۷: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔

پس درمیان حضرت آدمؑ و حضرت | ترجمہ: حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ

نوحؑ ہشت واسطہ است وہیچ یک ازیں واسطہ کافر نبود وہمہ مسلمانان نیک ذات آری بعد از وفات حضرت ادریسؑ بت پرستی در اولاد حضرت آدم رواج یافتہ بود و سببش آں شد کہ پسران حضرت ادریس ہمہ اولیاء صلحاء بودند ومردم را بعبادت مشغول می ساختند وہریک برائے خود مسجدے درست کردہ مردم را دراں مسجد بذکر وطاعت دعوت می فرمود ومردم بشوق ونشاط باحضور ایشاں لذت عبادت می یافتند چوں پسران حضرت ادریس ازیں عالم گزشتہ مردم راحسرت وافسوس عظیم لاحق شد وباہم شکایت آغاز نہادند کہ مارا حالاً در عبادت وذکر آں لذت حاصل نمی شود کہ بحضور ایشاں می شد ابلیس ایں وقت راغنیمت دانستہ بشکل پیرے عمامہ بر سر وعصا در دست در مجمع مردم حاضر شد وگفت کہ طریق یافتن آں لذت حالاً ایں است کہ تصویرات

کے درمیان آٹھ واسطے ہیں اور ان آٹھ واسطوں میں کوئی بھی کافر نہیں تھا سب مسلمان اور نیک تھے البتہ حضرت ادریس علیہ السلام کی وفات کے بعد اولاد آدم میں بت پرستی نے رواج پایا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے تمام بیٹے اولیاء صلحاء تھے لوگوں کو عبادت میں مصروف رکھتے۔ ہر ایک نے اپنے لیے ایک مسجد بنا رکھی تھی اور لوگوں کو مسجد میں ذکر اور عبادت کی دعوت دیتے تھے لوگ ان کی موجودگی میں شوق اور خوشی سے عبادت سے لذت اندوز ہوتے جب حضرت ادریس علیہ السلام کے بیٹے دنیا سے رخصت ہوگئے تو لوگوں کو بہت حسرت اور افسوس لاحق ہوا اور آپس میں اس بات کا شکوہ کرنے لگے کہ اب ہمیں ذکر اور عبادت میں وہ لذت حاصل نہیں ہوتی جو ان کی موجودگی میں حاصل ہوتی تھی ابلیس نے اس موقع کو

ایں بزرگاں را از سنگ تراشیدہ و لباس آں بزرگاں در بر آن تصویرات کردہ در محراب مسجد مقابل روئ خود استادہ کنید وایشاں را بحال خود ناظر انگارید کہ "ان اولیاء اللہ لا یموتون" وہماں لذت کہ در حضور ایشاں از عبادت وذکر می داشتید بر دارید مردم ایں تدبیر را نہایت پسندیدند ومطابق آں بعمل آوردند وچنیں قرار دادند کہ بعد از عبادت ونماز ہر کہ از مسجد بیروں رود دست بوس وقدم بوس آں تصویرات بجا آوردہ بر آید تا حاضری او در جماعت نزد ارواح بزرگاں ثابت گردد ونزد خدائے تعالیٰ گواہی دہند وشفاعت کنند کہ ایں کس ہمراہ ما و بحضور ما در عبادت توشریک بود ورفتہ رفتہ چنیں رواج یافت کہ محض قدم بوس ودست بوس آں تصویرات کردہ دبیروں مسجد می رفتند وعبادت وذکر مطلقاً موقوف شد تا اینکہ بجائے قدم بوس

غنیمت سمجھا اور ایک بوڑھے کی شکل میں سر پر عمامہ باندھے اور ہاتھ میں لاٹھی لیے لوگوں کے مجمعے میں آدھمکا اور ان سے کہنے لگا کہ اب اس لذت کو پانے کا طریقہ یہ ہے کہ پتھر سے ان بزرگوں کی مورتیاں تراش کر اور ان کو ان بزرگوں کا لباس پہنا کر مسجد کے محراب میں سامنے کھڑی کر دو اور ان بزرگوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھو کہ وہ ہمارا حال جانتے ہیں کیونکہ اولیاء اللہ مرتے نہیں ذکر اور عبادت میں جو لذت تمہیں ان کی موجودگی میں حاصل ہوتی تھی اس طرح تمہیں وہی لذت محسوس ہوگی لوگوں نے اس تدبیر کو بہت پسند کیا اور اس کے مطابق عمل کیا فیصلہ کیا گیا کہ عبادت اور نماز کے بعد جو شخص بھی مسجد سے باہر نکلے وہ ان مورتیوں کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دے تاکہ جماعت کے ساتھ ارواح بزرگان کی بارگاہ میں اس کی حاضری

خاک بوس و سجدہ رائج گشت۔
(تفسیر عزیزی ص ۱۴ اج ۲)

ثابت ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دیں گے اور سفارش کریں گے کہ یہ شخص ہمارے ساتھ اور ہماری موجودگی میں تیری عبادت میں شریک تھا، رفتہ رفتہ ایسا رواج ہوا کہ لوگ محض ان مورتیوں کی دست بوسی و قدم بوسی کرکے مسجد سے نکل جاتے اور عبادت اور ذکر مطلقاً نہ کرتے یہاں تک کہ قدم بوسی کے بجائے خاک بوسی اور سجدہ رواج پا گیا۔

عنوان ششم

دربیان پرستش کردن مشرکین مظاہر الٰہیہ

مشرکین مظاہر قدرت کی بھی عبادت کرتے تھے لیکن چند نظریوں کے تحت۔

اوّل تو یہ کہ اللہ تعالیٰ ان مظاہر میں بذات خود اور بانفس نفیس حلول کر کے اور ان میں اتر کر آجاتے ہیں۔

دوم یہ کہ عبادت سے مقصود ان مظاہر کی ذات نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے ہاں وہ مظاہر قبلہ توجہ ہوتے ہیں۔

سوم یہ کہ ان مظاہر کی تعظیم خود اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔

فائدہ

ان مظاہر کی مورتیاں بھی بناتے تھے۔

فائدہ

مظاہر سے مراد ہر وہ مخلوق ہے جس میں قدرت الٰہیہ کے خواص عجیبہ اور غریبہ پائے جاتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۱: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔

پنجم جماعت از جہاں گویند کہ حق تعالیٰ در ذات خود منزہ است از آنکہ اورا کسی عبادت تواند کرد پس سبیل عبادت او آنست کہ مخلوقی از مخلوقات اورا قبلہ توجہ خود ساختہ شود تا آنکہ توجہ ما بسوئے آں قبلہ عین توجہ بسوئے خدا گردد و مخلوقیکہ قابلیت ایں کار دارد خاص بیک جنس نیست بلکہ ہر چہ مشتمل بر خواص عجیبہ و غریبہ باشد قبلہ می تواند شد مثل آب گنگ در دریاہائی و درخت تلسی درمیان درختہا و علیٰ ہذا القیاس از اجناس حیوانات و نباتات و معادن و کوہہا و پریان قبلہ ہا تراشیدہ اند و ہمیں است مذہب عوام ہنود۔ (تفسیر عزیزی ص ۱۲۷ ج ۱)

ترجمہ: پانچویں جماعت جاہلوں کی کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں پاک ہے اس سے کوئی اس کی عبادت کر سکے اس لیے اس کی عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی مخلوقات میں سے کسی مخلوق کو اپنی توجہ کا قبلہ بنایا جائے تو ہماری توجہ اس قبلہ کی طرف بعینہ توجہ ہو گی اللہ تعالیٰ کی طرف اور وہ مخلوق جو اس کام کی لیاقت رکھتی ہے وہ ایک جنس کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جو خواص عجیبہ اور غریبہ پر مشتمل ہو وہ قبلہ بننے کی لیاقت رکھتی ہے مثلاً دریاؤں میں پانی گنگا کا اور درختوں میں سے درخت تلسی کا اور علیٰ ہذا القیاس حیوانات اور

نباتات اور کانوں اور پہاڑوں اور پریوں کی جنس سے انہوں نے قبلے بنائے ہوئے ہیں اور عوام ہندؤں کا مذہب یہی ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

مثلاً در عبادت افراط آنست کہ ہر جا ظہور صفتے از صفات الوہیت دیدہ شود بے اختیار پرستش آں کردہ آید چنانچہ مذہب ہنود است۔
(تفسیر عزیزی ص۳۹ ج۱)

ترجمہ: مثلاً عبادت میں افراط یہ ہے کہ جہاں ہی الوہیت کے صفات میں سے کسی صفت کا ظہور دیکھا بے اختیار اسی کی پوجا شروع کر دی جس طرح ہندؤں کا مذہب ہے۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں۔

از آنجملہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو محسوس اشکال میں ایک مناسبت خاصہ سے ڈھالا اس لیے ہر ایک صفت کی جدا مورت بنائی اور بابرکت اور اہل قدرت اشخاص کی نسبت کہ جن کو اپنی فہم میں معمولی درجہ کی قدرت وطاقت سے زیادہ سمجھتے تھے یہ خیال کیا کہ ان میں خدا تعالیٰ گھس گیا اور اس بے چون و بے چگون نے اس پیکر انسانی یا نباتی یا حیوانی یا علوی میں ظہور کیا تو اسی کو معبود سمجھ کر پرستش کرنے لگے۔ ہنود کا اوتاروں اور عیسائیوں کا حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہی اعتقاد ہے اور اس لیے انہوں نے ان اوتاروں کی مورتیں بنائیں اور پوجنے لگے اور کہنے لگے ان مورتوں کی پرستش در اصل ان کی پرستش ہے کہ جن کی یہ مورتیں ہیں اور ان کی پرستش عین حق تعالیٰ کی پرستش اور باعث نجات ہے یہ قوت متوہمہ کا ضلال مبین ہے، برہما، بشن، مہادیو کو اس کی صفات کا مظہر جان کر پرستش کرتے ہیں اسی طرح عناصر،

سیارات، نباتات، حیوانات میں سے اہل ہند نے کوئی چیز نہیں چھوڑی کہ اس کو پوجتے نہ ہوں۔ (حقانی ص ۲۲۶ ج ۷)

شواہد القرآن

شاہد اوّل:

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۙ فَنَسِيَ ﴿٨٨﴾۔

(پ ۱۶ طٰہٰ ع ۴)

ترجمہ: پس نکالا ان کے لیے ایک بچھڑا ایک جسم تھا جس کے لیے گائے کی آواز تھی پس کہنے لگے یہ معبود ہے تمہارا اور معبود ہے موسیٰ کا سو وہ بھول گیا ہے۔

فہم سلف: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔

وجمہور علماء بر آں رفتہ اند کہ اکثر جہال نبی اسرائیل حلولی مذہب بودند وحلول ذات پروردگار را در بعضے اجسام تجویز می کردند سامری بایں نوع ایشاں را فریفت کہ پروردگار شما در صورت ایں گوسالہ ظہور نمودہ وآواز وحرکت آں گوسالہ را دلیل وشاہد ایں دعویٰ ساخت بمثابہ آنکہ ہنود ہر جا امری عجیب مشاہدہ می کنند در آنجا حلول خالق خود را اعتقاد کردہ بہ پرستش

ترجمہ: جمہور علماء یہی کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے اکثر جہال حلولی مذہب تھے کہتے تھے کہ پروردگار کی ذات بعضے اجسام میں حلول کرتی ہے سامری نے ان کو اسی قسم کے دھوکے دیے تھے کہ تمہارے پروردگار نے اس گوسالہ میں ظہور فرمایا ہے اور اس گوسالہ کی آواز وحرکت کو اس نے اس دعویٰ کی دلیل بنائی جس طرح کہ ہنود جہاں بھی کوئی عجیب چیز دیکھتے ہیں اسی

و تعظیم اقصیٰ پیش می آیند و آیات واحادیث بسیار بر ہمیں قول دلالت می کنند۔
(تفسیر عزیزی ص ۲۴۲ ج ۱)

میں خالق کے حلول کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کی پرستش اور انتہائی تعظیم کے ساتھ اسے پیش آتے ہیں بہت سی آیات واحادیث اس قول پر دلالت کرتی ہیں۔

شاہد دوم:

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝۲۳۔
(پ۲۹ نوح ع ۲)

ترجمہ: اور کہا نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑو وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو۔

فہم سلف نمبر ا: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔

یعنی ہر گز نہ گذارید عبادت مظاہر او را کہ دراں مظاہر بالوہیت خود ظہور فرمودہ است و بہمیں ظہور اُلہیت در آنہا آں مظاہر شدہ اند پس اگر شما عبادت آنہا بگذارید عبادت ظاہر را گذاشتہ باشید و ظاہر در آنہا خدا است پس ترک عبادت خدا شمارا لازم خواہد آمد۔
(تفسیر عزیزی ص ۱۲۹ ج ۲)

ترجمہ: یعنی ہر گز نہ چھوڑو عبادت اللہ تعالیٰ کے مظاہر کی کہ ان مظاہر میں اللہ تعالیٰ اپنی الوہیت کے ساتھ ظہور فرما چکے ہیں اور ان میں اسی ظہور اُلہیت کی وجہ سے وہ مظاہر الٰہیہ بن چکے ہیں پس اگر تم نے ان کی عبادت چھوڑ دی تو تم ظاہر کی عبادت چھوڑ بیٹھو گے اور ظاہر ان میں اللہ تعالیٰ ہے پس اس سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا چھوڑنا لازم آجائے گا۔

فہم سلف نمبر ۲: نیز حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

قوم حضرت نوح را اصل مرض آں بود کہ در طلب تقرب الی اللہ واستعانت در حوائج خود بتوجہ الی المظاہر الکاملۃ من ارواح الاولیاء گرفتار بودند وتقرب بسوئے مرتبہ تنزیہ واستعانت باں مرتبہ اصلاً در ذہن ایشاں گنجائش نمی کرد۔
(تفسیر عزیزی ص ۱۱۵ ج ۲)

ترجمہ: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا اصل مرض یہ تھا کہ قرب الٰہی حاصل کرنے میں اور اپنے حاجات اور مدد مانگنے میں مظاہر کاملہ اولیاء اللہ کے ارواح کی طرف توجہ کرنے میں گرفتار تھے اور قرب حاصل کرنا مرتبہ تنزیہ کی طرف اور مدد مانگنی اس مرتبہ کے ساتھ ان کے ذہن میں بالکل گنجائش نہیں تھی۔

عنوان ہفتم

دربیان پرستش کردن مشرکین روحانیات غیبیہ را

مشرکین افلاک وغیرہ کی روحانیات کی مورتیاں تیار کرکے ان کی عبادت کرتے تھے اس نظریہ سے کہ وہ جہان کے کاموں میں تصرف کرنے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان روحانیات میں حلول کر آتے ہیں اور وہ روحانیات کاملوں میں اور مورتیوں میں بھی حلول کر آتی ہیں۔

ماخذ نمبر ۱:

وبعضے روحانیات غیبیہ را مربی خود

ترجمہ: اور بعضے روحانیات غیبیہ کو اپنا

قرار دادہ اند بلکہ جماعت از ایشاں هر اقلیم را روحی از ارواح فلکیہ مدبر ومربی شناسند وہر نوعے را از انواع عالم نیز روحی مدبر ومربی اعتقاد کنند وبرائی دفع ہر مرض و حصول ہر کیفیت در بدن از حرارت وبرودت و رطوبت و یبوست روحی را مقرر کردہ اند کہ باں استعانت نمایند وچوں آں ارواح از نظر غائب اند صورتہا وتمثالہا برائے آنہا ساختہ بغایت تعظیم وتضرع پیش آیند۔

(تفسیر عزیزی ص ۳۶ ج ۱)

مربی قرار دیتے ہیں بلکہ ان کی ایک جماعت ہر اقلیم کے لیے ارواح فلکیہ میں سے ایک روح کو متصرف اور مربی جانتے ہیں اور عالم کے اقسام میں سے ہر قسم کے لیے ایک روح کو متصرف اور مربی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ہر بیماری کے دفع کرنے کے لیے اور بدن میں ہر کیفیت گرمی اور سردی، تری اور خشکی کے حصول کے لیے ایک روح کو مقرر کیا ہوا ہے کہ اس سے امداد مانگتے ہیں اور چونکہ وہ ارواح نظروں سے غائب ہیں اس لیے ان کی صورتیں اور مورتیاں تیار کر کے انتہاء درجہ کی تعظیم اور عاجزی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۲: نیز حضرت شاہ صاحب" فرماتے ہیں۔

فرقہ سوم ہنود اند گویند کہ روحانیات غیبیہ کہ مدبر امور عالم اند صورتہائی رنگارنگ دارند واز ما در پردہ وحجاب واقع اند پس مارا می باید کہ صورتہائی آں روحانیات را از اجسام خوش نمط مثل برنج وزر وسیم

ترجمہ: تیسرا فرقہ ہندوؤں کا ہے " کہتے ہیں کہ روحانیات غیبیہ جو اس جہان کے کاموں میں تصرف کرنے والے ہیں وہ قسم وقسم کی شکلیں رکھتے ہیں ہم سے پردہ اور حجاب میں واقع ہیں ہمیں چاہیے ان کی صورتیں

ساختہ بتعظیم پیش آیئم تا آں روحانیات ازمار اضی شوند۔
(تفسیر عزیزی ص ۲۷۷ ج ۱)

خوش نما جسموں سے مثل کانسی اور سونا اور چاندی سے تیار کر کے ان کی بندگی کے ساتھ پیش آئیں تا کہ وہ روحانیات ہم سے راضی ہو جاویں۔

ماخذ نمبر ۳: نیز حضرت شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں۔

ومی تواں گفت کہ صائبین ہر چند موحد اند وبوجہے شرک نمی کنند اما در قول بحلول ذات الٰہی در روحانیات وحلول روحانیات در اشخاص وہیاکل پیش وائی نصاریٰ ومقتدائی آنہا واقع شدہ اند گویا نصاریٰ بآموختن از ایشاں حلولی مذہب گشتہ اند۔
(تفسیر عزیزی ص ۲۷۰ ج ۱)

ترجمہ: اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ صائبین اگرچہ موحد ہیں اور ایک لحاظ سے شرک نہیں کرتے لیکن اس قول میں کہ ذات الٰہی روحانیات میں حلول کرتی ہے اور روحانیات کامل شخصوں میں اور بتوں میں حلول کرتی ہیں نصاریٰ کے امام واقع ہوئے ہیں گویا نصاریٰ ان سے سیکھنے سے حلولی مذہب ہوئے ہیں۔

فائدہ

مشرکین نے جن جن چیزوں کو اپنے معبودوں کے لیے قبلہ توجہ بنا کر ان کی عبادت کی ہے وہ دو قسم کی تھیں۔

قسم اوّل

یہ کہ ان معبودوں کے نام کی مورتی تیار کرتے انسانی شکل پر اس کو صنم، وثن اور تمثال کہتے ہیں۔ علامہ خازن ؒ فرماتے ہیں۔

ماخذ:

والاصنام جمع صنم وھو التمثال الذی یتخذ من خشب او حجارۃ او حدید او ذھب او فضۃ علی صورۃ الانسان وھو الوثن ایضًا۔
(خازن ص ۱۲۲ ج ۲)

ترجمہ: اور اصنام جمع ہے صنم کی اور وہ اس مورتی کو کہتے ہیں جو لکڑی، پتھر، لوہا، سونا، چاندی سے تیار کی جائے انسانی شکل پر اور وثن بھی یہی ہے۔

فائدہ عظیمہ

اس عبارت سے صاف واضح ہوا کہ صنم اور تمثال اور وثن پتھر محض کو نہیں کہتے اور نہ یہ کلمات حجر کے مرادف اور ہم معنٰی ہیں۔

قسم دوم

یہ کہ کسی چیز کو کسی بزرگ ہستی حقیقی یا جعلی کی طرف کسی قسم کی نسبت ہو مثلاً کوئی ٹیلہ یا درخت یا مکان کسی بزرگ کی قیام گاہ اور عبادت گاہ ہو یا اس کے بدن کا کپڑا یا پاؤں کا جوتا یا ہاتھ کا عصا یا تسبیح ہو۔ بہر حال اس نسبت کی بناء پر اس شئے مخصوص کو یا کسی اور چیز کو اس ہستی کی طرف منسوب کر کے بغیر مورتی تیار کرنے کے اس کی عبادت کرتے تھے اس کو نصب کہتے ہیں چنانچہ علامہ نسفیؒ، علامہ عمادیؒ، علامہ آلوسیؒ اور علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں۔

ماخذ:

وھو کل ما نصب وعبد من دون اللہ۔ مدارک ص ۲۲۰ ج ۴

ترجمہ: اور نصب ہر وہ چیز ہے جو کھڑی کی جاوے اور اس کی اللہ کے

سو اعبادت کی جاوے۔

کشاف ص ۲۶ ج ۴
روح المعانی ص ۲۶ ج ۲۹
ابو السعود ص ۷۷ ج ۴

فائدہ

حضرت امام جصاص رازی حنفیؒ اور علامہ شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحقیق یہ ہے کہ وثن اور نصب ایک چیز ہے۔

ماخذ نمبر ۱:

والوثن كالنصب سواء ويدل على ان الوثن اسم يقع على ماليس بمصور ان النبی صلى الله عليه وسلم قال لعدی بن حاتم حين جائهٗ وفی عنقه صليب الق هذا الوثن من عنقك فسمى الصليب وثنا فدل ذلك على ان النصب والوثن اسم لما نصب للعبادة وان لم يكن مصورا ولا منقوشا.

(احکام القرآن ص ۳۸۰ ج ۲)
(تقویۃ الایمان ص ۵۳)

ترجمہ: وثن نصب کی طرح ہے اور اس بات پر کہ وثن اس چیز پر صادق آتا ہے جو مورتی نہ ہو یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت عدی بن حاتمؓ کو فرمایا جب وہ حضرت کی خدمت میں آئے اور ان کی گردن میں صلیب لٹکی ہوئی تھی کہ اس وثن کو اپنی گردن سے پھینک دے، تو حضرت نے صلیب کو وثن فرمایا تو یہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ نصب اور وثن اس چیز کا نام ہے جو عبادت کے لیے مقرر کی گئی ہو اگرچہ مورتی اور منقش نہ ہو۔

فائدہ

ان عبارات سے واضح ہوا کہ صنم، تمثال اور وثن پتھر محض کو نہیں کہتے اور نہ
کلمات حجر کے مرادف اور ہم معنیٰ ہیں۔ بہر حال کسی بزرگ کی مورتی اور تصویر اور چیز
ہے اور پتھر محض اور چیز ہے اسی طرح نصب اور پتھر محض بھی ایک نہیں ہے کیونکہ ایک
وہ پتھر ہے جو کسی ہستی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے معبود سمجھا جارہا ہے اور دوسرا
وہ پتھر ہے جس کو کسی شئے کی نسبت حاصل نہیں ہے۔ غرض یہ ہے کہ جو حضرات قرآن
میں ان کلمات کا معنیٰ پتھر محض سے کرتے ہیں وہ قرآن کی صحیح اور سچی تفسیر کو مسخ
کر دیتے ہیں۔

فائدہ

جس قبر و قبہ اور تعزیہ و علم پر طواف اور اعتکاف اور سجدے کیے جائیں اور نذر
و نیاز اور چڑھاوے چڑھائے جائیں اور مرادیں مانگی جائیں وہ نصب اور وثن میں داخل ہیں۔

ماخذ نمبر ا:

والانصاب جمع نصب بضمتين او جمع نصب بالفتح والسكون وهو كل ما نصب وعبد من دون الله تعالى من شجر او حجر او قبر او غير ذلك۔

(مجالس الابرار مترجم ص ۱۵۹ مجلس ۱۷ ہامش جامع البیان ص ۹۳)

ترجمہ: انصاب جمع نصب کی ہے نون اور صاد کے ضمہ کے ساتھ یا نصب کی ہے نون کی زبر اور صاد کے سکون کے ساتھ اور وہ ہر شئے ہے جو کھڑی کی جاوے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کی جاوے خواہ درخت ہو یا پتھر ہو یا قبر ہو یا ان کے سوا کوئی اور چیز ہو۔

ماخذ نمبر ۲: حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

وحرام است آنچہ ذبح کردہ است بر نشانہائی معبود باطل، مترجم گوید یعنی بر صورت وقبر واللہ اعلم۔
(فتح الرحمن ص ۱۲۰ المائدہ ع ۱)

ترجمہ: اور حرام ہے وہ جو ذبح کیا جاوے معبودان باطلہ کے نشانات پر، ترجمہ کرنے والا (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے مراد الٰہی نصب سے یہ ہے کہ صورت اور قبر پر ذبح کیا جائے۔

ماخذ نمبر ۳:

عن عطاء بن یسار اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد۔
موطا امام مالک باب جامع الصلوٰۃ ص ۶۰

ترجمہ: اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی عبادت کی جائے۔

ماخذ نمبر ۴: علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں۔

رواہ مالک مرسلاً لکن رواہ البزار مرفوعًا عن ابی سعید بسند صحیح ورواہ العقیلی عن ابی ھریرۃ۔
(تنویر الحوالک ص ۱۴۳ ج ۱)

ترجمہ: امام مالکؒ نے اس کو مرسلاً روایت کیا ہے لیکن محدث بزار نے اس کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ حضرت ابو سعیدؓ نے سند صحیح کے ساتھ اور عقیلیؒ نے اس کو ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

فہم سلف: ملا علی قاریؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

ای لا تجعل قبری مثل الوثن فی تعظیم الناس وعودھم للزیارۃ بعد بدئھم

ترجمہ: یعنی میری قبر کو مثل بت کے نہ بنانا مثلاً تعظیم کرنا لوگوں کا اس کی اور واپس آنا ان کا زیارت کے

واستقبالهم نحوه فی السجود کما نسمع ونشاهد الآن فی بعض المزارات والمشاهد۔ (مرقات ص۲۲۸ ج۲)	لیے بعد ابتداء کرنے اس کے اور منہ کرنا ان کا سجدہ میں قبر کی طرف جس طرح ہم سنتے اور مشاہدہ کرتے ہیں بعض مزارات اور مقابر میں۔

فائدہ دربیان معنیٰ طاغوت

معنیٰ اوّل شیطان

مأخذ نمبر۱:

الطاغوت الشیطان قاله عمر ومجاهد والشعبی والضحاك وقتادة والسدی۔ (البحر المحیط ص۲۸۲ ج۲)	ترجمہ: حضرت عمرؓ، مجاہدؒ، شعبیؒ ضحاکؒ، قتادہؒ اور سدیؒ کا فرمان یہ ہے کہ طاغوت کا معنی شیطان ہے۔

مأخذ نمبر۲:

وهو المروی عن عمر بن الخطاب والحسین بن علی۔ (روح المعانی ص۱۳ ج۳)	ترجمہ: اور یہی مروی ہے حضرت عمرؓ اور حسینؓ بن علیؓ سے۔

معنیٰ دوم ساحر

مأخذ:

قاله ابن سیرین وابو العالیة (بحر المحیط ص۲۸۲ ج۲)	ترجمہ: یہی کہا ابن سیرینؒ اور ابو العالیہؒ نے۔

معنیٰ سوم کاہن

مأخذ نمبر ا:

قاله جابر وابن جبير ورفيع وابن جريج۔
(بحر المحيط ص ۲۸۲ ج ۲)

ترجمہ: یہی کہا حضرت جابرؓ، ابن جبیرؒ اور ابن جریجؒ نے۔

مأخذ نمبر ۲:

وعن عكرمة انه الكاهن۔
(روح المعانی ص ۱۳ ج ۳)

ترجمہ: عکرمہ سے مروی ہے کہ طاغوت کاہن ہے۔

معنیٰ چہارم اصنام

مأخذ:

او الاصنام قال بعضهم۔
(بحر المحيط ص ۲۸۲ ج ۲)

ترجمہ: بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے مراد بت ہیں۔

معنیٰ پنجم سدنہ (بتوں کے مجاور)

مأخذ:

او المترجمون بين يدى الاصنام۔ عن ابن عباس۔
(البحر المحيط ص ۲۷۳ ج ۳)

ترجمہ: یا بتوں کے سامنے ترجمانی کرنے والے مجاور۔ از ابن عباس۔

معنیٰ ششم

وہ حکام اور سردار جن کا حکم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں مانا جائے۔

ماخذ:

قال مجاهد الطاغوت الشيطان فی صورة انسان يتحاكمون اليه وهو صاحب امرهم۔ (ابن کثیر ص ۵۱۲ ج ۱)	ترجمہ: حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ "طاغوت" شیطان ہے انسانی شکل میں جس کی طرف لوگ فیصلے لے آتے ہیں اور وہ ان کا اولو الامر ہوتا ہے۔

معنیٰ ہفتم مخصوص بت کا نام

ماخذ:

قال ابن جرير ذهب بعضهم الى انهما صنمان كان المشركون يعبدونهما ثم اخرج عن عكرمة قال الجبت والطاغوت صنمان۔ (اتقان ص ۱۴۲)	ترجمہ: ابن جریر فرماتے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک جبت و طاغوت دونوں بت ہیں جن کی مشرکین عبادت کرتے تھے۔ پھر عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بت ہیں۔

معنیٰ ہشتم

وہ جن اور پری جو بتوں میں داخل ہو کر کلام کرتے تھے۔

ماخذ:

والطاغوت شياطين الاصنام ولكل صنم شيطان يعبر فيها ويكلم	ترجمہ: طاغوت بتوں کے شیطان کو کہتے ہیں اور ہر بت کا ایک شیطان ہوتا ہے جو اس میں داخل ہو کر

الناس فیغترون بذلک۔
خازن ج۱ص ۲۵۵، معالم ج۱ص ۲۵۴

لوگوں سے کلام کرتا ہے اور لوگ دھوکہ کھاتے ہیں (گمراہ ہوتے ہیں)

معنٰی نہم: ہر معبود من دون اللہ تعالیٰ

ماخذ نمبرا:

قال اللیث وابو عبیدۃ والکسائی وجماھیر اھل اللغۃ الطاغوت کل ما عبد من دون اللہ تعالی۔
(نووی ص ۱۰۰ ج۱)

ترجمہ: لیث اور ابوعبیدہ اور کسائی اور جماہیر اہل لغت کے کہتے ہیں طاغوت ہر وہ ہستی ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاوے۔

ماخذ نمبر ۲:

والطاغوت یطلق علی کل باطل من معبود او غیرہ۔
(روح المعانی ص ۵۵ ج ۵)

ترجمہ: اور طاغوت ہر باطل پر اطلاق کیا جاتا ہے معبود ہو یا غیر اس کا۔

ماخذ نمبر ۳:

وعن مالک بن انس کل ما عبد من دون اللہ تعالی۔
روح ج ۳ ص ۱۳

ترجمہ: حضرت امام مالکؒ سے منقول ہے کہ طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی گئی ہو۔

ماخذ نمبر ۴:

وقال جمیع اھل اللغۃ

ترجمہ: تمام اہل لغت فرماتے ہیں

ترجمہ	عربی
کہ طاغوت ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی۔	الطاغوت کل ما عبد من دون اللہ۔ شیخ زادہ ج ا ص ۵۷۰

فائدہ در بیان معنیٰ جبت

معنیٰ اوّل: سحر

مأخذ:

ترجمہ	عربی
ترجمہ: حضرت عمرؓ، مجاہدؒ اور شعبیؒ فرماتے ہیں کہ "جبت" سحر ہے۔	الجبت السحر قالہ عمر ومجاھد والشعبی۔ (البحر المحیط ص ۲۷۲ ج ۳)

معنیٰ دوم: بت

مأخذ:

ترجمہ	عربی
ترجمہ: یا بت ہیں یہی مروی ہے ابن عباس سے اور یہی کہا ہے ضحاک اور فراء نے۔	او الاصنام رواہ عطیۃ عن ابن عباس وبہ قال الضحاك والفراء۔ (البحر المحیط ص ۲۰۲ ج ۳)

معنیٰ سوم

گمراہی کی دعوت دینے والے مولوی، پیر، سردار۔

مأخذ:

ترجمہ	عربی
ترجمہ: یا کعب بن الاشرف۔ ضحاک نے ابن عباسؓ سے اور الیثؒ نے مجاہدؒ	او کعب بن الاشرف۔ رواہ الضحاك عن ابن عباس

ولیث عن مجاھد۔
(البحر المحیط ص ۲۷۲ ج ۳)

سے یہی معنیٰ روایت کیا ہے۔

معنیٰ چہارم: کاہن

ماخذ:

او الکاھن روی عن ابن عباس وبہ قال مکحول وابن سیرین۔
(البحر المحیط ص ۲۷۲ ج ۳)

ترجمہ: یا کاہن روایت کیا گیا ابن عباسؓ سے اور یہی قول کیا ہے مکحول اور ابن سیرینؒ نے۔

معنیٰ پنجم: شیطان

ماخذ:

او الشیطان قالہ ابن جبیر فی روایۃ وقتادۃ والسدی۔
(البحر المحیط ص ۲۷۲ ج ۳)

ترجمہ: یا شیطان یہی کہا ابن جبیرؒ نے ایک روایت میں اور قتادہؒ اور سدیؒ نے۔

معنیٰ ششم: ساحر

ماخذ:

او الساحر قالہ ابو العالیۃ وابن زید وروی ابو بشر عن ابن جبیر قال الجبت

ترجمہ: یا جادوگر یہی کہا ہے ابو العالیہؒ اور ابن زیدؒ نے اور ابن جبیرؒ سے روایت ہے کہ ''جبت'' کا معنیٰ

الساحر بلسان الحبشة۔ (البحر المحیط ص ۲۷۲ ج ۳)	جادو گر ہے۔

معنیٰ ہفتم:

ایک خاص بت کا نام تھا جس کی مشرکین عبادت کرتے تھے۔

معنیٰ ہشتم: شرک

ماخذ:

وعن ابن عباس ایضاً الجبت الشرك۔ (ابن کثیر ص ۵۱۲ ج ۱)	ترجمہ: اور ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے کہ جبت کا معنیٰ شرک ہے۔

معنیٰ نہم

ہر ماسویٰ اللہ جس کی عبادت کی جائے۔

ماخذ:

والجبت الاصنام وکل ما عبد من دون اللہ تعالٰی۔ (ابو السعود ص ۵۲۵ ج ۱) (البحر المحیط ص ۲۷۲ ج ۳)	ترجمہ: اور "جبت" کا معنیٰ بت اور ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالٰی کے سوا عبادت کی جائے۔

شبہ ثالث

شرک چونکہ دجل اور تلبیس کا نام ہے اس لیے جب بھی موحدین غالیوں کے سامنے دعوت توحید پیش کرتے ہیں تو وہ اپنے شرک پر پردہ ڈالنے کے لیے یوں التباس

ڈالتے ہیں کہ اگر ہمارا اولیاء اللہ کو پکارنا شرک ہے تو پھر تمہارا ایک دوسرے کو بھی بلانا شرک ہے اسی طرح اگر ہمارا بزرگوں سے مدد مانگنا شرک ہے تو تمہارا دنیوی کاموں میں ایک دوسرے سے مدد مانگنا اور اسی طرح طبیبوں اور دواؤں سے شفا طلب کرنا بھی شرک ہے۔ علامہ خرم علی توحیدی نے جب یہ شعر فرمایا۔

وہ کیا ہے جو ہوتا نہیں خدا سے　　　جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

تو اس کے جواب میں غالیوں نے یوں کہا۔

وہ چندہ ہے جو ہوتا نہیں خدا سے　　　جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے

تمہید

دنیا میں کاموں کا ظہور دو طریقوں سے ہوتا ہے۔

طریقہ اولیٰ: ماتحت الاسباب

یعنی جن خواص اور تاثیرات کے حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو اسباب عادیہ اور آلات مروجہ پیدا فرمائے ہیں ان اسباب کو استعمال کر کے وہ خواص حاصل کرنا جیسے آنکھ سے دیکھنا اور کان سے سننا، طعام اور پانی سے بھوک اور پیاس کا دفع کرنا، دوا اور دم سے مرض کا دفع کرنا یہ سب ماتحت الاسباب کے قبیل سے ہیں۔

حکم

اسباب عادیہ اور آلات مروجہ کے ذریعہ ایک دوسرے کو بلانا اور مدد مانگنا اور مدد دینا نہ شرک ہے اور نہ موہم شرک بلکہ شرعاً مباح ہونے کی وجہ سے ایسی ہستیاں ساری زندگی یہ کام کرتے کرتے اللہ پاک کے پاس پہنچیں جن کے بارے میں شرک کا وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا۔

ماتحت الاسباب استمداد وامداد اور قرآن مجید

ماخذ نمبر ا:

قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ (پ ۱٦ الکہف ع ۱۱)

ترجمہ: کہا میرے رب نے جو مجھے قدرت دی ہے کافی ہے سو تم طاقت سے میری مدد کرو کہ تمہارے اور ان کے درمیان میں ایک مضبوط دیوار بنادوں۔

ماخذ نمبر ۲:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ۔ (پ ۲۸ الصف ع ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کے مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریمؑ نے حواریوں سے کہا تھا کہ اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے حواریوں نے کہا ہم ہیں مددگار اللہ تعالیٰ کے۔

ماخذ نمبر ۳:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ (پ ٦ المائدہ ع ۱)

ترجمہ: اور آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری پر مددگار بنو اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو۔

ماتحت الاسباب ایک دوسرے کو بلانا اور قرآن کریم

ماخذ نمبر ا:

وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ۔ (پ ۴ آل عمران ع ۱۶)

ترجمہ: اور رسول بلا رہا تھا تم کو تمہارے پیچھے سے۔

ماخذ نمبر ۲:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ۔ (پ ۹ انفال ع ۳)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور رسول کا حکم مانو جس وقت تمہیں اس کام کی طرف بلائے جس میں تمہاری زندگی ہے۔

ماخذ نمبر ۳:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ۔ (پ ۲۱ احزاب ع ۱)

ترجمہ: بلاؤ ان کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے۔

طریقہ ثانیہ: مافوق الاسباب

یعنی جن کاموں اور خواص کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو اسباب پیدا فرمائے ہیں ان کے استعمال کے بغیر وہ کام اور خواص ظاہر ہو جائیں یعنی اسباب عادیہ سے بالاتر کسی غیبی قوت سے کاموں کا کرنا مثلاً آنکھوں اور کانوں کے استعمال کے بغیر دیکھ سن لینا دوا اور دم کے استعمال کے بغیر مرض کا دفع کرنا۔

حکم

مافوق الاسباب افعال اور تصرفات چونکہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہیں نہ مخلوق کے اس لیے مافوق الاسباب کسی کو نافع، ضار جان کر پکارنا اور مدد مانگنا اور اس کا طواف کرنا اور اعتکاف بیٹھنا سب صریح شرک ہیں قرآن اور حدیث میں ہر ماسوی اللہ سے جس پکار اور استمداد کی نفی کی گئی ہے وہ اسی مافوق الاسباب کے قبیل سے ہے کیونکہ مافوق الاسباب کاموں میں انسان کا عقیدہ یہی ہو جاتا ہے کہ قوت غیبیہ کی وجہ سے یہ ہستی متصرف ہونے کی مختار ہے۔

ماخذ نمبر ۱:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾
(پ ۱۱ یونس ع ۱۱)

ترجمہ: اور نہ پکار اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو جو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پس اگر کیا تو نے ایسا تو بے شک تو اس وقت ظالمین سے ہو جائے گا۔

ماخذ نمبر ۲: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں۔

واستعانت یا بچیزیست کہ توہم استقلال آں چیز در وہم و فہم ہیچ کس از مشرکین و موحدین نمی گزرد مثل استعانت بحبوب و غلات در دفع گرسنگی واستعانت بآب و شربت ہا در دفع تشنگی واستعانت برائے راحت بسایۂ درخت و مانند آں و در دفع

ترجمہ: اور استمداد یا تو ایسی چیز سے ہو گی جس کے استقلال کا خیال کسی شخص کے وہم اور ذہن میں نہیں گزرے گا نہ مشرکین اور نہ موحدین کے مثلاً بھوک کے دفع کرنے میں دانے اور اناج سے اور پیاس کے دفع کرنے کے لیے پانی اور شربتوں سے

مرض بادویہ وعقاقیر ودر تعین وجہ معاش بامیر وبادشاہ کہ در حقیقت معاوضہ خدمت بمال است وموجب تذلل نیست یا باطباء ومعالجان کہ بسبب تجربہ واطلاع زاید از آنہا طلب مشورہ است واستقلالے متوہم نمی شود پس ایں قسم استعانت بلا کراہت جائز است زیرا کہ در حقیقت استعانت نیست واگر استعانت است استعانت بخدا است ویا بچیزے است کہ توہم استقلال آں چیز در مدارک مشرکین جا گرفتہ مثل استعانت بارواح وروحانیات فلکیہ عنصریہ یا ارواح سائرہ مثل بھوانی وشیخ سدو وزین خان وامثال ذلک وایں نوع استعانت عین شرک است ومنافی ملت حنیفی است۔

(تفسیر عزیزی ص ۷۳ ج ۱)

اور راحت حاصل کرنے کی خاطر درخت وغیرہ کے سایہ سے مدد حاصل کرنا اور مرض کے دفع کرنے میں دواؤں اور جڑی بوٹیوں سے اور وجہ معاش کے تعین میں امیر اور بادشاہ سے جو حقیقت میں معاوضہ ہے خدمت کا مال کی صورت میں اور موجب ذلت نہیں ہے یا علاج کرنے والے طبیبوں سے کہ ان کے تجربہ اور زیادہ اطلاع کے سبب ان سے مشورہ طلب کرنا ہے اور ان کے استقلال کا وہم نہیں ہوتا تو یہ استعانت بلا کراہت جائز ہے اس لیے کہ حقیقت میں یہ استعانت ہی نہیں ہے اور اگر استمداد ہے تو حقیقت میں استمداد اللہ تعالیٰ سے ہے اور یا استمداد ایسی چیز کے ساتھ ہوگی کہ اس چیز کے استقلال کا توہم مشرکین کے ذہنوں میں پیدا ہو چکا ہوگا مثل استمداد ارواح سے یا روحانیات فلکیہ یا عنصریہ سے یا پھرنے والے ارواح سے مثل بھوانی، شیخ

سدو، زین خان اور مثل ان کے اور یہ قسم استعانت عین شرک ہے اور ملت حنیفی کے مخالف ہے۔

الجواب اوّلاً

غالی حضرات اپنے شرک پر پردہ ڈالنے کے لیے جو سوالات ہمارے اوپر کرتے ہیں بعینہٖ وہی سوالات بت پرست آپ پر کریں گے تو جو جواب آپ ان کو دیں گے بعینہٖ وہی جواب ہماری طرف سے اپنے لیے سمجھ لینا۔

الجواب ثانیاً

بندوں کا ایک دوسرے کو بلانا اور امداد دینا اور لینا وغیرہ سب ماتحت الاسباب کے قبیل سے ہے جن کو تمام شرائع سماویہ شریعت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ السلام کی شریعت تک اور تمام صحف وکتب سماویہ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام صحابہ کرامؓ اور علماء حقؒ میں سے کسی ایک نے بھی شرک تو کجا موہم شرک کا فتویٰ بھی نہیں دیا بلکہ تمام مقربان بارگاہ الٰہی ساری زندگی یہی کام کرتے کرتے وفات پاگئے لیکن ان کے ذہنوں میں کبھی وہم اور خیال تک بھی نہ آیا کہ ماتحت الاسباب بلانا اور امداد اور استمداد شرک ہے بخلاف اس کے کہ غالیوں کا غائبانہ حاجات میں بزرگوں کو پکارنا، مدد مانگنا وغیرہ تمام کے تمام بلاریب مافوق الاسباب کے قبیل سے ہیں اور ان کا کوئی قول یا فعل بزرگوں کے لیے ماتحت الاسباب کے قبیل سے نہیں ہے اور مافوق الاسباب تصرفات غیر اللہ تعالیٰ کے لیے ماننے کو تمام شرائع اور تمام کتب سماویہ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحابہؓ شرک کا فتویٰ دیتے رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ماتحت الاسباب والے کام وہ ہستیاں کرتی رہیں جو شرک سے

پاک تھیں اور مافوق الاسباب والے کاموں کو وہ ہستیاں شرک کہہ گئیں جو جھوٹ سے پاک تھیں۔

فائدہ

قارئین کرام! یہ ایسا پرانا حربہ ہے جو مشرکین امم ماضیہ بھی اپنے پیغمبروں کے سامنے پیش کرتے رہے جو کچھ آج کل موحدین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

ماخذ:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ

(پ ۳ بقرہ ع ۳۵)

ترجمہ: کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے اس کے رب کی بابت اسی وجہ سے کہ دی تھی اللہ نے اس کو سلطنت جب کہا ابراہیم نے میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ بولا میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں کہا ابراہیم نے کہ بے شک اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے اب تو لے آ اس کو مغرب کی طرف سے تب حیران رہ گیا وہ کافر۔

فائدہ

اس مناظرہ میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تصرفات الٰہیہ میں سے موت اور حیات مافوق الاسباب کو نمرود کے سامنے پیش فرمایا کہ میرا رب حیات اور موت کو پیدا کرتا ہے یعنی جان ڈالتا ہے اور جان نکالتا ہے تو نمرود مشرک نے آپ کے مقابلے میں

موت اور حیات ماتحت الاسباب کو پیش کر کے التباس میں ڈالنا چاہا بایں طور کہ دو آدمی بلوا کر ایک کو قتل کر ڈالا دوسرے کو چھوڑ دیا۔ حضرت نے جب دیکھا کہ ضدی ہے، میں جو بھی تصرف الٰہی بیان کروں گا وہ اس کی نظیر ماتحت الاسباب بیان کر کے التباس ڈال دے گا مثلاً آپ فرماتے اللہ تعالیٰ روزی دیتا ہے تو وہ کسی کو روٹی یا پیسے دے کر کہتا کہ میں روزی دے رہا ہوں۔ اس لیے اس کے سامنے ایسا تصرف الٰہی ذکر کروں جس کی نظیر ماتحت الاسباب کے قبیل سے مخلوق میں نہ ہو چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے سامنے سورج والا تصرف ذکر کیا جو وہ نہ تو ماتحت الاسباب کر سکتا تھا نہ مافوق الاسباب، تب جا کر لاجواب ہوا۔

سوال

یہ مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب والی اصطلاح سلف" کی عبارات میں بھی موجود ہے یا تمہاری اختراع ہے۔

الجواب

یقیناً موجود ہے چنانچہ جمہور اہل سنت پر جب یہ اعتراض ہوا کہ معتزلہ بندوں کو اپنے اعمال کا خالق مانتے ہیں جو صریح شرک ہے حالانکہ تم ان کو کافر نہیں کہتے ہو تو انہوں نے بھی جواب میں یہی فرق بیان فرمایا کہ وہ بندوں کو ماتحت الاسباب خالق مانتے ہیں جو شرک نہیں ہے۔ مشرک تو وہ تب بنتے اگر مافوق الاسباب خالق مانتے۔

ماخذ نمبر ۱:

بل لا یجعلون خالقیۃ العبد کخالقیۃ اللہ تعالیٰ لافتقارہ الی الاسباب	ترجمہ: بلکہ معتزلہ بندوں کی خالقیت کو اللہ تعالیٰ کی خالقیت کی طرح نہیں مانتے بوجہ محتاج ہونے عبد کے ان

والآلات التی ھی بخلق اللہ تعالیٰ۔(شرح عقائد ص ۶۱)

اسباب اور آلات کی طرف جو اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔

ماخذ نمبر ۲:

لانھم لم یجعلوا العبد خالقًا بالاستقلال بل یقولون انہ سبحانہ خالق بالذات والعبد خالق بواسطۃ الاسباب والآلات التی خلقھا اللہ تعالیٰ فی العبد ولم یثبتوا الاشراک بالحقیقۃ وھو اثبات الشریک فی الالوھیۃ کالمجوس ولا بمعنی استحقاق العبادۃ کعبدۃ الاصنام۔(شرح فقہ اکبر ص ۶۱)

ترجمہ: اس لیے کہ معتزلہ نے بندہ کو بالاستقلال خالق نہیں بنایا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق بالذات ہے اور بندہ ان اسباب اور آلات کے واسطہ سے جن کو اللہ تعالیٰ نے بندہ میں پیدا فرمایا ہے اور انہوں نے حقیقی شرک ثابت نہیں کیا کیونکہ وہ (حقیقی شرک) شریک ثابت کرنا ہے اللہ تعالیٰ کا الوہیت میں جس طرح مجوس کہتے ہیں یا استحقاق عبادت میں جس طرح بت پرست کہتے ہیں۔

شبہ رابع

غالیوں کا مذہب ہے کہ حضور علیہ السلام عطائی طور پر تصرف مافوق الاسباب کی قدرت رکھتے ہیں تو اس کے ثبوت میں انہوں نے معجزہ اور کرامت سے استدلال کیا ہے کہ یہ دونوں ولی اور نبی کا اختیاری فعل ہیں حالانکہ مافوق الاسباب کے قبیل سے ہیں تو معلوم ہوا کہ بزرگوں کو مافوق الاسباب تصرف کی قدرت حاصل ہے۔

الجواب اوّلاً

اس بحث کی بسط اور مکمل تشریح تو آپ کو اس بندہ کی تصنیف کتاب التوحید فی التصرف میں ملے گی یہاں مختصراً عرض ہے کہ معجزہ اور کرامت یقیناً مافوق الاسباب ہیں لیکن اہل السنت والجماعت کے نزدیک وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں انبیاء اور اولیاء کا فعل قطعاً نہیں نہ خلقاً نہ کسباً یعنی مقربان بارگاہ الٰہی معجزہ اور کرامت کے نہ خالق ہیں نہ کاسب بلکہ یہ بات پلے باندھ لو کہ غالیوں والا یہ عقیدہ کہ کرامت ولی کی اور معجزہ نبی کا ان کا فعل اختیاری اور تصرف کسبی ہے قطعاً اسلامی نہیں ہے بلکہ خلاف اسلام فلاسفہ ملاعنہ کا فاسد نظریہ ہے چنانچہ حافظ ابن ہمامؒ اور کمال ابن ابی شریفؒ فرماتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۱:

واذقد تقرران المعجزة ليست الافعلاً لله تعالىٰ۔ (مسامرہ ص ۹۷)	ترجمہ: یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ معجزہ اللہ ہی کا فعل ہے (نبی کا فعل نہیں)۔

ماخذ نمبر ۲: سید الطائفہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ خارق عادات کے متعلق فرماتے ہیں۔

فيرى ذلك منك فى ظاهر العقل والحكم وهو فعل الله وارادته حقا فى العلم۔ (فتوح الغیب ص ۳۰ مقالہ سادسہ ۶)

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

پس دیدہ می شود آں فعل وتصرف از تو در ظاہر عقل وحکم وے وحال آنکہ آں تکوین وخرق عادت فعل وتصرف خداست وارادت او در نظر	ترجمہ: بہ نظر ظاہر تو فعل تیرا نظر آتا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ کام خارق عادت فعل اور تصرف ہے اللہ تعالیٰ کا اور اسی کے ارادہ سے

یقین وعلم باطن۔(فتوح الغیب ص ۳۰)

ہے یقین اور علم باطن کی نظر میں۔

ماخذ نمبر ۳: نیز محدثؒ اسی عبارت پر تشریحاً لکھتے ہیں۔

معجزہ وکرامت، فعل خدا است کہ ظاہر می گردد بر دست بندہ بجہت تصدیق وتکریم وے نہ فعل بندہ است کہ صادر می گردد بقصد واختیار او مثل سائر افعال۔
(فتوح الغیب ص ۳۰)

ترجمہ: معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لیکن ظاہر ہوتا ہے بندہ کے ہاتھ پر اس کی تصدیق اور اس کے اعزاز کے لیے اور بندہ کا فعل نہیں ہے کہ اس کے قصد واختیار سے صادر ہو جیسا کہ اس کے باقی افعال ہیں۔

ماخذ نمبر ۴: نیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

معجزہ فعل نبی نیست بلکہ فعل خدا تعالیٰ است کہ بر دست وی اظہار نمودہ بخلاف افعال دیگر کہ کسب ایں از بندہ است و خلق از خدائے تعالیٰ ودر معجزہ کسب نیز از بندہ نیست۔(مدارج النبوت ص ج ۲)

ترجمہ: معجزہ نبی کا فعل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے بخلاف اس کے باقی افعال کے ان کا کسب بندہ سے ہے اور خلق اللہ تعالیٰ سے اور معجزہ میں کسب بھی بندہ کا کوئی نہیں ہے۔

ماخذ نمبر ۵: حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ فرماتے ہیں۔

بیانش آنکہ حق جل وعلا بقدرت کاملہ خود در عالم تکوین تصرفے عجیب وغریب بنابر تصدیق مقبولے از مقبولان خود می نماید نہ آنکہ قدرت صدور خرق عادت در وایجاد

ترجمہ: بیان اس کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے عالم موجودات میں کوئی تصرف عجیب وغریب ظاہر فرماتا ہے اپنے مقبول بندوں میں سے کسی مقبول بندے کی سچائی ظاہر

می فرماید واو را باظہار آں ماموری نماید حاشاوکلا قدرت تصرف در عالم تکوین از خواص قدرت ربانی است نہ از آثار قوت انسانی۔

(منصب امامت ص ۲۳ مطبوعہ فاروقی دہلی)

کرنے کے لیے نہ یہ کہ خارق عادت کام کے صادر کرنے کی اس مقبول بندہ میں قدرت پیدا کر دیتا ہے اور اس مقبول بندہ کو اس کے اظہار کا مامور کرتا ہے حاشاوکلا یعنی مسئلہ یوں نہیں کیونکہ عالم تکوین میں تصرف کرنے کی قدرت صرف قدرت ربانی کے خواص سے ہے قوت انسانی کے آثار سے قطعاً نہیں ہے۔

غیر اسلامی اور باطل عقیدہ یہ ہے کہ معجزہ نبی علیہ السلام کا فعل اختیاری ہے۔

مأخذ نمبر ۱: چنانچہ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واما الحکماء فالخارق عندھم من فعل النبی ولو کان فی غیر محل القدرۃ بناءً علی مذھبھم فی الایجاب الذاتی ووقوع الحوادث بعضھا عن بعض متوقف علی الاسباب والشروط الحادثۃ مستندۃ اخیرا الی الواجب الفاعل بالذات لا بالاختیار وان النفس

ترجمہ: حکماء اس خیال کے پیرو ہیں کہ خارق نبی کا فعل ہے اگرچہ وہ طاقت بشری سے خارج ہے کیونکہ وہ ایجاب ذاتی کے قائل ہیں اور اس کے کہ بعض حوادث کا وجود بعض سے اسباب وشروط کی وجہ سے ہوتا ہے جو آخر میں جا کر واجب تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتے ہیں جو فاعل بالذات ہے نہ کہ بالاختیار۔ ان کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے نفوس

النبوية عندهم لها خواص ذاتية منها صدور هذه الخوارق بقدرته وطاعة العناصر له في التكوين والنبي عندهم مجبول على التصرف في الاكوان مهما توجه اليها واستجمع لها بما جعل الله له من ذلك۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۵۳)	طیبہ میں ایسے ذاتی خواص موجود ہوتے ہیں جن کی وجہ سے خوارق کا صدور ان سے باختیار خود ہوتا ہے اور عناصر اپنی تکوین میں ان کے مطیع و منقاد ہوتے ہیں اور انبیاء فطرۃً قابلیت رکھتے ہیں کہ جب چاہیں کائنات عالم میں تصرف کریں اور یہ قابلیت اللہ کی طرف سے ان کو بخشی جاتی ہے۔

ماخذ نمبر ۲: قاضی عضد اور سیّد السند لکھتے ہیں۔

وغرضنا ههنا رد شبه المنكرين للبعثة وهم طوائف۔ (شرح مواقف طبع نولکشور ص ۶۷۰)	ترجمہ: اور ہمارا مقصد اس مقام پر جواب دینا ہے منکرین بعثت کے شبہات کا اور وہ کئی گروہ ہیں۔

پھر ان گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

والطائفة الخامسة من قال ظهور المعجزة لا يدل على الصدق في دعوى النبوة لاحتمالات الاول كونه من فعله لا من فعل الله	ترجمہ: منکرین بعثت کا پانچواں گروہ وہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ ظہور معجزہ کا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ نبی اپنے دعویٰ نبوت میں سچا ہے اس لیے کہ اس میں کئی

فلا یکون نازلا منزلة التصدیق له من الله۔
(شرح مواقف ص ٦٧٣)

احتمال ہیں پہلا یہ ہے کہ معجزہ نبی کا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں ہے اس لیے وہ معجزہ قائم مقام تصدیق الٰہی نہ ہو گا۔

پھر اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والجواب التفصیلی عن الاول انا بینا ان لا مؤثر فی الوجود الا الله فالمعجزة لا یکون الا فعلا له لا للمدعی۔
(شرح مواقف ص ٦٧٥)

ترجمہ: اور پہلے شبہ کا تفصیلی جواب یہ ہے کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ وجود اشیاء میں تصرف کرنے والا سوئ اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہے لہٰذا معجزہ مدعی نبوت کا فعل نہیں ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو گا۔

بحث اوّل شرک فی العلم

اس کی مدلل اور مفصّل بحث تو آپ بندہ کی تصنیف کتاب التوحید فی العلم میں ملاحظہ فرمائیں یہاں مختصراً عرض کرتا ہوں کہ شرک فی العلم یہ ہے کہ خواص علمیہ باری تعالیٰ یعنی علم کے وہ درجات جو شرعاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان میں سے کسی خاصہ کو کسی مخلوق میں ماننا خواہ ذاتی طور پر یا عطائی اور وہبی اور تفویضی طور پر۔

خواص علمیّہ کے چند نمونے

خاصہ اولیٰ

علم ذاتی یعنی اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے کے بغیر کسی کو کوئی علم اپنی ذات سے حاصل ہو یہ درجہ کسی مخلوق میں ماننا اگرچہ ایک کلمے اور ایک جملے کا کیوں نہ ہو شرک فی العلم ہے۔

خاصہ ثانیہ

علم کلی، غیر محدود، غیر متناہی اور محیط بکل شئ کسی غیر اللہ میں علم کا یہ درجہ ماننا خواہ ذاتی طور پر یا عطائی طور پر شرک فی العلم ہے۔

ماٰخذ نمبر ۱:

وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ (پ ۲۸ الطلاق ع ۲)	ترجمہ: اور اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (۷۸) (پ۱۰ التوبہ ع۱۰)	ترجمہ: یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے سب چھپی باتوں کو۔

ماخذ نمبر ۳:

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۲۹) (پ۱ البقرہ ع۳)	ترجمہ: اور خدا تعالیٰ ہر چیز سے خبر دار ہے۔

ماخذ نمبر ۴:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۲۷) (پ۲۱ لقمان ع۳)	ترجمہ: اور جتنے درخت ہیں زمین میں اگر وہ قلمیں ہوں اور سمندر سیاہی ہو اس کے بعد سات سمندر اور ہوں تو بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں گی بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

فائدہ

علم کے یہ درجے (علم ذاتی اور علم محیط) کسی مخلوق میں ماننا اگرچہ شرک ہے لیکن دنیائے شرک میں (ثنویہ کے علاوہ) ان کا وجود نہیں پایا گیا کیونکہ کوئی بھی مشرک اپنے معبودوں کے علم کو نہ ذاتی مانتا تھا اور نہ اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر ہی مانتا تھا بلکہ اس سے بہت کم اور عطائی مانتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ نہ اللہ تعالیٰ جتنا مانتے تھے نہ اللہ تعالیٰ جیسا جس کا حوالہ شب اوّل میں گزر چکا ہے۔

عقیدہ مساوات وفقہائے احناف

جو شخص عقیدہ رکھے کہ حضور علیہ السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر ہے وہ بلاریب کافر ہے اور یہ اس کا کفر اختلافی نہیں بلکہ اس پر امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اجماع ہے۔

ماخذ: چنانچہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

ومن اعتقد تسویۃ علم اللہ ورسولہ یکفر اجماعا کما لا یخفی۔

(موضوعات کبیر ص ۱۶۲)

ترجمہ: جو شخص عقیدہ رکھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے علم کی برابری کا (کمّاً یا کیفاً) تو وہ کافر ہو جائے گا اور کفر بھی اجماعی ہے نہ اختلافی جس طرح مخفی نہیں ہے۔

غالیانہ ہیرا پھیری

مفتی احمد یار صاحب مدارج النبوۃ کی فارسی عبارت نقل کر کے اس سے اپنا خانہ ساز عقیدہ کشید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

از بعضے صلحاء از اہل فضل شنیدہ شدہ کہ بعضے از عرفا کتابے نوشتہ اند اثبات کردہ اند کہ آں حضرت را تمام علوم الٰہی معلوم ساختہ بودند واین سخن بظاہر مخالف بسیارے از ادلہ است نامعلوم قائل آں چہ قصد کردہ باشد۔

ترجمہ: بعض علماء صالحین سے سنا گیا ہے کہ بعض عارفین نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کو تمام علوم الٰہیہ معلوم کرا دیے گئے تھے یہ کلام بظاہر تو بہت سے دلائل کے خلاف ہے نہ معلوم کہ قائل نے اس سے

کیا مراد لی ہے۔

یہ عبارت یہاں اس لیے پیش کی گئی کہ بعض لوگوں نے حضور علیہ السلام کا علم خدا کے علم کے برابر ماننا اور فرق صرف ذاتی اور عطائی کا جانا مگر شیخ عبدالحق نے ان کو مشرک نہ فرمایا بلکہ عارف کہا معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب ماننا شرک نہیں۔ (جاء الحق ص ۷۱)

الجواب اوّلاً

محدثؒ اس عقیدہ مشرکانہ کے قطعاً قائل نہیں اور نہ اس کو فی نفسہٖ صحیح مانتے ہیں بلکہ اس کو عقائد باطلہ میں شمار کر رہے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے اس جملے (کہ یہ قول ظاہراً دین اسلام کے ایک نہیں بلکہ بہت دلائل کے مخالف ہے) صاف اور صریح لفظوں میں اس باطل اور مردود قول کی تردید کر دی ہے۔ محدثؒ اس قول کا قائل تب بنتا اگر اس کے قول باطل کی تردید نہ کرتا کیا تردید مشرک کہنے میں منحصر ہے؟ محدثؒ کا یہ فرما دینا کہ یہ عقیدہ دین کے بہت سے دلائل کے خلاف ہے کیا یہ کافی، وافی اور شافی تردید نہیں ہے؟ یقیناً ہے۔

ثانیاً

آپ کا یہ سوال کہ محدثؒ نے اس کو مشرک نہیں فرمایا تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ تکفیر کی دو قسمیں ہیں۔

اوّل: تکفیر کلی و عمومی؛ جس میں صرف عقیدہ باطلہ کا حکم بیان ہو اور کسی مخصوص شخص کی حالت زیر بحث نہ ہو مثلاً مفتی حکم کرے کہ جو ختم نبوت کا منکر ہے؛ وہ کافر ہے اس میں کسی واقعہ کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔

دوم: تکفیر شخصی؛ جس میں خاص شخص پر کفر کا حکم کرنا مقصود ہو اس کے کسی

عقیدہ باطلہ کی وجہ سے مثلاً مفتی کو فتویٰ دینا ہے کہ زید چونکہ ختم نبوت کا منکر ہے اس لیے وہ کافر ہے اس تکفیر کے لیے واقعہ کی تحقیق شرعی کی ضرورت ہے کہ آیا زید واقعی اس عقیدہ کا معتقد ہے یا نہیں اور اس عارف کی تکفیر چونکہ اس دوسری قسم یعنی تکفیر شخصی میں داخل ہے تو محدث رحمہ کا مذہبی فریضہ یہ تھا کہ اس کی تکفیر تب کرتے جب اس کی کتاب کو دیکھتے یا خود اس عارف کو ملتے حالانکہ مدارج کی عبارت اس مضمون میں صریح ہے کہ محدثؒ نہ اس عارف کو ملے ہیں نہ اس کی کتاب دیکھی ہے اور نہ اس کتاب کا محدث رحمہ کو نام بتلایا گیا ہے بلکہ مبہم طور پر کہا گیا ہے "کتابے نوشتہ اند" جس کا ترجمہ گجراتی صاحب کرتے ہیں "کوئی کتاب لکھی ہے" بلکہ بعض از صلحاء جو اس عبارت کے قائل ہیں ان سے بھی محدثؒ نے بلاواسطہ اور مشافہۃً یہ کلام نہیں سنا بلکہ کسی اور واسطہ سے یہ کلام ان تک پہنچا ہے اس لیے انہوں نے شنیدہ شدہ یعنی سنا گیا فرمایا اور شنیدم نہیں فرمایا جو خود سننے میں نص ہے اور واسطہ کا بھی حال معلوم نہیں ہے کہ کیسا تھا تو ان وجوہات کی بناء پر محدثؒ نے اس کو مشرک نہ کہنے کی اپنی معذوری بیان کر دی ہے (کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس قائل کی مراد کیا ہے) آیا یہی ظاہری مطلب مراد ہے جو مذہب اسلام کے سراسر خلاف ہے یا ان کی کوئی اور مراد ہے۔

ثالثاً

قارئین کرام یہ دو جواب بندہ نے صرف حقیقت حال کو واضح کرنے کے لیے لکھے ہیں ورنہ بالفرض اگر محدثؒ اس خلاف اسلام عقیدہ کے معتقد کو مشرک نہ بھی کہیں تو اہل حق کے مذہب پر بحمد اللہ تعالیٰ کوئی اثر نہیں پڑتا اس لیے کہ ہم ملا علی قاریؒ کی موضوعات کبیر کا حوالہ نقل کر آئے ہیں کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اجماع ہے اس مسئلہ پر کہ جو شخص کسی مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر مانے خواہ ذاتی یا عطائی وہ پکا کافر ہے تو اجماع امت کے مقابلے میں محدثؒ یا کسی عارف یا عالم کا قول جو خارق

اجماع ہو کیا مقام رکھتا ہے۔ بہر حال مسلمان اجماع امت کا پابند ہے نہ کسی کی ذاتی رائے کا کیونکہ عقائد قطعیات سے ثابت ہوتے ہیں نہ شخصیات سے۔

خاصہ ثالثہ

سینوں کے رازوں اور ارادوں کو مافوق الاسباب جاننا یہ بھی خاصۂ الٰہیہ ہے جو شخص کسی بھی غیر اللہ کے لیے یہ درجہ علمیہ مانتے خواہ ذاتاً یا عطاءً وہ مشرک فی العلم ہے۔

ماخذ:

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (پ ۱۱ ھود ع ۱)	ترجمہ: وہ سینے کی باتوں کو جانتا ہے۔

خاصہ رابعہ

آسمان اور زمین کے سارے مغیبات اور کلی مخفیات کو مافوق الاسباب جاننا۔ یہ بھی خاصہ الٰہیہ ہے جو شخص کسی غیر اللہ کے لیے ذاتی طور پر یا عطائی طور پر یہ درجہ علمیہ مانے وہ مشرک فی العلم ہے اور یہی توراۃ شریف کا آخری اعلان ہے۔

قال کعب خاتمۃ التوراۃ خاتمۃ ھود۔ (ابن کثیر ص ۴۶۴ ج ۲)	ترجمہ: حضرت کعبؓ فرماتے ہیں توراۃ کا خاتمہ وہی ہے جو سورت ہود کا خاتمہ ہے۔

ماخذ نمبر ۱:

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (پ ۱۲ ھود ع ۱۰)	ترجمہ: خالص اللہ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں کا اور زمینوں کا۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں۔

ولا یعلم ذٰلک احد سواہ جلّ وعلا۔ (روح المعانی ص ۱۶۷ ج ۱۲)	ترجمہ: اور نہیں جانتا اس کو (غیب آسمانوں اور زمینوں کو) کوئی ایک سوا اللہ تعالیٰ کے۔

فہم سلف نمبر ۲: قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں۔

خاصۃ۔ (بیضاوی ص ۶۰۲ ج ۱)	ترجمہ: خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے غیب آسمانوں اور زمینوں کا۔

فہم سلف نمبر ۳: علامہ خفاجیؒ قاضی بیضاویؒ کے اس قول کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

ھو بیانٌ لمعنی اللام والاختصاص المستفاد منھا ومن التقدیم۔ (عنایۃ القاضی ص ۱۵۱ ج ۵)	ترجمہ: یہ بیان ہے معنٰی لام کا اور اس اختصاص کا جو لام اور تقدیم خبر سے حاصل ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (پ ۱۴ نحل ع ۱۱)	ترجمہ: خالص اللہ تعالیٰ ہی کیلیے ہے غیب آسمانوں اور مینوں کا۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ آلوسیؒ اور عمادیؒ فرماتے ہیں۔

خاصۃ لا لاحد غیرہ استقلالاً ولا اشتراکاً۔ (ابو السعود ص ۲۸۲ ج ۳) (روح المعانی ص ۱۹۸ ج ۱۴)	ترجمہ: یہ علم خاص ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے سوا کسی ایک کے لیے بھی نہیں ہے نہ انفراداً اور نہ اشتراکاً

فہم سلف نمبر ۲: قاضی بیضاویؒ کے قول لایعلمہ غیرہ کی شرح میں علامہ خفاجیؒ لکھتے ہیں۔

وقولہ لایعلمہ غیرہ مستفاد من تقدیم الخبر۔ (عنایۃ القاضی ص ۳۵۷ ج ۵)	ترجمہ: قاضیؒ کا فرمان کہ اس غیب کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا یہ مستفاد ہے خبر کے مقدم ہونے سے۔

فہم سلف نمبر ۳: علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

واختصاصہ بعلم الغیب فلا اطلاع لاحد علی ذٰلک الا ان یطلعہ تعالیٰ علی ما یشاء۔ (ابن کثیر ص ۵۷۹ ج ۲)	ترجمہ: اور مختص ہونا اللہ تعالیٰ کا ساتھ علم غیب کے لہٰذا کسی کو غیب کی خبر نہیں ہو سکتی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ جتنی مقدار پر چاہے کسی کو مطلع فرمادے۔

فہم سلف نمبر ۴: علامہ ابن جریرؒ لکھتے ہیں۔

ودون کل ما سواہ لایملک ذالک احد سواہ۔ (ابن جریر ص ۱۵۱ ج ۱۴)	ترجمہ: اور نہ ہر اس ہستی کے لیے جو سوا اس کے ہے نہیں اختیار رکھتا اس کا کوئی سوا اس کے۔

ماخذ نمبر ۳:

لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (پ ۱۵ کہف ع ۴)	ترجمہ: خاص اس کے لیے ہے غیب آسمانوں اور زمینوں کا۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ عماویؒ اور علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں۔

واللام للاختصاص العلمی	ترجمہ: اور لام اختصاص علمی کے

ای لہ تعالٰی ذالک علمًا۔
(روح المعانی ص ۲۵۴ ج ۱۵)
(ابو السعود ص ۳۷۶ ج ۳)

لیے ہے یعنی صرف اسی اللہ تعالٰی ہی کے لیے ہے علم غیب کا۔

فہم سلف نمبر ۲: مفسر خازنؒ فرماتے ہیں۔

فانہ العالم وحدہ بہ۔
(خازن ص ۱۶۹ ج ۴)

ترجمہ: پس تحقیق وہی ہے اکیلا جاننے والا اس غیب کا۔

شبہات غالیانہ

شبہ اوّل

ان آیات کا معنٰی فقط اثباتی ہے یعنی اللہ تعالٰی غیب دان ہے اور غیر اللہ سے اس کی نفی کہاں سے نکالتے ہو۔

الجواب

یہ شبہ قوانین عربیت سے جہالت کا نتیجہ ہے کیونکہ مفسرین حضرات نے تصریح فرمادی ہے کہ ان تینوں آیات میں بوجہ لام کے (جو اختصاص علمی کے لیے ہے) اور بوجہ تقدیم خبر کے حصر ہے اور حصر میں نفی اور اثبات دونوں مراد ہوتے ہیں ورنہ حصر حصر ہی نہیں رہتا۔

شبہ دوم

حضور علیہ السلام ان آیات کی نفی میں داخل ہی نہیں ہیں۔

الجواب

تمام مفسرین کے نزدیک ان آیات کے کلمات حصریہ میں عالمگیر عموم ہے یعنی نفی غیب السموات والارض کی بلا استثناء ہر ماسوی اللہ سے ہے اور کوئی مخلوق اس نفی سے مستثنٰی نہیں ہے حتیٰ کہ حضور علیہ السلام بھی باقی مخلوق کی طرح یقیناً اس میں داخل ہیں۔ چنانچہ مفسرین" کا کلمہ "لا لاحد" اور "دون کل ما سواہ" کا لانا اس عالمگیر عموم میں نص ہے کیونکہ جب کلمہ کل استغراقیہ کا ماسواہ پر داخل ہو تو کوئی ہستی اس عموم سے قطعاً نہیں نکل سکتی اسی طرح کلمہ لاحد کا مادۂ عام ہے پھر نکرہ ہے پھر نفی کے تحت ہے تو یہ بھی عالمگیر عموم میں نص ہے اور مفسرین کے نزدیک ہر مخلوق نوری، ناری، خاکی کو بلا تخصیص اور بلا استثناء شامل ہے مگر بایں ہمہ ہم فریق ثانی کی دل جمعی کے لیے خصوصی حوالہ پیش کرتے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۱: چنانچہ امام ابن جریرؒ لکھتے ہیں۔

یقول تعالٰی ذکرہ لنبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و للہ یا محمد ملک کل ما غاب عنک فی السموات والارض فلم تطلع علیہ ولم تعلمہ کل ذلک بیدہ وبعلمہ لایخفی علیہ منہ شیء۔

(ابن جریر ص ۱۴۸ ج ۱۲)

ترجمہ: فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ سے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اے محمد ﷺ قبضہ ان چیزوں کا جو آپ سے غائب ہیں آسمانوں اور زمینوں میں سو آپ کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی (منجانب اللہ) اور نہ جانتے ہو آپ اس کو (اپنی ذاتی طاقت سے) یہ سب غیوب اس کے اختیار اور اس کے

علم میں ہیں ان غیوب میں سے کوئی شئے اس پر پوشیدہ نہیں۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ مراغی اور علامہ عبدہ مصریؒ واللفظ لہ لکھتے ہیں۔

ای ولہ وحدہ ما ھو غائب عن علمک ایھا الرسول وعن علمھم من فوقکم او من تحت ارجلکم مما تنتظر من وعد اللہ لک ووعیدہ لھم۔
(المنار ص ۱۹۷ ج ۱۲)
(مراغی ص ۱۰۱ ج ۱۲۹)

ترجمہ: یعنی صرف اسی (اللہ تعالیٰ) ہی کے لیے ہے جو کچھ غائب ہے تیرے علم سے اے رسول ﷺ اور ان کے علم سے تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے جن کی انتظار کی جاتی ہے آپ کے مواعید سے اور ان کے وعیدات سے۔

تو بناءً علیہ غالیوں کا یہ بہت پرانا اور بوسیدہ حربہ کہ حضور علیہ السلام آیت میں داخل نہیں ہیں باطل ٹھہرا۔

غالیوں کو کھلا اعلان

ہم فریق ثانی کو کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ جس طرح اہل حق نے مفسرین کے کلام سے خصوصی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ حضور علیہ السلام آیت میں داخل ہیں اسی طرح تم بھی اگر سچے ہو تو بہت نہ سہی بلکہ صرف ایک ہی حوالہ کسی معتبر تفسیر کا پیش کر دیں کہ حضور علیہ السلام آیت میں داخل نہیں ہیں اور کیوں نہیں ہیں اگرچہ نصوص قرآنیہ کی تخصیص کسی عالم کے قول سے نہیں ہو سکتی لیکن ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہی سہی۔

شبہ سوم

آیت میں نفی غیب ذاتی کی ہے نہ عطائی کی۔

الجواب اوّلاً

علم ذاتی تو مخلوق کو کسی ذرہ کا بھی نہیں ہو سکتا پھر غیب السموات والارض کی کیوں تخصیص ہے۔

ثانیاً

ان آیات میں اگرچہ ماسوی اللہ سے نفی علم غیب کی عام ہے خواہ ذاتی ہو یا عطائی ہو لیکن مخلوق میں علم ذاتی چونکہ ناممکن تھا اور نہ کسی مشرک کا یہ عقیدہ تھا اس لیے مفسرینؒ نے صرف علم عطائی کی نفی کی تصریح کر دی ہے چنانچہ ابن جریرؒ کا "فلم تطلع" والا جملہ اور ابن کثیرؒ کا "فلا اطلاع لاحد" والا جملہ اس پر صریح ہے۔ تو بناءً علیہ غالیوں کا یہ جواب بھی کہ آیت میں نفی علم ذاتی کی ہے نہ عطائی کی باطل ٹھہرا۔

شبہ چہارم

یہ آیات منسوخ ہیں۔

الجواب

ان تینوں سورتوں کے یہ تینوں جملے لفظاً معنیً خبریے ہیں ہرگز انشائیے نہیں نہ لفظاً اور نہ معنیً اور پھر اسمیے ہیں جو دوام اور استمرار پر دلالت کرتے ہیں تو معنیٰ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ آسمان اور زمین کے کلی مغیبات کا علم میرے صفات مختصہ سے ہے اور میں اس صفت میں یگانہ اور منفرد ہوں اور یہ اختصاص

صرف وقتی طور پر نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ تو بناء علیہ غالیوں کا یہ جواب کہ یہ آیات منسوخ ہیں باطل اور تحریف قرآن ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ صفات الٰہیہ اور اخبار الٰہیہ نسخ سے بالکل پاک ہیں ورنہ معاذ اللہ کذب باری تعالٰی لازم آجائے گا۔

فہم سلف نمبر ۱: مولانا ثناء اللہ پانی پتیؒ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں۔

والخبر لا یحتمل النسخ۔ (مظہری ص ۱۷۶ ج ۱۰)	ترجمہ: اور خبر نسخ کا احتمال ہی نہیں رکھتی۔

فہم سلف نمبر ۲: ملا علی قاریؒ واللفظ لہ اور علامہ نسفیؒ لکھتے ہیں۔

قلت وفیہ ان النسخ علی تقدیر صحۃ تاخیر الناسخ انما یکون فی الاحکام لا فی الاخبار۔ (مرقات ص ۴۵۶ ج ۲) (مدارک ص ۴۴۷ ج ۱)	ترجمہ: میں کہتا ہوں اس میں کلام ہے اس لیے کہ بر تقدیر صحت تاخیر ناسخ کے نسخ کا وقوع احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں۔

فہم سلف نمبر ۳: نواب صدیق حسن خان صاحبؒ لکھتے ہیں۔

ہفتم آنکہ منسوخ جائز النسخ بود پس داخل نشود نسخ بر اصل توحید زیرا کہ وی سبحانہ لم یزل ولا یزال باسماء وصفات خود است۔ (افادۃ الشیوخ ص ۵)	ترجمہ: ساتواں یہ کہ منسوخ جائز النسخ ہوتا ہے پس داخل نہ ہو گا نسخ اصل توحید پر کیونکہ اللہ سبحانہ اپنے اسماء وصفات کے ساتھ لم یزل ولا یزال ہے۔

شبہ پنجم

سماوی اور ارضی غیب کسی غیر اللہ کے لیے ماننا شرک نہیں ہے بلکہ مساوات یعنی اللہ تعالیٰ جتنا علم مخلوق میں ماننا شرک ہے۔

الجواب

یہ بھی خاص قسم کا مغالطہ ہے ورنہ ان آیات سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح علم محیط بکل شیء خاصہ الٰہیہ ہے اسی طرح صرف آسمانی اور زمینی کلی مغیبات کا علم بھی خاصہ الٰہیہ ہے جس طرح پہلے خاصہ علم محیط میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے اسی طرح صرف دوسرے خاصہ علم غیب السموات والارض میں بھی کسی کو شریک کرنا شرک ہے۔ اس لیے کہ خواص علمیہ الٰہیہ صرف پہلی قسم میں منحصر نہیں ہیں۔ تو بناءً علیہ غالیوں کا یہ جواب دینا (کہ ہم مشرک فی العلم تب بنیں گے اگر حضور علیہ السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر مانیں حالانکہ ہم تو حضور علیہ السلام کے لیے صرف آسمان اور زمین کا علم غیب ثابت کرتے ہیں) بھی باطل ٹھہرا اس لیے کہ شرک صرف مساوات میں منحصر نہیں ہے بلکہ خواص علمیہ میں سے کسی خاصہ کو مخلوق میں ماننا شرک ہے۔

شبہ ششم

یہ تو تم اہل حق بھی مانتے ہو کہ بعض مغیبات سماویہ وارضیہ کی حضور علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ اطلاع دی گئی ہے پھر تمہارے نزدیک یہ خاصہ کیسے خاصہ رہے گا۔

الجواب

یہ حصر باعتبار علم غیب کلی کے ہے جو غیب مصدر مضاف سے سمجھا جاتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کا علم غیب کلی اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے تو بناءً علیہ اگر بعض غیوب کی اللہ تعالیٰ کسی کو اطلاع دے دے تو یہ حصر اور خاصہ کے خلاف نہیں ہے ہاں جس طرح غالی صاحبان کا دعویٰ ہے کہ آسمان اور زمین کا کلی غیب حضور علیہ السلام کو حاصل ہے یہ سراسر آیت کے خلاف ہے۔

فہم سلف: علامہ خفاجیؒ لکھتے ہیں۔

وکونہ لا یخفیٰ علیہ خافیۃ من عموم المصدر المضاف فانہ من طرق العموم فافاد انہ یعلم کل غیب وانہ لا یعلم ذالک سواہ۔

(حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی ص ۱۵۱ ج ۵)

ترجمہ: اور قاضی صاحب کا "لا یخفیٰ علیہ خافیۃ" فرمانا یہ حاصل ہے عموم مصدر مضاف سے کیونکہ یہ بھی طریق عموم سے ہے پس حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے غیب کلی (آسمانوں اور زمین کا) اور اس کے سوا اور کوئی بھی نہیں جانتا۔

خاصہ خامسہ

وقت وقوع قیامت کا علم بھی خاصہ الٰہیہ ہے جو شخص کسی غیر اللہ کے لیے یہ عقیدہ رکھے گا کہ اس کو وقوع کا وقت معلوم ہے خواہ ذاتاً یا عطاءً وہ مشرک فی العلم ہے۔

قارئین کرام! اس خاصہ کے مآخذ اور اس کے کئی فہم سلف اور شبہات غالیانہ کے جوابات مفصل اور مدلل مطالعہ کرنا چاہو تو بندہ کی تصنیف کتاب التوحید فی العلم کو پڑھو اور یہاں صرف نمونہ کے طور پر مختصراً چند مآخذ عرض کرتا ہوں۔

مآخذ:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ | ترجمہ: تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت

أَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ۔ الآیۃ (پ۱۹ اعراف ع ۲۴)

کے بارے میں کہ کب ہے اس کے قائم ہونے کا وقت تو کہہ اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے۔

فائدہ

یہ آیت مستقل چھ دلیلوں کا مجموعہ ہے لیکن یہاں صرف جزء اول کی بحث ہوگی۔ انشاء اللہ

فہم سلف نمبر۱: حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس انما علمها عنده استأثره به فلم يطلع الله عليها ملكا مقربا ولا رسولا۔ (ابن کثیر ص ۲۷۱ ج ۲)

ترجمہ: سوا اس کے نہیں کہ علم قیامت صرف اسی کے پاس ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا علم اپنے ساتھ مختص فرمالیا ہے اور کسی فرشتہ مقرب اور کسی رسول کو اس کی اطلاع نہیں دی۔

فہم سلف نمبر۲: قاضی بیضاویؒ واللفظ لہ اور مفسر خازنؒ اور علامہ مظہریؒ فرماتے ہیں۔

انما علمها عند ربی استأثره به لم يطلع عليه ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا۔
بیضاوی ص ۳۱۷ ج ۱
خازن ص ۲۶۵ ج ۲
مظہری ص ۴۹۵ ج ۳

ترجمہ: سوا اس کے نہیں کہ علم قیامت کا میرے رب کے پاس ہے خاص کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے علم قیامت کو اپنے ساتھ اس لیے نہیں مطلع فرمایا اس پر کسی مقرب فرشتے کو اور نہ کسی نبی مرسل کو۔

فہم سلف نمبر ۳: علامہ آلوسیؒ واللفظ لہ اور علامہ عمادیؒ، علامہ نسفیؒ، علامہ زمخشریؒ اور علامہ نیشاپوریؒ فرماتے ہیں۔

ومعنی کون ذلک عندہ عزوجل خاصۃ انہ استأثر بہ حیث لم یخبر احدًا بہ من ملک مقرب او نبی مرسل۔
(روح المعانی ص ۱۳۳ ج ۹، ابو السعود ص ۳۲۸ ج ۲، مدارک ص ۶۷ ج ۲، کشاف ص ۱۸۳ ج ۲، تفسیر نیشاپوری ص ۹۰ ج ۹)

ترجمہ: اور مراد الٰہی اس جملہ سے "کہ علم قیامت صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے" یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے اس علم کے ساتھ اس لیے نہیں خبر دی اس علم کی کسی ایک کو فرشتے مقرب سے یا نبی مرسل سے۔

جوابات غالیانہ

جواب غالیانہ نمبر ۱

یہ آیت منسوخ ہے۔

الجواب

"اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ" چونکہ جملہ اسمیہ ہے تو یہ دوام اور استمرار پر دلالت کرے گا اور پھر خبریہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وقت قیامت کا علم میرے صفات مختصہ سے ہے اور یہ اختصاص چند اوقات کے لیے نہیں ہے بلکہ دواما اور استمرارا ہے اور اسلام کے مسلمہ اور طے شدہ اصول سے ہے کہ اخبار اور

صفات الٰہیہ منسوخ ہونے سے پاک ہیں جس کے حوالے پہلے گزر چکے ہیں۔

جواب غالیانہ نمبر ۲

آیت میں مخلوق سے نفی علم ذاتی کی ہے نہ عطائی کی۔

الجواب اوّلاً

علم ذاتی تو مخلوق کو ایک ذرہ کا بھی نہیں ہے پھر قیامت کی کیا تخصیص ہے۔

ثانیاً

اینکہ آیت میں ہر مخلوق سے نفی مطلق علم کی ہے خواہ ذاتی ہو یا عطائی لیکن علم ذاتی چونکہ مخلوق میں محال تھا اور نہ کوئی مشرک اس کا معتقد رہا ہے اس لیے اسلاف مفسرین نے بھی اور بالخصوص صحابی رسول ﷺ قرآن دان اور زبان دان اور بلاواسطہ شاگرد نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابن عباسؓ نے بھی علم عطائی کی نفی فرما کر مسئلہ پر مہر لگا دی کہ آیات میں جس طرح علم ذاتی کی نفی ہے اسی طرح علم عطائی کی بھی نفی ہے۔

غالی صاحبو! **اوّلاً** سیدنا ابن عباسؓ کا کلمہ "لم یطلع" اور باقی مفسرینؒ کا "لم یطلع" اور "لم یخبر" بار بار پڑھو اور اپنے عقدے حل کرو۔

ثانیاً اگر آپ حق پر ہیں تو اہل حق کی طرح کسی صحابی رسول ﷺ سے بہت نہیں صرف ایک حوالہ نقل کر دو اس مضمون کا کہ آیت میں علم عطائی کی نفی نہیں ہے بلکہ صرف ذاتی کی ہے لیکن یقین جانیں قیامت تو ضرور آجائے گی لیکن یہ حوالہ نہیں آئے گا۔

فائدہ

حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر (جو حکماً مرفوع ہے) کے بعد کسی حوالہ کی ضرورت تو نہیں لیکن فریق ثانی کی دل جمعی کے لیے ان کے معتمد علیہ مولوی اسماعیل حقیؒ کی عبارت

پیش خدمت ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں۔

نقل:

(قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ) خاصة قد استأثر به لم يطلع عليه ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا۔ (روح المعانی ص۱۰۷ ج۱)	ترجمہ: قیامت کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے تحقیق منفرد ہے اللہ تعالیٰ اس علم کے ساتھ نہیں اطلاع دی اس علم کی کسی فرشتے مقرب کو اور نہ کسی نبی مرسل کو۔

جواب غالیانہ نمبر ۳

از مفتی احمد یار صاحب چنانچہ موصوف لکھتے ہیں۔

اوّلاً تو یہ کہ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں دیا اس میں تو یہ ہے کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے، دینے کی نفی نہیں ہے۔

(جاء الحق ص ۱۰۱ ج)

الجواب

یہ بھی ایک خاص قسم کی خیانت علمیہ ہے ورنہ ہر طالب علم جانتا ہے کہ کلمہ "اِنَّمَا" کا جمہور کے نزدیک حصر کے لیے ہے اس کے معنی کی دو جزئیں ہیں۔ اوّل مابعد کا اثبات دوم اس کے ماسوا کی نفی۔

ماخذ نمبر ۱: علامہ قزوینیؒ لکھتے ہیں۔

ومنها انما۔ (مختصر المعانی ص ۱۹۱)	ترجمہ: حصر کے طرق سے ایک انما ہے۔

ماخذ نمبر ۲: نیز علامہ قزوینیؒ لکھتے ہیں۔

ولقول النحاة انما لاثبات مایذکر بعده ونفی ما سواه۔ (مختصر المعانی ص ۱۹۳)	ترجمہ: نحویوں کا قول یہ ہے کہ کلمہ "إِنَّمَا" اس چیز کے اثبات کے لیے آتا ہے جو اس کے بعد مذکور ہے اور اس کے ماسویٰ کی نفی کے لیے آتا ہے۔

اس لیے حضرت ابن عباسؓ نے بھی اور باقی مفسرینؒ نے بھی آیت کی مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے تفسیر فرمائی ہے اور مفتی صاحب کا صرف اثباتی معنیٰ مراد لینا یہ ناقص اور ادھورا معنیٰ ہے کیونکہ یہ معنیٰ انما کے آنے سے پہلے صرف علمها عند ربی کا ہے پھر انما کے لانے کا کیا معنیٰ اور کیا فائدہ ہے جب کہ انما کے آنے کے بعد بھی وہی معنیٰ ہے جو اس کے آنے سے پہلے اور اس کے بغیر بنتا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیت کا صرف اثباتی معنیٰ کرنا اور منفی کو چھوڑ دینا تحریف کلام ہے۔

جواب غالیانہ نمبر ۴

آیت میں نفی باقی مخلوق سے ہے حضور علیہ السلام اس میں داخل نہیں ہیں۔

الجواب

مفسرینؒ نے ان آیات کی تفسیر میں ایسے عموم کے الفاظ پیش فرمادیے ہیں جو اپنے عالمگیر عموم کی وجہ سے ہر عقل والی مخلوق اور بلا استثناء ہر نبی مرسل کو شامل ہیں مثلاً کلمہ احد کا اوّلاً مادہ کے اعتبار سے عام ہے کہ ہر عقل والی مخلوق کو شامل ہے پھر نکرہ ہے اور پھر نفی کے بعد ہے اسی طرح نبیاً مرسلاً مادۃً عام ہے کہ ہر نبی مرسل کو شامل ہے پھر نکرہ

ہے پھر نفی کے بعد ہے اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ نکرہ نفی کے بعد عموم کا فائدہ دیتا ہے اور اگر حضور علیہ السلام اس عالمگیر عموم سے مستثنیٰ ہوتے تو ضرور مفسرینؒ اس کی تصریح فرماتے حالانکہ کسی مفسرؒ نے آج تک اس استثناء کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ غالی صاحبان چونکہ مدعی ہیں اس استثناء کے اور دلیل مدعی کے ذمہ ہوتی ہے اس لیے ان کا مذہبی فریضہ ہے کہ وہ ایسی شرعی دلیل پیش کریں جو صراحۃً دلالت کرے کہ حضور علیہ السلام اس عالمگیر عموم سے مستثنیٰ ہیں حیرت اس پر ہے کہ وہ التاہم سے خصوصی دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں تو الحق یعلو ولا یعلیٰ کے تحت بحمد اللہ تعالیٰ اہل حق کا دامن خصوصی دلیلوں سے بھی مالامال ہے۔

فہم سلف نمبر ۱: چنانچہ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔

قل یا محمد لسائلیك عن وقت الساعة وحين مجيئها لا علم لی بذالك ولا يعلم به الا الله الذی يعلم غيب السموات والارض۔ (ابن جریر ص ۱۴۲ ج ۹)	ترجمہ: فرما دو اے محمد ﷺ ان لوگوں کو جو سوال کرنے والے ہیں آپ سے قیامت اور اس کے آنے کے وقت سے کہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے نہیں جانتا اس کو مگر اللہ تعالیٰ جو آسمانوں اور زمینوں کے سب غیب جانتا ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ مراغی اور علامہ عبدہ مصری واللفظ لہ لکھتے ہیں۔

قل یا ایها النذیر ان علم الساعة عند ربی وحده ليس عندی ولا عند غيری من الخلق شیء منه۔	ترجمہ: فرما دو اے ڈرانے والے بے شک علم قیامت کا صرف میرے رب کے پاس ہے اور وہ اس علم میں متفرد ہے اور اس علم

(مراغی ص ۴۸ ج ۹)
(المنار ص ۴۲۸ ج ۹)

سے کوئی شئے نہ میرے پاس ہے اور نہ میرے سوا باقی کسی مخلوق کے پاس ہے۔

غالی صاحبو! امام ابن جریرؒ کا جملہ "لا علم لی بذلك" اور مفتی عبدہ اور علامہ مراغیؒ کا جملہ "لیس عندی" بار بار پڑھو اور اپنے عقدے حل کرو۔

خاصہ نمبر ۶

علم مغیبات خمسہ کا بھی خاصہ الٰہیہ ہے جو شخص ان پانچ خواص میں سے کسی ایک خاصہ کے علم کلی کو کسی غیر اللہ کے لیے مانے خواہ ذاتی طور پر یا عطائی طور پر، مشرک فی العلم ہے۔

ماخذ:

إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾ (پ ۲۱ لقمان)

ترجمہ: بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کی خبر اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ہے ماں کے پیٹ میں اور کسی جی کو معلوم نہیں کہ کل کو کیا کرے گا اور کسی جی کو خبر نہیں کہ کس زمین میں مرے گا، تحقیق اللہ سب کچھ جاننے والا خبر دار ہے۔

فائدہ اولیٰ

اس آیت کے پانچ جملے ہیں سب میں حصر ہے۔

جملہ اولیٰ میں چند وجوہ سے حصر ہے۔ اوّل تقدیم اسم ذات، دوم تقدیم ظرف، سوم تکرار اسناد، چہارم کلمہ عند کا۔

فہم سلف: علامہ خفاجیؒ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

ولان تقديمه وبناء الخبر عليه يفيد الحصر. كما قرره الطيبي مع ما فيه من مزية تكرر الاسناد وتقديم الظرف يفيد الاختصاص ايضًا بل لفظ عند كذلك. (حاشيه شهاب ص ۱۴۵ ج ۷) (روح المعانی ص ۱۰۹ ج ۲۱)	ترجمہ: اس لیے کہ مقدم کرنا لفظ اللہ جل شانہ کا اور بناء کرنا خبر کا اس پر حصر کا فائدہ دے رہا ہے جس طرح علامہ طیبیؒ نے اس کو ثابت کیا ہے باوجودیکہ اس میں اضافہ ہے تکرار اسناد کا اور مقدم کرنا ظرف کا بھی اختصاص کا فائدہ دے رہا ہے بلکہ لفظ عند بھی اسی طرح ہے۔

جملہ ثانیہ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ کا عطف جملہ ظرفیہ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ پر ہے اور یہ جملہ بھی اپنے معطوف علیہ کی طرح خبر بن کر اسم ذات پر مبنی ہونے کی وجہ سے حصر کا فائدہ دے گا۔

فہم سلف: علامہ خفاجیؒ اور علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں۔

الظاهر انه عطف على الجملة الظرفية المبنية على الاسم الجليل... فيكون خبرًا مبنيًا على الاسم الجليل مثل المعطوف عليه فيفيد	ترجمہ: ظاہر یہ ہے کہ ینزل کا عطف جملہ ظرفیہ پر ہے جو کہ اسم ذات کی طرف مسند ہے تو یہ جملہ بھی اپنے معطوف علیہ کی طرح اسم ذات کی طرف مسند ہوگا پس یہ کلام بھی حصر کا فائدہ دے گی۔

الکلام الاختصاص ایضًا۔
(روح المعانی ص۱۰۹ ج۲۱، حاشیۃ الشہاب ص۱۴۵ ج۷)

جملہ ثالثہ وَيَعْلَمُ کا عطف ینزل کی طرح جملہ ظرفیہ پر ہے اور اسی کی طرح حصر کا فائدہ دے رہا ہے۔

فہم سلف: چنانچہ علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں۔

عطف علی الجملۃ الظرفیۃ ایضًا نظیر ما قبلہ۔
(روح المعانی ص۱۰۹ ج۲۱)

ترجمہ: اور "ویعلم ما فی الارحام" والا جملہ بھی معطوف ہے جملہ ظرفیہ پر اور نظیر ہے (افادۂ حصر میں) اپنے ماقبل کی۔

جملہ رابعہ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا اور جملہ خامسہ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ان دونوں جملوں میں حصر ہے بایں طور کہ نفس نکرہ چونکہ نفی کے بعد واقع ہے تو یہ نفی استغراقی جمیع ماسوی اللہ سے اس علم کی نفی پر دلالت کرے گی تو اس سے حصر اور اختصاص ثابت ہو جائے گا اس علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

فہم سلف: علامہ خفاجیؒ فرماتے ہیں۔

لما کانت نفس نکرۃ فی سیاق النفی عامۃ جعل نفی العلم عن الجمیع کنایۃ عن اختصاصہ تعالی بعلم ذلک۔
(حاشیۃ الشہاب ص۱۴۵ ج۷)

ترجمہ: جب کلمہ نفس کا نکرہ سیاق نفی میں عام تھا تو نفی علم کی جمیع ماسوی اللہ سے کنایہ ہے اس علم کے خاصہ الٰہیہ ہونے سے۔

فائدہ اولیٰ

حاصل یہ ہے کہ مفسرین کے کلام سے جب یہ ثابت ہو گیا کہ ان پانچ جملوں میں حصر ہے اور حصر کے معنیٰ میں دو پہلو ہوتے ہیں ایک منفی کہ کسی ماسوئی اللہ کے پاس یہ علوم کلی نہیں ہیں دوم مثبت کہ یہ علوم کلی اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں یہی وجہ ہے کہ مفسرینؒ نے منفی اور مثبت دونوں پہلوؤں کی تصریح کر دی ہے۔

فہم سلف نمبر ۱:

واخرج احمد عن ابن مسعود قال اوتی نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم مفاتیح کل شیء غیر الخمس ان اللہ عندہ علم الساعۃ الأیۃ۔
(در منثور ص ۱۶۹ ج ۵)

ترجمہ: ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ تمہارے نبی ﷺ کو ہر چیز کی چابیاں دی گئیں ماسوئی ان پانچ چیزوں کے۔

فہم سلف نمبر ۲:

واخرج ابن مردویہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لم یعم علی نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم الا الخمس من سرائر الغیب ھذہ الأیۃ فی أخر لقمان الیٰ أخر السورۃ۔
(الدر المنثور ص ۱۶۹ ج ۵)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ تمہارے نبی ﷺ پر کچھ مخفی نہیں رہا ماسوائے ان پانچ کے جو کہ اسرار غیب سے ہیں جو سورۃ لقمان کی آخری آیت میں مذکور ہیں۔

فہم سلف نمبر۳:

قال ابن عباس هذه الخمسة لايعلمها ملك مقرب ولا نبي مصطفیٰ فمن ادعیٰ انه يعلم شيئًا من هذه فانه كفر بالقرآن لانه خالفه۔ (خازن ص ۱۸۳ ج ۵)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں نہ کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل جو شخص ان پانچ میں سے کسی شئے کے علم کا دعویٰ کرے تو بے شک اس نے قرآن کا انکار کیا اس لیے کہ اس نے قرآن کی مخالفت کی۔

فہم سلف نمبر۴: علامہ ابن جریرؒ اور مفسر ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

عن قتادة "ان الله عنده علم الساعة الأية" اشياء من الغيب استأثر الله بهن فلم يطلع عليهن ملكًا مقربًا ولا نبيًا مرسلًا ان الله عنده علم الساعة فلا يدري احد من الناس متى تقوم الساعة في اي سنة او في اي شهر او ليل او نهار وينزل الغيث فلا يعلم احد متى ينزل الغيث ليلًا او

ترجمہ: حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں غیب میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے مختص کر لیا ہے اس نے ان پر نہ تو کسی فرشتہ مقرب کو اطلاع دی ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو بے شک قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے اور کوئی بھی انسانوں میں سے یہ نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہو گی کس سال کس مہینہ میں رات میں یا دن میں اور وہی نازل کرتا ہے بارش سو کسی

نهارًا اینزل ویعلم مافی الارحام فلا یعلم احد مافی الارحام أذکراو انثی احمراو اسود او ماهو وما تدری نفس ماذا تکسب غدا خیر ام شر ولا تدری یابن اٰدم متی تموت لعلك المیت غدًا لعلك المصاب غدًا وما تدری نفس بای ارض تموت لیس احد من الناس یدری این مضجعه من الارض فی بحر او بر او سهل او جبل تعالٰی وتبارك۔

(ابن جریر ص ۸۸ ج ۲۱)

(ابن کثیر ص ۴۵۵ ج ۳)

کو خبر نہیں کہ کب بارش ہوگی رات کو یا دن کو اور وہی جانتا ہے جو کچھ کہ رحموں میں ہے سو کسی کو علم نہیں کہ نر ہے یا مادہ سرخ ہے یا سیاہ اور پھر وہ کیا ہے (سعید ہے شقی وغیرہ) اور کسی کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا اچھا کرے گا یا برا اور اے فرزند آدم تو کیا جانتا ہے کہ شاید تو کل مرنے والا ہے اور شاید کہ کل تجھ پر کوئی مصیبت نازل ہو اور کوئی نفس خبردار نہیں کہ کس زمین میں اس کو موت آئے گی یعنی کسی انسان کو پتہ نہیں کہ زمین کے کس حصہ میں اس کی قبر ہوگی آیا دریا میں یا خشکی میں نرم زمین میں یا پہاڑ میں سخت جگہ میں (بس خدا ہی ان باتوں کا جاننے والا اور ان سے خبردار ہے۔

فہم سلف نمبر ۵: امام ابن جریر لکھتے ہیں۔

یقول ان الذی یعلم ذلك کله هو الله دون کل احد سواه

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان سب چیزوں کا علم رکھنے والا صرف

انہ ذو علم بکل شیء لا یخفی علیہ شیء خبیر بما ھو کائن وما قد کان۔
(ابن جریر ص ۸۷ ج ۲۱)

اللہ تعالیٰ ہے اس کے ماسویٰ کوئی نہیں وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے اس پر کچھ مخفی نہیں جو ہو چکا یا ہو گا سب کی اس کو خبر ہے۔

تو بناءً علیہ غالیوں کی یہ ہیرا پھیری کہ آیت میں اثباتی معنیٰ ہے منفی پہلو نہیں ہے باطل ٹھہرا۔

فائدہ ثانیہ

ان خواص علمیہ الٰہیہ خمسہ میں سے علم قیامت کا چونکہ خاصہ بسیطہ اور صرف ایک فرد کا علم ہے اس لیے اس کا علم تو مطلقاً کسی ہستی کو نہیں دیا گیا ورنہ خاصہ خاصہ نہ رہتا بخلاف باقی چہار خواص کے کہ وہ کلیات ہیں اور ہر خاصہ کے نیچے بے شمار جزئیات اور افراد ہیں تو ان کا خاصہ ہونا باعتبار مطلق علم کے نہیں ہے کہ کسی وقت بھی ان خواص کی بعض جزئیات کا علم معجزۃً یا کرامۃً اللہ تعالیٰ مخلوق کو عطا نہ فرمائے گا بلکہ ان کا خاصہ ہونا کلی محیط اور تفصیلی علم کے اعتبار سے ہے، بایں معنیٰ کہ ہر وقت ہر خاصہ کی ہر ہر جزئی کو با تفصیل، فوق الاسباب جاننا خاصہ الٰہیہ ہے۔ بہر حال بعض افراد کا علم بعض اوقات کسی نبی کو بطور معجزہ کے اور کسی ولی کو بطور کرامت حاصل ہو جائے جس طرح اہل حق کا مذہب ہے یہ خاصہ ہونے کے قطعاً قطعاً منافی نہیں ہاں اختصاص کے منافی تب ہو گا کہ خاصہ کا علم کلی کسی ہستی کو دے دیا جائے جس طرح غالیوں کا مذہب ہے۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ آلوسی لکھتے ہیں:۔

وعلمھا الخاص بہ جل وعلا ما کان علی وجہ

ترجمہ: ان امور خمسہ کا جو علم اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے وہ علم ہے جو

الاحاطة والشمول لاحوال كل منها وتفصيله على الوجه الاتم وفي شرح المناوي الكبير للجامع الصغير في الكلام على حديث بريدة السابق خمس لايعلمهن الا الله على وجه الاحاطة والشمول كليا وجزئيا فلا ينافيه اطلاع الله تعالى بعض خواصه على بعض المغيبات حتى من هذه الخمس لانها جزئيات معدودة۔

(روح المعانی ص ۱۱۲ ج ۲۱)

محیط اور شامل ہو ان امور کے ہر ہر فرد کے احوال اور اس کی مکمل تفصیل کو جامع صغیر کی شرح میں علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ حضرت بریدہؓ کی (سابق) حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ پانچ چیزوں کا علم سوائے باری تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی تمام کلیات اور جزئیات کا علی سبیل الاحاطۃ والشمول علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض خاص خاص بندوں کو ان پانچ میں سے بعض مغیبات پر مطلع کر دے کیونکہ یہ تو چند گنے چنے واقعات اور معدودے چند جزئیات ہیں۔

تو بناء علیہ غالیوں کا اس آیت کے جواب میں ان احادیث کو پیش کرنا جن میں حضور علیہ السلام نے بذریعہ وحی بطور معجزہ ان چار خواص کے بعض جزئیات کو بیان فرمایا ہے بالکل باطل ہے مثلاً حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر میں آپ ﷺ زمین پر ہاتھ مبارک رکھتے اور فرماتے یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے چنانچہ بعینہ ایسا ہی ہوا یہ بای ارض تموت کی جزئی ہے نیز اسی طرح مشکوۃ باب مناقب علیؓ میں روایت ہے کہ

آپ نے خیبر کے دن فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر فتح کردے گا چنانچہ کل حضرت علیؓ کو جھنڈا عطا فرمایا اور ان کے ہاتھ پر فتح ہوئی یہ ماذا تکسب غدا کی جزئی ہے اسی طرح مشکوٰۃ مناقب اہل بیت میں روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے خبر دی کہ بی بی فاطمۃ الزہراءؓ کے فرزند پیدا ہوگا تو تمہاری پرورش میں رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ جزئی ہے مافی الارحام کی۔ نیز مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد ایک عالمگیر بارش ہوگی جس سے کوئی جگہ خالی نہ رہے گی یہ وینزل الغیث کی جزئی ہے۔

وجہ بطلان

یہ ہے کہ یہ واقعات خواص کلیہ کے بعض جزئیات ہیں اور جزئیات مخصوصہ کا علم عطائی حضور علیہ السلام کے لیے ہمارے مدعا کے خلاف نہیں کیونکہ ہمارا مدعا صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خواص علیہ کلیہ کسی کو عطاء نہیں کرتا نہ یہ کہ ان خواص کے بعض جزئیات پر کسی وقت بھی کسی کو مطلع نہیں کرتا ہاں البتہ یہ ان کے فہم قاصر کے ضرور خلاف ہے کیونکہ ان کا گمان اہل حق کے متعلق یہی ہے کہ وہ بعض غیوب کی اطلاع کے بھی منکر ہیں۔

معروض اہل حق

غالی صاحبو! یہ دلائل جزئیہ تمہیں قطعاً مفید نہیں کیونکہ تمہارا دعویٰ علم کلی کا ہے اور یہ واقعات جزئیات مخصوصہ محدودہ اور معدودہ ہیں ہاں اگر آپ حق پر ہیں تو ان خواص کے علم کلی کے ثبوت کے دلائل بیان کرو جو تم کو قیامت تک حاصل نہیں ہو سکتے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

فائدہ ثالثہ

سلف کا "لم یطلع" کا کلمہ لکھنا اس بات کی تصریح ہے کہ آیت میں ہر ماسوئ اللہ سے مغیبات خمسہ کے علم کی نفی جس طرح ذاتی کی ہے اسی طرح عطائی کی بھی ہے تو بناء علیہ غالیوں کا آیت میں یہ جواب دینا کہ نفی علم ذاتی کی ہے نہ عطائی کی باطل اور مردود ہے۔

فائدہ رابعہ

حضرت ابن عباسؓ کا "نبی مصطفیٰ" نکرہ موصوفہ کا نفی کے بعد لانا اسی طرح حضرت قتادہؒ کا نبیاً مرسلاً، اسی طرح ان کا احد من الناس جیسے نکروں کو نفی کے بعد لانا اور اسی طرح امام ابن جریرؒ کا "دون کل احد سواہ" فرمانا جس میں کل استغراقیہ موجود ہے یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ اور باقی مفسرینؒ کے نزدیک مغیبات خمسہ کی ہر ماسوا سے نفی علم میں ایسا عموم ہے کہ بلا استثناء ہر مخلوق نوری، ناری، خاکی حتی کہ حضور علیہ السلام بھی اس میں داخل ہیں اور اگر مفسرینؒ کے نزدیک حضور علیہ السلام اس نفی سے مستثنیٰ ہوتے تو ان کا مذہبی فریضہ تھا کہ وہ حضور علیہ السلام کے مستثنیٰ ہونے کی واشگاف لفظوں میں تصریح فرماتے اور عموم کے کلمات کو مطلق نہ چھوڑتے لیکن ممکن ہے کہ فریق ثانی کو اس بدیہی عموم پر دل جمعی نہ ہو تو ان کے لیے خاص دلیل عرض کی جاتی ہے۔

ماخذ نمبر ۱:

عن ربعی بن حراش رضی اللہ تعالی عنہ قال حدثنی رجل من بنی عامر انہ قال یا

ترجمہ: بنی عامر کے ایک شخص (صحابیؓ) راوی ہیں کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی علم ایسا

رسول اللّٰہ هل بقی من العلم شیء لا تعلمه فقال لقد علمنی اللّٰہ خیرًا وان من العلم ما لا یعلمه الا اللّٰہ عزوجل الخمس ان اللّٰہ عنده علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام الأیة۔

(درمنثور ص ۱۲۹ ج ۵)

قال ابن کثیر هذا اسناد صحیح۔ (ابن کثیر ص ۴۵۵ ج ۳)

باقی ہے جس کو آپ نہ جانتے ہوں ارشاد فرمایا اللہ عزوجل نے مجھے (بہت کچھ) خیر بتلایا ہے اور بے شک بعض علوم وہ بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا (چنانچہ) پانچ چیزوں کا علم سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں (علم قیامت وغیرہ جو اوپر مذکور ہوئے) اور حضور علیہ السلام نے سورۃ لقمان کی آخری آیت " ان اللہ عندہ علم الساعۃ الأیۃ" تلاوت فرمائی۔

قارئین کرام! اب تو حضور علیہ السلام نے اپنے متعلق خود فیصلہ فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت ہی علوم عطا فرمائے لیکن مغیبات خمسہ کا علم کلی عطا نہیں فرمایا کیونکہ سائل نے "لاتعلمہ" سے حضور علیہ السلام سے ان کی اپنی ذات کا حال پوچھا ہے اور آپ نے بھی "قد علمنی الخ" سے اپنا حال نفی علم کا بیان فرمایا ہے۔

تو بناء علیہ غالیوں کا آیت میں یہ جواب دینا کہ حضور علیہ السلام اس میں داخل نہیں ہیں باطل ٹھہرا۔ غالی صاحبو! اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو تو بہت نہیں بلکہ صرف ایک حوالہ کسی معتبر تفسیر کا پیش کرو جو تمہیں کو قیامت تک انشاء اللہ تعالیٰ نہیں مل سکتا۔

غالیانہ ہیرا پھیری نمبر ۱

دلیل نمبر ۱: چنانچہ خانصاحب بریلوی اور مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں۔

سید شریف عبد العزیز مسعود کتاب الابریز میں فرماتے ہیں۔

هو عليه السلام لا يخفى عليه شيء من الخمس المذكورة فى الأية وكيف يخفى ذلك والاقطاب السبعة من امته الشريفة يعلمونها وهم دون الغوث فكيف بالغوث فكيف بسيد الاولين والأخرين الذى هو سبب كل شيء ومنه كل شيء۔
(جاء الحق ص ۱۰۷)

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر ان پانچ مذکورہ میں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں اور حضور علیہ السلام پر یہ امور مخفی کیونکر ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ کی امت کے سات قطب ان کو جانتے ہیں پس غوث کا کیا پوچھنا اور پھر سید الانبیاء علیہ السلام کا کیا کہنا جو کہ ہر چیز کے سبب ہیں اور جن سے ہر چیز ہے۔

دلیل نمبر ۲: نیز دونوں صاحبان لکھتے ہیں۔

علامہ بیجوری شرح قصیدہ بردہ صفحہ ۷۴ میں فرماتے ہیں۔

لم يخرج النبى عليه السلام من الدنيا الا بعد ان اعلمه الله بهذه الامور الخمسة۔ (جاء الحق ص ۱۷)

ترجمہ: حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر اس کے بعد کہ اللہ نے آپ کو ان پانچوں چیزوں کا علم بتا دیا۔

دلیل نمبر ۳: نیز لکھتے ہیں۔

قد ورد ان الله تعالى لم يخرج النبى عليه السلام حتى

ترجمہ: یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو دنیا سے

اطلعہ اللہ علیٰ کل شیءٍ۔ (جاءالحق ص ۱۰۷) | نہ خارج کیا یہاں تک کہ ہر چیز پر مطلع کر دیا۔

الجواب

حق تو یہ ہے کہ جواب دلیل شرعی سے ہوتا ہے نہ واہی تباہی باتوں سے مگر نیرنگ تقدیر سے ہمارا واسطہ ایسے گروہ سے پڑا ہے جن کی اندھی لنگڑی گاڑی ان بے اصل باتوں پر چلتی ہے عرض یہ ہے کہ اہل حق نے اپنے اس مدعا پر کہ "حضور علیہ السلام کو مغیبات خمسہ کا علم کلی عطا نہیں ہوا" نصوص قطعیہ قرآنیہ صریحہ غیر منسوخہ پیش کی ہیں۔ اب حق تو یہ تھا کہ فریق ثانی اپنے اس باطل مدعا پر کہ حضور علیہ السلام کو مغیبات خمسہ کا علم کلی حاصل ہے نص قرآنی یا حدیث متواتر یا مشہور پیش کرتا لیکن خیر سے وہ غیر آئینی دلائل یعنی اپنے مولویوں اور پیروں کے اقوال پیش کرتے ہیں وہ بھی ان نصوص محکمہ کے مقابلہ میں جن کے مقابل خبر واحد صحیح (جو شرعی دلیل ہے) بھی پیش نہیں ہو سکتی۔ خلاصہ یہ کہ فریق ثانی کے پیش کردہ اقوال نصوص محکم کے مقابلہ میں مردود ہیں۔

ثانیاً

تعجب ہے کہ صادق و مصدوق محمد رسول اللہ ﷺ تو صاف فرما رہے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اور بہت سے علوم عطا فرمائے لیکن مغیبات خمسہ کا علم کلی عطا نہیں فرمایا اسی طرح شاگردان رسول ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ صاف اعلان کرتے ہیں کہ مغیبات خمسہ کا علم کلی ہمارے نبی ﷺ کو عطا نہیں ہوا اگر تمہارے ہجویری اور شنوائی اور سید شریف کا فتویٰ نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کے فرمان کے حرفاً حرفاً مخالف اور معارض ہے۔ اب غالی صاحبان سے سوال ہے کہ تمہارے ہجویری وغیرہم کے یہ غلط فتوے

کس سورت کی آیات ہیں یا کس کتاب کی احادیث متواترہ یا مشہورہ ہیں جو فرمان نبوی ﷺ اور فرمان صحابہ کرامؓ کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ دل کے کانوں سے سن لو کہ ہر غیور مسلمان ان غیر اسلامی غلط اقوال کو باطل اور مردود مانے گا نہ یہ کہ ان پر عقیدہ رکھے۔

ثالثاً

حیرت یہ ہے کہ سیدنا ابن عباسؓ صاف لفظوں میں اپنا عقیدہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ مغیبات خمسہ کا علم کلی کسی ایک مقرب اور نبی مصطفیٰ کو عطا نہیں ہوا لیکن تمہارا سید شریف کا غلط دعویٰ یہ ہے کہ سات قطب اور غوث کو یہ علم کلی حاصل ہے کیا قطبوں اور غوثوں کا درجہ نبی مصطفیٰ سے بھی زیادہ ہے کہ ان کو مغیبات خمسہ کا علم کلی حاصل ہو اور نبی مصطفیٰ کو حاصل نہ ہو۔

غالیانہ ہیرا پھیری نمبر ۲

مغیبات خمسہ کا علم کلی آپ کو حاصل تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو چھپانے کا حکم تھا چنانچہ مفتی احمد یار صاحب اور خانصاحب بریلوی عشادی کی کتاب عجب العجائب سے نقل کر کے لکھتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۱:

قیل انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتی علمہا (ای الخمس) فی اٰخر الامر لکنہ امر فیہا بالکتمان وھذا القیل ھو الصحیح۔

((خالص الاعتقاد ص ۵۶) جاء الحق ص ۱۰۵)

ترجمہ: یعنی کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ کو آخر میں ان پانچ غیبوں کا بھی علم عطا ہو گیا مگر ان کو چھپانے کا حکم تھا یہی قول صحیح ہے۔

الجواب اوّلاً

یہ باطل نظریہ عقلیہ نہیں بلکہ خالص نقلیہ ہے تو بناءً علیہ اس کے سچے ہونے کی واحد صورت یہ ہے کہ غالی صاحبان کوئی آیت قرآنی یا حدیث متواتر یا مشہور یا کم از کم خبر واحد یا کسی صحابی کا قول ہی پیش کر دیں جس میں صراحۃً یہ چھپانے والا مضمون مذکور ہو ورنہ آپ کا یہ دعویٰ ایک ڈھکوسلہ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مذہب اسلام پر بہتان اور افک مبین ہی ہوگا۔ غالی صاحبو! ہمیں بتاؤ تو سہی کہ آپ نے یہ کتمان والا نظریہ کس آیت یا حدیث میں پڑھا ہے یا کس صحابی سے نقل کیا ہے باقی تمہارا صاوی، عشماوی وغیرہما کا حوالہ دینا یہ مکھی پر مکھی مارنا ہے کیونکہ جیسے تم دلائل سے تہی دست ہو ویسے ہی وہ، اسی طرح جیسے تمہارا قول دین میں کوئی حجت نہیں ہے اسی طرح ان کا قول بھی حجت نہیں ہے۔

الجواب ثانیاً: غالی صاحبان روافض کے قدموں پر

یہ کتمان والا عقیدہ اہل حق کا نہیں ہے بلکہ شیعوں کا ہے کہ ائمہ اہل بیت کو مخلوق کے نفع اور نقصان کا علم غیب ہے لیکن ان کو چھپانے کا حکم ہے چنانچہ کلینی صاحب باب التقیہ کے بعد باب الکتمان منعقد کر کے لکھتے ہیں۔

قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ۔ (اصول کافی کتاب الایمان والکفر ص ۳۱۵ ج ۳)

ترجمہ: ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا اے سلیمان بے شک تم ایسے دین پر ہو جو اس کو چھپاوے گا اللہ تعالیٰ اس کو عزت دے گا اور جس نے اس کی اشاعت کی اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا۔

الجواب ثالثاً

جب اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی کتاب میں ہر ماسویٰ سے (جن میں حضور علیہ السلام بھی داخل ہیں) مغیبات خمسہ کے علم کلی کی نفی فرمائی اسی طرح خود حضور علیہ السلام نے بھی اپنی ذات سے ان مغیبات کے علم کلی کی نفی فرمائی اسی طرح صحابہ کرام ؓ نے بھی حضور علیہ السلام سے ان مغیبات کے علم کی نفی کی تصریح فرمادی ہے تو اس صریح انکار کے ہوتے ہوئے کتمان کیسے بنے گا کیونکہ کتمان ایک حاصل چیز کے حصول کا نفیاً یا اثباتاً اظہار نہ کرنے کا نام ہے نہ یہ کہ انکار کردینا کیونکہ حصول کے بعد نفی کرنا کذب ہے جس سے نبی ﷺ معصوم ہیں۔ خلاصہ یہ کہ نفی کے ہوتے ہوئے کتمان کا دعویٰ باطل ہے۔

خاصہ سابعہ: علم الغیب

عالم الغیب ہونا خواص الٰہیہ اور صفات مختصہ باری تعالیٰ سے ہے جو شخص کسی مخلوق کے لیے یہ صفت مانے وہ مشرک فی العلم ہے۔

ماخذ نمبر ۱:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ۔
(پ ۲۸ حشر ع ۳)

ترجمہ: وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کا۔

ماخذ نمبر ۲:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ۔
(پ ۷ الانعام ع ۷)

ترجمہ: اور صرف اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، نہیں جانتا ان کو مگر وہی۔

فائدہ اولیٰ

کلمہ عندہ کی تقدیم حصر کے لیے ہے اور حصر بھی عام ہے اور بلا استثناء ہر ماسویٰ اللہ نوری، ناری، خاکی کو بلاریب شامل ہے۔

فہم سلف: علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں۔

وتقديم الخبر لافادة الحصر۔
(روح المعانی ص ۱۷۰ ج ۷)

ترجمہ: اور خبر کا مقدم کرنا حصر کا فائدہ دینے کے لیے ہے۔

تو بناءً علیہ غالیوں کا یہ سوال (کہ آیت میں صرف مثبت پہلو ہے کہ اللہ پاک کے پاس ہیں اور منفی پہلو کہ اوروں کے پاس نہیں ہیں یہ کہاں سے نکالتے ہو) بھی باطل ہے کیونکہ حصر میں دونوں پہلو ہوتے ہیں ورنہ حصر حصر ہی نہیں رہتا۔

فائدہ ثانیہ

مفاتح کی دو تفسیریں ہیں؛ ایک متبادر یعنی کنجیاں، دوسری غیر متبادر یعنی خزانے کما فی حاشیۃ الشہاب ص ۷۳ ج ۳۔

فائدہ ثالثہ

الغیب سے مراد غیب کلی اور تفصیلی ہے کیونکہ لام استغراق کے لیے ہے۔

فہم سلف: علامہ خفاجیؒ فرماتے ہیں۔

والاحاطة تؤخذ من لام الاستغراق۔
(حاشیۃ الشہاب ص ۷۳ ج ۴)

ترجمہ: الغیب میں احاطہ اور شمول لام استغراق سے حاصل ہو رہا ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ جب غیب کے خزانوں اور ان خزانوں کی کنجیوں کو اللہ تعالیٰ کے

سوا کوئی نہیں جانتا تو غیب کو کوئی کیسے جان سکتا ہے۔

فہم سلف: علامہ شیخ زادہ لکھتے ہیں۔

ولما کان عندہ تلک المفاتح کان المتوصل الی ما فی الخزائن من المغیبات ھو لا غیر۔ (شیخ زادہ ص ۱۷۱ ج ۱)

ترجمہ: جب یہ کنجیاں صرف اسی کے پاس ہیں تو وہ مغیبات جو ان خزانوں میں ہیں ان کی طرف پہنچنے والا بھی صرف وہی ہوگا نہ کوئی اور۔

ماخذ نمبر ۳:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔ (پ ۲۰ النمل ع ۵)

ترجمہ: تو کہہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں چھپی ہوئی چیز کی مگر اللہ اور ان کو خبر نہیں کب جی اٹھیں گے۔

سوال اوّل

آیت میں ہر ماسوی اللہ سے نفی علم غیب ذاتی کی ہے نہ عطائی کی۔

الجواب

یہ بالکل باطل اور خلاف اصول ہے۔ اوّلاً اس لیے کہ آیت میں لا نافیہ فعل یعلم پر داخل ہے اور حنفیہ کا مسلم قانون ہے کہ جب نفی فعل پر داخل ہو اور قرینہ تخصیص کا نہ ہو تو وہاں مطلق فعل کی نفی مراد ہوتی ہے اور یہاں چونکہ قرینہ تخصیص کا آیت میں کوئی موجود نہیں ہے۔ اس لیے یہاں ہر ماسوی اللہ سے نفی مطلق علم غیب کی ہوگی خواہ ذاتی ہو یا عطائی لیکن چونکہ مخلوق میں غیب ذاتی کا امکان ہی نہیں تھا اس لیے

مفسرینؒ نے علم غیب عطائی کی نفی کی تصریح فرمادی ہے جس سے غالیوں کے سوال کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

فہم سلف: چنانچہ علامہ قرطبیؒ اور نیشاپوریؒ لکھتے ہیں۔

اخفی غیبہ علی الخلق ولم یطلع علیہ احدًا۔ (قرطبی ص ۲۲۵ ج ۱۳) (غرائب القرآن ص ۸ ج ۲۰)	ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب کو اپنی مخلوق سے پوشیدہ رکھا اور اس پر کسی ایک کو بھی مطلع نہیں کیا۔

سوال دوم

آیت میں حضور علیہ السلام داخل نہیں ہیں نفی باقی مخلوق کے اعتبار سے ہے۔

الجواب

یہ تحریف قرآن ہے اس لیے کہ کلمہ من کا اصلی اور وضعی معنیٰ جو کسی قرینہ کا محتاج نہیں ہے وہ صرف عموم ہے اور خصوص اس کا احتمالی معنیٰ ہے جو بغیر قرینہ شرعیہ کے مراد نہیں ہو سکتا۔

ماخذ: چنانچہ علامہ نسفیؒ اور ملاجیونؒ لکھتے ہیں۔

من وما یحتملان العموم والخصوص واصلھما العموم یعنی انھما فی اصل الوضع للعموم ویستعملان فی الخصوص بعارض القرائن	ترجمہ: کلمہ من اور ما کا عموم اور خصوص دونوں کا احتمال رکھتے ہیں لیکن اصل معنیٰ ان کا عموم ہے مراد مصنف کی یہ ہے کہ من اور ما اصل وضع میں عموم کے لیے ہیں اور

سواء استعملا في الاستفهام او الشرط او الخبر۔ (نور الانوار ص ۷۵)

خصوص میں ان کا استعمال قرائن کے تابع ہوتا ہے خواہ استعمال کیے جائیں استفہام میں یا شرط میں یا خبر میں۔

اور اس آیت میں کوئی قرینہ شرعیہ تخصیص اور استثناء کا بالاتفاق موجود نہیں ہے اور بغیر قرینہ شرعیہ کے اصلی معنیٰ کو ترک کرنا تحریف کلام ہے تو بناءً علیہ آیت میں کلمہ من کا تمام ذوی العقول مخلوق نوری، ناری، خاکی کو شامل ہونے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کو بھی بلاریب اور قطعاً شامل ہو گا۔

مفسرین حضرات اور کلمہ مَنْ کا عموم

قارئین کرام تمام مفسرین سلف اور خلفؒ نے کلمہ من کو عموم حقیقی اور لغوی پر حمل کیا ہے اور یہ تخصیصی اور استثنائی معنیٰ کسی مفسرؒ نے مراد نہیں لیا بلکہ کلمہ من کی تفسیر میں ایسے کلمات عامہ بیان فرما گئے ہیں جو اپنے عالمگیر عموم کی وجہ سے ہر عقل والی مخلوق کو حاوی اور شامل ہیں اور کوئی مخلوق بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی اس من کے عموم سے قطعاً نہیں نکل سکتی اگر حضور علیہ السلام اس عموم سے مستثنیٰ ہوتے تو ان کا مذہبی فریضہ تھا کہ وہ اس کی تصریح فرماتے کیونکہ مسئلہ عقیدہ کا ہے۔

فہم سلف نمبر۱: چنانچہ علامہ قرطبیؒ اور نیشاپوریؒ فرماتے ہیں۔

اخفی غیبہ علی الخلق ولم یطلع علیہ احدًا۔

(قرطبی ص ۲۲۵ ج ۱۳)

(غرائب القرآن ص ۸ ج ۲۰)

ترجمہ: اور پوشیدہ رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب کو تمام مخلوق سے اور کسی ایک کو بھی اس پر مطلع نہیں کیا۔

قارئین کرام! مفسرین حضرات کلمہ من کی تفسیر میں کلمہ ”احدٌ“ کا لکھ کر کلمہ من کے عموم پر مہر لگا گئے ہیں کیونکہ کلمہ ”احدٌ“ کا باعتبار مادہ کے عام ہے پھر نکرہ ہے پھر نفی کے بعد ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

لایعلم احد من اہل السمٰوات والارض الغیب الا اللہ فانہ المنفرد بذالک وحدہ لا شریک لہ۔ (ابن کثیر ص ۳۷۲ ج ۳)	ترجمہ: نہیں جانتا کوئی ایک آسمان اور زمین والوں سے غیب کو سوا اللہ تعالیٰ کے کیونکہ وہ صفت غیب دانی میں منفرد اور یکتا ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

فہم سلف نمبر ۳: مفسر خازنؒ اور علامہ بغویؒ اور قرطبیؒ لکھتے ہیں۔

والمعنیٰ ان اللہ ھو الذی یعلم الغیب وحدہ۔ (قرطبی ص ۲۲۵ ج ۱۳) (خازن ص ۱۲۸ ج ۵) (معالم ص ۱۲۸ ج ۵)	ترجمہ: اور مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی تنہا غیب جانتا ہے۔

طرز استدلال

اگر حضور علیہ السلام آیت کی نفی علم غیب سے مخصوص اور مستثنیٰ ہیں اور آپ کو علم غیب حاصل ہے اگرچہ عطائی طور پر ہی سہی تو پھر مفسرینؒ کا یہ دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ اس علم کے ساتھ منفرد اور یگانہ ہے اور واحد لاشریک ہے باطل ہو جائے گا کیونکہ پھر حضور علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے اس علم غیب میں شریک ہو گئے اور شریک کے ہوتے

ہوئے انفراد اور وحدہ اور لاشریک لہ کہاں صحیح رہے گا۔

فہم سلف نمبر ۴: علامہ مظہریؒ من فی الارض کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

من الجن والانس ومنھم الانبیاء علیھم السلام۔ (مظہری ص ۱۲۶ ج ۷)	ترجمہ: یعنی من فی الارض سے مراد جن اور انسان ہیں جن میں تمام انبیاء علیہم السلام داخل ہیں۔

قارئین کرام! الانبیاء جمع معرف باللام ہے اور اصول فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ جمع معرف باللام عموم اور استغراق کے کلمات سے ہے تو بناء علیہ یہ جمع مستغرق جہاں باقی انبیاء علیہ السلام کو یقیناً شامل ہے اسی طرح بلاریب امام الانبیاء ﷺ کو بھی شامل ہے ورنہ اس جمع کا عموم باطل ہو جائے گا جو تحریف کلام ہے۔

فائدہ

ممکن ہے کہ فریق ثانی کی ان دلائل پر دلجمعی نہ ہو تو ان کی دل جمعی کے لیے ایک روایت لکھ رہا ہوں۔

فریق ثانی کی دل جمعی کا علاج

عن عائشۃ قالت ومن زعم انہ یخبر بما یکون فی غد فقد اعظم علی اللہ الفریۃ واللہ یقول قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔ (مسلم ص ۹۸ ج ۱)	ترجمہ: بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں جو شخص یہ گمان کرے کہ نبی ﷺ خبر دیتے ہیں کل کے واقعات کی پس بلاشک اس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرما دو نہیں جانتے آسمان اور زمین والے غیب کو مگر اللہ تعالیٰ۔

طرز استدلال

بی بی صاحبہ جو قرآن دان اور زبان دان اور بلا واسطہ شاگرد نبی آخر الزمان ﷺ تھیں اگر حضور علیہ السلام اس آیت کی نفی علم غیب میں داخل نہ ہوتے تو بی بی صاحبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نفی علم غیب پر اس آیت سے کیسے استدلال لیتیں۔

ماخذ نمبر ۴:

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ۔
(پ ۷ الانعام ع ۵)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

فیصلہ خداوندی

اس آیت نص قطعی میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تین چیزوں کے اعلان کرنے کا حکم فرمایا ہے ایک تو میں واقع میں فرشتہ نہیں ہوں دوسرا میں واقع میں عالم الغیب نہیں ہوں تیسرا میں واقع میں مالک خزائن نہیں ہوں۔

غالیانہ جواب نمبر ۱

چنانچہ مفتی احمد یار صاحب گجراتی جاء الحق ص ۸۲ میں لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین دعووں میں سے تیسرے دعویٰ ملکیت والے میں تو نفی دعویٰ اور مدعا دونوں کی ہے لیکن ملک خزائن اور علم غیب والے میں نفی دعویٰ کی ہے نفی مدعا کی نہیں ہے یعنی

ملک خزائن اور علم غیب تو آپ کو حاصل تھا لیکن لوگوں کے سامنے ان کا دعویٰ نہیں کرتے تھے اس جواب کی مفصل تردید تو آپ بندہ کی تصنیف کتاب التوحید فی التصرف میں پڑھ لیں یہاں مختصراً عرض کرتا ہوں۔

الجواب

یہ جواب خالص تحریف قرآن اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مذہب اسلام پر بلاریب بہتان عظیم ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اور صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ، مفسرین سلفؒ، خلفؒ کسی سے بھی یہ باطل معنیٰ منقول نہیں ہے ہاں مفتی صاحب کا مسدری ڈھکوسلہ ضرور ہے۔

قارئین کرام! یقین جانیو کہ تمام مفسرین سلفؒ اور خلفؒ نے اس آیت کا مطلب صرف وہی لکھا ہے جو اہل حق کہتے ہیں کہ تینوں اعلانوں میں نفی دعویٰ کی علت نفی مدعا کی ہے یعنی میں ان تینوں چیزوں کا دعویٰ اس لیے نہیں کرتا کہ یہ تینوں چیزیں نہ مجھے حاصل ہیں نہ ہو سکتی ہیں اس لیے کہ یہ دونوں صفتیں نبوت کے کمالات اور اوصاف سے قطعاً نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے صفات مختصہ میں سے ہیں اور خواص الٰہیہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے علاوہ باقی کسی مخلوق میں بھی نہیں آسکتیں اس لیے کہ حضور علیہ السلام کو ان دونوں صفتوں کا دعویٰ کرنا چونکہ خدائی شان اور ربوبیت اور الوہیت کا دعویٰ کرنا ہے جو آپ کے حق میں ناجائز، باطل اور جھوٹا دعویٰ تھا اس لیے آپ نے اس جھوٹے دعویٰ سے بیزاری کا اعلان فرمادیا۔

فہم سلف نمبر۱: قاضی بیضاویؒ لکھتے ہیں۔

تبرأ عن دعوی الالهية والملكية وادعى النبوة	ترجمہ: حضور علیہ السلام نے بیزاری ظاہر فرمائی دعویٰ الوہیت

التی ھی من کمالات البشر۔
(بیضاوی ص ۲۶۱ ج ۱)

اور ملکیت سے اور دعویٰ فرمایا نبوت کا جو بشر کے کمالات میں سے ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ خفاجیؒ اس پر حاشیہ لکھتے ہیں۔

جعل مجموع قوله عندی خزائن الله ولا علم الغیب عبارة عن نفی الالوهیة لان قسمة الارزاق بین العباد ومعرفة علم الغیب مخصوصان به تعالی۔
(حاشیہ شہاب ص ۶۵ ج ۴)

ترجمہ: قاضی بیضاویؒ نے اللہ تعالیٰ کے دونوں قول عندی خزائن اللہ اور لا اعلم الغیب سے نفی الوہیت لی ہے اس لیے کہ بندوں کے درمیان روزی کا تقسیم کرنا اور علم غیب جاننا مخصوص ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

فہم سلف نمبر ۳: مفسر ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔

یقول تعالی ذکرہ قل لهؤلاء المنکرین بنبوتك لست اقول لکم انی الرب الذی له خزائن السموات والارض واعلم غیوب الاشیاء الخفیة التی لا یعلمها الا الرب الذی لا یخفی علیه شیء فتکذبونی فیما اقول من ذلك لانه لا ینبغی ان یکون ربا الا من

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ ان لوگوں سے فرمادیں جو آپ کی نبوت کے منکر ہیں نہیں کہتا میں تم سے کہ میں رب ہوں جس کے لیے خزانے ہیں آسمانوں کے اور زمینوں کے اور جانتا ہوں میں غیب اشیاء پوشیدہ کے جن کو نہیں جانتا مگر رب تعالیٰ جس پر کوئی شئے پوشیدہ نہیں ہے پھر تو تکذیب کرو تم میری ان چیزوں کے دعویٰ میں اس لیے

له ملك كل شيء وبيده كل شيء ومن لا يخفى عليه خافية وذلك هو الذي لا اله غيره. (ابن جریر ص ۱۹۹ ج ۷)	کہ نہیں لائق رب ہونا مگر اس ہستی کے لیے جس کے ملک میں ہو ہر شئے اور جس کے ہاتھ میں ہو ہر شئے اور اس ہستی کے لیے جس پر نہ چھپ سکے کوئی پوشیدہ چیز اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے جس کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے۔

فہم سلف نمبر ۴: خطیب شربینیؒ لکھتے ہیں۔

لانهم كانوا يقولون للنبي صلى الله عليه وسلم ان كنت رسولاً من الله فاطلب منه ان يوسع علينا ويغني فقرنا فاخبران ذلك بيد الله لا بيدي. (سراج منیر ص ۴۱۸ ج ۱)	ترجمہ: مشرکین نبی کریم ﷺ سے کہتے تھے اگر آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہو تو اس سے مطالبہ کرو کہ فراخی کرے ہم پر اور ہمارے فقر کو دفع کرے تو آپ نے ان کو خبر دی کہ یہ معاملہ میرے اللہ کے ہاتھ میں ہے میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔

غالی صاحبو! "بیدی" کے جملہ کو بار بار پڑھو اور اپنے عقدے حل کرو کیونکہ مفسرینؒ صاف لفظوں میں تصریح فرماگئے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ملک خزائن کی نفی کا دعویٰ کرنا محض اس واسطے ہے کہ واقع اور نفس الامر میں آپ خزانوں کے مالک نہیں ہیں۔

فہم سلف نمبر ۵: حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

ولا اعلم الغيب اي ولا اقول	ترجمہ: اور میں غیب نہیں جانتا یعنی

لکم انی اعلم الغیب انما ذالک من علم اللہ عزوجل ولا اطلع منہ الا علی ما اطلعنی علیہ۔
(ابن کثیر ص ۱۳۴ ج ۲)

میں نہیں کہتا تم کو کہ میں غیب جانتا ہوں اس لیے کہ یہ غیب اللہ عزوجل کے علم مخصوص سے ہے اور میں نہیں مطلع ہوتا اس سے مگر اس مقدار پر جس پر وہ مجھ کو مطلع کرتا ہے۔

قارئین کرام! تم نے پڑھ لیا کہ علامہ دمشقیؒ نے لا اقول سے حضور علیہ السلام کی طرف سے نفی علم غیب کلی کا دعویٰ ذکر کر کے انما ذاک سے اس کی علت بیان فرمادی ہے کہ یہ صفات الٰہیہ سے ہے میرے لیے اس کا حصول ممکن نہیں ہے اس لیے میں ان کی نفی کا دعویٰ کر رہا ہوں۔

جواب غالیانہ نمبر ۲

آیت میں نفی علم غیب ذاتی کی ہے نہ عطائی کی۔

الجواب اوّلاً

ماقبل میں بھی عرض کر آیا ہوں اب دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ فقہاء حنفیہؒ کے نزدیک اگر نفی مطلق فعل پر داخل ہو اور قرینہ تخصیص کا نہ ہو تو وہاں فعل کے خاص نوع کی نفی نہیں بلکہ مطلق فعل کی نفی ہوتی ہے اور مطلق فعل کی نفی سے اس فعل کے ہر قسم کی نفی ہو جاتی ہے۔

ماخذ: چنانچہ علامہ فخر الدین زیلعیؒ واللفظ لہ اور علامہ ابن نجیمؒ، علامہ مرغینانیؒ، علامہ عینیؒ، علامہ شامیؒ اور شیخ زادہؒ فرماتے ہیں۔

لوحلف لا یفعل کذا ترکہ ابدًا لانہ نفی الفعل مطلقًا فیتناول فردًا شائعًا فی جنسہ فیعم الجنس کلہ ضرورۃ شیوعہ۔

تبیین الحقائق ص ۱۶۰ ج ۳

البحر الرائق ص ۳۶۸ ج ۴

ہدایہ ۴۸۶ ج ۲، شامی ص ۱۳۵ ج ۳

الدر المنتقی ص ۵۹۰ ج ۲

مجمع الانہر ص ۵۹۰ ج ۱

ترجمہ: اگر حلف اٹھاتا ہے کہ میں یہ کام نہ کروں گا تو چھوڑ دیوے اس کام کو ہمیشہ کے لیے اس لیے کہ اس نے نفی کی ہے فعل کی مطلقًا پس شامل ہو جائے گی یہ نفی فرد شائع کو اپنی جنس میں پس عام ہو جائے گی یہ نفی ساری جنس کو بوجہ شیوع اس فرد کے۔

ثانیاً

امام رازیؒ اس آیت کی شان نزول میں لکھتے ہیں۔

ان القوم کانوا یقولون لہ ان کنت رسولا من عند اللہ فلا بد وان تخبرنا عما یقع فی المستقبل من المصالح والمضار حتی نستعد لتحصیل تلک المصالح ولدفع تلک المضار فقال تعالٰی قل انی لا اعلم الغیب فکیف تطلبون منی ھذہ

ترجمہ: کافر کہتے تھے کہ اگر تم اللہ کے سچے رسول ہو تو ہمیں بتاؤ کہ آئندہ ہمیں کیا کیا فائدے اور نقصانات پہنچنے والے ہیں تاکہ ہم ان فوائد کو حاصل کرنے اور ان تکالیف سے بچنے کے لیے تیار ہو جائیں تو اللہ تعالٰی نے فرمایا آپ ان سے کہہ دیں کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں اس لیے تم اس

المطالب۔ (کبیر ص ۲۳۰ ج ۱۲)

قسم کے مطالبات مجھ سے کیوں کرتے ہو۔

طرز استدلال

قارئین کرام! امام رازیؒ کی یہ عبارت صریح ہے اس امر میں کہ مشرکین کا سوال حضور علیہ السلام سے یہ نہیں تھا کہ آپ امور غیبیہ کی خبر اپنے ذاتی علوم کے ذریعہ بتادیں بلکہ ان کا سوال آپ سے صرف رسول اللہ ﷺ ہونے کی حیثیت سے تھا چنانچہ امام رازیؒ کا جملہ ”ان کنت رسولاً من عند اللہ“ نص ہے اس مضمون میں اور اسلام میں یہ بدیہی امر ہے کہ سچے رسول کے علوم صرف عطائی ہوتے ہیں نہ ذاتی تو جب مشرکین کا سوال علم ذاتی کا تھا ہی نہیں پھر جواب میں علم ذاتی کی نفی کرنے کا کیا معنٰی۔ بہر حال آیت میں اگرچہ غیب کلی کے عطائی اور ذاتی دونوں علموں کی نفی ہے لیکن مشرکین کا سوال چونکہ علم عطائی سے متعلق تھا اس لیے مفسرینؒ نے بھی اسی علم عطائی کی نفی کی تصریح فرمادی ہے چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ کا یہ جملہ ”ولا اطلع منہ الا علی ما اطلعنی علیہ“ بار بار پڑھو اور اپنے عقدے حل کرو۔

ماخذ نمبر ۵:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ: تو کہہ دے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا اور نہ برے کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں جان لیا کرتا غیب کی بات تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی میں تو بس ڈر اور

(پ ۱۹ اعراف ع ۲۳) | خوشخبری سنانے والا ہوں ایمان دار لوگوں کو۔

فائدہ

اس آیت کی مکمل تشریح تو آپ بندہ کی تصنیف کتاب التوحید فی العلم میں پڑھیں یہاں مختصراً عرض کروں گا۔ انشاء اللہ

فائدہ اولیٰ

آیت میں الخیر اور السوء سے مراد دینی نفع اور نقصان قطعاً مراد نہیں ہے اور یہ معنی نہ صرف مرجوح ہے بلکہ باطل ہے کیونکہ دینی نفع کا حصول اور دینی نقصان سے عصمت نبوت کے لوازمات سے ہے بلکہ آیت میں صرف دنیوی نفع اور نقصان مراد ہے۔

اولاً اس لیے کہ آیت کا شان نزول صرف دنیوی نفع اور نقصان ہے کیونکہ مشرکین کا سوال صرف دنیوی نفع ونقصان سے متعلق تھا نہ دینی سے تو اگر آیت میں دینی نفع ونقصان مراد ہو تو جواب سوال پر منطبق ہی نہ ہوگا اور یہ ایسا داغ ہے جس سے کلام الٰہی بالکل پاک ہے چنانچہ علامہ بغویؒ حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کا شان نزول یوں نقل کرتے ہیں۔

شان نزول:

ان اهل مكة قالوا يا محمد الا يخبرك ربك بالسعر الرخيص قبل ان يغلوا فتشتريه فتربح عند الغلاء وبالارض التي يريد ان تجدب فترتحل منها الى

ترجمہ: کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے محمد ﷺ کیا تمہارا پروردگار گرانی سے پہلے نرخ کی ارزانی کی تجھے خبر نہیں دیتا تاکہ آپ اسی ارزانی کی حالت میں خریدیں اور گرانی کے زمانہ میں بیچ کر خاطر خواہ

ماقد اخصبت فانزل اللہ تعالیٰ قل لا املک لنفسی نفعًا الخ۔
(معالم التنزیل ص ۲۶۶ ج ۲)

نفع حاصل کریں اور کیا آپ کا رب آپ کو یہ بھی نہیں بتلاتا کہ فلاں زمین پر قحط نازل ہونے والا ہے تاکہ آپ وہاں سے کسی سبز اور شاداب علاقہ کی طرف کوچ کر جائیں اور آرام وخوش عیشی کی زندگی گزاریں۔

ثانیًا اینکہ سیدنا ابن عباسؓ نے آیت کی تفسیر دنیوی نفع ونقصان سے فرمائی ہے اور صحابی کی تفسیر حکمًا مرفوع ہوتی ہے تو ان کی تفسیر کے مقابلہ میں کسی تابعی یا تبع تابعی یا خلف مفسرین کی تفسیر قطعًا حجت نہیں بن سکتی خصوصًا جب کہ ان کی تفسیر کے خلاف کسی صحابیؓ سے کوئی دوسری تفسیر منقول نہیں ہے۔

ماخذ: چنانچہ علامہ سیوطیؒ اور حافظ ابن کثیرؒ واللفظ لہ لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس ''ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر'' ای من المال وفی روایۃ لعلمت اذا اشتریت شیئًا ما اربع فیہ فلا ابیع شیئًا الا ربحت فیہ ولا یصیبنی الفقر۔ در منثور ص ۱۵۱ جلد ۳، ابن کثیر ۲۷۳ ج ۲

ترجمہ: سیدنا ابن عباسؓ ''ولو کنت الآیۃ'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''الخیر'' سے مراد مال ہے اور روایت میں ہے کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں جب ہی کوئی شئ خریدتا تو یہ جان لیتا کہ مجھے اس میں کیا نفع ہوگا اس لیے نہ بیچتا میں کسی شئ کو مگر ضرور اس میں فائدہ مند ہوتا اور نہ پہنچتا مجھ کو فقر۔

فائدہ ثانیہ

الغیب سے کیا مراد ہے اس میں تین احتمال ہیں۔

احتمالِ اوّل

الغیب سے مراد مطلق غیب ہو لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ دنیوی نقصانات سے بچنے کے لیے اور دنیوی منافع حاصل کرنے کے لیے مطلق غیب قطعاً کافی نہیں ہو سکتا مثلاً ایک شخص کو غیب کی ایسی چیزوں کا علم ہو جن کا دنیوی منافع اور نقصانات کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہ ہو تو ایسی چیزوں کا علم اس کو دنیوی منافع کے حصول میں اور دنیوی نقصانات سے بچنے میں کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ بہر حال مطلق غیب کی اطلاع تو انبیاء علیہم السلام کو ہے اسی طرح جنت اور جہنم اور ان کے نعیم وعذاب کا علم کتاب وسنّت کے ذریعے امت کو بھی ہے لیکن ان علوم کے ہوتے ہوئے بھی وہ حصولِ منافع اور دفع نقصانات میں کامیاب نہیں ہیں۔

احتمالِ دوم

الغیب کی الف لام استغراق حقیقی کے لیے ہے اور اس سے مراد کل غیوب غیر متناہیہ ہیں۔ اس بناء پر آیت کا یہ معنٰی بنے گا کہ اگر مجھے تمام غیوب غیر متناہیہ کا بالاستیعاب علم ہوتا تو میں بہت سے دنیوی منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا لیکن یہ احتمال صحیح نہیں ہے کیونکہ دنیوی منافع کا حصول اور دنیوی نقصانات سے بچنا یہ تمام غیوب غیر متناہیہ کے علم محیط پر موقوف نہیں ہے بلکہ اس کے لیے صرف ان غیوب کے حصول کی ضرورت ہے جن کا تعلق دنیوی منافع کی تحصیل اور دنیوی نقصانات کے اجتناب کے ساتھ ہے۔

احتمالِ سوم

الغیب میں الف لام عہد خارجی کی ہے اور اس سے مراد صرف وہ غیوب ہیں جن کا تعلق دنیوی مضار اور منافع کے ساتھ ہے اور یہی حق ہے۔

جواب غالیانہ نمبرا

اس میں تمام معلومات الٰہیہ جاننے کی نفی کرنا مقصود ہے۔ جاء الحق ص ۹۲ ج

غرض جواب

بریلویہ حضرات کی غرض اس جواب سے یہ ہے کہ آیت میں علم محیط کی نفی ہو جاوے اور ہمارا خانہ ساز عقیدہ علم ماکان ومایکون کی نفی نہ ہو۔

مقدمہ تمہیدیہ نمبرا

استغراق الف ولام کا مجازی معنیٰ ہے جو بغیر قرینہ کے مراد نہیں ہو سکتا اور عہد خارجی اس کا حقیقی معنیٰ ہے جو کسی قرینہ کا محتاج نہیں ہے۔

فہم سلف نمبرا: چنانچہ علامہ نور محمد مدقق فرماتے ہیں۔

فاذا لا یکون ثمہ استغراق نعم یصار الیہ بقرینۃ المقام۔ حاشیہ عبدالغفور ص ۲	ترجمہ: استغراق کی طرف اس وقت رجوع کیا جائے گا جب قرینہ پایا جائے۔

فہم سلف نمبر۲: علامہ تفتازانیؒ لکھتے ہیں۔

التعریف لایلزم ان یکون للاستغراق بل العہد ھو الاصل۔ تلویح ص ۵۷ ج ۱	ترجمہ: الف لام تعریف کا ضروری نہیں ہے کہ استغراق کے لیے ہو بلکہ عہد ہی اصل اور حقیقت ہے۔

الجواب

غالی حضرات جس استغراق کے معنیٰ پر زور دے رہے ہیں وہ مفسرین حضرات کے نزدیک ضعیف ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی ص ۱۳۷ ج ۹ پر اس استغراق

والے معنٰی کو قیل کے ساتھ تعبیر کر کے اس کے ضعف کو واضح کر دیا ہے۔

اوّلاً اس لیے کہ استغراق جو مجازی معنٰی ہے اس کا یہاں کوئی قرینہ موجود نہیں ہے نہ لفظیہ نہ معنویہ اور مجازی معنٰی بغیر قرینہ کے مراد لینا جائز نہیں ہے۔

فہم سلف: علامہ خفاجیؒ اس استغراق کا کئی وجوہ سے رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فان ارید جمیع الغیوب فمع قلة جدوه وعدم القرینة علیه من الظاهر انه علیه الصلوٰة والسلام لا یدعیه۔

عنایۃ القاضی ص ۲۴۳ ج ۴

ترجمہ: اگر اس سے جمیع غیوب مراد لیے جائیں تو باوجودیکہ یہ قلیل النفع ہے اور اس پر کوئی قرینہ دال نہیں ہے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ اس غیب کلی کا دعویٰ نہیں کرتے تھے۔

ثانیاً اینکہ عہد خارجی والا معنٰی حقیقی جب اس مقام پر ممکن ہے تو استغراق والا مجازی معنٰی مراد لینا باطل ہو گا کیونکہ حنفیہ کا مسلّم قانون ہے کہ امکان حقیقت کے وقت مجازی معنٰی گر جاتا ہے۔

ثالثاً اینکہ اس مقام پر استغراق کے خلاف قرینہ صحیحہ پایا جاتا ہے وہ یہ کہ مشرکین کا سوال جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے وہ غیوب کلیہ مستغرقہ کے متعلق نہیں تھا بلکہ صرف دنیوی منافع اور مضار کے غیوب کے متعلق تھا تو اس کے جواب میں غیوب مستغرقہ کی نفی ذکر کرنا جن کا سوال ہی نہیں تھا سوال پر کیسے منطبق ہو گا۔

جواب غالیانہ نمبر ۲

آیت میں نفی علم ذاتی کی ہے نہ عطائی کی۔

تمہید

قارئین کرام! اس علم کی تعین اس سوال کی تعین پر موقوف ہے جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے آیا مشرکین کا مقصد اس سوال سے یہ تھا کہ آپ اپنے ذاتی علم کے ذریعے ہمیں جواب دیں یا من جانب اللہ عطا کردہ علم کے ذریعے جواب دیں تو دل کے کانوں سے سن لو کہ اس آیت کا شان نزول جو بحوالہ معالم سیدنا ابن عباسؓ سے گزر آیا ہے اس کے ابتدائی کلمات یہ ہیں الایخبرك ربك الخ یعنی کیا آپ کا رب آپ کو گرانی سے پہلے ارزانی کی خبر اور اطلاع نہیں دیتا۔ ماشاء اللہ سیدنا ابن عباسؓ نے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوئے کلمات کے ذریعے مشرکین مکہ کے سوال کی نوعیت معین فرمادی کہ علم عطائی اطلاعی کے متعلق تھا نہ کہ ذاتی کے متعلق تھا۔

الجواب اوّلاً

جب سائلین کا سوال بقول سیدنا ابن عباسؓ صرف علم عطائی کے متعلق تھا تو اس کا جواب صحیح صرف یہی ہوگا کہ علم عطائی کی نفی کی جائے یا کلام کو زوردار بنانے کے لیے مطلق علم کی نفی کی جائے جو ذاتی اور عطائی دونوں کو شامل ہو اور یہ تو صحیح نہیں ہے کہ ان کے عطائی والے سوال کے جواب میں صرف علم ذاتی کی نفی کی جائے جس کا انہوں نے نہ سوال کیا تھا اور نہ ان کو تردّد تھا بہر حال قرآن کریم ایسے بے ربط جواب سے بالکل پاک ہے۔

الجواب ثانیاً

قرآنی مراد بھی صرف علم ذاتی کی نفی نہیں ہے بلکہ مطلق علم کی نفی ہے خواہ ذاتی ہو خواہ عطائی کیونکہ قرآن پاک نے نفی علم غیب کی دلیل دفع ضرر اور حصول منافع کو بنایا ہے اور یہ بات اجلی بدیہیات میں سے ہے کہ حصول نفع اور دفع ضرر کی مدار صرف علم

ذاتی پر نہیں ہے بلکہ مطلق علم پر ہے۔

الجواب ثالثاً

ممکن ہے کہ فریق ثانی کو ہمارے ان صحیح جوابوں پر اعتماد نہ آئے تو ان کی تسلّی کے لیے مفسرین حضرات کا حوالہ عرض کرتا ہوں کہ انہوں نے بھی ہماری طرح آیت کی تفسیر میں نفی علم عطائی کی تصریح فرمائی ہے۔

فہم سلف نمبر ۱: چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

امره الله تعالیٰ ان یفوض الامور الیه وان یخبر عن نفسه انه لا یعلم الغیب المستقبل ولا اطلاع له علی شیء من ذلک الا بما اطلعه الله علیه۔

ابن کثیر ص ۲۷۳ ج ۲
مراغی ص ۱۳۶ ج ۹
المنار ص ۴۷۲ ج ۹

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کو حکم فرمایا کہ آپ تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ فرمادیں اور یہ امر بھی فرمایا کہ آپ اپنی ذات کے متعلق لوگوں کو خبر دے دیں کہ میں مستقبل کے غیب نہیں جانتا اور ان امور مستقبلہ کے غیب میں سے مجھے کسی چیز پر اطلاع نہیں ہے سوا ان معلومات کے جن پر اللہ تعالیٰ نے مجھے آگاہ کر دیا ہے۔

جواب غالیانہ نمبر ۳

آیت میں حضور علیہ السلام سے نفی علم غیب کی زمانہ ماضی میں ہے نہ دواماً۔

اوّلاً اس لیے کہ آیت مکیہ ہے **ثانیاً** کُنْتُ اور لَاسْتَکْثَرْتُ اور مَسَّنِیَ سب

صیغے ماضی کے ہیں اور کلمہ لَو بھی انتفاء ماضی کے لیے ہے۔

الجواب اوّلاً

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام سے علم غیب کلی کی نفی پر دو دلیلیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک نفی حصول منافع دوم نفی دفع ضرر۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ دونوں دلیلیں صرف ماضی اور مکی زندگی تک محدود تھیں اور بعد میں زائل ہو گئیں یا حضور علیہ السلام کی مکی زندگی سے گزر کر مدنی زندگی کے آخری لمحات تک بدستور قائم ودائم اور مستمر رہی ہیں تو آپ جب ذخیرہ حدیث پر نظر ڈالو گے تو آپ کو نمایاں طور پر معلوم ہو گا کہ دونوں دلیلیں اور شاہد وفات تک بدستور قائم رہی ہیں چنانچہ آپ کی زرہ مبارک چند صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے پاس گروی رہی وفات آگئی لیکن اس کو چھڑا نہ سکے اسی طرح مرض الموت میں مسجد میں جانے کے لیے تین دفعہ غسل فرما کر اٹھنا لیکن بے ہوش ہو جانا اور اس سے پہلے (وہ بھی مدنی زندگی میں) گھوڑے سے گرنا، بدن مبارک کا چھیلا جانا، زہر آلود بکری کا گوشت کھانا اور اس سے شہادت پانا اور آپ کا چہرۂ انور بمقام احد زخمی ہونا، دندان مبارک کا شہید ہونا اور آپ پر جادو کیا جانا الخ یہ واقعات صریح ہیں اس مضمون میں کہ یہ دونوں دلیلیں آپ کی آخری زندگی تک قائم ودائم رہی ہیں تو بناءً علیہ اب نفی علم غیب کو ماضی کے ساتھ خاص کرنا اور مستقبل میں منسوخ ماننا تحریف قرآن نہیں تو کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب دلائل اور شواہد میں دوام ہے تو نفی علم غیب کے دعویٰ میں بھی دوام ہو گا ہاں اگر یہ دونوں دلیلیں مکی زندگی میں زائل ہو جاتیں تو پھر دعویٰ میں استمرار نہ رہتا۔

الجواب ثانیاً

فریق ثانی کا یہ کہنا کہ لَو انتفاء ماضی کے لیے آتا ہے یہ صحیح ہے لیکن لو اس

اشتمال میں بند نہیں ہے بلکہ یہ اس کا ایک مشہور استعمال ہے اور دوسرا استعمال اس کا یہ ہے کہ تعیین زمان سے خالی ہو کر دوام پر دلالت کرتا ہے جس طرح لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا میں چنانچہ جب اس آیت تمانع والی پر وہی اعتراض کیا گیا جو زیرِ ثانی ولو کنت اعلم الغیب والی آیت پر کرتا ہے تو علامہ تفتازانیؒ نے ان کو یہی جواب دیا ہے۔

لکن قد یستعمل للاستدلال بانتفاء الجزاء على انتفاء الشرط من غير دلالة على تعيين زمان كما في قولنا لو كان العالم قديما لكان غير متغير والآية من هذا القبيل وقد يشتبه على بعض الاذهان احد الاستعمالين بآخر فيقع الخبط۔ (شرح العقائد ص ۲۸)	ترجمہ: لیکن کسی وقت لو کو استعمال کیا جاتا ہے اس معنیٰ میں کہ انتفاء جزا سے استدلال کیا جاتا ہے انتفاء شرط پر لیکن بغیر دلالت کرنے کے کسی زمانے معین پر جس طرح ہمارے اس قول میں دوام کے لیے ہے کہ اگر عالم قدیم ہوتا تو غیر متغیر ہوتا اور آیت لو کان فیهما والی اسی قبیل سے ہے اور بعض ذہنوں پر ایک استعمال دوسرے کے ساتھ مشتبہ ہو جاتا ہے اس لیے اختلاط پڑ جاتا ہے۔

فہم سلف نمبر ۲:

يوهم ظاهر عبارته ان هذا الاستعمال ليس على قانون اللغة والآية الكريمة واردة على خلاف ما عليه	ترجمہ: علامہ تفتازانی کی ظاہر عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ استعمال قانون لغت کے موافق نہیں اور یہ کہ آیت کریمہ "لو کان فیهما الخ"

اهل اللغة والعرف والحق انه ايضا من المعانى المعتبرة عند اهل اللغة الواردة فى استعمالاتهم عرفا فانهم يستعملون الاستدلال فى الامور العرفية كما يقال لك هل زيد فى البلد فتقول لا اذ لو كان فيه لحضر مجلسنا فتستدل بعدم الحضور على عدم كونه فى البلد ويسمى علماء البيان مثله بالطريقة البرهانية لكنه اقل استعمالا من الاول واليه اشار بلفظ قد الداخلة على المضارع المفيدة للقلة ولعله اشار بقوله بحسب اصل اللغة الى ما ذكرنا۔

(حاشیہ شرح عقائد ص ۲۸)

لغویین اور اہل عرف کے قانون کے غیر موافق وارد ہوئی ہے حالانکہ حق یہ ہے کہ یہ استعمال بھی ان معانی سے ہے جو اہل لغت کے ہاں معتبر ہیں اور جو ان کے عرف کے استعمالات میں وارد بھی ہوتے ہیں کیونکہ اہل لغت استدلال کو امور عرفیہ میں استعمال کرتے ہیں جس طرح تجھے کہا جائے زید شہر میں ہے؟ تو کہے نہیں کیونکہ اگر شہر میں ہوتا تو ہماری مجلس میں حاضر ہوتا اب تو نے مجلس میں حاضر نہ ہونے کو شہر میں موجود نہ ہونے پر دلیل بنایا ہے علماء بیانیین اس قسم کے استدلال کو طریقہ برہانیہ کہتے ہیں لیکن استدلال کا یہ قسم پہلی قسم کی بہ نسبت قلیل مستعمل ہے اسی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے علامہ لفظ قد لے آئے جو مضارع پر داخل ہوتے وقت قلت کا معنیٰ دیتا ہے شاید بحسب اصل اللغۃ کا لفظ اسی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ذکر فرمایا۔

جواب غالیانہ نمبر ۴

چنانچہ مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں۔

"یا یہ کلام بطور تواضع وانکسار فرمایا گیا ہے تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے وانما نفى عن نفسه الشريفة هذه الاشياء تواضعًا لله تعالى واعترافا للعبودية حضور ﷺ نے ان چیزوں کی اپنی ذات کریمہ سے نفی فرمائی رب کے لیے عاجزی کرتے ہوئے اور اپنی بندگی کا اقرار فرماتے ہوئے۔ (جاء الحق ص ۸۱)

تمہید نمبر ۱

معنٰی تکبر جو مقابل ہے تواضع کا تکبر یہ ہے کہ انسان اپنے لیے ایسے مقام اور درجہ کا دعویٰ کرے جو اس کو حاصل نہیں ہے۔

ماخذ: امام راغب اصفہانی تکبر کا معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان يتشبع فيظهر من نفسه ماليس له۔

(مفردات ص ۴۳۳)

ترجمہ: تکبر یہ ہے کہ انسان تکلف کرے پس ظاہر کرے اپنے لیے وہ درجہ جو اس کو حاصل نہیں ہے۔

تمہید نمبر ۲

تواضع دو قسم ہے۔

اوّل: تواضع صحیح؛ وہ یہ ہے کہ جو درجہ انسان کو حاصل نہ ہو یا نہ ہو سکتا ہو اس کی اپنی ذات سے نفی کرنا لغۃً، شرعًا، عرفًا صرف اسی کو تواضع کہتے ہیں۔

دوم: تواضع اختراعی ومصنوعی؛ وہ یہ ہے کہ جو مقام انسان کو منجانب اللہ تعالیٰ

یقیناً حاصل ہو اس کا انکار کرنا یہ تواضع نہیں ہے نہ لغۃً، نہ شرعاً نہ عرفاً بلکہ یہ بریلویہ کا خانہ ساز افتراء اور غالیانہ اختراع ہے۔

الجواب اوّلاً

تواضع سے مراد اگر یہ ہے کہ واقع اور نفس الامر میں چونکہ حضور ﷺ کو ملک خزائن اور علم غیب کا درجہ حاصل نہیں تھا بوجہ اس کے کہ یہ صفات الٰہیہ سے ہیں اور کمالات بشریہ سے نہیں ہیں تو آپ نے اس درجہ خدائیہ سے حقیقۃً اپنی انکساری اور تواضع ظاہر فرمائی کہ میں اس درجہ سے واقع اور نفس الامر میں کمتر ہوں یہ رتبہ نہ مجھے حاصل ہے نہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے آپ نے اس بڑے درجہ اور خدائی درجہ سے تواضعاً اپنے آپ کو کمتر ظاہر فرمایا تاکہ امت کے عقائد کی اصلاح ہو جائے اور نصاریٰ والا غلو امت میں نہ آئے تو یہ معنیٰ لغۃً اور شرعاً صحیح ہے اور جن مفسرینؒ نے نفی دعویٰ کی علت تواضع لکھی ہے ان کی مراد بھی صرف یہی ہے اور اگر تواضع سے مراد یہ ہے کہ واقع اور نفس الامر میں تو حضور علیہ السلام کو ملک خزائن اور علم غیب حاصل تھا لیکن ظاہراً لوگوں کے سامنے آپ تواضع فرماتے تھے کہ میرے پاس علم غیب اور خزائن رزق نہیں ہیں۔ جس طرح فریق ثانی کا زعم فاسد ہے تو یہ معنیٰ تواضع کا لغۃً اور شرعاً باطل، مردود اور تحریف دین ہے۔ کسی مفسرؒ نے تواضع کا یہ معنیٰ مراد نہیں لیا ہے اس لیے کہ شرعاً، عرفاً، لغۃً یہ تواضع ہی نہیں ہے بلکہ **اوّلاً** تو یہ صاف مکر اور فریب اور سفید جھوٹ ہے اس لیے کہ جمہور کے نزدیک کذب (جھوٹ) اس کو کہتے ہیں کہ خبر واقع کے مطابق نہ ہو۔

ماخذ: علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں۔

ای عدم مطابقتہ للواقع۔ (مختصر المعانی ص ۳۹)	ترجمہ: یعنی جھوٹ کہتے ہیں خبر کا واقع کے مطابق نہ ہونا۔

اور بعض کے نزدیک خبر کا اعتقاد مخبر کے مطابق نہ ہونا کذب ہے۔

ماخذ: نیز فرماتے ہیں۔

ای عدم مطابقتہ لاعتقاد المخبر. (مختصر المعانی ص ۳۹)	ترجمہ: یعنی کذب کہتے ہیں خبر کا مخبر کے اعتقاد کے مطابق نہ ہونا۔

تو بناء علیہ بقول فریق ثانی یہ تو اتفاقی جھوٹ بنے گا کیونکہ واقع کے مطابق بھی نہیں ہے اس لیے کہ بقول فریق ثانی واقع میں آپ کو ملک خزائن اور علم غیب کلی حاصل تھے اور حضور علیہ السلام کے اعتقاد کے بھی یہ نفی والا دعویٰ مطابق نہیں اس لیے کہ بقول فریق ثانی آپ کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ میں مالک خزائن اور عالم الغیب ہوں۔

ثانیاً یہ کفران نعمت ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو رزق کے خزانے اور علم غیب جیسی نعمت عطا فرمائی تھی تو پھر اس کا انکار کرنا مشرکین کے سامنے ہی سہی شرع اسلامی میں العیاذ باللہ کفران نعمت اور کھلی ناشکری نہیں ہے؟ اور نص قطعی اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے امر کا العیاذ باللہ صریح انکار نہیں ہے؟ یقیناً ہے۔

ثالثاً یہ تواضع نہیں بلکہ روافض والا خطرناک تقیہ ہے۔

رابعاً یہ تکلف ہے جس سے نبوت پاک ہے "وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ (پ ۲۳ ص ع ۵)"۔

الجواب ثانیاً

اینکہ اگر تمہاری مصنوعی تواضع والا جواب صحیح ہے تو آپ نے باقی عطاء شدہ نعم الٰہیہ میں یہ مصنوعی تواضع کیوں نہ ظاہر فرمائی مثلاً ختم نبوت، معراج جسمانی، حوض کوثر، مقام محمود، شفاعت کبریٰ سید الاولین والآخرین ہونا بلکہ موافق بیانات ذخیرہ حدیث کے باقی نعم میں تو برملا اعلان فرماتے رہے کہ میں خاتم النبیین ہوں اور میں تمام اولاد آدم کا

سردار ہوں حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے سواسب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں ان کا خطیب اور امیر ہوں گا۔

بہر حال یہ فرق بیان کرو کہ علم غیب میں تو تواضعاً نفی فرماتے ہیں لیکن معراج جسمانی اور ختم نبوت میں تواضعاً کیوں نفی نہیں فرماتے۔

موقف بریلویہ دربارۂ علم غیب

بریلویہ کے اس بارہ میں متعدد مذاہب ہیں اور ان کا مفصل بیان اور رد تو آپ بندہ کی تصنیف کتاب التوحید فی العلم میں پڑھیں یہاں صرف ان کے اعلیٰ حضرت خان صاحب بریلوی کا عقیدہ درج کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۱:

روز اول سے روز آخر تک کا سب ماکان ومایکون انہیں بتایا، اشیاء مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہ رہا۔ علم عظیم حبیب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا نہ صرف اجمالاً بلکہ ہر صغیر کبیر ہر رطب ویابس جو پتہ گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا۔ (انباء المصطفیٰ ص ۳)

ماخذ نمبر ۲: نیز خان صاحبؒ لکھتے ہیں۔

ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ماکان ومایکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماوارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ (انباء المصطفیٰ ص ۵)

خلاصہ یہ کہ خانصاحب آفرینش عالم سے لے کر داخلہ جنت ونار تک کا علم

تفصیلی حضور علیہ السلام کے لیے مانتے ہیں اور اس کو وہ ما کان وما یکون سے تعبیر کرتے ہیں اور داخلہ جنت اور نار کے بعد کے واقعات اور آفرینش عالم کے قبل کے واقعات کے علم کو حضور علیہ السلام کے لیے نہیں مانتے بلکہ آپ کے حق میں اس کی لاعلمی کے قائل ہیں۔

بیان زمان حصول ایں علم غیب

قول اوّل: شکم مادر میں آپ کو یہ علم حاصل ہوا ہے۔ (انوار آفتاب صداقت ص ۱۳۷ مصنفہ قاضی فضل احمد لدھیانوی، علم غیب رسول ص ۳۴ مصنفہ مولوی محمد صالح بیترانوالی ضلع سیالکوٹ

قول دوم: یہ علم غیب آپ کو شب معراج میں حاصل ہوا ہے جس طرح مراد آبادی کی کتاب الکلمۃ العلیا کے ص ۴۳ و ۶۳ کے بعض نقول سے معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ

ان دو باطل نظریوں پر اہل حق کی طرف سے جو شدید گرفت ہوئی خانصاحب بریلوی اس کو معلوم کر چکے تھے اس لیے انہوں نے ایک اور راستہ اختیار کیا ہے۔

قول سوم: نزول قرآن کے اختتام کے ساتھ اس علم غیب کے حصول کی تکمیل ہوئی۔ (محصلہ انباء المصطفیٰ ص ۵-۶)

مقام ایں مسئلہ

فریق ثانی کے نزدیک یہ علم غیب والا مسئلہ عقیدہ ضروریہ کا ہے اور اس کا منکر اس کے نزدیک کافر ہے چنانچہ احمد رضا خانصاحب لکھتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۱:

مگر مغیبات کا مطلق علم تفصیلی بعطائے الٰہی ضرور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ثابت ہے انبیاء سے اس کی نفی مطلقاً ان کی نبوت ہی سے

منکر ہونا ہے۔ (احکام شریعت ص ۲۵۵ ج ۳)

ماخذ نمبر ۲: نیز لکھتے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ یہ حکم لگا رہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی غیب دانی سے منکر ہو تو کافر ہے وہ اللہ و رسول سے ٹھٹھا کرتا ہے وہ کلمہ گوئی کر کے مرتد ہوتا ہے۔ (خالص الاعتقاد ص ۳۰)

ماخذ نمبر ۳: مولوی محمد عظیم صاحب گکھڑوی پنجابی لکھتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے واسطے صفت علم غیب باتفاق اہل حق (باتفاق اہل بدعت۔ جاجروی) بنص قطعی قرآنی ثابت ہے اور منکر منصوص مکذب نص قرآن ہے اور مکذب نص قرآن کافر ہے۔ (علم حبیب ص ۱)

ماخذ نمبر ۴: اچھروی صاحب لکھتے ہیں۔

بہر صورت اس حدیث پاک کے مطابق نبی ﷺ کے واسطے ہر مسلمان کو غیب کلی تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔ (مقیاس حنفیت ص ۴۶۷)

موقف شیعہ دربارۂ علم غیب

شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی ﷺ اور باقی ائمہ کو تمام ماکان ومایکون کا علم غیب حاصل ہے آسمان اور زمین جنت و جہنم کی ہر چیز کو وہ جانتے ہیں کوئی شے ان سے مخفی نہیں ہے۔

ماخذ نمبر ۱: کلینی صاحب لکھتے ہیں۔

ان الائمة علیهم السلام یعلمون علم ما کان وما یکون وانه لا یخفی علیهم	ترجمہ: بے شک ائمہ علیہم السلام جانتے ہیں علم ان چیزوں کا جو ہو چکی ہیں اور جو آئیں گی اور بے شک

الشیء صلوات اللہ علیھم۔
(اصول کافی ص ۳۸۸ ج ۱)

ان پر کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔

ماخذ نمبر ۲:

قال ابو عبد اللہ لو کنت بین موسیٰ والخضر علیھما السلام لاخبرتھما انی اعلم منھما ولانبئتھما بما لیس فی ایدیھما لان موسیٰ والخضر علیھما السلام اعطیا علم ما کان ولم یعطیا علم ما یکون وما ھو کائن حتی تقوم الساعۃ وقد ورثناہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وراثۃ۔
(اصول کافی مع شرح ص ۳۸۸ ج ۱)

ترجمہ: ابو عبد اللہ نے فرمایا اگر میں موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے پاس ہوتا تو ان کو خبریں دیتا ایسی چیزوں کی جو ان کے پاس نہیں تھیں میں ان دونوں سے زیادہ علم رکھنے والا ہوں اس لیے کہ موسیٰ اور خضر علیہما السلام کو صرف ان چیزوں کا علم عطا کیا گیا تھا جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس کا علم ان کو نہیں دیا گیا تھا لیکن ہم اس کو رسول خدا کی طرف سے وراثۃً حاصل کر چکے ہیں۔

ماخذ نمبر ۳:

قال ابو عبد اللہ انی لاعلم ما فی السمٰوات وما فی الارض واعلم ما فی الجنۃ واعلم ما فی النار واعلم ما

ترجمہ: ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں جانتا ہوں جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور جو کچھ جنت اور جہنم میں ہے اور جو کچھ ہو چکا

کان وما یکون۔
(اصول کافی مع شرح ص ۳۸۸ ج ا)

ہے اور جو کچھ ہو گا ان سب کو میں جانتا ہوں۔

ماخذ نمبر ۴: نیز لکھتے ہیں۔

قال ابو عبداللہ ان الامام اذا شاء ان یعلم علم۔
(اصول کافی ص ۳۸۲ ج ا)

ترجمہ: ابی عبداللہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام جب ہی کسی چیز کا علم حاصل کرنا چاہے تو اس کو جان لیتا ہے۔

ماخذ نمبر ۵: نیز لکھتے ہیں۔

ان الائمۃ علیھم السلام یعلمون متی یموتون وانھم لا یموتون الا باختیار منھم۔
(اصول کافی ص ۳۸۳ ج ا)

ترجمہ: امام اپنے مرنے کا وقت جانتے ہیں اور نہیں مرتے مگر اپنے اختیار اور مرضی سے۔

ماخذ نمبر ۶: نیز لکھتے ہیں۔

ان عندنا الجفر وما یدریھم ما الجفر قال قلت وما الجفر قال وعاء من ادم فیہ علم النبیین والوصیین وعلم العلماء الذین مضوا من بنی اسرائیل ثم قال ان عندنا علم ما کان وعلم ما ھو کائن الی ان تقوم الساعۃ۔

ترجمہ: اور ہمارے پاس جفر ہے ان کو کیا خبر کہ جفر کیا ہے میں نے کہا کہ کیا ہے وہ جفر فرمایا تھیلا ہے چمڑے کا اس میں تمام انبیاء اور اولیاء اور بنی اسرائیل کے تمام گزشتہ علماء کے علوم موجود ہیں پھر فرمایا ہمارے پاس علم ہے ان تمام واقعات کا جو ہو چکے ہیں اور ان کا جو

(اصول کافی مع شرح ص ۳۴۵ ج ۱) قیامت تک ہونے والے ہیں۔

ماخذ نمبر ۷: نیز لکھتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لما اسری بہ لم یھبط حتی اعلمہ اللہ جل ذکرہ علم ماقد کان وما سیکون۔

(اصول کافی مع شرح ص ۳۶۸ ج ۱)

ترجمہ: بے شک جب رسول اللہ ﷺ کو شب معراج میں سیر کرائی گئی تو آپ کو زمین پر اترنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ماکان ومایکون کا علم عطا فرما دیا۔

ماخذ نمبر ۸: حضرت سید الطائفہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ شیعی عقیدہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ومن ذلک ان الامام یعلم کل شیء ماکان ومان یکون من امر الدنیا والدین حتی عدد الحصا وقطر الامطار وورق الاشجار۔

(غنیۃ الطالبین ص ۹۸ ج ۱)

ترجمہ: شیعی عقائد سے یہ بھی ہے کہ امام دینی اور دنیوی واقعات جو ہو چکے ہیں اور جو آئندہ ہونے والے ہیں ان کی ہر چیز کو جانتے ہیں تا آنکہ کنکریاں اور بارش کی بوندیں اور درختوں کے پتوں کی تعداد بھی جانتے ہیں۔

موقف فلاسفہ دربارۂ علم غیب

فلاسفہ کا مذہب بھی بریلوی اور شیعی مذہب کی طرح یہی ہے کہ نبوت کے لوازمات سے ہے کہ نبی کو جمیع ماکان ومایکون کا علم غیب عطائی حاصل ہو۔

ماخذ: چنانچہ علامہ ایجی حنفیؒ اور علامہ جرجانی حنفیؒ لکھتے ہیں۔

واما الفلاسفة فقالوا هو اى النبى من اجتمع فيه خواص ثلاث يمتاز بها عن غيره احدها اى احد الامور المختصة به ان يكون له اطلاع على المغيبات الكائنة والماضية والآتية۔
(شرح مواقف ص ۶۶۳)

ترجمہ: فلاسفہ کہتے ہیں نبی وہ ہے جس میں تین خصوصیتیں پائی جائیں جن کے ذریعے وہ دوسروں سے ممتاز ہو جائے ان امور سے جو نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہیں ایک یہ ہے کہ اس کو من جانب اللہ تعالیٰ اطلاع دی جاوے مغیبات موجودہ اور گزشتہ اور آئندہ کی۔

بریلویہ روافض اور فلاسفہ کے قدموں پر

قارئین کرام تم نے ان عبارات سے معلوم کر لیا ہو گا کہ بریلویہ کا عقیدہ علم غیب ماکان ومایکون والا شیعوں اور فلاسفہ کے عقیدہ سے ماخوذ ہے۔

مسئلہ تکفیر واحتیاط فقہاء کرام

جس کلمہ میں ایک احتمال اسلام کا ہو اور باقی احتمال کفر کے ہوں تو فقہاء کرام اس کلمہ کے قائل کی تکفیر محض اس حسن ظن کی بناء پر نہیں کرتے کہ ممکن ہے اس قائل کی مراد اسی اسلام کے پہلو والی ہو مگر یہ کہ وہ قائل خود ہی اپنی مراد وہی کفر کے پہلو والی معین کر دے تو بلا ریب فقہاء کے نزدیک وہ کافر ہو گا۔

ماخذ نمبرا: فقیہ العصر ابن نجیم حنفیؒ لکھتے ہیں۔

وفى الخلاصة وغيرها اذا

ترجمہ: خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ کتابوں

کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم زاد فی البزازیة الا اذا صرح بارادة موجب الکفر فلا ینفعه التاویل حینئذٍ۔
(البحر الرائق ص ۱۲۵ ج ۵)

میں لکھا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کئی وجوہ کفر کی اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو تو مفتی کو اس وجہ کی طرف مائل ہونا چاہیے جو اسلام کی ہے کیونکہ مسلمان کے بارے میں حسن ظن سے کام لینا چاہیے بزازیہ میں یہ بات زائد لکھی گئی ہے کہ اگر وہ شخص خود ہی کفر کی وجہ کو متعین کردے تو پھر وہ تاویل اس کو کفر کے فتوے سے نہیں بچا سکتی۔

ماخذ نمبر ۲: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

ونقل صاحب المضمرات عن الذخیرة ان فی المسئلة اذا کان وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم ثم ان کان نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهو مسلم

ترجمہ: اور صاحب مضمرات نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں کئی پہلو کفر کے اور صرف ایک پہلو عدم کفر کا ہو تو مفتی کو منع تکفیر کے پہلو کو لینا چاہیے کیونکہ اسی میں مسلمان کے حق میں حسن ظن رہ سکتی ہے پھر فرمایا کہ اگر قائل کی نیت وہ پہلو ہو جو کفر ہے تو اس کو مفتی کا فتویٰ فائدہ نہیں دے گا ایسے شخص کو توبہ اور رجوع

وان کان نیته الوجه الذی یوجب التکفیر لاینفعه فتوی المفتی ویؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلک وبتجدید النکاح بینه وبین امرأته۔ (شرح فقه اکبر ص ۲۳۷)

کا حکم دیا جائے گا اور اس کا اس کی بیوی کے ساتھ از سر نو نکاح کیا جائے گا۔

موقف فقہاء حنفیہ دربارۂ علم غیب

قارئین کرام فقہاء حنفیہؒ کا تکفیر کے باب میں بے حد محتاط ہونا باحوالہ پڑھ چکے ہو اب اسی بے حد محتاط گروہ حنفیہؒ کا یہ اجماعی عقیدہ بھی سن لو کہ جو شخص نبی ﷺ کو عالم الغیب مانے وہ بلاریب کافر ہے۔

مأخذ نمبر ۱: چنانچہ حافظ ابن ہمام حنفیؒ اور ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں۔

ثم اعلم ان الانبیاء علیهم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمهم الله تعالیٰ احیاناً وذکر الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه الصلوٰة والسلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لا یعلم من ف

ترجمہ: پھر جان لو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غیب کی صرف اتنی ہی باتیں معلوم ہیں جتنی وقتاً فوقتاً اللہ نے ان کو بتلادیں اور علماء حنفیہ نے اس شخص کے کفر کی تصریح فرمائی ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ جناب نبی کریم ﷺ غیب جانتے ہیں کیونکہ اس نے اللہ کے اس ارشاد قل لا یعلم الآیة کا

السمٰوٰت والارض الغیب
الا اللہ۔
(کذا فی المسامرہ ص ۹۷ مطبع انصاری)
(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵ مطبع مجیدی)

مقابلہ کیا (کہدیجیے کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا)۔

فائدہ نمبر ۱

تمام حنفیوں نے صراحت کے ساتھ

اس عبارت میں الحنفیۃ جمع معرف باللام ہے جو حنفیہ حضرات کے نزدیک عموم کے کلمات سے ہے تو ثابت ہوا کہ یہ فتویٰ تکفیر والا تمام فقہاء حنفیہؒ کا اجماعی ہے اور اختلافی نہیں ورنہ فقہاء حضرات بجائے الحنفیۃ جمع مستغرق کے بعض الحنفیۃ لکھتے۔

فائدہ نمبر ۲

فقہاء کا یہ تکفیری فتویٰ عام ہے خواہ غیب ذاتی کا عقیدہ رکھے یا عطائی کا ان کے نزدیک یہ تکفیری فتویٰ صرف غیب ذاتی کے عقیدے سے مختص نہیں ہے ورنہ ان بے حد محتاط حضرات کا مذہبی فریضہ تھا کہ وہ غیب کے ساتھ ذاتی کی قید ضرور لگاتے اور عام نہ چھوڑتے۔

فائدہ نمبر ۳

یہ تکفیری فتویٰ اس شخص کے حق میں ہے جو غیب کلی کا عقیدہ رکھے ورنہ بعض مغیبات کی اطلاع انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی اور اولیاء کرام کو بذریعہ الہام حاصل ہے۔

فتویٰ

امام ابویوسف القاسم الصفار الحنفیؒ متوفی ۳۲٦ھ

موصوفؒ امام ابویوسفؒ کے دو واسطوں سے شاگرد ہیں

وعن ابی القاسم الصفار وھو کفر محض لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھذا کفر۔

(مجمع الانہر ص ۳۲۰ ج ۱)

(فتاوی غیاثیہ ص ۵۹)

(المحیط البرہانی ص ۵۵۳ ج ۱)

ترجمہ: امام ابو القاسم صفارؒ فرماتے ہیں شہادت رسول ﷺ کے ساتھ نکاح کرنا خالص کفر ہے اس لیے کہ اس نے عقیدہ رکھا کہ نبی ﷺ غیب جانتے ہیں اور یہ کفر ہے۔

امام حسن بن منصور قاضی خان حنفیؒ متوفیٰ ۵۹۲ھ فرماتے ہیں۔

رجل تزوج امرأۃ بغیر شھود فقال الرجل والمرأۃ خدائے را و پیغامبر را گواہ کردیم قالوا یکون کفرا لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت۔

ترجمہ: ایک آدمی نے ایک عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کیا اور اس سے کہا کہ میں نے خدا اور رسول کو گواہ بنایا۔ فقہاء نے کہا ہے یہ کفر ہو گا کیونکہ اس نے حضرت رسول خدا ﷺ کو غیب دان سمجھ لیا حالانکہ جب آپ زندوں میں تھے اس وقت غیب نہیں جانتے

(فتاویٰ قاضی خان برہامش عالمگیریہ ص ۵۷۶ ج ۳)

تھے تو موت کے بعد کس طرح غیب جاننے لگے۔

امام برہان الدین محمود بن احمد بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ بخاریؒ متوفی ۶۱۶ھ المحیط فی المسائل میں فرماتے ہیں۔

رجل تزوج امرأة ولم تحضر شهود فقال الرجل خدائے را ورسول را گواہ کردم فقد کفر لانه اعتقد ان الرسول او الملك يعلم الغيب۔

(المحیط البرہانی ص ۱۵۶۴ ج ۳)

ترجمہ: کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا گواہ حاضر نہ تھے مرد نے کہا میں نے خدا اور رسول کو گواہ کیا تو وہ شخص بے شک کافر ہو گیا کیونکہ اس نے یہ اعتقاد رکھ لیا کہ رسول یا فرشتہ عالم الغیب ہے۔

فقیہ النفس امام ابن نجیم حنفیؒ فرماتے ہیں۔

وفی الخانیة والخلاصة لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد ويكفر لاعتقاده ان النبی صلی الله عليه وسلم يعلم الغيب۔

(البحر الرائق ص ۸۸ ج ۳)

ترجمہ: فتاویٰ قاضی خان اور خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے اگر کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی گواہی سے نکاح کیا تو وہ نکاح منعقد نہیں ہو گا اور ایسا کرنے والا کافر ہے کیونکہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔

کتب حنفیہ معتبرہ مذکورۃ الذیل میں بھی بلا بیعنہٖ یہی مضمون ہے

ا۔ خلاصۃ الفتاویٰ ص ۳۸۵ ج ۴۔ مصنفہ علامہ طاہر بن عبد الرشید البخاری الحنفیؒ
۲۔ فتاویٰ بزازیہ ج ۳ برہامش عالمگیریہ ص ۳۲۵ ج ۶

۳۔ فتاویٰ تاتار خانیہ بحوالہ مجموعۃ الفتاویٰ مصنفہ علامہ عبدالحیؒ ص ۲ ج ۳

۴۔ فتاویٰ فصول العمادیہ بحوالہ عالمگیریہ ص ۲۶۶ ج ۲

۵۔ فتاویٰ عثمانیہ ص ۶۹

۶۔ فتاویٰ جامع الفصولین ص ۳۰۲ ج ۲

۷۔ عالمگیریہ ص ۲۶۶ ج ۲

۸۔ فتاویٰ برہنہ ص ۱۲۳ ج ۱

۹۔ فتاویٰ مالابد منہ ص ۱۴۶ مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

۱۰۔ فتاویٰ مجموعہ خانی ص ۶ ج ۲

نیز قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں۔

اگر کسی گوید کہ خدا ورسول بریں عمل گواہ اند کافر شود۔

ارشاد الطالبین ص ۲۸)

ترجمہ: اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس کام پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔

نیز قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں۔

اولیاء را علم غیب نباشد مگر از مغیبات بطریق خرق عادات بکشف یا الہام آنہارا علم دہند و علم غیب مر اولیاء را گفتن کفر است قال اللہ تعالیٰ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب یعنی بگو اے محمد ﷺ نمی گویم من شمارا کہ نزد من خزانہ رحمت خدا است ہر کہ خواہم بدہم ونمی گویم کہ من غیب دارم۔

ترجمہ: اولیاء علم غیب نہیں جانتے ہیں گو بعض امور کا حال خرق عادات کے طریق سے بذریعہ کشف والہام ان کو مل جاتا ہے اور اولیاء کو علم غیب کا حامل کہنا سراسر کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ یعنی اے محمد ﷺ یہ کہہ دیجیے کہ میں نہیں کہتا کہ

(ارشاد الطالبین ص ۸،۲۷)

میرے پاس خدا کے خزانے ہیں (کہ جس کو چاہوں دے دوں) اور نہ یہ کہتا ہوں کہ مجھ کو غیب کا علم ہے۔

فتویٰ

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

من یعتقد ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب فھو کافر لان علم الغیب صفۃ مختصۃ باللہ سبحانہ۔ (مراۃ الحقیقت ص ۱۸)

ترجمہ: جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت محمد ﷺ غیب جانتے ہیں تو وہ کافر ہے کیونکہ علم غیب ایک ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔

سوال

اوّلاً جناب نبی کریم ﷺ کے علم غیب کلی کا قائل اہل قبلہ سے ہے اور اہل قبلہ کی تکفیر اہل سنت کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ ثانیاً اینکہ جو نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ ہر ماسوی اللہ تعالیٰ سے علم غیب کی نفی پر دلالت کرتی ہیں قائلین علم غیب اس میں تاویل کرتے ہیں اور تکفیر منکر کی ہوتی ہے نہ مؤول کی۔

الجواب اوّلاً

دین کے دو شعبے ہیں۔

پہلا شعبہ عملیات اور فروعات کا۔

دوسرا شعبہ ان اصول اور عقائد کا جو قطعیات سے ثابت ہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ عملیات اور ذنوب کے مرتکب کو کافر نہیں کہیں گے جس طرح خوارج کرتے ہیں نہ یہ کہ اصول اور عقائد کے منکر کو بھی کافر نہیں کہیں گے۔ خلاصہ یہ کہ اہل قبلہ کی تکفیر اسلام میں ضرور ہے لیکن قطعیات کے انکار سے اور علم غیب کا مسئلہ قطعیات سے ہے نہ عملیات سے۔

ماخذ نمبر ۱:

ولا نکفر اھل القبلۃ بذنب۔
(شرح فقہ اکبر ص)
(عقیدہ الطحاویہ ص ۵)

ترجمہ: ہم اہل قبلہ کی گناہوں کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے۔

ماخذ نمبر ۲: حافظ ابن تیمیہ حنبلیؒ لکھتے ہیں۔

نحن اذا قلنا اھل السنۃ متفقون علی انہ لا یکفر بالذنب فانما نرید بہ المعاصی کالزنا والشراب۔
(کتاب الایمان ص ۱۲۱)

ترجمہ: ہم جب یہ کہتے ہیں کہ اہل السنۃ والجماعت اس پر متفق ہیں کہ گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کی جاتی تو ہماری مراد اس سے معاصی ہیں مثلاً زنا، شراب نوشی نہ عقائد۔

فائدہ

سب سے پہلے یہ معلوم کرنا بے حد ضروری ہے کہ مذہب اسلام میں اہل قبلہ کون ہیں جن کی تکفیر نہیں کی جاتی تو دل کی توجہ سے سن لو کہ اہل قبلہ وہ لوگ ہیں جو تمام قطعیات اور ضروریات دین کے قائل ہوں اور اگر کوئی شخص باوجود کلمہ پڑھنے اور عبادت الہیہ بجالانے کے قطعیات اور ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کرتا ہے تو بلاریب اسلام میں نہ وہ اہل قبلہ میں شمار ہوتا ہے اور نہ اس کی تکفیر اہل قبلہ کی تکفیر ہے۔

ماخذ نمبر ۱: حافظ ابن ہمام لکھتے ہیں۔

بعد الاتفاق علی ان ما کان من اصول الدین وضروریاتہ یکفر المخالف فیہ۔ (مسامرہ ص ۱۵۱)

ترجمہ: اس پر اتفاق ہے کہ اصول دین اور ضروریات دین میں جو شخص مخالفت کرتا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ ابو البقاء لکھتے ہیں۔

ولا نزاع فی اکفار منکر شیء من ضروریات الدین۔ (کلیات ابی البقاء ص ۵۵۴)

ترجمہ: جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کیا تو اس کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں ہے۔

ماخذ نمبر ۳: ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

ثم اعلم ان المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا علی ما ھو من ضرورات الدین۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۸۹)

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ اہل قبلہ سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین پر متفق اور ان کے قائل ہوں۔

ماخذ نمبر ۴: علامہ عبد العزیز پرہارویؒ لکھتے ہیں۔

اھل القبلۃ فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین ای الامور التی علم ثبوتھا فی الشرع واشتھر فمن انکر

ترجمہ: علماء متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین کا اقرار اور ان کی تصدیق کرتے ہیں اور ضروریات دین وہ امور ہیں جن کا ثبوت شرع سے ہو

شیئا من الضروریات..... لم یکن من اھل القبلۃ۔
(نبراس شرح شرح عقائد ص ۵۷۲)

چکا ہو اور وہ مشہور ہو گئے ہوں سو جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کیا تو وہ اہل قبلہ سے نہ ہوگا۔

ماخذ نمبر ۵: علامہ حصکفیؒ کفر کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

وشرعا تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء بہ من الدین ضرورۃ۔
(در مختار ص ۲۸۴ ج ۳)

ترجمہ: کفر شرعی یہ ہے کہ نبی ﷺ کی تکذیب کرنا ضروریات دین میں سے کسی چیز میں۔

الجواب ثانیاً

سائل کا یہ کہنا کہ موؤل پر کفر کا فتویٰ نہیں آسکتا بلکہ منکر پر آتا ہے یہ بھی اسلامی اصول سے جہالت کی علامت ہے اس لیے کہ مذہب اسلام میں ضروریات اور قطعیات دین میں تاویل کرنا یا ان کا انکار کرنا دونوں یکساں کفر ہیں کیونکہ ضروریات دین میں تاویل کرنا اس کے انکار کے قائم مقام ہے خلاصہ یہ کہ ضروریات دین میں تاویل کرنے سے کفر دفع نہیں ہو سکتا۔

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ علامہ احمد بن موسیٰ الخیالی واللفظ لہ اور علامہ عبد الحکیم" لکھتے ہیں۔

والتاویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر۔ (حاشیہ خیالی ص ۱۴۸)

ترجمہ: اور ضروریات دین میں تاویل کرنے سے کفر دفع نہیں ہو سکتا۔

ماخذ نمبر ۲: محدث کشمیریؒ فرماتے ہیں۔

التاویل فی ضروریات الدین

ترجمہ: ضروریات دین میں تاویل

لایقبل ویکفر المتأول فیھا۔ (اکفار الملحدین ص ۵۷)

اسلام میں کوئی قبول نہیں ہے بلکہ ضروریات دین میں تاویل کرنے والے کو کافر قرار دیا جائے گا۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ وزیر یمانیؒ فرماتے ہیں۔

مذھب الاکثرین من الائمۃ وجماھیر علماء الامۃ وھو التفصیل والقول بان التأویل فی القطعیات لا یمنع الکفر۔
(اتحاف ص ۱۳ ج ۲)

ترجمہ: اکثر ائمہ اور جمہور علماء امت کا مذہب اور تفصیلی قول یہ ہے کہ قطعیات کے اندر تاویل کفر سے نہیں بچا سکتی۔

ضروریات دین

وہ امور مذہبیہ ہیں جن کا دین اسلام سے ہونا ہر عام وخاص کو معلوم ہو وہ بھی بداہۃً نہ استدلالاً۔

ماخذ: علامہ کمال ابن ابی شریفؒ لکھتے ہیں۔

اذعانہ لما علم بالضرورۃ انہ من دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیث تعلمھا العامۃ من غیر افتقار الی نظر ولا استدلال۔
(مسامرہ ص ۱۳۷)

ترجمہ: معنیٰ ایمان کا یقین کرنا مکلف کا ان امور کا جن کا دین محمد ﷺ سے ہونا ایسا بدیہی ہو کہ عامہ لوگ بھی اس کو جانتے ہوں بلا احتیاج نظر واستدلال کے۔

فائدہ اولیٰ

تکفیر صرف ضروریات دین کے انکار پر بند نہیں ہے بلکہ قطعی الثبوت امور دینیہ میں سے کسی امر قطعی کا انکار کرنا کفر ہے ضروریات دین سے ہو یا نہ ہو۔

ماخذ نمبرا: چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں۔

ظاهر كلامه تخصيص الكفر بجحد الضروري فقط مع ان الشرط عندنا ثبوته على وجه القطع وان لم يكن ضروريًا۔
(شامی ص ۲۸۴ ج ۳)

ترجمہ: ظاہر کلام مصنف سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ کفر صرف ضروریات دین کے انکار کے ساتھ خاص ہے حالانکہ ہمارے حنفی حضرات کے نزدیک تکفیر کی شرط یہ ہے کہ کسی امر قطعی الثبوت کا انکار کیا جائے اگرچہ وہ ضروری نہ ہو۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ ابن الہمامؒ اور علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں۔

واما مالم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت باجماع المسلمين فظاهر كلام الحنفية الاكفار بجحده فانهم لم يشرطوا سوى القطع في الثبوت ويجب حمله على ما اذا علم

ترجمہ: اور جو حد ضرورت کو نہ پہنچے جیسے پوتی کا بیٹی کے ساتھ سدس کا مستحق ہونا جس پر اجماع ہے مسلمانوں کا پس ظاہر کلام حنفیہ کا یہ ہے کہ اس کا انکار بھی کفر ہے اس لیے کہ انہوں نے تکفیر کے باب میں سوی قطعی الثبوت ہونے کے اور کوئی شرط نہیں لگائی اور واجب

المنکر ثبوتہ قطعا لان مناط التکفیر وھو التکذیب او الاستخفاف عند ذالک یکون اما اذا لم یعلم فلا الا ان یذکر لہ اھل العلم ذالک فیلج۔

(رد المحتار ص ۲۸۴ ج ۳)

(مسامرہ ص ۱۴۹)

ہے اس کا حمل کرنا اس صورت پر جبکہ منکر کو اس کے قطعی الثبوت ہونے کا علم ہو اس لیے کہ مدار کفر کی جو تکذیب ہے یا تحقیر ہے وہ اسی وقت ہوگی اور جب اس کو اس کا علم نہ ہو پھر کفر نہ ہوگا مگر یہ کہ کوئی اہل علم اس کو ذکر کرے پھر بھی وہ اس میں داخل ہو۔

فائدہ ثانیہ

علم غیب کلی کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہونا چونکہ قطعیات مذہب اور ضروریات دین سے ہے اس لیے تمام فقہاء حنفیہ ؒ نے بالاتفاق اس شخص کی تکفیر کی تصریح فرمائی ہے جو نبی اکرم ﷺ کے لیے علم غیب کلی کا عقیدہ رکھے۔

ماخذ: چنانچہ امام المتکلمین صدر الدین اصفہانی ؒ لکھتے ہیں۔

من ضروریات الدین ان علم الغیب مخصوص باللہ تعالیٰ۔

(ابطال نہج الباطل واہمال کشف العاطل نقلاً از تفسیر بینظیر ص ۵ تصنیف شیخ المشائخ حضرت علامہ حسین علی ؒ)

ترجمہ: علم غیب کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہونا ضروریات دین سے ہے۔

عبارات فقہاء کے غالیانہ جوابات

جواب نمبر ا

فقہاء کرام کی تکفیر علم غیب کلی کے معتقد کے لیے زجراً وتہدیداً ہے نہ حقیقۃً یعنی حضور ﷺ کے لیے علم غیب کلی ماننے والا حقیقت میں تو کافر نہیں ہے لیکن فقہاء نے لوگوں کو اس عقیدے سے ڈرانے کے لیے یہ فتویٰ دیا ہے۔

الجواب اوّلاً

غالی صاحبان کا یہ محتاط فقہاء کرام اور امناء اللہ تعالیٰ فی الاسلام پر خالص بہتان ہے کیا تم نے ان سے پوچھ کر سنا ہے یا انہوں نے کہیں لکھا ہے کہ ہمارے یہ تکفیری فتوے محض زجر یہ ہیں نہ واقعیہ قارئین کرام! فقہاء نے صاف لفظوں میں ان لوگوں کی پرزور تردید کی ہے اور ان پر بے سلف ہونے کا فتویٰ لگایا ہے جو لوگ فقہاء کے تکفیری فتاویٰ کو تہدید پر حمل کرتے ہیں۔

ماخذ: چنانچہ شیخ الاسلام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البزازیہ الکروری الحنفیؒ المتوفی ۸۲۷ھ اس باطل زعم کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ویحکی عن بعض من لا سلف له انه کان یقول ما ذکر فی الفتاوٰی انه یکفر بکذا وکذا فذالك للتخویف	ترجمہ: بعض ایسے لوگ جن کا کوئی سلف نہیں ہے ان سے حکایت کی گئی ہے کہ یہ جو فتاویٰ میں ذکر کیا گیا ہے کہ فلاں فلاں چیز کے ساتھ

والتهويل لا لحقيقة الكفر وهذا الكلام باطل وحاشا ان يلعب امناء الله اعني علماء الاحكام بالحلال والحرام والكفر والاسلام بل لا يقولون الا الحق الثابت عن سيد الانام عليه الصلوٰة والسلام وما ادى اجتهاد الامام اخذا من نص القرآن انزله الملك العلام اوشرعه سيد الرسل العظام اوقاله الصحابة الكرام والذى حررته هو مختار مشائخ الشافين لداء العقام يجمعهم الله تعالىٰ بفضله دار السلام ومن ياتى بعدهم من علماء الدهر والايام ما بقى دين الاسلام۔

(فتاوی بزازیہ بر ہامش ہندیہ ص ۳۵۰ ج ۶)

آدمی کافر ہو جاتا ہے یہ محض ڈرانے کے لیے ہے حقیقۃً اور نفس الامر میں کفر نہیں ہے لیکن یہ کلام باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے امین یعنی علماء احکام اس بات سے پاک ہیں کہ وہ حلال و حرام کفر اور اسلام کے ساتھ کھیل کریں، نہیں کہتے یہ فقہاء مگر حق کو جو ثابت ہے سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یا امام کے اس اجتہاد سے ثابت ہے جس کو انہوں نے نص قرآن سے لیا ہے جو بادشاہ بڑے علم والے کا نازل کردہ ہے یا مقرر کیا ہو گا اس کو رسل عظام کے سید ﷺ نے یا فرمایا ہو گا اس کو صحابہ کرام نے۔ اور جو کچھ میں نے ذکر کیا یہی ان مشائخ کا پسندیدہ ہے جو کہ نہ چھوٹنے والی بیماری کو شفا دینے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے بعد رہتی دنیا تک آنے والے علماء کو اپنے فضل سے دار السلام میں جمع کرے۔

ثانیاً

اینکہ یہ جواب فریق ثانی کے لیے زہر قاتل کی طرح سخت مضر ہے اس لیے کہ تکفیری فتویٰ زجراً وتہدیداً ہمیشہ برے عمل اور برے عقیدہ پر ہوتا ہے عمل صالح اور عقیدہ صحیحہ پر زجر وتہدید قطعاً نہیں ہوتی بلکہ وہاں ترغیب ہوتی ہے نہ ترہیب مثلاً ترک صلوٰۃ ایک برا عمل ہے اس پر تہدیداً تکفیری فتویٰ جاری کیا گیا ہے تاکہ لوگ اس تکفیری فتویٰ سے ڈر کر ترک صلوٰۃ سے باز آجاویں۔ اور حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنا فریق ثانی کے نزدیک ایمانیات اور اسلامی عقیدہ میں داخل ہے حتی کہ اس کے منکر کو وہابی اور کافر کہتے ہیں تو جب اسلام میں اس عقیدہ پر ایمان لانا فرض ہے تو اس پر فقہاء نے ڈرانے کے لیے کیوں کفر کا فتویٰ دیا ہے کیا توحید ورسالت پر ایمان لانے پر اور نماز ادا کرنے اور روزہ رکھنے پر بھی کبھی فقہاء نے زجراً کفر کا فتویٰ دیا ہے تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ علم غیب کلی کا حضور علیہ السلام کے لیے عقیدہ رکھنا فقہاء حنفیہ کے نزدیک ایسا برا اور فاسد عقیدہ ہے کہ اس سے بچنے اور پرہیز کرنے کے لیے تکفیری فتویٰ جاری کر کے لوگوں کو ڈرا رہے ہیں بفرض محال اگر بقول فریق ثانی فقہاء حنفیہ کے نزدیک یہ عقیدہ کفریہ نہ بھی ہو تب بھی یہ بات بدیہی ہے کہ ان کے نزدیک یہ عقیدہ اسلامی اور اہل سنت کا عقیدہ قطعاً نہیں ہے ورنہ اس پر وہ ڈراوا کیوں دیتے۔

جواب غالیانہ نمبر ۲

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں اس تکفیری فتوے کو قاضی خان نے قالوا سے تعبیر کیا ہے اور فقہاء جہاں قالوا کا صیغہ استعمال کریں وہ مسئلہ اختلافیہ ہوتا ہے جس طرح شامی ص ۵ ج ۵ میں ہے اسی طرح غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت ص ۴۰۲ میں ہے کہ قاضی خانؒ وہاں قالوا کا کلمہ استعمال کرتے ہیں جو ان کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتا ہے اور

ائمہ سے مروی نہیں ہوتا اس کے بعد مفتی صاحب ملتقط سے عدم تکفیر کی یہ علت نقل کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو بعض مغیبات کا علم حاصل ہے پھر اس سے ایک غلط نتیجہ کشید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ عقیدہ علم غیب پر فتویٰ کفر کا لگانا غلط ہے بلکہ فقہاء کا بھی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب دیا گیا۔ (جاء الحق ص ۱۲۰)

الجواب اوّلاً

اس مقام پر دو مسئلے ہیں بالکل علیحدہ علیحدہ۔

پہلا مسئلہ: کسی مخلوق کے لیے علم غیب کلی کا عقیدہ رکھنے والے پر کفر کا فتویٰ دینا یہ تمام فقہاء حنفیہ کے نزدیک ایک اجماعی مسئلہ ہے کسی فقیہ حنفی کا اس میں کوئی بھی اختلاف نہیں ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ اور حافظ ابن الہمامؒ سے یہ حوالہ گزر چکا ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کے لیے علم غیب کلی کا عقیدہ رکھے تمام فقہاء حنفیہ نے اس کے کفر کی تصریح کی ہے کیونکہ ان حضرات کی عبارت میں تھا "ذکر الحنفیۃ" اور الحنفیۃ جمع معرف باللام ہے جس کے متعلق اصول فقہ میں واضح لفظوں میں لکھا ہوا ہے کہ ایسی جمع عموم کے کلمات سے ہے جس میں تمام حنفیہ بلا استثناء داخل ہوں گے اگر اس مسئلہ میں بعض فقہاء حنفیہ قلیل یا کثیر کا اختلاف ہوتا تو ان محتاط فقہاء کا مذہبی فریضہ تھا کہ وہ بجائے الحنفیۃ کے بعض الحنفیۃ یا اکثر الحنفیۃ فرماتے یا الحنفیۃ بول کر اس کے بعد اختلاف کی تصریح کرتے حالانکہ انہوں نے اختلاف کا اشارہ تک نہیں کیا۔

دوسرا مسئلہ: یہ ہے کہ اس مخصوص جزئی نکاح والی میں کفر کا فتویٰ اس مخصوص تکفیری فتویٰ میں اگرچہ بعض فقہاء نے اختلاف کیا ہے اور وہ بھی محض اس وجہ سے کہ یہاں نفی علم غیب کی تاویل کا احتمال ہے اگرچہ وہ تاویل صحیح نہیں ہے لیکن اس جزئی فتویٰ کے اختلاف کرنے سے یہ کیسے لازم آجاتا ہے کہ علم غیب کلی کے قائل پر

تکفیری فتویٰ اجماعی بھی غلط ہے جس طرح مفتی صاحب نے خلق خدا کو دھوکہ دینے کے لیے یہ غلط نتیجہ کشید کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس مخصوص جزئی تکفیری فتویٰ میں بعض فقہاء کا اختلاف لاکھ بار ہو لیکن فریق ثانی کو یہ بات قطعاً مفید نہیں ہے اس لیے کہ علم غیب کلی کے قائل پر جو فقہاء کا اجماعی تکفیری فتویٰ ہے وہ تو اپنی جگہ محکم ہی محکم ہے اس میں تو کسی فقیہ کا اختلاف نہیں ہے فریق ثانی اس جزئی فتویٰ کی زد سے بفرض محال اگر بچ ہی جائیں تو اجماعی تکفیری فتویٰ کی زد سے تو قطعاً نہیں بچ سکتے فرّ من المطر وقرّ تحت المیزاب۔

الجواب ثانیاً

جن فقہاء سے ہم نے یہ تکفیری فتویٰ نقل کیا ہے بعضے ان میں اگرچہ قاضی خانؒ کے ہم زمان ہیں ان سے بعد کے ہیں لیکن بعضے ان میں قاضی خانؒ سے بہت پہلے کے ہیں جیسے ابوالقاسم صفارؒ ہیں جو چوتھی صدی کے ہیں اور قاضی خانؒ چھٹی صدی کے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ان سب محتاط فقہاء نے بلاتردد اس تکفیری فتویٰ کی تصریح کردی ہے اور ان میں سے کسی ایک فقیہ حنفیؒ نے بھی قالوا یا قیل سے یا روی جیسے ضعف اور تمریض کے کلمات استعمال نہیں فرمائے اور اگر ان بزرگوں کے نزدیک یہ تکفیری فتویٰ اختلافی یا ضعیف ہوتا تو ان کا مذہبی فریضہ تھا کہ وہ اس کی تصریح کرتے۔ معلوم ہوا کہ یہ تکفیری فتویٰ ان فقہاء کے نزدیک یقینی اور قطعی ہے نہ ظنی اجماعی ہے نہ اختلافی، مفتیٰ بہ اور مقبول اور پسندیدہ ہے نہ غلط اور مردود باقی رہا قاضی خانؒ یا دوسرے بعض فقہاء کا اس فتویٰ کو ضعیف اور ناپسندیدہ قرار دینا تو یہ صرف ان کی ذات تک محدود رہے گا یعنی صرف اتنا ہی کہنا پڑے گا کہ یہ فتویٰ قاضی خان وغیرہم کا ناپسندیدہ ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ تمام فقہاء حنفیہؒ کے نزدیک یہ فتویٰ ضعیف ہے اور حنفیت بھی یہی ہے، تحریف مذہب نہیں تو کیا ہے، کیا حنفیت قاضی خانؒ کی پسندیدگی میں بند ہے ہم فریق

ہاں سے پوچھتے ہیں کہ جن فقہاء حنفیہ" سے ہم نے تکفیری فتاویٰ نقل کیے ہیں یہ حضرات بھی فقہاء حنفیہ میں داخل ہیں اور ان کا بھی مذہب حنفیہ میں کوئی مقام ہے یا صرف قاضی خان ہی سب کچھ ہیں؟

خاصہ نمبر ۸

معیت کاملہ جس کو ہمارے عرف میں حاضر ناظر سے تعبیر کرتے ہیں یعنی ہر وقت ہر حال میں مافوق الاسباب کسی شئے کے ساتھ موجود رہنا اور اس سے کبھی غائب نہ ہونا اور اسی معیت کاملہ کی وجہ سے اس کے ہر حال کو دیکھتے رہنا یہ بھی خاصہ الٰہیہ ہے جو شخص کسی غیر اللہ میں مافوق الاسباب یہ درجہ مانے خواہ روحاً یا جسداً وہ اللہ تعالیٰ کی صفات معیت، بصیر اور شہید میں مشرک ہے۔

ماخذ نمبر ۱:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾۔(پ ۲ البقرہ ع ۳۰)	ترجمہ: اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ (پ ۲۸ مجادلہ ع ۱)	ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے ہر چیز۔

ماخذ نمبر ۳:

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ۔(پ ۸ اعراف ع ۱)	ترجمہ: پھر ہم ان کو احوال سنائیں گے اپنے علم سے اور ہم کہیں غائب نہ تھے۔

ماخذ نمبر ۴:

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَّمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ۔ (پ ۱۱ یونس ع ۷)

ترجمہ: اور نہیں ہوتا تو کسی حال میں اور نہ پڑھتا ہے کچھ قرآن اور نہیں کرتے ہو تم لوگ کچھ کام مگر ہوتے ہیں ہم حاضر تمہارے پاس جب تم مصروف ہوتے ہو اس میں۔

ماخذ نمبر ۵:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

(پ ۲۸ مجادلہ ع ۲)

ترجمہ: تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمیں میں کہیں نہیں ہوتا مشورہ تین کا جہاں وہ نہیں ہوتا ان میں چوتھا اور نہ پانچ کا جہاں وہ نہیں ہوتا ان میں چھٹا اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ جہاں وہ نہیں ہوتا ان کے ساتھ جہاں کہیں ہوں پھر جتلادے گا ان کو جو کچھ انہوں نے کیا قیامت کے دن بے شک اللہ کو معلوم ہے ہر چیز۔

ماخذ نمبر ۶:

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا

ترجمہ: بھلا جو کھڑا ہے ہر کسی کے

سر پر جو کچھ اس نے کیا ہے۔ | تُمْسِنُتُ۔ (پ ۱۳ رعد ع ۵)

عقیدہ بریلویہ

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں۔

ہر جگہ میں ہونا تو حضور رسول خدا ہی کی شان ہے۔ (جاء الحق ص ۱۴۵)

عقیدہ عیسائیہ نمبر ۱

حضرت عیسیٰ علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔

ماخذ نمبر ۱:

اے میرے یسوع میں ایمان رکھتا ہوں کہ تو ہر جگہ موجود ہے۔
(کیتھولک عبادت کی کتاب ص ۶۸)

اس کی تفسیر میں عماد الدین پادری لکھتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۲:

یعنی یسوع ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ (تفتیش الاولیاء ص ۲۸)

عقیدہ نمبر ۲

جو مجلس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر منعقد کی جائے آپ اس میں حاضر ہوتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۳:

حضرت یسوع کا فرمان

کیونکہ جہاں دو یا تین میرے نام پر اکٹھے ہیں وہاں میں ان کے بیچ میں ہوں۔ (انجیل متی باب ۱۸ آیت ۲۰)

عقیدۂ اسلامیہ دربارۂ حاضر و ناظر

فقہائے احناف و مسئلہ حاضر و ناظر

سوال نمبر ۱

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ دریں مسئلہ کہ عادت عوام ایں دیار است کہ در وقت مصیبت و حاجت از دور و بعید انبیاء علیہم السلام یا اولیائے کرام را بطریق استمداد می خوانند و اعتقاد می دارند کہ ایشاں حاضر و ناظر اند در ہمہ حال و ہر وقت کہ ما مردم ایشاں را می خوانیم مطلع گشتہ در انجاح مقاصد دعا می کنند ایں صورت جائز است یا نہ بینوا توجروا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تمہارا کیا فتویٰ ہے اس مسئلہ میں کہ اس ملک کے عوام کی عادت ہے کہ بوقت مصیبت اور حاجت دور اور بعید سے انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام سے مدد مانگنے کے لیے ان کو پکارتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ حضرات ہر حال میں حاضر و ناظر ہیں جس وقت ہی ہم لوگ ان کو پکارتے ہیں یہ ہماری پکار پر مطلع ہو کر ہماری مرادوں کے پورا ہونے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، یہ صورت جائز ہے یا نہ۔

الجواب: فی الواقع ہم چوں اعتقاد کہ حضرات انبیاء و اولیاء ہر وقت حاضر و ناظر اند و باہمہ حال بر ندائے ما مطلع می شوند اگرچہ از بعید باشد شرک است چہ ایں صفت از مختصات حق جل جلالہ است کسے را دراں شرکت نیست در فتاویٰ بزازیہ می نویسد تزوج بلا شہود وقال خدائے و رسول خدائے و فرشتگاں را گواہ کردم یکفر لانہ

اعتقد ان الرسول والملک یعلمان الغیب انتھی ونیز در بزازیہ است وعن ھذا قال علمائنا من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر انتھی واللہ اعلم۔

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ (فتاویٰ مولانا عبدالحی ص ۲۸ ج ۱)

ترجمہ: ایسا اعتقاد رکھنا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہر وقت حاضر وناظر ہوتے ہیں اور ہماری پکار کو ہر حال میں جانتے ہیں اگرچہ ان کو دور سے پکارا جائے یہ فی الواقع شرک ہے کیونکہ یہ اللہ کی صفت مخصوصہ میں سے ہے اور اس میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

سوال: اگر کسی اعتقاد دارد کہ ارواح مشائخ حاضر اند وہر چیز می داند بحق او چہ حکم است۔

ترجمہ: اگر کوئی شخص اعتقاد رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر وناظر ہیں اور سب کچھ جانتی ہیں تو اس کے حق میں کیا حکم ہے۔

جواب: او کافر است فی البزازیۃ من قال ارواح المشائخ حاضرون یعلمون یکفر انتھی۔ (مجموعۃ الفتاویٰ مولانا عبدالحی ص ۵ ج ۳)

ترجمہ: وہ کافر ہے فتاویٰ بزازیہ میں ہے جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر وناظر ہیں اور سب کچھ جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

شبہات غالیانہ

ماخذ نمبر ۱: مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں۔

ہر جگہ حاضر وناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں خدائے پاک جگہ اور

مکان سے پاک ہے خدا کو ہر جگہ ماننا بے دینی ہے ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا کی ہی شان ہے۔ (جاء الحق ص ۱۴۵)

ماخذ نمبر ۲: نیز کاظمی شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں حاضر وناظر کوئی نام نہیں اور قرآن وحدیث میں کسی جگہ حاضر وناظر کا لفظ ذات باری تعالیٰ کے لیے وارد نہیں ہوا، نہ سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کے لیے یہ لفظ بولا کوئی شخص قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا کہ صحابہ کرام یا تابعین یا ائمہ مجتہدین نے کبھی اللہ تعالیٰ کے لیے حاضر وناظر کا لفظ استعمال کیا ہو۔ (تسکین الخواطر ص ٦)

الجواب اوّلاً

کاظمی صاحب کا یہ دعویٰ (کہ یہ دو نام حاضر وناظر) چونکہ ننانوے ناموں میں داخل نہیں ہیں اس لیے اسماء مبارکہ میں سے نہ ہوئے تب صحیح ہوتا اگر اسماء مبارکہ ان ننانوے ناموں میں بند ہوتے حالانکہ یہ بات بالاجماع باطل ہے۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ نوویؒ لکھتے ہیں۔

واتفق العلماء على ان هذا الحديث ليس فيه حصر لاسمائه سبحانه وتعالى فليس معناه انه ليس له اسماء غير هذه التسعة والتسعين۔
(نووی شرح مسلم ص ۳۴۲ ج ۲)

ترجمہ: تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے سارے ناموں کا ان ننانوے ناموں میں منحصر ہونا مقصود نہیں ہے کہ ان کے علاوہ اور کوئی نام ہی نہ ہو۔

فہم سلف نمبر ۲: نیز موصوف لکھتے ہیں۔

وقد ذکر الحافظ ابوبکر بن العربی المالکی عن بعضھم انہ قال للہ تعالیٰ الف اسم قال ابن العربی وھذا قلیل فیھا۔
(نووی شرح مسلم ص ۳۴۲ ج ۲)

ترجمہ: حافظ ابو بکر بن العربی مالکیؒ نے بعض علماء سے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار نام ہیں بایں ہمہ ابن العربی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں یہ تھوڑے ہیں۔ (بلکہ سلفؒ نے اسماء الٰہیہ کی تعداد پانچ ہزار تک لکھی ہے۔)

فہم سلف نمبر ۳: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

وقد ذکر الرازی فی تفسیرہ عن بعضھم ان للہ خمسۃ آلاف اسم الف فی الکتاب والسنۃ الصحیحۃ والف فی التوراۃ والف فی الانجیل والف فی الزبور والف فی اللوح المحفوظ۔
(ابن کثیر ص ۱۹ ج ۱)

ترجمہ: امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام ہیں ان میں سے ایک ہزار تو صرف قرآن اور سنت صحیحہ میں ہے اور ایک ہزار تورات میں ہے اور ایک ہزار انجیل میں اور ایک ہزار زبور میں اور ایک ہزار لوح محفوظ میں۔

الجواب ثانیاً

قارئین کرام! یہ بات پلے باندھ لو کہ کاظمی صاحب نے جو کتب لغت سے حاضر اور ناظر کے معانی نقل کیے ہیں یعنی شہری یا غائب ہونے کے بعد حاضر ہونے

والا اسی طرح ناظر کا معنیٰ آنکھوں سے دیکھنے والا یہ سب معانی مخلوق کے باعتبار ہیں خالق تعالیٰ پر ان کا اطلاق ان کے معانی کے باعتبار قطعاً نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان وزمان اور باقی صفات مخلوقین سے بالکل پاک ہے سلف اور خلف حضرات جو اللہ تعالیٰ پر حاضر وناظر کا اطلاق کرتے ہیں وہ بایں معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ بلاریب حاضر وناظر ہے لیکن اپنے شان کے موافق ومناسب نہ ان معانی کے باعتبار جو مخلوق میں پائے جاتے ہیں اور یہ قطعاً بے دینی نہیں ہے جس طرح مفتی صاحب کا زعم فاسد ہے چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں۔

ماخذ:

یاحاضر وناظر لیس بکفر۔ (در مختار ص ۳۰۷ ج ۳)	ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو یاحاضر وناظر کہنا کفر نہیں ہے۔

معروض غرباء

الحمدللہ فقہاء حنفیہؒ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر حاضر وناظر کا اطلاق اس کے شان کے مناسب کفر نہیں ہے لیکن معیت کاملہ جو نصوص قطعیہ قرآنیہ سے ثابت ہے اس کا انکار بہر حال ضرور بے دینی ہے لیکن کاظمی صاحب کا ان معانی کے ذریعے ہماری تردید کرنا لایعنی اور تلبیس الحق بالباطل ہے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی اس توپ کا دہانہ سلف صالحین کی طرف پھیر دیں جن کے حوالے آگے آرہے ہیں۔

الجواب ثالثاً

فریق ثانی سے سوال ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو خدا، مشکل کشاء، حاجت روا اور واجب الوجود کہتے ہیں؟ ان ناموں کا ذکر اسماء حسنیٰ میں جو حدیث میں مذکور ہیں قطعاً نہیں تو پھر آپ اللہ تعالیٰ پر ان کا اطلاق کیوں کرتے ہیں؟ یقیناً آپ یہی جواب دیں گے کہ:

عربی زبان کے اسماء مبارکہ کے دوسری لغت میں ترجمے ہیں تو ہم بھی یہی کہیں گے کہ حاضر کوئی علیحدہ نام نہیں بلکہ یہ الشہید کا ترجمہ ہے اسی طرح ناظر البصیر کا ترجمہ ہے۔

بحث اوّل

عبارات اسلاف سے اللہ تعالیٰ پر اطلاق حاضر کا ثبوت

ماخذ نمبر ۱: محدث عبد الحق دہلویؒ فرماتے ہیں۔

الشہید از شہود است بمعنی حاضر آمدن یا از شہادت بمعنٰی گواہی دادن حق سبحانہ حاضر و مطلع است بر ظاہر و باطن۔ اشعۃ اللمعات ص ۲۱۰ ج ۲	ترجمہ: شہید شہود سے ہے جس کا معنٰی ہے حاضر آنا یا شہادت سے ہے بمعنٰی گواہی دینا اور حق سبحانہ حاضر و مطلع ہے ظاہر و باطن پر۔

ماخذ نمبر ۲: ابو الفضل جمالی قرشیؒ لکھتے ہیں۔

شہید حاضر و گواہ۔ (صراح ص ۳۵)	ترجمہ: شہید کا معنی حاضر و گواہ۔

ماخذ نمبر ۳: علامہ افریقی اور علامہ زبیدیؒ لکھتے ہیں۔

الشہید الحاضر۔ (لسان العرب ص ۲۳۹ ج ۳) (تاج العروس ص ۳۹۱ ج ۲)	ترجمہ: شہید کا معنٰی حاضر۔

ماخذ نمبر ۴: شیخ اکبر محی الدین ابن عربی متوفی ۶۳۸ھ شہید کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ) حاضر معہ رقیب۔ (تفسیر القرآن الکریم ص ۶۱۲ ج ۲)	ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر شئے کے ساتھ حاضر اور نگران ہے۔

ماخذ نمبر ۵: امام رازیؒ معھم کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وکانہ تعالیٰ حاضر معھم ومشاھد لھم وقد تعالیٰ عن المکان والمشاھدۃ۔ (کبیر ص ۲۶۵ ج ۲۹)	ترجمہ: گویا کہ اللہ تعالیٰ حاضر ہے ان کے ساتھ لیکن اللہ تعالیٰ حضور مکانی سے پاک ہے۔

ماخذ نمبر ۶:

وَمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ۔ (پ ۸ اعراف ع ۱)	ترجمہ: اور نہیں تھے ہم غائب ہونے والے۔

ایک دفعہ صحابہؓ جہر مفرط کے ساتھ چلا کر ذکر کر رہے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

ماخذ نمبر ۷:

انکم لا تدعون اصم ولا غائبا۔ الحدیث (بخاری ص ۶۰۵ ج ۲) (مسلم ص ۳۴۶ ج ۲)	ترجمہ: بے شک تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔

اس آیت وحدیث پاک سے صاف ثابت ہوا کہ اسلامی عقیدہ میں اللہ تعالیٰ ہر وقت کسی شئے سے بھی غائب نہیں ہے اور غائب ضد ہے حاضر کی تو مطلب یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت کسی شئے سے بھی غائب نہیں ہے بلکہ ہر شئے کے ساتھ اپنے شان کے مناسب بلاریب حاضر ہے۔

ماخذ نمبر ۸: حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔

بدانکہ خدا تعالیٰ حاضر است غائب نہ۔ (مکتوبات قدوسیہ ص ۹)	ترجمہ: یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ حاضر ہے غائب نہیں۔

ماخذ نمبر ۹: حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ بر احوال جزئی وکلی او مطلع است وحاضر وناظر، شرم باید کرد۔ (مکتوبات دفتر اول حصہ دوم ص ۶۸ مکتوب ۷۸)

ترجمہ: حق سبحانہ وتعالیٰ اس کے تمام احوال جزی اور کلی پر مطلع اور حاضر وناظر ہے، شرم کرنی چاہیے۔

ماخذ نمبر ۱۰: سید الطائفہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں۔

حاضر الاشیاء علیما شاھد لھا من غیر مماسۃ۔ (غنیۃ الطالبین ص ۶۱ ج ۱)

ترجمہ: تمام اشیاء پر حاضر اور جاننے والا ان کا مشاہدہ کرنے والا۔

بحث دوم

اللہ تعالیٰ پر لفظ ناظر کا اطلاق

شواہد القرآن

شاہد اوّل:

قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ (پ ۹ اعراف ع ۵)

ترجمہ: کہا نزدیک ہے کہ تمہارا رب ہلاک کردے تمہارے دشمن کو اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنادے پھر وہ نظر کرے تم کیسا کام کرتے ہو۔

شاہد دوم:

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي

ترجمہ: پھر تم کو ہم نے نائب کیا

الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ (پ ۱۱ یونس ع ۲)	زمین میں ان کے بعد کہ نظر کریں تم کیا کرتے ہو۔

شواہد الحدیث

حدیث نمبر ۱:

ان اللہ مستخلفکم فیھا فینظر کیف تعلمون۔ (مسند طیالسی ص ۲۸۶)	ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں زمین کا خلیفہ بنائے گا پھر نظر کرے گا تم کیا کام کرتے ہو۔

حدیث نمبر ۲:

ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم۔ (مسلم ص ۳۱۷ ج ۲)	ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اموال کو نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

حدیث نمبر ۳: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

ان اللہ مستخلفکم فیھا فناظر کیف تعملون حدیث حسن۔ ترمذی ص ۴۲ ج ۲، مستدرک ص ۵۰۵ ج ۴، ابن ماجہ ص ۲۹۷، مشکوٰۃ ص ۴۳۷	ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تمہیں زمین کا خلیفہ بنانے والا ہے اور پھر دیکھنے والا ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔

عبارات اسلاف

ماخذ نمبر ا: علامہ قرطبیؒ شہید کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ	عبارت
ترجمہ: شہید کا معنی مطلع اور ناظر ہے اس پر کوئی شے مخفی نہیں رہتی۔	(وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ) مطلع وناظر لا يخفى عليه شيء. (قرطبی ص ۲۸۹ ج ۱۷)

ماخذ نمبر ۲: ملا علی قاریؒ اسماء مبارکہ "السميع البصير" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ	عبارت
ترجمہ: پھر ان دو اسماء معظمہ اور اوصاف مکرمہ سے آپ کا حصہ یہ ہے کہ یقین کرے تو اس بات کا کہ تیری باتوں کو سنتا اور تیرے حال کو دیکھتا ہے اور بے شک وہ تیرے اوپر مطلع اور تیری طرف نظر کرنے والا ہے۔	ثم حظك من الاسمين المعظمين والوصفين المكرمين ان تتحقق انك بمسمع ومرأى منه تعالى وانه مطلع عليك وناظر اليك. (مرقات ص ۸۲ ج ۵)

تنبیہ

قارئین کرام! تم نے شواہد القرآن، شواہد الحدیث اور اقوال علماء اور صوفیاء پڑھ کر یقین کر لیا ہو گا کہ شرع اسلامی میں اللہ تعالیٰ پر اس کی شان کے مناسب کلمہ حاضر وناظر کا اطلاق ثابت ہے بالخصوص حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں امام الانبیاء ﷺ کی زبان مبارک اور ابو سعید خدریؓ صحابی رسول کی زبان مبارک سے اسی طرح ابو نضرہ تابعیؒ کی زبان سے اور ان کے بعد تمام ائمہ اور محدثین کی زبان سے اس حدیث کے پڑھنے کے وقت کلمہ ناظر کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بلا ریب ثابت ہے مگر بایں ہمہ

قارئین کرام کاظمی صاحب کی تسکین الخواطر کی گزشتہ عبارت پر بھی دوبارہ نظر ڈال لیں تاکہ انہیں ان کی بے جا تعلّی بھی معلوم ہو جائے۔

مستدلّات الغلات

حدیث اوّل:

حدثنا سلیمان بن احمد ثنا بکر بن سهل ثنا نعیم بن حماد ثنا بقية عن سعيد بن سنان حدثنا ابو الزهرية عن كثير بن مرة عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله عزوجل قد رفع لى الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كانما انظر الى كفى هذه جليان من امر الله عز وجل جلاه لنبيه كما جلاه للنبيين قبله۔

(حلية الاولياء ص ۱۰۱ ج ٦)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو ظاہر فرمایا تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسا کہ اپنی اس ہتھیلی کو۔ یہ روشنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن فرمایا اس نے اپنے نبی کے لیے جس طرح پہلے انبیاء کے لیے روشن فرمایا۔

فائدہ

خانصاحب بریلوی اس روایت کو بحوالہ طبرانی وکتاب الفتن لنعیم بن حماد اور حلیہ لابی نعیم نقل کر کے یوں نتیجہ کشید کرتے ہیں۔

ماخذ:

اس حدیث سے روشن کہ سموات والارض اور جو کچھ ان میں ہے اور جو قیامت تک ہوگا اس سب کا علم اگلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عطا ہوا اور حضرت عز جلالہ نے اس تمام ماکان ومایکون کو اپنے ان محبوبوں کے پیش نظر فرمایا مثلاً شرق سے غرب تک سماک سے سمک تک ارض سے فلک تک۔ الخ بلفظہٖ۔ (انباء المصطفیٰ ص ۱۲۔۱۳)

الجواب نمبر ۱

قارئین کرام! جن کتابوں سے خان صاحب بریلویؒ نے یہ روایتیں نقل کی ہیں محققین کے نزدیک ان سے عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا چنانچہ طبرانیؒ کی جملہ تصانیف طبقہ ثالثہ میں داخل ہیں جن کے متعلق محدثینؒ کا فیصلہ یہ ہے۔

ماخذ نمبر ۱:

واکثر آن احادیث معمول بہ نزد فقہاء نہ شدہ اند بلکہ اجماع بر خلاف آنہا منعقد گشتہ۔ (عجالہ نافعہ ص ۷)

ترجمہ: اکثر یہ حدیثیں فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں ہوئیں بلکہ ان کے خلاف اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

اسی طرح ابو نعیم کی تصانیف طبقہ رابعہ میں ہیں جن کے متعلق یہ فیصلہ ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در

ترجمہ: یہ حدیثیں قابل اعتماد نہیں

اثبات عقیدہ یا عملے باآنہا تمسک کردہ شود۔ (عجالہ نافعہ ص ۷)	ہیں کہ عقیدہ یا عمل کے اثبات میں ان سے دلیل پکڑی جائے۔

الجواب نمبر ۲

ایں کہ یہ روایت نہ حسن ہے اور نہ صحیح ہے بلکہ اس کی سند میں چونکہ متروک اور لیس بشیء اور کثیر الوہم اور مدلس اور ضعیف راوی موجود ہیں اس لیے ضعیف ہے اور ضعیف روایت سے کسی صورت میں بھی عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا خاص کر جب کہ یہ روایت نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے چنانچہ محدث علی متقی حنفی اسی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ماخذ:

وسندہ ضعیف۔ (کنز العمال ص ۱۴ ج ۱۲)	ترجمہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

قدرے تشریح

نقص اوّل: نعیم بن حماد انتہائی کمزور، نا قابل استدلال بلکہ جھوٹی روایتیں بنایا کرتا تھا۔

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ حافظ عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

وکان النعیم یحدث من حفظہ وعندہ مناکیر کثیرۃ لا یتابع علیہا قال وسمعت یحیٰ بن معین سئل عنہ فقال لیس فی الحدیث	ترجمہ: نعیم یاد حدیثیں پیش کرتا تھا اور اس کے پاس بہت منکر روایتیں ہیں جن پر اس کی کوئی موافقت نہیں کرتا۔ میں نے یحیٰ بن معین سے سنا جب کہ نعیم کے بارے میں ان سے

بشیء ولکنه صاحب سنة وقال الآجری عن ابی داؤد عند نعیم نحو عشرین حدیثاً عن النبی صلی الله علیه وسلم لیس لها اصل وقال النسائی نعیم ضعیف وقال فی موضع أخر لیس بثقة وقال ابو علی النیسابوری سمعت النسائی یذکر فضل نعیم بن حماد وتقدمه فی العلم والمعرفة والسنن ثم قیل له فی قبول حدیثه فقال کثر تفرده عن الائمة المعروفین باحادیث کثیرة فصار فی حد من لا یحتج به وذکره ابن حبان فی الثقات وقال ربما اخطأ ووهم وقد قال فیه الدارقطنی امام فی السنة کثیر الوهم۔

(تہذیب التہذیب ص ۴۶۱ ج ۱۰)

سوال کیا گیا کہ وہ حدیث میں کوئی شیٔ نہیں ہے لیکن وہ صاحب سنت ہے۔ آجری روایت کرتا ہے ابوداؤد سے کہ نعیم کے پاس تقریباً بیس حدیثیں ہیں نبی پاک ﷺ سے لیکن ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں نعیم ضعیف ہیں اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ ابو علی نیشاپوری کا کہنا ہے کہ میں نے امام نسائیؒ سے سنا تھا کہ وہ نعیم کی فضیلت اور اس کا علم ومعرفت سنن میں تقدم بیان کرتے تھے پھر اس سے نعیم کی حدیث کے مقبول ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً کہا کہ ائمہ مشہورین سے بہت سی احادیث میں اس کا تفرد اس کثرت سے ہے کہ اب وہ ان لوگوں کے مقام پر پہنچ چکا ہے جن کی حدیث قابل حجت نہیں ابن حبان نے اس کو ثقات میں داخل کیا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہا

ہے کہ بسا اوقات غلطی کرتا ہے اور وہم کا شکار ہوتا ہے، دار قطنی اس کے حق میں کہتا ہے کہ سنت میں امام ہے لیکن وہ بہت وہمی ہے۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

قال الازدی کان نعیم یضع الحدیث فی تقویۃ السنۃ وحکایات مزورۃ فی ثلب النعمان کلھا کذب۔
(میزان ص ۲۴۱ ج ۳)

ترجمہ: ازدی کہتا ہے کہ نعیم تقویت سنت میں جھوٹی حدیثیں بناتا تھا اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کی عیب جوئی میں جعلی حکایات بناتا تھا جو واقع میں سب جھوٹی تھیں۔

نقص دوم: بقیہ متکلم فیہ ہے۔

ماخذ: علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

قال ابو حاتم لا یحتج بہ وقال ابو مسہر احادیث بقیۃ لیست نقیۃ فکن منھا علی تقیۃ۔
(میزان ص ۱۵۴ ج ۱)

ترجمہ: ابو حاتم کہتا ہے کہ وہ قابل حجت نہیں، ابو مسہر کہتا ہے بقیہ کی حدیثیں صاف نہیں ہوتیں ان سے بچ کر رہنا۔

نقص سوم: یہ روایت مدلس ہے جو ضعیف کی قسم ہے کیونکہ اس میں بقیہ نے عنعنہ سے روایت کی ہے جو مشہور مدلس ہے۔

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

وکان کثیر التدلیس عن

ترجمہ: اور بقیہ ضعفاء اور مجہولین

الضعفاء والمجهولين وصفه الائمة بذالك۔ (طبقات المدلسین ص ۱۹)

سے بہت تدلیس کرتا تھا ائمہ حدیث نے اس کو اس تدلیس کے ساتھ ذکر کیا۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

وقال غير واحد كان مدلسا فاذا قال عن فليس بحجة۔ (میزان ص ۱۵۴ ج ۱)

ترجمہ: ایک نہ بلکہ بہت محدثین نے فرمایا ہے کہ یہ مدلس تھا جب "عن" کہے تو حجت نہیں۔

نقص چہارم: سعید بن سنان بالکل بیکار ہے۔

ماخذ: چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

قال احمد ضعيف وقال ابن معين ليس بثقة وقال الجوزجانی اخاف ان تكون احاديثه موضوعة لاتشبه احاديث الناس وكان ابو اليمان يثنى عليه فى فضله وعبادته فنظرت فى احاديثه فاذا احاديثه معضلة فلما رجعت الى العراق قال لى ابن معين لعلك كتبتها يا ابا اسحاق قلت كتبت منها شيئا

ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں ضعیف ہے، ابن معینؒ فرماتے ہیں ثقہ نہیں، جوزجانی کہتا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی حدیثیں جعلی ہوں، محدثین کی حدیثوں کے مشابہ نہیں، ابوالیمان اس کی فضیلت اور عبادت کی تعریف کرتا تھا لیکن جب میں نے اس کی احادیث میں نظر ڈالی تو اس کی احادیث منقطعہ تھیں جب میں عراق واپس آیا تو ابن معین نے مجھے کہا اے ابا اسحاق امید ہے کہ تو نے

يسيرًا لا عتبر به فقال تلك لا يعتبر بها هي بواطيل وقال احمد بن صالح المصري منكر الحديث وقال دحيم ليس بشيء وقال عثمان الدارمي عن ابن المديني لا اعرفه وقال البخاري منكر الحديث وقال النسائي متروك الحديث وقال ابو حاتم ضعيف الحديث وقال ابن عدي وعامة ما يرويه غير محفوظ وقال ابن حبان منكر الحديث لا يعجبني الاحتجاج بخبره وكان ابن معين سيئ الرأي فيه ونسخته اكثرها مقلوبة وقال المروزي عن احمد ليس بشيء وقال ابو بكر البزار سيئ الحفظ وسئل ابو زرعة عنه فأومى بيده انه ضعيف وقال مسلم في

اس کی حدیثیں لکھی ہوں گی میں نے کہا تھوڑی ہی لکھی ہیں محض اعتبار کے لیے کہنے لگا اس کی روایتیں اعتبار کے لائق بھی نہیں ہیں بالکل باطل ہیں، احمد بن صالح مصری کہتا ہے منکر الحدیث ہے، دحیم کہتا ہے کوئی شئے نہیں ہے، ابن المدینی سے روایت ہے میں اس کو نہیں پہچانتا، امام بخاری فرماتے ہیں منکر الحدیث ہے، امام نسائی فرماتے ہیں متروک الحدیث ہے، ابو حاتم کہتا ہے ضعیف الحدیث ہے، ابن عدی کہتا ہے اس کی اکثر مرویات غیر محفوظ ہیں، ابن حبان کہتا ہے چونکہ منکر الحدیث ہے اس لیے مجھے اس کی حدیث سے احتجاج پسند نہیں ہے، ابن معینؒ اس کے حق میں بری رائے رکھتا تھا اور اس کا نسخہ اکثر بدلا ہوا ہے، مروزی امام احمد سے روایت کرتے ہیں کہ یہ کوئی شئے نہیں ہے، بزار کہتا ہے اس کا حافظہ خراب ہے، ابو ذرعہ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو ہاتھ کے

الکنی منکر الحدیث وقال الحاکم ابواحمد حدیثہ لیس بالقائم۔ (تہذیب التہذیب ص ۷،۴،۶،۴ج ۴)

اشارے سے کہا کہ ضعیف ہے، امام مسلم ”کتاب الکنٰی میں کہتے ہیں منکر الحدیث ہے، حاکم ابواحمد کہتا ہے اس کی حدیث قائم نہیں ہے۔

حدیث ثانی فتجلی لی کل شیءٍ

چنانچہ خانصاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

اور یہ حدیث ترمذی کی معاذ بن جبلؓ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرأیتہ عزوجل وضع کفہ بین کتفی فوجدت بردانا ملہ بین ثدیی فتجلی لی کل شیء وعرفت۔

میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس نے دست قدرت میری پشت پر رکھا کہ میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔ ھذا حدیث حسن صحیح سألت محمد بن اسماعیل عن ھذا الحدیث فقال صحیح۔ یہ روایت حسن صحیح ہے میں نے امام بخاریؒ سے اس کا حال پوچھا فرمایا صحیح ہے اسی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اسی معراج منامی کے بیان میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فعلمت ما فی السمٰوات والارض جو کچھ آسمانوں اور زمین میں سب میرے علم میں آگیا۔ انباء المصطفیٰ ص ۷

تمہید اوّل

یہ روایت نہ مشہور ہے نہ متواتر بلکہ خبر واحد ہے۔

سوال

خانصاحب بریلویؒ انباء المصطفیٰ کے ص ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت دس صحابہؓ سے مروی ہے تو بناء علیہ یہ روایت متواتر اور مشہور ہوگی نہ خبر واحد۔

الجواب

یہ خانصاحب کی طرف سے خلق خدا کو مخصوص قسم کا دھوکا ہے اس لیے کہ بحث صرف ان روایات سے ہو رہی ہے جن میں عموم کے کلمات مثلاً کلمہ ما اور کل شیء ہے اور وہ صرف تین روایات ہیں اور باقی روایات میں ان کلمات عامہ کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ کلمات عامہ دس صحابہؓ سے یقیناً مروی نہیں ہیں اس لیے یہ روایت بلاریب خبر واحد ہی رہے گی نہ متواتر نہ مشہور۔

تمہید دوم

خبر واحد بھی نہ حسن اور نہ صحیح بلکہ ضعیف ہے اور ضعف بھی کم نہیں بلکہ شدید ترین ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اوّلاً: حدیث ابن عباسؓ کی دو سندیں ہیں۔

سند اوّل: عن قتادة عن ابی قلابة عن خالد بن اللجلاج عن ابن عباسؓ۔ ترمذی ص ۱۵۶ ج ۲

نقائص سند اول

نقص اوّل: قتادہ کا عنعنہ ہے اور وہ مدلس ہے۔

ماخذ: حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

وهو مشهورٌ بالتدليس وصفه به النسائي وغيره۔ طبقات المدلّسين ص ۱۶	ترجمہ: قتادہ تدلیس میں مشہور ہیں امام نسائی وغیرہ نے اس کو تدلیس کے ساتھ موصوف مانا ہے۔

نقص ثانی: ابو قلابہ کا عنعنہ ہے اور وہ بھی مدلّس ہے۔ طبقات المدلّسین ص ۶ اور مدلّس راوی کا عنعنہ مقبول نہیں بلکہ محدثین کے نزدیک حدیث مدلّس منقطع کا قسم ہے۔

ماخذ: شیخ دہلویؒ لکھتے ہیں۔

والمدلَّس من اقسام المنقطع۔ مقدمہ ص ۴	ترجمہ: اور مدلّس روایت منقطع کی قسم ہے۔

نقص ثالث: ابو قلابہ سے قتادہ کا سماع ثابت ہی نہیں۔

ماخذ: حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

قال عمرو بن علی لم یسمع قتادة عن ابی قلابة۔ تہذیب ج ۸ ص ۳۵۵	ترجمہ: عمرو بن علی فرماتے ہیں کہ قتادہ نے ابو قلابہ سے کچھ بھی نہیں سنا۔

سند ثانی: نا عبد الرزاق عن معمر عن ایوب عن ابی قلابة عن ابن عباس۔ ترمذی ص ۱۵۵ ج ۲

نقائص سند ثانی

نقص اوّل: ایوب سختیانی کا عنعنہ ہے اور وہ مدلّس ہے۔ طبقات المدلّسین ص ۵

نقص ثانی: ابو قلابہ کا عنعنہ ہے اور وہ بھی مدلّس ہے۔ حوالہ گزر چکا ہے۔

نقص ثالث: ابو قلابہ کا سماع حضرت ابن عباسؓ سے یقینی نہیں۔

ماخذ: حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

روی عن ابن عباس وابن عمر وقیل لم یسمع منهما۔

(تہذیب ص ۲۳۵ ج ۵)

ترجمہ: ابو قلابہ نے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے روایت کی ہے لیکن بعض محدثین نے ان بزرگوں سے ابو قلابہ کے سماع کی نفی کی ہے۔

قارئین کرام! ان زبردست نقائص کے ہوتے ہوئے کیا یہ روایت قابل استدلال ہو سکتی ہے اور وہ بھی عقائد میں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

ثانیاً

امام احمد بن حنبلؒ کا محاکمہ یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عباسؓ سے نہیں ہے بلکہ یہ وہی حضرمیؒ والی روایت ہے جو منقطع ہے لیکن بعض رواۃ نے بجائے حضرمیؒ کے ابن عباس کہہ دیا ہے۔ چنانچہ علامہ عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

محاکمہ ابن حنبلؒ

کہ ابو زرعہ دمشقیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے عرض کیا کہ ابن جابر اس حدیث کو عبدالرحمن بن عائش سے روایت کرتا ہے اور قتادہؒ ابن عباسؓ سے۔

ماخذ نمبر۱:

قال هذا ليس بشیء والقول ما قال ابن جابر۔

(تہذیب ص ۲۰۴ ج ۶)

ترجمہ: تو آپ نے فرمایا کہ یہ روایت ابن عباسؓ والی کوئی شئ نہیں ہے اور بات وہی ہے جو ابن جابر نے کہی ہے یعنی حدیث حضرمی والی۔

ماخذ نمبر ۲:

وقد ذكر احمد بن حنبل ان قتادة اخطأ فيه۔ (الاصابة ص ۳۹۸ ج ۲)	ترجمہ: امام احمد بن حنبلؒ نے ذکر کیا ہے کہ بیشک قتادہؒ نے غلطی کی ہے اس حدیث میں کہ بجائے حضرمی کے ابن عباس کہہ دیا ہے۔

ماخذ نمبر ۳: حافظ عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

روى عن ابن عباس فيما قيل والمحفوظ عن عبد الرحمن بن عائش الحضرمی۔ (تهذيب ص ۱۱۵ ج ۳)	ترجمہ: ابن اللجلاج نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے لیکن اس کی روایت عبد الرحمن حضرمی سے محفوظ ہے نہ ابن عباس سے کیونکہ وہ شاذ ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان جروح مفصلہ کے ہوتے ہوئے یہ روایت نہ حسن ہو سکتی ہے نہ صحیح اس لیے ہر گز قابل استدلال نہیں خصوصاً عقائد میں۔

بحث حدیث معاذ بن جبلؓ

نقص اوّل: اس کی سند میں ہے۔ یحیٰ بن ابی کثیر عن زید بن سلام ہے حالانکہ یحیٰ کا سماع زید بن سلام سے ثابت نہیں۔

ماخذ نمبر ۱: علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

قلت هو فى نفسه عدل حافظ من نظراء الزهری	ترجمہ: میں کہتا ہوں وہ یحیٰ فی ذاتہ عادل اور حافظ الحدیث ہے زہری کے

وروایته عن زید بن سلام منقطعة لانها من کتاب وقع له۔ (میزان ص ۱۰۳ ج ۳)

ہمسروں سے ہے لیکن روایت اس کی زید بن سلام سے بالکل منقطع ہے اس لیے کہ اس کی روایت کتاب سے ہے جو اس کو ملی تھی۔

ماخذ نمبر ۲: حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

قال حسین المعلم قال لی یحییٰ بن ابی کثیر کل شیء عن ابن سلام انما ھو کتاب۔ (تہذیب ص ۲۶۹ ج ۱۱)

ترجمہ: حسین معلم فرماتے ہیں کہ مجھے یحیٰ بن ابی کثیر نے کہا تھا کہ ابن سلام سے میں نے تمام روایتیں اس کی کتاب سے دیکھ کر کی ہیں (نہ سماع سے)۔

ماخذ نمبر ۳:

قال ابن معین لم یسمع یحییٰ من زید بن سلام۔ (تہذیب ص ۲۷۰ ج ۱۱)

ترجمہ: یحیٰ بن معین فرماتے ہیں کہ یحیٰ نے زید بن سلام سے کچھ بھی نہیں سنا۔

نقص دوم: اس سند میں یحیٰ کا عنعنہ ہے اور وہ مدلس ہے۔

ماخذ نمبر ۱: حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

قال العقیلی کان یذکر بالتدلیس قلت تتمة کلام ابن حبان کان یدلس۔ (تہذیب ص ۲۶۹ ج ۱۱)

ترجمہ: عقیلی کا کہنا ہے کہ یحیٰ تدلیس کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے میں کہتا ہوں ابن حبان کی کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یحیٰ تدلیس کرتا تھا۔

ماخذ نمبر ۲:

ووصفہ النسائی بالتدلیس۔ (طبقات المدلسین ص ۱۲)	ترجمہ: امام نسائی نے اس کو تدلیس کے ساتھ موصوف مانا ہے۔

نقص سوم: اسی سند میں عبدالرحمٰن بن عائش حضرمی ہے اس کے متعلق محدثین کا فیصلہ پڑھ لو۔

ماخذ: حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

قال ابوزرعة الرازی لیس بمعروف قال البخاری له حدیث واحد (وهو حدیث الرؤیة) الا انهم یضطربون فیه۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۰۴ ج ۶)	ترجمہ: ابوزرعہ کہتا ہے کہ وہ معروف نہیں اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے صرف ایک حدیث رؤیت ہی منقول ہے مگر محدثین اس میں اضطراب کرتے ہیں اور مضطرب حدیث ضعیف کی قسم ہے۔

محاکمہ امام بیہقیؒ

ماخذ نمبر ۱: مفسر خازنؒ فرماتے ہیں۔

قال البیهقی هذا حدیث مختلف فی اسناده وقد روی من طرق کلها ضعاف وفی ثبوته نظر۔ (خازن ص ۵۴ ج ۶) (در منثور ص ۳۱۹ ج ۵) (کتاب الاسماء والصفات ص ۳۰۰)	ترجمہ: امام بیہقیؒ فرماتے ہیں اس حدیث کی اسناد میں اختلاف کیا گیا ہے یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے مگر اس کی سب سندیں ضعیف ہیں اور اس کے ثبوت میں کلام ہے۔

سوال

امام ترمذیؒ نے اپنے استاد امام بخاریؒ سے اس حدیث کی تصحیح نقل کی ہے۔

فائدہ

یہ تصحیح حوض کتاب میں منقول نہیں ہے بلکہ حاشیہ پر منقول ہے اور وہ بھی بعض نسخوں میں ہے۔

الجواب

یہ تصحیح فریق ثانی کو مفید نہیں ہے اس لیے کہ ان سے اس تصحیح کے ساتھ تضعیف بھی منقول ہے۔ تو ان کے یہ دونوں قول متعارض ہو کر ساقط ہو جاویں گے اور باقی محدثین کی جرحیں اور تضعیفیں بدستور باقی رہیں گی اور ان ہی پر اعتماد رہے گا کیونکہ اصول حدیث کا یہ مسلم قانون ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔

جب یہ خبر واحد بوجہ مدلس اور منقطع اور مضطرب ہونے کے ضعیف ٹھہری تو اس سے علم غیب کلی کا عقیدہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے جب کہ خبر واحد صحیح سے بھی عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا۔

الجواب ثانیاً

یہ روایت چونکہ غالیوں کے معنیٰ (غیب کلی) کے اعتبار سے ایک نہیں بلکہ کئی نصوص قطعیہ قرآنیہ صریحہ غیر منسوخہ عامہ اور خاصہ کے حرفاً حرفاً مخالف و معارض ہے مثلاً۔

نص اوّل:

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ | ترجمہ: مجھے فرشتوں کے متعلق

الْاَعْلٰى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ۔ (پ ۲۳ ص ع ۵)	کوئی علم نہیں تھا جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

کیونکہ یہ نص قطعی آپ کے لیے ملاء الاعلیٰ کے مباحثہ کے علم کی نفی کر رہی ہے بخلاف اس روایت مضطرب کے کہ وہ ثبوت پر دلالت کرتی ہے۔

نص دوم:

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (پ ۱۲ ہود ع ۱۰)	ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین کی سب پوشیدہ باتیں اللہ ہی جانتا ہے۔

یہ نص قطعی الدلالت ہے اس مضمون میں کہ آسمان اور زمین کا غیب کلی خاصہ الٰہیہ ہے بخلاف اس مضطرب روایت کے کہ اس سے آپ کے لیے غیب کلی کشید کیا جا رہا ہے تو بناء علیہ یہ خبر واحد معارض نصوص قطعیہ غیب کلی کے مطلب میں قطعاً قابل حجت نہیں ہے بلکہ اصول حنفیہ کے ماتحت شرعاً واجب التاویل ہے بایں طور کہ کلمہ ما اور کل عموم کلی اور استغراق حقیقی کے لیے قطعاً نہیں ہے بلکہ عموم شرعی کے لیے ہے یعنی وہ امور جو ملائکہ کے زیر بحث تھے اور جن کا منجانب اللہ تعالیٰ آپ سے سوال ہوا تھا نہ جمیع غیوب جس طرح حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

ماخذ نمبر ۱:

ففهمت الذی سألنی عنه۔ (در منثور ص ۳۲۰ ج ۵)	ترجمہ: پس جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا اس کا جواب میری سمجھ میں آگیا۔

ماخذ نمبر ۲: نیز حضرت ابوامامہؓ کی روایت میں ہے۔

فعلمت ما سألنی عنه من امر الدنیا والاخرة۔	ترجمہ: یعنی امور دنیا و آخرت میں سے جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال

(در منثور ص ج ۵) | فرمایا میں نے اس کا جواب جان لیا۔

ماخذ نمبر ۳: نیز حضرت جابر بن سمرہؓ کی روایت میں ہے۔

فسألني من شيء إلا علمته۔ (در منثور ص ج ۵)

ترجمہ: پس نہ سوال کیا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کسی شئے کے متعلق مگر اس کا جواب مجھ کو معلوم ہو گیا۔

قارئین کرام! یہ تینوں روایات صریحہ ہیں اس مضمون میں کہ آپ کے علم کا تعلق صرف ان امور کے ساتھ تھا جن کا سوال کیا گیا تھا اور سوال صرف ان امور کے متعلق تھا جو ملائکہ کے زیر بحث تھے نہ جمیع ماکان ومایکون اور نہ تمام غیوب ارضی وسماوی کا۔

فائدہ

حق یہ ہے کہ یہ کلمات ما اور کل جن سے غالی استدلال پکڑ رہے ہیں ضعیف الحافظ راویوں سے روایت بالمعنیٰ کے طور پر مروی ہیں اس لیے نصوص قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے متصادم ہو رہے ہیں ورنہ اصل اور صحیح کلمات صرف وہی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہیں۔

محاکمہ ملا علی قاریؒ

فہم سلف نمبر ۱: چنانچہ آپ فتجلی لی کل شیء میں لکھتے ہیں۔

اي ما اذن الله في ظهوره لي من العوالم العلوية والسفلية مطلقا او ما يختص به الملأ الاعلىٰ

ترجمہ: یعنی کل شیء سے مراد صرف وہ چیزیں ہیں جن کے ظہور کا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اذن دیا عوالم علویہ سفلیہ سے عموماً یا خصوصاً

خصوصًا۔
(مرقات ص۲۲۶ ج ۲)

وہ امور جن پر ملأ اعلیٰ بحث کر رہے تھے۔

قارئین کرام! ملا علی قاریؒ نے اس مضطرب روایت کے دو مطلب بیان کیے ہیں لیکن دونوں میں سے کسی ایک میں بھی عموم کلی غالیوں والا مراد نہیں لیا کیونکہ انہوں نے ایک مطلب تو لیا ہے کہ اس سے مراد صرف اور بالخصوص وہ امور تشریعیہ یعنی کفارات ذنوب وغیرہ ہیں جو ملأ اعلیٰ کے زیر بحث تھے۔ دوسرا مطلب انہوں نے یہ لیا ہے کہ عالم علوی اور سفلی کے عام امور مراد ہیں خواہ تشریعیہ خواہ تکوینیہ لیکن نہ جمیع اور کلی بلکہ صرف وہ امور جن کے ظہور کا دربار ایزدی سے اذن ہوا تھا۔

غالی صاحبو! ملا علی قاریؒ کے جملے مما اذن اللہ الخ کو بار بار پڑھو اور اپنے عقدے حل کرو۔

فہم سلف نمبر ۲: نیز موصوف فعلمت ما فی السموات والارض کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

یعنی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مما فیہما من الملائکۃ والاشجار وغیرہما وھو عبارۃ عن سعۃ علمہ الذی فتح اللہ بہ علیہ۔
(مرقات ص۲۱۰ ج ۲)

ترجمہ: ما فی السموات الخ سے مراد صرف وہ امور ہیں جن کا اللہ پاک نے آپ کو علم دیا ملائکہ اور درختوں وغیرہ کا جو ان دونوں میں ہیں اور یہ عبارت ہے آپ کے اس علم کی فراخی سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر فرمایا ہاتھ مبارک رکھنے کی وجہ سے۔

فہم سلف نمبر ۳: اس کے بعد موصوف ابن حجر مکی شارح مشکوٰۃ کی یہ تاویل نقل کرتے ہیں کہ السموات والارض سے مراد جمیع کائنات ہے اور چونکہ جمیع کے

کلمہ کو شارح نے کوئی قید نہیں لگائی جس سے عموم کلی کا وہم ہوتا تھا اس لیے اس کی تردید میں لکھتے ہیں۔

ویمکن ان یراد بالسمٰوٰت الجهة العلیا وبالارض الجهة السفلیٰ فیشمل الجمیع لکن لا بد من التقیید الذی ذکرناہ اذ لا یصح اطلاق الجمیع کما هو الظاهر۔ (مرقات ص ۲۱۰ ج ۲)

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ سمٰوات سے مراد اوپر والی جہت ہو اور زمین سے مراد نیچے والی جہت ہو پس شامل ہو جائیں گے جمیع کائنات کو لیکن اس قید کے لگانے سے کوئی چارہ نہیں ہے (یعنی ضروری ہے) جس کو ہم نے ذکر کیا ہے اس لیے کہ جمیع کا عموم صحیح نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

قارئین کرام! آپ نے پڑھ لیا ہے کہ ملا علی قاریؒ اولاً تو اس عبارت کا مقصد علم فراخ بنا رہے ہیں نہ علم کلی۔ ثانیاً اس عموم کلی پر واضح لفظوں میں فتویٰ دے رہے ہیں کہ شرعی لحاظ سے یہ صحیح نہیں ہے۔ ثالثاً اس عموم کو مقید کرنا واجب قرار دے رہے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۴: علامہ کاندھلویؒ لکھتے ہیں۔

فالظاهر من قوله ما فی السمٰوات الامور المهمة المناسبة لعلمه صلی اللّٰه علیه وسلم۔
(حاشیہ کوکب الدری ص ۲۶۰ ج ۲)

ترجمہ: پس ظاہر آپ کے فرمان ما فی السموات سے امور ضروریہ مراد ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مناسب ہیں۔

محاکمہ شاہ ولی اللہؒ

فہم سلف نمبر ۵: چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

ثم لیعلم انه یجب ان ینفی عنهم صفات الواجب جل مجده من العلم بالغیب والقدرة علی خلق العالم الی غیر ذلك ولیس ذلك بنقص ...... وان استدل بقوله علیه الصلوٰة والسلام فتجلیٰ لی کل شیء قلنا هو بمنزلة قوله تعالیٰ فی التوراة تفصیلاً لکل شیء والاصل فی العمومات التخصیص بما یناسب المقام ولو سلم فهذا عند وضع الله یده بین کتفیه ثم لما سُرِیَ عنه ذلك فلا بعد من ان یکون تعلیم تلك الامور ثانیاً فی حالة اخریٰ الخ۔

ترجمہ: پھر جاننا چاہیے کہ واجب ہے کہ انبیاء کرام سے باری تعالیٰ کی صفات کی نفی کی جائے مثلاً علم غیب اور جہان کے پیدا کرنے پر قدرت وغیرہ اور اس میں کوئی تنقیص نہیں ہے..... اور اگر کوئی شخص آپ کے علم غیب پر فتجلی لی کل شیء کی حدیث سے استدلال کرے تو ہم اس کو یوں جواب دیں گے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ توراۃ کے بارے تفصیلاً لکل شیء آیا ہے اور اصل عمومات میں مقام کے مناسب تخصیص ہے اور اگر یہ تجلی ہر ایک چیز کے لیے تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ صرف اس وقت کے لیے تھی جب کہ اللہ تعالیٰ نے دست قدرت آپ کی پشت پر رکھا تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے

(تفہیمات الٰہیہ ص ۲۴، ۲۵ ج ۱)

دست قدرت اٹھالیا تو یہ تجلی اور انکشاف بھی جاتا رہا سواس میں کوئی بعد نہیں کہ اس کے بعد دوسری حالت میں آپ کو دوبارہ ان امور کی تعلیم دی گئی ہو۔

سوال

اس روایت کی تشریح میں جو شیخ دہلویؒ نے عبارت لکھی ہے اس سے تو عموم کلی معلوم ہوتا ہے۔

ماخذ:

عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی واحاطۂ آں۔
(اشعۃ اللمعات ص ۳۳۳ ج ۱)

ترجمہ: عبارت ہے تمام علم کلی اور جزوی کے حصول اور اس کے احاطہ سے۔

جواب نمبر ۱

ہرگز نہیں ہے اس لیے کہ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دوسری عبارتیں اس عقیدہ کے خلاف ہیں مثلاً ابن صیاد کے متعلق شیخ لکھتے ہیں۔

ماخذ:

وبالجملۃ حال وے مبہم است وبر آنحضرت نیز دریں باب وحی نشد ومبہم داشتند چنانچہ از احادیث باب

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ ابن صیاد کا حال مبہم ہے اور آنحضرت ﷺ پر بھی اس کے بارے میں وحی نہیں

معلوم گردد۔
(اشعۃ اللمعات ص ۳۴۵ ج ۴)

ہوئی اور آپ پر بھی اس کو مبہم رکھا گیا ہے چنانچہ اس باب کی احادیث سے معلوم ہوگا۔

قارئین کرام! اگر شیخ رحؒ کی عبارت میں تمام علم کلی سے ان کی مراد عموم اور استغراق لغوی اور حقیقی ہوتا تو یہاں ابن صیاد کے متعلق آپ یہ فتویٰ کیوں دیتے کہ اس کا حال حضور علیہ السلام پر مبہم رکھا گیا ہے جب کہ اس کا حال بھی کل شیء اور علمت ما فی السمٰوات والارض میں داخل ہے۔

جواب نمبر ۲

نیز خود شیخؒ اس نظریہ کے قائل ہیں کہ اکثر کے مقام پر کل استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے عصر کے بعد تقریر فرمائی۔

فلم یدع شیئا یکون الی یوم القیامۃ الا ذکرہ۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۷ ج ۲)

ترجمہ: پس آپ نے نہ چھوڑی کوئی شئے جو قیامت تک ہونے والی تھی مگر بیان فرمایا اس کو۔

ماخذ: شیخ دہلویؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

یا ایں مبالغہ است بگردانیدن اکثر در حکم کل۔
(اشعۃ اللمعات ص ۱۷۸ ج ۴)

ترجمہ: یہ مبالغہ ہے اکثر کو کل کے حکم میں کر دیا گیا ہے۔

قارئین کرام! جب کلام نبوی ﷺ میں شیخ "کل" سے مراد اکثر لے رہے ہیں تو کیا ان کے اپنے کلام میں یہ قانون جاری نہیں ہو سکتا۔

بحث شرک فی التصرف

تصرف دو قسم ہے۔

اوّل: تکوینی یا کونی یعنی جہان کے دنیویہ امور میں مافوق الاسباب تصرف کرنا مثلاً صحت و مرض، خوشی و غمی، عزت و ذلت، روزی کی فراخی و تنگی، موت و حیات، سعادت و نحوست، اولاد کی قلت و کثرت و بندش، بوقت مقابلہ ہار اور جیت، فتح و شکست وغیرہا۔

دوم: تشریعی یعنی امور شرعیہ حلال و حرام، جائز و ناجائز میں مافوق الاسباب تصرف کرنا، اس لیے شرک فی التصرف بھی دو قسم ہے۔

قسم اوّل شرک فی التصرف التکوینی

وہ یہ ہے کہ خواص الٰہیہ میں سے کسی خاصہ کو مافوق الاسباب کسی مخلوق میں ماننا خواہ ذاتی طور پر یا عطائی طور پر۔

خاصہ نمبر ۱

تصرف ذاتی یعنی اللہ تعالیٰ کے عطاء کرنے کے بغیر کسی کو کوئی تصرف اپنی ذات سے حاصل ہو یہ درجہ کسی مخلوق میں ماننا اگرچہ صرف ایک چیز کا کیوں نہ مانے شرک فی التصرف ہے۔

خاصہ نمبر ۲

تصرف کلی محیط جو شخص کسی ماسوا میں مافوق الاسباب یہ درجہ مانے ذاتاً یا عطاءً وہ مشرک فی التصرف ہے اور یہ دونوں درجے ایسا شرک ہیں کہ مشرکین مکہ ہوں یا

ؤکین امم ماضیہ کہیں بھی نہیں پائے گئے۔

ماخذ:

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (پ ٦ مائدہ ع ٦)	ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

خاصہ نمبر ۳: تصرفات سماویہ

خاصہ نمبر ۴: تصرفات جویہ

خاصہ نمبر ۵: تصرفات ارضیہ

خاصہ نمبر ۶: تصرفات ماتحت الثریٰ

یہ خواص تصرفیہ الٰہیہ سے ہیں ان خواص میں سے کسی خاصہ کو کسی مخلوق میں مافوق الاسباب ماننا خواہ ذاتی طور پر یا عطائی طور پر شرک فی التصرف ہے۔

ماخذ نمبر ۱:

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى (پ ٦ طٰہٰ ع ١)	ترجمہ: اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین اور ان دونوں کے درمیان اور نیچے گیلی زمین کے۔

فوائد

۱۔ لہ کی لام اختصاص کے لیے ہے۔

۲۔ لہ کی تقدیم حصر کے لیے ہے۔

۳۔ حصر بھی کسی مخلوق خاص کے باعتبار نہیں ہے بلکہ ہر ماسویٰ اللہ کے باعتبار ہے اس لیے کہ کوئی مخلوق اس حصر سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

۴۔ یہ جملہ اسمیہ ہے جو دوام اور استمرار پر دلالت کر رہا ہے۔

۵۔ یہ جملہ خبر یہ ہے جو ہر قسم کے نسخ اور ترمیم سے پاک ہے۔

۶۔ کلمہ ما کا اپنے عالمگیر عموم پر باقی ہے کوئی شرعی دلیل ایسی نہیں ہے جو کلمہ ما کے عموم کی تخصیص کردے حاصل یہ ہے کہ یہ تمام تصرفات چھوٹے یا بڑے ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں کسی مخلوق کے لیے کسی وقت بھی ثابت نہیں ہیں۔

فہم سلف: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

له خبر مقدم وما في السموات مبتدأ مؤخر اى له عزوجل وحده دون غيره لا شركة ولا استقلالا من حيث الملك والتصرف والاحياء والاماتة والايجاد والاعدام جميع ما في السموات والارض سواء كان ذالك بالجزئية منهما او بالحلول فيهما۔ (روح المعانی ص ۱۶۱ ج ۱۶)	ترجمہ: کلمہ لہ کا خبر مقدم ہے اور ما فی السموات مبتدا موئخر ہے یعنی صرف اللہ عزوجل ہی کے لیے ہیں نہ کسی غیر کے لیے نہ شرکۃً یعنی اللہ تعالیٰ سے مل کر نہ استقلالاً یعنی اللہ تعالیٰ سے اکیلا ہو کر باعتبار ملک اور تصرف اور زندہ کرنے اور مارنے اور موجود کرنے اور معدوم کرنے کے تمام وہ چیزیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں خواہ یہ چیزیں ان دونوں کی جزو ہوں یا ان دونوں میں ٹھہرنے والی۔

ماخذ نمبر ۲:

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ	ترجمہ: تدبیر سے اتارتا ہے کام آسمان سے زمین تک پھر چڑھتا ہے وہ کام اس کی طرف ایک دن میں

بِمَا تَعُدُّونَ ﴿۵﴾ (پ ۲۱ السجدہ ع ۱)	جس کا پیمانہ ہزار برس کا ہے تمہاری گنتی میں۔

فائدہ نمبر ا

الامر میں لام استغراق کے لیے ہے اس سے مراد تمام کام خواہ چھوٹے خواہ بڑے۔

فہم سلف نمبر ا: علامہ خفاجیؒ فرماتے ہیں۔

فالمعنی یدبر امر الدنیا کلھا من السماء الی الارض۔ (عنایۃ القاضی ص ۱۴۷ ج ۷)	ترجمہ: مطلب یہ ہے کہ آپ تصرف کرتا ہے دنیا کے تمام کاموں مین آسمانوں سے زمین تک۔

فہم سلف نمبر ۲: نیز موصوف فرماتے ہیں۔

"من السموات والارض" الامر کے متعلق ہے یا اس سے حال ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

ویجعل کنایۃ عن تدبیر جمیع الامور۔ (عنایۃ القاضی ص ۱۴۸ ج ۷)	ترجمہ: اور اس کو تمام امور کی تدبیر سے کنایہ بنایا جاوے گا۔

فائدہ نمبر ۲

السماء سے مراد پورے سات آسمانوں کے اوپر سے لے کر نیچے تک اور الارض سے مراد بھی تمام زمینوں کے اوپر سے لے کر نچلی حد تک۔

فہم سلف نمبر ا: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ای یتنزل امرہ من اعلی	ترجمہ: یعنی اترتا ہے حکم اسی کا

السمٰوات الی الی اقصیٰ تخوم الارض السابعۃ کما قال تعالیٰ اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن۔
(ابن کثیر ص ۵۷۴ ج ۳)

آسمانوں کے اوپر سے لے کر ساتویں زمین کے حدود کے انتہاء تک جس طرح فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اللہ پاک کی وہ ذات ہے جس نے پیدا کیے سات آسمان اور زمینیں مثل ان کے اترتا ہے حکم درمیان ان کے۔

فائدہ نمبر ۳

مشرکین چونکہ عقیدہ رکھتے تھے کہ مخصوص خطوں کے چھوٹے چھوٹے کام ہمارے معبودوں کے حوالے ہیں اس لیے ان کے رد میں فرمایا کہ تمام خطوں کے ہر چھوٹے بڑے کام میں آپ ہی تصرف کرتا ہے کسی کی حوالے نہیں کیے۔

فہم سلف نمبر ۲:

کہ وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر ایک کام کی آپ ہی تدبیر کرتا ہے اس میں اس کا کوئی مشیر وزیر نہیں آسمانوں یعنی علویات کی کل تدبیر آسمانوں کی حرکت ستاروں کی حسب موقع گردش ان کے انوار کا تحفظ، پھر وہاں کے رہنے والوں ملائک اور روحانیات کے متعلق سب کام وہ آپ ہی کیا کرتا ہے اور اسی طرح زمین یعنی عالم سفلی کے متعلق سب کام آپ ہی کیا کرتا ہے مینہ کا بروقت برسانا ہواؤں کا چلانا نباتات کا اگانا حیوان اور انسان کی بیماری وتندرستی، موت وحیات سب باتیں وہی کیا کرتا ہے۔
(تفسیر حقانی ص ۶۷ ج ۶)

نمبر ۷: مخلوق کی خوشی وغمی کے تصرفات مافوق الاسباب۔
خاصہ نمبر ۸: موت وحیات کے تصرفات مافوق الاسباب۔
خاصہ نمبر ۹: روزی کی فراخی اور تنگ دستی کے تصرفات مافوق الاسباب۔
خاصہ نمبر ۱۰: توالد اور تناسل کے تصرفات مافوق الاسباب۔

یہ تمام خواص الٰہیہ میں سے ہیں کسی غیر اللہ تعالیٰ میں ان خواص میں سے کسی خاصہ کو مافوق الاسباب ماننا ذاتی طور پر یا عطائی طور پر شرک فی التصرف ہے۔

مأخذ نمبر ۱:

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَ اَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ﴿۴۸﴾ (پ ۲۷ النجم ع ۳)

ترجمہ: اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے اور یہ کہ وہی ہے مارتا اور جلاتا اور یہ کہ اس نے بنایا جوڑا نر اور مادہ ایک بوند سے جب ٹپکائی جائے اور یہ کہ اس کے ذمہ ہے دوسری دفعہ اٹھانا اور یہ کہ اس نے دولت دی اور خزانے۔

فائدہ

۱۔ خوشی اور غمی ۲۔ موت اور حیات ۳۔ غنا اور تنگدستی ان تینوں میں چونکہ مشرکین اپنے معبودوں کو شریک مانتے تھے اس لیے ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے ان تینوں جملوں میں تقدیم ضمیر اور تکرار اسناد کے ذریعہ حصر کر دیا ہے اور تیسرا جملہ خلق الزوجین میں حصر کے کلمات نہیں لے آئے اس لیے کہ اس میں مشرکین شرک نہیں کرتے تھے بلکہ موحد تھے علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

فہم سلف:

وتقديم الضمير وتكرير الاسناد للحصر اى انه تعالىٰ فعل ذالك لا غيره سبحانه وكذا فى انه "هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا" فلا يقدر على الاماتة والاحياء غيره عزوجل ولم يذكر الضمير على طرز ما تقدم لانه لا يتوهم نسبة خلق الزوجين الى غيره عزوجل۔

(روح المعانی ص۶۸ ج۲۷)

ترجمہ: اور مقدم کرنا ضمیر کا اور دہرا کرنا اسناد کا حصر کے لیے ہے یعنی تحقیق وہی اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے اس کام کو نہ کوئی اور اسی طرح انہ ھو امات واحیٰ میں بھی حصر ہے پس مارنے اور جلانے پر بھی اللہ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا اور ماقبل کی طرز پر یہاں خلق الزوجین میں ضمیر کو ذکر نہیں فرمایا اس لیے کہ نر اور مادہ کی پیدائش کی نسبت کسی غیر اللہ کی طرف کا وہم نہیں جاتا۔

ماخذ نمبر ۲:

يَهَبُ لِمَنْ يَشَآءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَآءُ الذُّكُورَ ۝ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَآءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُۥ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۝ (پ۲۵ شوریٰ ع۵)

ترجمہ: بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے یا ملا کر دیتا ہے ان کو بیٹے اور بیٹیاں اور کر دیتا ہے جس کو چاہے بانجھ وہ ہے سب کچھ جانتا کر سکتا۔

خاصہ نمبر ۱۱: بارش اور ہوا کے تصرفات کا مافوق الاسباب مالک و مختار ہونا۔

ماخذ:

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ

ترجمہ: اور وہی ہے جو اتارتا ہے مینہ

بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ۔ (پ ۲۵ شوریٰ ع ۴)

بعد اس کے کہ آس توڑ چکے اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت اور وہی ہے کام بنانے والا سب تعریفوں کے لائق۔

خاصہ نمبر ۱۲: عزت اور ذلت کے مافوق الاسباب تصرفات کا مالک و مختار ہونا۔

ماخذ:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ؗ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (۲۶)۔ (پ ۳ آل عمران)

ترجمہ: تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جس کو چاہے اور سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے اور عزت دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے تیرے ہاتھ ہے سب خوبی بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

سوال غالیانہ

بریلوی حضرات اپنے اس عقیدہ کی کہ بزرگ مرنے کے بعد تصرف کرتے رہتے ہیں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ قاضی بیضاویؒ اور امام رازیؒ نے مدبرات سے بزرگوں کے ارواح مراد لیے ہیں۔

ماخذ:

او صفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ۔ (بیضاوی ص ۲۲۲ ج ۲، کبیر طبع مصر ص ۳۱ ج ۳۱)

ترجمہ: یا یہ صفات ہیں ارواح مقدسہ کی بدنوں سے جدا ہونے کی حالت میں۔

الجواب

المدبرات امرًا سے مراد صرف ملائکہ ہیں نہ ارواح مقدسہ اور سلف صالحین یعنی صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ سے اس آیت کی تفسیر میں صرف یہی ایک ہی تفسیر منقول ہے۔ اس کے علاوہ آیت کی کوئی دوسری تفسیر ان بزرگوں سے قطعًا منقول نہیں ہے نہ سند صحیح سے نہ ضعیف سے بلکہ سورت نازعات میں جو پہلی چار صفتیں مذکور ہیں ان کی تفسیر میں اگرچہ مفسرین کا اختلاف ہے لیکن فالمدبرات امرا کی تفسیر میں تمام سلف کا اجماع ہے کہ اس سے مراد صرف ملائکہ ہیں نہ کوئی اور۔

خلاصہ یہ کہ یہ تفسیر سلفی اور اجماعی ہے بخلاف ارواح مقدسہ اور سیارگان والی تفسیر کے باوجود سلفی اور اجماعی تفسیر کے مخالف ہونے کے حضور ﷺ اور باقی سلف صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور باقی ائمہ مجتہدین میں سے کسی ایک بزرگ سے بھی منقول نہیں ہے بلکہ یہ قاضی بیضاویؒ اور امام رازیؒ کا احتمال عقلی کے طور پر ایک عندیہ ہے جو نہ تفسیر کا درجہ رکھتا ہے نہ قرآنی مراد اس کو کہا جاسکتا ہے۔ قارئین کرام! اس احتمال عقلی غیر مقبول میں دو زبردست نقص ہیں۔

اوّل: یہ کہ تفسیر سلفی اجماعی کے مخالف و معارض ہے۔

دوم: یہ کہ اس سے مشرکین کے شرکیہ مذہب کی تائید ہوتی ہے اس لیے محقق مفسرین نے اس احتمال کی پرزور تردید کی ہے۔

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ مفسر بغویؒ اور خازنؒ فرماتے ہیں۔

قال ابن عباس هم الملائكة۔	ترجمہ: فرمایا ابن عباسؓ نے وہ مدبرات ملائکہ ہیں۔

معالم ص ۷۰ ج ۷، خازن ص ۱۷ ج ۷

ماخذ نمبر ۲: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

قال علی ومجاهد وعطاء وابو صالح والحسن وقتادة والربیع بن انس والسدی هی الملائکة۔
(ابن کثیر ص ۴۶۶ ج ۴)

ترجمہ: فرمایا علیؓ اور مجاہدؒ اور عطاءؒ اور ابو صالح اور حسنؒ اور قتادہؒ اور ربیع بن انسؒ اور سدی نے کہ یہ مدبرات فرشتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۳: نیز حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

ولم یختلفوا فی هذا۔
(ابن کثیر ص ۴۶۶ ج ۴)

ترجمہ: اور نہیں اختلاف کیا سلفؒ نے اس میں کہ مدبرات سے مراد ملائکہ ہیں۔

ماخذ نمبر ۴: علامہ معین بن صفیؒ فرماتے ہیں۔

والسلف ما اختلفوا فی هذا الاخیر ولم ینقل عنهم الا قول واحد۔
(جامع البیان ص ۵۰۳)

ترجمہ: اور سلفؒ نے نہیں اختلاف کیا اس پچھلی صفت میں کہ اس سے مراد صرف ملائکہ ہیں اور نقل نہیں کیا گیا ان سے اس بارہ میں مگر صرف ایک قول کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۵: علامہ آلوسیؒ اور علامہ اندلسیؒ فرماتے ہیں۔

قال ابن عطیة لا احفظ خلافا انها الملائکة۔
(روح المعانی ص ۲۶ ج ۳۰)

ترجمہ: ابن عطیہ کہتے ہیں کہ مجھے کوئی اختلاف معلوم نہیں اس بارے میں کہ مدبرات سے مراد ملائکہ ہیں۔

ماخذ نمبر ۶: مفسر خازنؒ فرماتے ہیں۔

واتفقوا علی ان المراد بقوله فالمدبرات امرًا وصف لشیء واحد وهم الملائكة۔
(خازن ص ۱۷۰ ج ۷)

ترجمہ: سلف اور مفسرینؒ کا اجماع ہے اس بات پر کہ مدبرات سے مراد صرف ملائکہ ہیں۔

ماخذ نمبر ۸: بیہقی الوقت علامہ مظہریؒ فرماتے ہیں۔

ذکر فی تأویل هذه الآیة وجوه اخر بناء علی احتمال العقل من غیر نقل من السلف قال البیضاوی هی صفات للنفوس الفاضلة حال المفارقة۔
(مظہری ص ۱۸۷ ج ۱۰)

ترجمہ: آیت کی تاویل میں اور توجیہات بھی ذکر کی گئی ہیں لیکن وہ صرف احتمال عقلی پر مبنی ہیں اور سلفؒ سے ان پر کوئی نقل موجود نہیں ہے جس طرح قاضی بیضاویؒ نے فرمایا ہے کہ صفتیں ہیں ارواح مقدسہ کی بدنوں سے جدا ہونے کی حالت میں۔

ماخذ نمبر ۹: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

وفی حمل المدبرات علی النجوم ایهام صحة ما یزعمه اهل الاحکام وجهلة المنجمین وهو باطل عقلًا ونقلًا کما اوضحنا ذلك فیما تقدم

ترجمہ: اور مدبرات کو نجوم پر حمل کرنے میں لوگوں کو اس بات کے وہم میں ڈالنا ہے کہ شاید اہل احکام اور جہلاء نجومی جو ستاروں میں سعادت و نحوست کا گمان کرتے ہیں یہ صحیح ہے حالانکہ یہ عقلاً اور نقلاً

وکذا فی حملها علی النفوس الفاضلة المفارقة ایهام صحة ما یزعمه کثیر من سخفة العقول من ان الاولیاء یتصرفون بعد وفاتهم بنحو شفاء المریض وانقاذ الغریق والنصر علی الاعداء وغیر ذلک مما یکون فی عالم الکون والفساد علی معنیٰ ان الله تعالیٰ فوض الیهم ذلک ومنهم من خص ذلک بخمسة من الاولیاء والکل جهل وان کان الثانی اشد جهلاً۔

(روح المعانی ص ۲۵ ج ۳۰)

باطل ہے جس طرح کہ ہم اس کی پہلے وضاحت کر چکے ہیں اسی طرح مدبرات کو ان ارواح مقدسہ پر حمل کرنا جو بدنوں سے جدا ہو چکے ہیں اس میں یہ خرابی ہے کہ لوگ اس وہم میں پڑ جاویں گے کہ شاید وہ گمان صحیح ہے جس کو بہت سارے کم عقل لوگ گمان کرتے ہیں کہ اولیاء مرنے کے بعد تصرف کرتے رہتے ہیں مثل شفاء دینے مریض کے اور بچانے ڈوبتے ہوئے کے اور مدد کرنے دشمنوں پر اور ان کے علاوہ باقی وہ کام جو اس عالم دنیا میں ہو رہے ہیں اور تصرف بھی اس معنیٰ پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ان کاموں کا کرنا سونپ دیا ہے اور بعضے ان بے وقوفوں میں سے خاص کرتے ہیں اس تصرف کو صرف پانچ ولیوں کے ساتھ ویسے تو ساری باتیں جہل ہیں لیکن یہ دوسری بات شدید ترین جہالت ہے۔

سوال

مان لیا کہ مدبرات سے مراد صرف ملائکہ ہیں نہ ارواح مقدسہ لیکن پھر بھی ملائکہ کا متصرف ہونا آیت سے ثابت ہو گیا حالانکہ ہر غیر اللہ کا تصرف ماننا شرک ہے اگرچہ ملائکہ کیوں نہ ہوں۔

تمہید الجواب

تصرف دو قسم بنتا ہے۔ اوّل: تفویضی و تملیکی وما فوق الاسباب وبالاستقلال: وہ یہ ہے کہ کسی خطہ کے کوئی کاروبار اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو سونپ کر اور اس کے حوالے کر کے اس کے اختیار میں کر دے بایں طور کہ ان امور کے تصرفات میں مافوق الاسباب اس مشیر و وزیر و نواب و مختار کو ہر ہر جزئی میں دوبارہ خصوصی اجازت نہ لینی پڑے بلکہ اسی پہلی اجازت کلی کے ماتحت اپنی مرضی سے مافوق الاسباب تصرف کرتا رہے۔ خلاصہ یہ کہ کسی مخلوق کو مافوق الاسباب تصرف کرنے یا کروانے کا مالک مختار ماننا۔

حکم تصرف تملیکی

یہ عقیدہ شرکیہ ہے مشرکین مکہ اور شیعوں کا مفوضہ فرقہ اور بریلویہ کا عقیدہ بھی یہی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے اس تملیکی و تفویضی عقیدہ شرکیہ کی جڑ کاٹنے کے لیے دو عنوان قائم فرمائے ہیں۔

عنوان اوّل: اثباتی

یعنی تمام عالموں کے ہر چھوٹے بڑے کام میں اللہ تعالیٰ آپ ہی متصرف و حکمران ہے۔

مأخذ نمبرا:

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ۔ (پ ۱۳ رعد ع ۱)	ترجمہ: وہی آپ ہی تدبیر کرتا ہے ہر ایک کام میں۔

فہم سلف نمبرا: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

ای امر العالم العلوی والسفلی۔ (روح المعانی ص ۸۹ ج ۱۳)	ترجمہ: یعنی تصرف کرتا ہے عالم علوی اور سفلی میں۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔

یقول تعالیٰ ذکرہ یقضی اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونها امور الدنیا والاٰخرة کلها ویدبر ذلك کله وحده بغیر شریك ولا ظهیر ولا معین سبحانه۔ (ابن جریر ص ۹۵ ج ۱۳)	ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حکم کرتا رہتا ہے دنیا اور آخرت کے تمام کاموں میں اللہ پاک جس نے آسمانوں کو اونچا کیا بغیر ستونوں کے چنانچہ دیکھتے ہو تم اس کو اسی طرح اور تصرف کرتا رہتا ہے ان سارے کاموں میں بالکل اکیلا بغیر کسی شریک اور مددگار اور معاون کے پاک ہے وہ۔

فہم سلف نمبر ۳: امام رازیؒ فرماتے ہیں۔

واما العاقل فانه اذا تأمل فی هذه الاٰیة علم انه تعالیٰ یدبر عالم الاجسام وعالم الارواح ویدبر الکبیر کما	ترجمہ: عاقل انسان جب اس آیت میں غور کرے گا تو یقین کرلے گا کہ اللہ تعالیٰ آپ ہی تصرف کرتا ہے عالم جسمانیات اور عالم روحانیات

یدبر الصغیر فلا یشغله شان عن شان ولا یمنعه تدبیر عن تدبیر۔
(کبیر ص ۲۳۴ ج ۱۸)

میں اور آپ ہی تصرف کرتا ہے بڑے کاموں میں جس طرح آپ تصرف کرتا ہے چھوٹے کاموں میں پس نہیں مشغول کرتا اس کو ایک حال دوسرے حال سے اور نہیں روکتا اس کو ایک تصرف دوسرے تصرف سے۔

ماخذ نمبر ۲:

فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ۔ (پ ۲۳ یٰسین ع ۵)

ترجمہ: پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے کامل اختیار ہر چیز کا۔

ماخذ نمبر ۳:

وَلِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ (پ ۲۵ جاثیہ ع ۴)

ترجمہ: اور اللہ ہی کی ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

ماخذ نمبر ۴:

وَتَبٰرَکَ الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا۔ (پ ۲۵ زخرف ع ۷)

ترجمہ: اور بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں اور جو ان کے درمیان میں ہے۔

ماخذ نمبر ۵:

اَلَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ

ترجمہ: اور وہ جس کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین میں اور نہیں بنایا

اس نے بیٹا اور نہیں کوئی اس کا ساجھی راج میں۔	يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ۔ (پ۱۸ فرقان ع۱)

فائدہ نمبر ۱

ان آیات میں کلمہ للہ اور کلمہ لہ کی لام حصر کے لیے ہے جس کا معنٰی ہے کہ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان میں بادشاہی اور حکومت صرف میری ہی ہے نہ کسی اور ہستی کی۔

فائدہ نمبر ۲

ان آیات میں بیدہ اور للہ اور لہ کی تقدیم حصر اور اختصاص کے لیے ہے۔

فائدہ نمبر ۳

یہ جملے خبریے ہیں جو منسوخ ہونے سے پاک ہیں۔

فائدہ نمبر ۴

اور یہ جملے ایسے ہیں جو دوام اور استمرار پر دلالت کرتے ہیں مطلب ان آیات کا یہ ہوگا کہ تمام جہانوں کی بادشاہی اور حکومت ہمیشہ کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔ چنانچہ خطیب شربینیؒ آیت یٰسین کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۱:

ترجمہ: وہ ذات جس کے ہاتھ یعنی صرف اور خاص اسی کی قدرت اور اسی کے تصرف میں ہیں اختیارات ہر چیز کے اور حکومت ظاہراً اور باطناً	الذی بیدہ ای قدرته وتصرفه خاصة لابید غیرہ ملکوت کل شیء ای ملکه التام وملکه

ظاهرا وباطنا۔
(سراج منیر ص ۳۶۷ ج ۳)

ہر چیز کی اور اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں ہیں۔

فہم سلف نمبر ۲: نیز علامہ آلوسیؒ آیت جاثیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

بیان للاختصاص المطلق والتصرف الکلی فیهما وفیما بینهما بالله عزوجل۔
(روح المعانی ص ۱۵۵ ج ۲۵)

ترجمہ: آیت میں بیان ہے اس بات کا کہ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان میں تصرف کلی اور مطلق اللہ عزوجل کے ساتھ مختص اور اس میں بند ہے۔

فہم سلف نمبر ۳: نیز علامہ شوکانیؒ آیت فرقان کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

دون غیرہ فهو المتصرف فیهما۔ (فتح القدیر ص ۶۰ ج ۴)

ترجمہ: صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی نہ کسی اور کے لیے پس وہی متصرف ہے ان دونوں میں۔

فائدہ نمبر ۵

سب سے بے حد ضروری اور فرض عین کے طور پر مخلوق کو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور حکومت سے قرآن کی مراد کیا ہے۔ تو دل کی توجہ سے سن لو کہ بادشاہی اور حکومت الہیہ سے مراد یہ ہے کہ تمام جہانوں کے تمام چھوٹے اور بڑے کاموں میں تصرف اور حکم نفع اور نقصان کا، عزت اور ذلت کا، کام کے ہونے اور نہ ہونے کا، کام کے بگڑنے اور بننے کا، ہدایت اور گمراہی کا، فتح وشکست کا، خوشی اور غمی کا وغیرہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا جاری ہے نہ کسی غیر کا نہ استقلالاً نہ اشتراکاً نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر۔

فہم سلف نمبر ۱: چنانچہ علامہ خفاجیؒ آیت جاثیہ کی تفسیر میں ملک کی مراد معین کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لان المراد بملکه لها تصرفه فيها کما اراد۔
(عنایۃ القاضی ص ۲۲ ج ۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ان میں متصرف ہے جس طرح چاہتا ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: نیز علامہ آلوسیؒ آیت فرقان کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ای له سبحانه خاصة دون غيره لا استقلالا ولا اشتراکا السلطان القاهر والاستيلاء الباهر عليهما المستلزم للقدرة التامة والتصرف الکلی فيهما وفيما فيهما ايجادا واعداما واحياء واماتة وامرا ونهيا حسبما تقتضيه مشيئته المبنية على الحکم والمصالح۔
روح المعانی ص ۲۳۲ ج ۱۸،
ابو السعود ص ۱۱۸ ج ۴

ترجمہ: یعنی صرف اللہ سبحانہ کے لیے مختص ہے نہ کسی غیر کے لیے نہ استقلالا اور نہ اشتراکا بادشاہی اور غلبہ دونوں پر جو مستلزم ہے اس بات کو کہ آسمان اور زمین اور جو مخلوق ان میں ہے ان سب میں قدرت کاملہ اور تصرف کلی موجود کرنے کا اور معدوم کرنے کا اور زندہ کرنے کا اور مارنے کا اور امر کا اور نہی کا اسی کا جاری ہے جس طرح اس کی مشیت تقاضا کرتی ہے جو حکم اور مصالح پر مبنی ہے۔

عنوان دوم: منفی

اللہ تعالیٰ نے تصرفات تکوینیہ یا تشریعیہ چھوٹے یا بڑے تمام یا بعض کسی مخلوق کے حوالے نہیں کیے یعنی کسی مخلوق کو بھی تصرف کرنے کا اختیار دے کر اور اس کو اس کا مالک و مختار بنا کر اپنا مشیر و وزیر و متبنّیٰ مقرر نہیں کیا۔

ماخذ نمبر ا:

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ (پ ۲۲ سبا ع ۳)

ترجمہ: کہہ دو پکارو تم ان لوگوں کو کہ گمان کرتے ہو تم ان کو سوائے خدا کے نہیں اختیار رکھتے برابر ایک ذرہ کے آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہیں واسطے ان کے ان دونوں میں کوئی ساجھا اور نہیں واسطے اس کے ان میں سے کوئی پشتی بان۔

فائدہ

آیت میں من دون اللہ سے مراد صرف بت نہیں کیونکہ صرف بت من دون اللہ کا نہ لغوی معنیٰ ہے نہ مرادی، حق یہ ہے کہ آیت کو بتوں میں منحصر ماننا تحریف قرآن ہے بلکہ من دون اللہ سے بلا استثناء ہر قسم کی مخلوق مراد ہے۔

فہم سلف نمبر ا: علامہ نسفیؒ، علامہ زمخشریؒ، علامہ معین بن صفیؒ، علامہ آلوسیؒ اور علامہ ابوحیان اندلسیؒ لکھتے ہیں۔

مِن دُونِ اللَّهِ من الاصنام والملائکۃ۔

ترجمہ: من دون اللہ سے مراد بت اور فرشتے ہیں۔

(مدارک ص ۲۴۸ ج ۳، کشاف ص ۵۷۹ ج ۳، جامع البیان ص ۳۶۹، روح المعانی ص ۱۳۸ ج ۲۲، البحر المحیط ص ۲۵۵ ج ۷)

فہم سلف نمبر ۲: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ من الملائکۃ والانبیاء والاصنام۔ (قرطبی ص ۲۹۵ ج ۱۴)	ترجمہ: اللہ پاک کے سوا یعنی فرشتے، انبیاء اور بت۔

ماخذ نمبر ۲:

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ۔ (پ ۲۲ فاطر ع ۲)	ترجمہ: اور جن کو پکارتے ہو سوائے اس کے نہیں مالک کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے۔

فائدہ

اس آیت کے کلمہ "من دونہ" میں باتفاق مفسرین عموم ہے لیکن اس عموم میں ان کے دو قول ہیں۔

قول اوّل

یہ عموم بلا استثناء ہر مخلوق کو شامل ہے خواہ وہ روح یا عقل والی مخلوق ہو جیسے نوری ناری خاکی وغیرہ یا غیر ذی روح ہو جیسے بت وغیرہا۔

فہم سلف نمبر ۱: چنانچہ علامہ شربینیؒ لکھتے ہیں۔

ای غیرہ وھم الاصنام۔	ترجمہ: من دونہ کا معنی سوا اللہ تعالٰی

ترجمہ	عربی
کے اور وہ بت اور ماسوا ان بتوں کے اور ہر شئے سوا اللہ کے۔	وغیرھا وکل شیء دونہ۔ (سراج منیر ص ۳۱۹ ج ۳)

فہم سلف نمبر ۲: علامہ ابو الوفاءؒ فرماتے ہیں۔

ترجمہ	عربی
ترجمہ: یعنی من دونہ سے ہر مخلوق مراد ہے جو ہستی بھی ہو۔	من دونہ کائنا من کان۔ (تفسیر القرآن بکلام الرحمن ص ۲۸۴)

فہم سلف نمبر ۳: علامہ معین بن صفیؒ فرماتے ہیں۔

ترجمہ	عربی
ترجمہ: سوا اللہ تعالیٰ کے یعنی فرشتے اور بت۔	من دونہ من ملک او صنم۔ (جامع البیان ص ۳۷۰)

فہم سلف نمبر ۴: علامہ مظہریؒ فرماتے ہیں۔

ترجمہ	عربی
ترجمہ: یعنی جن کی عبادت کرتے ہو بتوں وغیرہ کی اور علاوہ ان کے باقی اشیاء جو بھی ہیں اللہ پاک کے سوا۔	ای الذین تعبدونہا من الاصنام وغیرھا کائنۃ من دونہ۔ (مظہری ص ۵۰ ج ۸)

فائدہ

ممکن ہے کہ فریق ثانی کو کسی وجہ سے ان حوالوں سے اطمینان حاصل نہ ہو توان کی دل جمعی کے لیے ان کے معتمد علیہ مولوی اسماعیل حقی کا حوالہ لکھ رہا ہوں۔

فہم سلف:

ترجمہ	عربی
ترجمہ: اور جائز ہے کہ ارادہ کیا ہو اللہ تعالیٰ نے ہر معبود سوا اللہ کے جنوں سے اور انسانوں سے اور بتوں سے پس غلبہ دیا ہو غیر بتوں کو بتوں	ویجوز ان یرید کل معبود من دون اللہ من الجن والانس والاصنام فغلب غیر الاصنام علیھا

كما في بحر العلوم۔
(روح البیان ص۲۱۸ ج۳)

پر جس طرح بحر العلوم میں ہے۔

قول دوم

یہ عموم صرف عقل والی مخلوق کے اعتبار سے ہے بت اس میں داخل ہی نہیں ہیں کیونکہ ایک تو اللہ تعالیٰ نے ان معبودوں کے لیے ضمیر ذوی العقول کی استعمال کی ہے دوسرا ان سے استجابت اور سماع کی نفی کی ہے اس کا محل صرف عقل والی مخلوق ہی ہے اور بت عقل اور سماع اور استجابت کا محل ہی نہیں ہیں۔

فہم سلف: علامہ آلوسیؒ اور علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

ثم يجوز ان يرجع هذا الى المعبودين مما يعقل كالملائكة والجن والانبياء والشياطين۔
(قرطبی ص۳۳۶ ج۱۴)
(روح المعانی ص۱۸۲ ج۲۲)

ترجمہ: پھر یہ بات بھی جائز اور صحیح ہے کہ پھیرا جاوے آیت کو ان معبودین کی طرف جو عقل رکھتے ہیں جیسے فرشتے اور جن اور انبیاء اور شیاطین۔

فائدہ

آیت بہر تاویل وبہر تفسیر باتفاق مفسرین صرف بتوں پر بند نہیں ہے ہاں آیت میں بتوں کے داخل ہونے میں اگرچہ مفسرین کا اختلاف ہے لیکن آیت کا بتوں پر بند نہ ہونے میں کسی مفسر کا کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔

ماخذ نمبر۳:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ

ترجمہ: کہہ بلاؤ ان لوگوں کو کہ

دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿٥٦﴾ (پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ٦)	دعویٰ کرتے ہو تم سوائے اس کے پس نہیں اختیار رکھتے برائی ہٹانے کا تم سے اور نہ بدل ڈالنے کا۔

فائدہ

پہلی دونوں آیتوں میں من دونہ کے عموم میں عقل والی مخلوق کے ساتھ اگرچہ بت بھی داخل تھے لیکن اس آیت میں تو بت قطعاً داخل نہیں ہیں بلکہ صرف عقل والی مخلوق ملائکہ، جنات، انبیاء، اولیاء مراد ہیں۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ ابو السعود عمادیؒ اور علامہ محلیؒ اور قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں۔

من دونہ کالملائکۃ وعیسی وعزیر۔ (جلالین، بیضاوی مصری ص ۳۸۳ ج ۱، ابو السعود ص ۳۳۵ ج ۳)	ترجمہ: سوا اللہ تعالیٰ کے مثل فرشتوں اور عیسیٰؑ اور عزیرؑ کے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

والظاھر ان المراد من الموصول کل من عبد من دون اللہ سبحانہ من العقلاء۔ (روح المعانی ص ۹ ج ۱۵)	ترجمہ: ظاہر یہ ہے کہ موصول سے مراد ہر وہ عقل والی مخلوق ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے بغیر عبادت کی گئی۔

فہم سلف نمبر ۳: خطیب شربینی، امام رازیؒ، علامہ شوکانیؒ بتوں کے خارج ہونے کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لیس المراد الاصنام لانہ تعالیٰ قال فی صفتھم اولئک	ترجمہ: آیت سے مراد بت نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے اندر جو

الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ وابتغاء الوسیلۃ الی اللہ تعالیٰ لا یلیق بالاصنام البتۃ۔
(کبیر ص ۲۳۱ ج ۲۰، سراج منیر ص ۳۱۲ ج ۲، فتح القدیر ص ۲۳۷ ج ۳)

معبود مراد ہیں ان کے حق میں فرماتا ہے جن کو مشرکین پکارتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف قرب طلب کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف قرب طلب کرنا یقیناً بتوں کے لائق نہیں ہے۔

ماخذ نمبر ۴:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾
(پ ۱۸ فرقان ع ۱)

ترجمہ: اور بنائے ہیں سوائے اس کے معبود جو نہیں پیدا کر سکتے کچھ، اور وہ پیدا کیے جاتے ہیں اور نہیں مالک اپنی جان کے ضرر اور نہ نفع کے اور نہ اختیار میں رکھتے ہیں موت کو اور نہ زندگی کو اور نہ جی اٹھنے کو۔

فائدہ

من دونہ سے مراد خاص بت نہیں ہیں بلکہ ہر ماسوی اللہ مراد ہے۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ ابوحیان اندلسیؒ اور علامہ قیسی حنفیؒ متوفی ۷۴۹ھ فرماتے ہیں۔

ویندرج فی "واتخذوا" کل من ادعی الھا غیر اللہ ولا یختص بذلک عباد الاوثان ولا عباد الکواکب۔
(بحر المحیط ص ۴۸۱ ج ۶)

ترجمہ: واتخذوا میں ہر وہ شخص شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کو معبود مانے اور یہ آیت صرف بتوں اور ستاروں کی پوجا کرنے والوں کے ساتھ خاص

(الدر اللقیط ص ۵۴۸ ج ۶)

نہیں ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: خطیب شربینی اور علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں۔

وغلب العقلاء علی غیرھم لان الکفار کانوا یعبدون العقلاء کعزیر والمسیح والملائکة وغیرھم کالکواکب والاصنام۔

(سراج المنیر ص ۶۴۵ ج ۲)
(فتح القدیر ص ۶۱ ج ۴)

ترجمہ: نظم قرآن میں عقلاء کو غیر عقلاء پر غلبہ دیا گیا ہے کیونکہ کفار عقل والی چیزوں کی عبادت بھی کرتے تھے جیسے عزیرؑ اور مسیحؑ اور ملائکہ اور غیر عقل والی چیزوں کی بھی عبادت کرتے تھے جیسے ستارے اور بت۔

ماخذ نمبر ۵:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔

(پ ۱۴ نحل ع ۱۰)

ترجمہ: اور عبادت کرتے ہیں اللہ پاک کے سوا ان کی جو نہیں اختیار رکھتے واسطے ان کے روزی دینے کا آسمانوں اور زمین سے کچھ بھی اور نہ استطاعت رکھتے ہیں۔

فائدہ

یہاں بھی من دون اللہ سے مراد صرف بت نہیں ہیں بلکہ ہر ماسوی اللہ مراد ہے۔

فہم سلف: علامہ ابو حیان اندلسیؒ اور علامہ تاج الدین قیسی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

وما لا یملك عام فی جمیع من عبد من دون اللہ من ملك او آدمی او غیر ذلك۔

ترجمہ: اور جملہ ما لا یملك کا شامل ہے تمام ان ہستیوں کو جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی گئی

(البحر المحیط ص ۵۱۶ ج ۵، الدر اللقیط ص ۵۱۵ ج ۵)

فرشتے یا آدمی یا سوا ان کے۔

فائدہ عظیمہ

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ہر غیر اللہ سے تصرف تملیکی کی نفی کرنے کے لیے فعلوں پر نفی داخل کی ہے۔ مایملکون، لا یملکون، لایملك اور باحوالہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ فقہاء احنافؒ کے نزدیک جب نفی فعل پر داخل ہو اور قرینہ تخصیص کا نہ ہو (جس طرح ان آیات میں نہیں ہے) تو وہاں جنس فعل کی نفی ہونے کی وجہ سے اس فعل کی تمام اقسام کی نفی ہو جاتی ہے تو بناءً علیہ ان آیات میں بھی ہر غیر اللہ سے ملک تصرف کے جتنے اقسام ہیں خواہ ذاتی خواہ عطائی خواہ بالفعل یا بالقوۃ سب کی نفی ہو جائے گی۔ لیکن مشرکین مکہ جو قرآن پاک کے اوّلین مخاطب تھے ان کا عقیدہ چونکہ اپنے معبودوں کے حق میں تصرف ذاتی کا نہیں تھا بلکہ صرف عطائی اور وہبی اور تفویضی کا تھا محض اس لیے مفسرین حضرات نے بھی تصرف عطائی کی نفی کی تصریح فرمائی ہے ورنہ معنی کے لحاظ سے ان کے نزدیک بھی نفی ملک میں عموم ہے۔

فہم سلف نمبر ۱: امام رازیؒ آیت سبا کا شان نزول لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وثالثها قول من قال التركيبات والحوادث كلها من الله تعالىٰ لكن فوض ذلك الى الكواكب فقال تعالىٰ فى ابطال قولهم "وماله منهم من ظهير" ما فوض الى شىء شيئا بل هو على كل

ترجمہ: تیسرا قول اس شخص کا جو کہتا ہے کہ تمام ترکیبات اور واقعات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ واقعات ستاروں کو سونپ کر ان کے حوالے کر دیے ہیں پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو رد کرنے کے لیے "وماله

شیء حفیظ ورقیب۔
(کبیر ص ۲۵۵ ج ۲۵)

منھم من ظھیر" یعنی نہیں سونپا اور حوالے کیا اللہ تعالیٰ نے کسی کو کچھ بھی بلکہ وہ ہر شئے پر آپ ہی نگران اور نگہبان ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ حقانیؒ لکھتے ہیں۔

بعض یہ سمجھتے تھے کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا تو اللہ ہی نے کیا ہے مگر ان میں تصرفات کے اختیارات ہمارے معبودوں کو دے رکھے ہیں اس لیے ہم ان کی دہائی دیتے نذر ونیاز کرتے ہیں عموماً مشرکین اسی خیال باطل میں مبتلاء ہیں اس کے رد میں فرماتا ہے "لا یملکون مثقال ذرة فی السمٰوٰت ولا فی الارض" کہ ان کا آسمانوں اور زمین میں کچھ بھی اختیار نہیں ہے۔
(تفسیر حقانی ص ۱۰۴ ج ۶)

فائدہ

دیکھ لیا امام رازیؒ اور علامہ حقانیؒ نے آیت کا مصداق ان لوگوں کو بنایا جو غیر اللہ کا تصرف غالی فرقہ کی طرح عطائی اور تفویضی اور من جانب اللہ تعالیٰ حوالے کیا ہوا اور سونپا ہوا مانتے ہیں۔ غالی لوگو! امام رازیؒ کے جملہ "مافوض الی شیء شیئا" کو بار بار پڑھو اور یہ بہتان تراشی چھوڑ دو کہ قرآن پاک میں نفی تصرف ذاتی کی ہے عطائی کی نہیں۔

فہم سلف نمبر ۳: اسی طرح امام رازیؒ آیت فاطر کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وانما کانوا یقولون بان اللہ تعالیٰ فوض امر الارض والارضیات الی الکواکب التی الاصنام

ترجمہ: مشرکین کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور زمین والی چیزوں کا معاملہ ان ستاروں کے حوالے کر دیا ہے جن کی شکلوں اور طوالع پر

علی صورتها وطوالعها فقال لا ملك لهم ولا يملكهم الله شيئا ولا ملكوا شيئا۔
(تفسیر کبیر ص ۱۲ ج ۲۶)

ہمارے بت تیار کیے گئے ہیں پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ نہیں ہے ملک واسطے ان کے اور نہ مالک کیا ہے اللہ پاک نے ان کو کسی چیز کا اور نہ مالک ہوئے وہ خود بخود کسی چیز کے۔

خلاصہ یہ کہ نہ ذاتی تصرف کے مالک ہیں نہ عطائی کے۔

فائدہ

ان نصوص قرآنیہ (جو ہر غیر اللہ سے تصرف تملیکی پر قطعی الدلالت ہیں) کے بعد کسی حوالے کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن مزید اطمینان کے لیے چند حوالے عرض کرتا ہوں۔

عقیدہ صوفیاء دربارۂ تصرف غیر اللہ تعالیٰ

ماخذ نمبر ۱: حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اہل السنت والجماعت کے عقائد بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فهي ان يعرف ويتيقن انه لا شريك ولا ظهير ولا وزير ولا ند له ولا مشير له۔
(غنیۃ الطالبین ص ۶۱ ج ۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی معرفت یہ ہے کہ انسان یقین کرے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی وزیر ہے اور نہ کوئی شریک ہے اور نہ کوئی مشیر ہے۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ شعرانی شیخ اکبر ابن عربیؒ کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مالك لا شريك له ملك لا وزير له صانع لا مدبر معه۔
(الیواقیت والجواہر ص ۴۳ ج ۱)

ترجمہ: مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ بادشاہ ہے اس کے ساتھ کوئی وزیر نہیں وہ آپ صانع ہے اس

کے ساتھ کوئی مدبر اور تصرف کرنے والا نہیں ہے۔

مفتیان اسلام و مسئلہ تصرف غیر اللہ تعالیٰ

ماخذ: حضرت شاہ رفیع الدینؒ فرماتے ہیں۔

وحق تعالیٰ از وزیر و مشیر مبرا و عالی است کار خود بدیگرے نہ سپرد و مستحق عبادت کسے را نہ ساختہ۔
(فتاویٰ شاہ رفیع الدینؒ ص ۱۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ وزیر اور مشیر سے بری اور بلند ہے اور اس نے اپنے کام یعنی تصرفات کسی مخلوق کے حوالے اور سپرد نہیں کیے اور مستحق عبادت بھی اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بنایا۔

دوم تصرّف تعمیلی وماتحت الاسباب

وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ کے تحت اس جہان کے کچھ کام کسی مخلوق (فرشتہ یا انسان وغیرہما) کے حوالے کر دے لیکن ان کاموں میں حکم اور اختیار صرف اللہ تعالیٰ کا ہو اور اس مخلوق کو اس میں ذرہ بھر بھی اختیار نہ ہو بلکہ باقی مخلوق کی طرح وہ مخلوق بھی مجبور محض ہو وہاں ماتحت الاسباب صرف حکم الٰہی کی تعمیل اس کے ذمہ ہو۔

حکم تصرّف تعمیلی و غیر تفویضی

یہ تصرف مخلوق میں ماننا شرک نہیں ہے کیونکہ تصرف مافوق الاسباب حقیقۃً تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور صرف ماتحت الاسباب تعمیل احکام اور انتظام غیر اختیاری

مخلوق کا ہے اگر چہ اللہ تعالیٰ جہان کے تمام کام بغیر اسباب کے پیدا کر سکتا ہے لیکن حکمت بالغہ کے ماتحت یہ ایک شاہانہ نظام کا ظہور ہے۔

قارئین کرام! یہ تصرف تعمیلی بھی وہاں مانا جائے گا جہاں ثبوت شرعی موجود ہو جیسے ملائکہ اور حضرت خضر علیہم السلام کے لیے محض گمان سے کسی مخلوق میں ماننا جائز نہیں ہے۔

الجواب

آیت میں تدبیر کی قسم اوّل تصرف تملیکی و تفویضی ومافوق الاسباب قطعاً مراد نہیں ہے بلکہ تدبیر کی قسم دوم تعمیلی اور ماتحت الاسباب مراد ہے اور تمام مدبرات تمام کاموں میں باقی مخلوق کی طرح بے بس اور بے اختیار ہیں ذرہ برابر بھی اپنی مرضی نہیں کرسکتے ہاں ان کی ماتحت الاسباب تعمیل احکام کو محض مجازاً اور ظاہراً تصرف اور تدبیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو تصرف مخلوق کے لیے ماننا شرک ہے وہ آیت میں مراد نہیں ہے اور جو مراد ہے وہ شرک نہیں ہے۔

عنوان اوّل

حضرت خضر علیہ السلام کی تدبیر تفویضی و تملیکی نہیں ہے بایں طور کہ امور تکوینیہ ان کے حوالے کر کے ان میں ان کو مختار بنا دیا گیا ہو کہ جو ان کی مرضی ہو اسی طرح کریں بلکہ ان کی تدبیر محض تعمیلی ہے۔

ماخذ:

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ۔ (پ ۱۶ کہف ع ۱۰)	ترجمہ: اور نہیں کیا میں نے یہ کام اپنے مرضی سے۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ معین بن صفیؒ لکھتے ہیں۔

ما فعلته ای ما رأیت عن امری رأیی واختیاری بل فعلته بامر الله۔ (جامع البیان ص ۲۵۷)	ترجمہ: نہیں کیا میں نے ان کاموں کو جن کو تو نے دیکھا اپنے حکم سے یعنی اپنی رائے واختیار سے بلکہ کیا میں نے ان کاموں کو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔

یقول وما فعلت یاموسیٰ جمیع الذی رأیتنی فعلته عن رأیی ومن تلقاء نفسی وانما فعلته عن امر الله ایای به۔ (تفسیر ابن جریر ص ۷ ج ۱۶)	ترجمہ: اے موسیٰ وہ کام جو آپ نے مجھ کو کرتے دیکھا میں نے اپنے خیال اور اپنی ذات کی طرف سے نہیں کیے بلکہ میں نے ان کاموں کو اس لیے کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے حکم ہوا ان کاموں کے کرنے کا۔

فہم سلف نمبر ۳: علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

وما فعلته عن امری ای لکنی امرت به ووقفت علیه۔ (ابن کثیر ص ۹۹ ج ۳)	ترجمہ: نہیں کیے میں نے یہ کام اپنے حکم سے لیکن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم کیا گیا تھا ان کاموں کا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان رازوں پر مطلع کیا گیا تھا۔

عنوان دوم

ملائکہ کی تدبیر ماتحت الاسباب محض تعمیلی اور انتظامی ہے نہ تملیکی و تفویضی۔

ماخذ نمبر ۱:

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۔ (پ ۳۰ نازعات ع ۱)	ترجمہ: پھر تدبیریں کرنے والے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔

فالملائکة المدبرة ما امرت به من امر الله۔ (ابن جریر ص ۳۱ ج ۳۰)	ترجمہ: پس فرشتے تدبیر کرنے والے ہیں ان کاموں کی جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم کیے گئے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ بغویؒ اور علامہ خازنؒ فرماتے ہیں۔

قال ابن عباس هم الملائكة وكلوا باموروعرفهم الله عزوجل العمل بها۔ (خازن ص ۱۷۱ ج ۷، معالم ص ۱۷۰ ج ۷)	ترجمہ: فرمایا ابن عباسؓ نے وہ مدبرات ملائکہ ہیں جو مقرر کیے گئے ہیں ایسے کاموں پر جن کا کرنا اللہ عزوجل نے ان کو فرمادیا۔

فہم سلف نمبر ۳: علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

زاد الحسن تدبر الامر من السماء الى الارض يعني بامر ربها عزوجل۔	ترجمہ: حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ فرشتے آسمان سے لے کر زمین تک کاموں کا انتظام کرتے ہیں لیکن

(ابن کثیر ص ۴۶۶ ج ۴)

مراد ان کی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے حکم سے۔

فہم سلف نمبر ۴: علامہ محلیؒ فرماتے ہیں۔

الملائکۃ تدبر امر الدنیا ای تنزل بتدبیرہ۔
(جلالین ص ۴۷۸)

ترجمہ: فرشتے دنیا کے کاموں کا انتظام کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کاموں کی طے شدہ تدبیر کو لے کر اترتے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۵: فریق ثانی کا معتمد علیہ سلیمان جملؒ محشی جلالین لکھتے ہیں۔

نسبۃ التدبیر الیہا مجاز کما اشار لہ بقولہ ای تنزل بتدبیرہ۔
(جمل ص ۴۷۸ ج ۴)

ترجمہ: نسبت تدبیر کی ملائکہ کی طرف مجازی ہے جس طرح اشارہ کیا شیخ محلیؒ نے اس نسبت کے مجازی ہونے کی طرف اپنے قول تنزل بتدبیرہ کے ساتھ۔

فہم سلف نمبر ۶: علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں۔

جو حضرات انبیاء واولیاء کرام وملائکہ عظام کی پرستش اور ان سے نذر ونیاز کرکے اپنے مقاصد کا سرانجام چاہنا دستور کرلیا تھا غالباً وہ اسی خیال سے تھا کہ جس کو اسلام نے رد کر دیا اور بتا دیا کہ گو وہ مامور ہیں مگر کرتے وہی ہیں جو حکم الٰہی ہوتا ہے نہ وہ کسی کی نذر ونیاز سے خوش ہوتے ہیں نہ پکارنے دہائی دینے پر ان کے کام بناتے ہیں وہ حق سبحانہ کی مرضی کے تابع محض ہیں ان کا ذاتی ارادہ واختیار ان معاملات میں کچھ بھی نہیں۔ (تفسیر حقانی ص ۲۲ ج ۸)

خلاصہ مفسرینؒ کی عبارات واضح ہیں اس مضمون میں کہ ملائکہ مدبرات

من جانب اللہ تعالیٰ قاضی الحاجات اور کاموں میں حاکم اور مالک و مختار مقرر نہیں ہیں بلکہ فرمان الٰہی کی تعمیل اور انتظام کو مجازاً تدبیر فرمایا ہے۔

ماخذ نمبر ۲:

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ (پ ۱۴ نحل ع ۶)	ترجمہ: اوپر سے وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور کرتے ہیں جو کچھ حکم کیے جاتے ہیں۔

فہم سلف: علامہ آلوسیؒ اور علامہ شربینیؒ اور قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں۔

ای ما یؤمرون به من الطاعات والتدبیرات۔ (روح المعانی ص ۱۵۸ ج ۱۴) (سراج منیر ص ۲۳۳ ج ۲) (بیضاوی ص ۳۶۰ ج ۱)	ترجمہ: اور کرتے ہیں صرف وہ چیز جس کا حکم کیے جاتے ہیں طاعات سے اور انتظامات سے۔

ماخذ نمبر ۳:

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ (پ ۱۷ انبیاء ع ۲)	ترجمہ: بلکہ بندے ہیں عزت دیے گئے نہیں آگے چلتے اس سے بات میں اور وہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۴:

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ	ترجمہ: اوپر اس کے مقرر ہیں فرشتے سخت دل زور آور، نہیں نافرمانی

يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ (پ ۲۸ تحریم ع ۱)	کرتے اللہ کی جو حکم کرے ان کو اور کرتے ہیں جو حکم کیے جاویں۔

ماخذ نمبر ۵:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ (پ ۱۳ رعد ع ۲)	ترجمہ: واسطے اس کے چوکیدار ہیں آگے اور پیچھے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

ومن للسببية اى يحفظونه من المضار بسبب امر الله تعالى لهم بذلك۔ (روح المعانی ص ۱۱۲ ج ۱۳)	ترجمہ: یعنی فرشتے انسان کی بلاؤں سے حفاظت کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا حکم دیا ہے۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

اى حفظهم عن امر الله لا من عند انفسهم۔ (قرطبی ص ۲۹۲ ج ۹)	ترجمہ: یعنی حفاظت فرشتوں کی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے نہ ان کی اپنی طرف سے۔

ماخذ نمبر ۶:

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا	ترجمہ: اور وہی ہے غالب اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تمہارے اوپر نگہبان یہاں تک کہ جب آجاتی ہے ایک کو تم میں سے موت قبض

يَفْرُطُوْنَ ﴿٦١﴾ (پ ۷ الانعام ع ۸)

کرتے ہیں اس کو بھیجے ہوئے ہمارے اور وہ نہیں کوتاہی کرتے۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ ابوحیان اندلسیؒ فرماتے ہیں۔

اخبر عنھم بانھم لا یفرطون فی شیء مما امروا بہ من الحفظ والتوفی۔ (البحر المحیط ص ۱۴۸ ج ۴)

ترجمہ: خبر دی اللہ پاک نے اس آیت میں ان فرشتوں کے بارے میں کہ وہ ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے کسی شئے میں ان چیزوں سے جن کا ان کو حکم دیا گیا ہے یعنی حفاظت کرنا اور وفات دینا۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ مظہریؒ فرماتے ہیں۔

ای لا یقصرون بالتوانی والتاخیر ولا یقدرون علی قبض الارواح الا بعد اذنہ تعالیٰ۔ (مظہری ص ۲۷۸ ج ۳)

ترجمہ: یعنی وہ فرشتے کوتاہی نہیں کرتے سستی اور دیر کرنے سے اور نہیں قدرت رکھتے روحوں کے قبض کرنے کی مگر بعد اجازت خداوندی کے۔

فہم سلف نمبر ۳: حضرت شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں۔

یعنی سوا حکم کے کسی کی خاطر نہیں کرتے۔ (موضح القرآن ص)

ماخذ نمبر ۷: طبرانیؒ اور ابن مندہؒ اور ابونعیمؒ نے حضرت حارث بن الخزرج سے روایت کیا ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عظیم الشان بیان دیا۔

واللہ لو اردت قبض روح بعوضۃ ما قدرت علی ذلک

ترجمہ: قسم اللہ پاک کی اگر میں ارادہ کروں ایک مچھر کے روح

حتی یکون الله هو یأذن بقبضها۔
(مظہری ص ۲۷۸ ج ۳)

قبض کرنے کا تو نہیں قدرت رکھتا میں اس بات کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی حکم دے اس کے قبض کرنے کا۔

ماٰخذ نمبر ۸:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ۔ (پ ۳۰ القدر ع ۱)

ترجمہ: اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے ساتھ۔

ماٰخذ نمبر ۹:

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ۔
(پ ۱۶ مریم ع ۴)

ترجمہ: اور نہیں اترتے ہم مگر تیرے رب کے حکم سے۔

شان نزول:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لجبرائیل ما یمنعك ان تزورنا اکثر مما تزورنا قال فنزلت "وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ" الی اٰخر الاٰیة۔
(ابن کثیر ص ۱۳۰ ج ۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جبریل امین کو کہ کونسی چیز روکتی ہے آپ کو کہ زیارت کرو ہماری زیادہ اس سے کہ زیارت کرتے ہو فرمایا ابن عباسؓ نے پس یہ آیت نازل ہوئی کہ نہیں اترتے ہیں ہم مگر تیرے رب کے حکم سے۔

فہم سلف: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

فقال جبرائیل علیہ السلام انی کنت اشوق ولکنی عبد مأمور اذا بعثت نزلت واذا حبست احتبست فنزلت الآیۃ۔
(قرطبی ص۱۲۹ ج۱۱)

ترجمہ: پس فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے کہ میں آپ کی زیارت مبارک کا بے حد مشتاق تھا لیکن میں بندہ ہوں تابع حکم کا جب بھیجا جاتا ہوں اترتا ہوں اور جب روک دیا جاتا ہوں رک جاتا ہوں پس اتری اس پر یہ آیت۔

السوال

شعرانیؒ نے نقل کیا ہے کہ بعض بزرگ بارش بیچا کرتے تھے معلوم ہوا کہ ولیوں کو تصرف تملیکی حاصل ہوتا ہے۔

الجواب اوّلاً

عقائد حقہ جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہوں ان کے مقابلہ میں حکایات پیش کرنا حرام ہے جب کہ نصوص قطعیہ کے معارض سرور کائنات ﷺ کا قول اور فعل جو خبر واحد کی صورت میں ہو پیش نہیں ہو سکتا باوجودیکہ خبر واحد صحیح باجماع امت شرعی دلیل ہے۔

الجواب ثانیاً

یہ حکایت شرعاً نقلاً بے اصل اور جھوٹی ہے اس سے بزرگوں کے تصرف تملیکی کا عقیدہ ثابت کرنا حرام ہے اور تحریف دین ہے کیونکہ عقائد دلائل شرعیہ سے ثابت

ہوتے ہیں نہ خرافات سے تعجب تو یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں قحط پڑا تو بدوی صحابیؓ نے بارش نہیں مانگی بلکہ بارش کی دعا کی درخواست کی پھر آپ ﷺ نے بمع صحابہؓ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔

ماخذ نمبر ا:

فقال یا رسول اللہ ھلکت الاموال وانقطعت السبل فادع اللہ ان یغیثنا۔

(بخاری ص ۱۳۷ ج ۱)

ترجمہ: پس عرض کی اے اللہ کے رسول مال ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے لہذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ ہمیں بارش دے اور ہمیں سیراب فرمائے۔

فادع اللہ ان یسقینا۔

(بخاری ص ۱۳۸ ج ۱)

فاستسق ربک۔

(بخاری ص ۹۰۰ ج ۲)

پس بارش مانگو اپنے رب سے۔

ماخذ نمبر ۲:

فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدیہ ثم قال اللھم اغثنا اللھم اغثنا اللھم اغثنا۔

(بخاری ص ۱۳۸ ج ۱)

ترجمہ: پس رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ مبارک اٹھائے اور اس کے بعد یوں درخواست کی کہ اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما، اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما۔

ماخذ نمبر ۳:

ورفع الناس ایدیھم مع

ترجمہ: اور لوگ بھی رسول اللہ ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعون۔
(بخاری ص ۱۴۰ ج ۱)

کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے۔

اسی طرح جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قحط پڑا تو آپ نے صحابہ کرام کو مسجد نبوی میں جمع کر کے حضرت عباسؓ کی دعا کے ساتھ وسیلہ پکڑتے ہوئے اپنی دعاؤں کے ذریعہ بارش مانگی۔ اگر یہ حضرات بارش دینے کے مختار ہوتے تو پھر دعا مانگنے کا کیا مطلب۔

خلاصہ یہ کہ جب پیغمبر ﷺ کو اور اولین اولیائے امت یعنی صحابہ کرام کو اختیار بارش کا مقام حاصل نہیں تو امت کے بعض افراد کو یہ مقام کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔

فہم سلف: علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں۔

واغرب ما رأیت ما ذکرہ الشعرانی عن بعضھم انہ کان یبیع المطر فیمطر علی ارض من یشتری منہ متی شاء ومن لہ عقل مستقیم لا یقبل مثل ھذہ الحکایۃ وکم للقصاص امثالھا من روایۃ نسأل اللہ تعالیٰ ان یحفظنا وایاکم من اعتقاد خرافات لا اصل لھا وھو سبحانہ ولی

ترجمہ: سب سے زیادہ تعجب ناک بات جو میرے دیکھنے میں آئی یہ کہ شعرانی نے بعض سے نقل کیا ہے کہ وہ بارش بیچا کرتا تھا جو آدمی اس سے خرید کرتا اس کی زمین پر جب وہ چاہتا بارش کر دیتا لیکن جس شخص کی عقل مستقیم ہے وہ تو ایسی حکایات کبھی قبول نہیں کرے گا اور اس جیسی کئی حکایات قصہ گو (واعظین) لوگوں نے بنائی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری درخواست ہے کہ ہمیں

العصمة والتوفيق۔
(روح المعانی ص ۱۱۵ ج ۲۱)

اور تمہیں بے اصل خرافات کے اعتقاد سے بچائے کیونکہ وہی ہی ہے بچانے اور توفیق دینے والا۔

فائدہ

تصرف اموات کا عقیدہ قرآن اور حدیث اور اجماع امت کے اور عقائد امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بے اصل اور باطل ہے اور یہ عقیدہ اسلامی نہیں بلکہ غیر اسلامی ہے سلفی نہیں بلکہ بدعیہ اور اختراعیہ ہے۔ اور دل کے کانوں سے یہ سن لو کہ تصرف اموات کے باطل اور غیر شرعی ہونے میں ہمارے کسی فقیہ حنفیؒ کو اختلاف نہیں ہے بلکہ ہمارے تمام فقہاء حنفیہ کا تصرف اموات کے بطلان اور ناجائز ہونے پر اتفاق واجماع ہے۔

قارئین کرام! اگر آپ کو کسی مقلد حنفی کا تصرف اموات کے جواز کا فتویٰ مل جائے تو اس کو نہ اسلام سمجھنا اور نہ حنفیت اور نہ اس کو اختلاف سمجھنا کیونکہ فقہائے امت کے اجماع کے مخالف قول کو اختلاف نہیں کہتے بلکہ اس کو خلاف کہتے ہیں اس لیے اس مخالف قول پر عقیدہ رکھنے والا عند اللہ معذور نہیں ہو گا۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ پ ۲۴ الزمر ع ۵

ترجمہ: اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقرر تک اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں۔

ماخذ نمبر ۲:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلاثۃ الا من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۳۲ ج ۱)

ترجمہ: روایت ہے ابی ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے جس وقت مرتا ہے آدمی موقوف ہوتا ہے اس سے ثواب عمل کا مگر ثواب تین عملوں کا باقی رہتا ہے صدقہ جاریہ یا علم کہ نفع لیا جاوے ساتھ اس کے یا اولاد صالح کی دعا کرے واسطے اس کے۔

علمائے احناف اور عقیدہ تصرّف اموات

ماخذ نمبر ۱: علامہ ابو المعالی محمود شکری آلوسی حنفیؒ لکھتے ہیں۔

وقال الشیخ صنع اللہ الحلبی الحنفی فی کتاب الرد علی من ادعی ان للاولیاء تصرفات فی الحیات وبعد الممات علی سبیل الکرامۃ ھذا وانہ قد ظھر الاٰن فیما بین المسلمین جماعات یدعون ان للاولیاء تصرفات فی حیاتھم وبعد

ترجمہ: شیخ صنع اللہ حلبی حنفیؒ اپنی کتاب (جس کا نام ہے تردید ان لوگوں کی جو دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیاء کے تصرفات ہیں زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی بطور کرامت کے) میں لکھتے ہیں کہ اس وقت مسلمانوں میں ایسی جماعتیں ظاہر ہو چکی ہیں جو دعویٰ کرتی ہیں کہ اولیاء زندگی میں بھی اور مرنے کے

مماتهم ويستغاث بهم في الشدائد والبليات وبهممهم تكشف المهمات فيأتوا قبورهم وينادونهم في قضاء الحاجات مستدلين على ان ذلك منهم كرامات۔
(غایۃ الامانی ص۲۶ ج۲)

بعد بھی تصرف کرتے ہیں اس لیے مصائب اور بلیات میں ان سے مدد مانگی جائے اور ان کی توجہات سے مصیبتیں زائل ہوتی ہیں اور ان کی قبروں پر حاضر ہو کر اپنی حاجات کے پورا ہونے میں ان کو مدد کے لیے پکارتے ہیں اور اس پر دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ ان کی کرامات ہیں۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔

فيه تفريط وافراط بل فيه الهلاك الابدي والعذاب السرمدي لما فيه من روائح الشرك المحقق ومصادمة الكتاب العزيز المصدق ومخالف لعقائد الائمة وما اجمعت عليه الامة۔ (غایۃ الامانی ص۲۶ ج۲)

ترجمہ: اس کلام میں افراط اور تفریط ہے بلکہ اس میں ہلاکت ابدی اور عذاب ہے ہمیشہ کا اور اس میں شرک حقیقی کی بو ہے اور قرآن عزیز کا مقابلہ ہے اور عقائد ائمہ اور اجماع کے مخالف ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔

ان هذا القول وخيم وشرك عظيم۔ (غایۃ الامانی ص۶۷ ج۲)

ترجمہ: بے شک یہ قول تصرف اموات والا خراب ہے اور شرک عظیم ہے۔

فائدہ

علامہ حلبی حنفیؒ کی اس عبارت سے چند فوائد نمایاں طور پر معلوم ہوتے ہیں۔

فائدہ نمبر ۱

تصرف اموات والا باطل عقیدہ سلف میں قطعاً نہیں تھا بلکہ بعد میں لوگوں کا ایجاد کردہ ہے قد ظہر الآن۔

فائدہ نمبر ۲

تصرف اموات والا عقیدہ قرآن اور عقائد ائمہ اور اجماع امت کے مخالف ہے۔

فائدہ نمبر ۳

یہ عقیدہ فقط زجری اور توبیخی شرک نہیں بلکہ حقیقی شرک ہے۔

فائدہ نمبر ۴

اس عقیدہ کی سزا عنداللہ عذاب دائمی ہے جو کفر اور شرک کی سزا ہے۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ ابن نجیم حنفیؒ لکھتے ہیں۔

ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالیٰ واعتقادہ ذلک کفر۔
(البحر الرائق ص ۲۹۸ ج ۲)

ترجمہ: اگر گمان کرے کہ میت کاموں میں تصرف کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے سوا اور عقیدہ رکھنا اس کا یعنی میت کے تصرف کرنے کا کفر ہے۔

فائدہ

یہ عبارت بھی صریح ہے کہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک تصرف میت کا گمان ہی کفر ہے یقین تو بطریق اولی.....

ماخذ نمبر ۳: علامہ آلوسیؒ اسی عقیدہ کی تردید میں لکھتے ہیں۔

ومنهم من يثبت التصرف لهم جميعًا في قبورهم لكنهم متفاوتون فيه حسب تفاوت مراتبهم والعلماء منهم يحصرون التصرف في القبور في اربعة او خمسة واذا طولبوا بالدليل قالوا ثبت ذلك بالكشف قاتلهم الله تعالىٰ ما اجهلهم واكثر افترائهم ومنهم من يزعم انهم يخرجون من القبور ويتشكلون باشكال مختلفة وعلمائهم يقولون انما تظهر ارواحهم متشكلة وتطوف حيث شائت وربما تشكلت بصورة اسد او غزال او نحوه

ترجمہ: بعضے ان غالیوں سے وہ ہیں جو تمام اولیاء کے لیے قبر میں تصرف ثابت کرتے ہیں لیکن وہ تصرف کرنے میں متفاوت ہیں اپنے مراتب کے تفاوت کے اعتبار سے، اور غالیوں کے جو علماء ہیں وہ قبروں کے تصرف کو صرف چار یا پانچ ولیوں میں منحصر مانتے ہیں اور جب ان سے اس بات پر دلیل مانگی جاتی ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ تصرف قبروں میں کشف سے ثابت ہے (نہ قرآن اور حدیث سے) خدا ان کو مارے کیا جہل ہے ان کا اور کیسے افترا باندھنے والے ہیں دین پر اور بعضوں کا گمان ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو کر قبروں سے باہر نکل آتے ہیں اور

وكل ذلك باطل لا اصل له في الكتاب والسنة وكلام سلف الامة وقد افسد هؤلاء على الناس دينهم وصاروا ضحكة لاهل الاديان المنسوخة من اليهود والنصارىٰ وكذا لاهل النحل والدهرية نسأل الله تعالىٰ العفو والعافية۔

(روح المعانی ص ۲۱۳ ج ۱۷)

ان کے علماء کہتے ہیں کہ ان کے ارواح مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں پھرتے ہیں۔ اور بسا اوقات شیر یا ہرن یا ان کی طرح باقی جانوروں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں لیکن یہ تمام باتیں بے اصل ہیں ان کا کوئی اصل نہیں نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ اس امت کے سلف کے کلام میں اور یقیناً ان غالیوں نے عوام لوگوں پر ان کے مذہب کو فاسد کر دیا ہے اور یہ غالی لوگ مذاہب منسوخہ والے لوگوں کے لیے مثلاً یہود اور نصاریٰ اور جھوٹے مذہب والوں اور دہریہ کے لیے بھی مضحکہ بن چکے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے عقائد سے محفوظ رکھے اور بچائے۔

ماخذ نمبر ۴: نیز علامہ آلوسی حنفی نقشبندیؒ فرماتے ہیں۔

وكذا في حملها على النفوس الفاضلة المفارقة ايهام صحة ما يزعمه كثير من

ترجمہ: اسی طرح مدبرات کو ان ارواح مقدسہ پر حمل کرنا جو بدنوں سے جدا ہونے والے ہیں اس میں

سخفة العقول من ان الاولياء يتصرفون بعد وفاتهم بنحو شفاء المريض وانقاذ الغريق والنصر على الاعداء وغير ذلك مما يكون في عالم الكون والفساد على معنى ان الله تعالى فوض اليهم ذلك ومنهم من خص ذلك بخمسة من الاولياء والكل جهل وان كان الثاني اشد جهلاً۔

(روح المعانی ص ۲۵ ج ۳۰)

یہ خرابی ہے کہ لوگ اس وہم میں پڑ جاویں گے کہ شاید وہ گمان صحیح ہے جس کو بہت سارے کم عقل لوگ گمان کرتے ہیں کہ اولیاء مرنے کے بعد تصرف کرتے رہتے ہیں مثل مریضوں کو شفا دینا، ڈوبتوں کو بچانا، دشمنوں کے خلاف مدد کرنا، اور ان کے علاوہ باقی وہ کام جو اس عالم دنیا میں ہو رہے ہیں اور تصرف بھی اس معنیٰ پر کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام ان کو سونپ دیے ہیں اور بعضے ان بے وقوفوں سے خاص کرتے ہیں اس تصرف کو صرف پانچ ولیوں کے ساتھ ویسے تو ساری باتیں جہل ہیں لیکن یہ دوسری بات شدید ترین جہالت ہے۔

علامہ آلوسیؒ کے کلام سے چند فوائد صراحۃً معلوم ہوتے ہیں۔

فائدہ نمبر ۱

اینکہ قبروں میں تصرف والا عقیدہ باطل اور جہالت اور افترائی ہے۔

فائدہ نمبر ۲

اینکہ یہ عقیدہ اسلام میں بالکل بے بنیاد ہے۔ قرآن اور حدیث اور سلفؒ کے کلام

میں اس کا ثبوت اور اصل بالکل نہیں ہے۔

فائدہ نمبر ۳

اس عقیدے والے غالی مولوی مسلمانوں کے مذہب کے لیے مصلح اور خیر خواہ نہیں بلکہ مفسد اور بے وقوف ہیں۔

فائدہ نمبر ۴

بلکہ ان غالی مولویوں کے اس عقیدہ کی وجہ سے یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور دہریہ وغیرہ کو مذہب اسلام پر استہزاء کا موقع ملتا ہے۔

ماخذ نمبر ۵: علامہ محمد طاہر پٹنی حنفیؒ فرماتے ہیں۔

من قصد بزيارة قبور الانبياء والصلحاء ان يصلى عند قبورهم ويدعو عندها ويسئلهم الحوائج وهذا لا يجوز عند احد من علماء المسلمين فان العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حق لله وحده۔ (مجمع البحار ص ۳۷ ج ۲)

ترجمہ: جو شخص انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی قبروں کی زیارت کے لیے اس غرض سے جائے کہ ان کی قبروں کے پاس نماز پڑھے وہاں دعائیں مانگے یہ علماء اسلام میں کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اس لیے کہ عبادت اور حاجت طلب کرنا اور مدد مانگنا یہ صرف تنہا اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔

فائدہ

علامہ پٹنیؒ کے کلام میں کلمہ احد کا اولاً باعتبار مادہ کے عام ہے، ثانیاً نکرہ ہے، ثالثاً نفی

کے بعد ہے، رابعاً علامہ موصوف ؒ نے من علماء الحنفیۃ کا کلمہ نہیں لکھا بلکہ من علماء المسلمین فرمایا ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ نفی استمداد والا مذہب صرف حنفیہ کا ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے فقہاء اور علماء کا مذہب ہے تو اس کے عموم میں ہر مذہب کا عالم اور فقیہ داخل ہو جائے گا۔

ماخذ نمبر ٦: حضرت شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں۔

وارواحیکہ از ابدان مفارق شدہ اندو تاثیر آنہا در عالم اصلاً در شرع نیامدہ ہم باعتبار فلسفہ تاثیر آنہا در عالم اصلاً درست نمی آید زیرا کہ فلسفہ ارواح مفارقہ را یا مشغول بالذات روحانی می دانند یا گرفتار آلام روحانی آنہا را تصرف در امور عالم کجا۔
(تفہیم المسائل ص ۷۳)

ترجمہ: یعنی جو روحیں بدن سے جدا ہوتی ہیں جہان میں تاثیر کرنا ان کا شرع شریف میں بالکل نہیں آیا اور فلسفہ کو دیکھیں تو تب بھی ان کی تاثیر اصلاً درست نہیں آتی کیونکہ فلسفی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ بدن سے جدا ہونے والے ارواح یا تو روحانی لذتوں میں مشغول ہوتے ہیں یا روحانی دکھوں میں مبتلاء تو ان حالات میں امور عالم میں ان کا تصرف کرنا کجا رہا۔

فائدہ

حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ عبارت بھی صریح ہے اس مضمون میں کہ مردوں کی روحوں کا اس جہان میں تصرف کرنا شریعت مقدسہ میں قطعاً ثابت نہیں ہے۔

ختام البیان ببیان النعمان علیہ الرضوان

ماخذ نمبر۱: حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں۔

قال محمد وبھذا کلہ نأخذ لا بأس بزیارۃ القبور للدعاء للمیت ولذکر الأخرۃ وھو قول ابی حنیفۃ۔
(کتاب الأثار اردو ص ۱۰۰)

ترجمہ: امام محمدؒ فرماتے ہیں ہم ان سب امور مذکورہ بالا کے قائل ہیں زیارت قبور میں کوئی حرج نہیں لیکن صرف دو وجہوں سے: ۱۔ میت کے حق میں دعا مانگنا اللہ تعالیٰ سے ۲۔ آخرت کو یاد کرنا، اور یہی فرمان اور مذہب ہے امام ابو حنیفہؒ کا۔

قارئین کرام! اگر امام اعظمؒ کے مذہب میں تصرف اموات ثابت ہوتا اور اسی بنا پر ان سے استمداد کرنے کی یا دعا منگوانے کی صورت جائز ہوتی اور زیارت قبر سے نفع لینے کے لیے ہوتی تو حضرت امام محمدؒ کا مذہبی فریضہ تھا کہ وہ اس کی ضرور تصریح فرماتے اور زیارت کو صرف دو چیزوں میں بند نہ کرتے کیونکہ یہ موقع بیان اور تصریح کا تھا۔

ماخذ نمبر۲: علامہ ابن نجیمؒ اور علامہ ابن الہمام وغیرہم لکھتے ہیں۔

ویکرہ النوم عند القبر وقضاء الحاجۃ بل اولی وکل مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الا

ترجمہ: قبر کے نزدیک نیند کرنا حرام ہے اور قضائے حاجت بطریق اولیٰ مکروہ ہے اسی طرح وہ کام جو سنت نبویہ سے معلوم نہیں ہے وہ

زیارتها والدعاء عندها قائما کما کان یفعل صلی الله علیه وسلم فی الخروج الی البقیع۔
(فتح القدیر ص ۴۷۳ ج ۱، البحر الرائق ص ۱۹۶ ج ۲، عالمگیری ص ۱۶۶ ج ۱، درالمنتقی فی شرح الملتقی ص ۱۸۷ ج ۱)

بھی مکروہ ہے اور سنت نبویہ اور اسوہ مبارکہ سے اور کوئی شئی ثابت نہیں سوا زیارت قبور اور مردوں کے لیے دعا مانگنا کھڑے ہو کر قبروں کے نزدیک جس طرح حضور علیہ السلام کرتے تھے جب بقیع کی طرف جاتے۔

قارئین کرام! یہ ہیں فقہاء حنفیہؒ جو فقہ حنفی کے غواص ہیں انہوں نے اپنے کلام میں نفی واثبات کے ذریعہ حصر کر کے زیارت قبر کو صرف اور صرف زیارت (یاد آخرت) اور دعاللمیت میں بند کر دیا اگر استمداد اموات جائز ہوتا یا کم از کم فقہاء حنفیہ کے کلام میں اختلاف ہوتا تو ان حضرات کا مذہبی اور علمی فریضہ تھا کہ اس موقع میں اس جواز تصرف اور اختلاف فقہاء کی یقیناً تصریح فرماتے۔

سوال غالیانہ

مسئلہ نفی تصرف اموات کا اتفاقی نہیں بلکہ اختلافی ہے چنانچہ حضرت محدث عبدالحق دہلویؒ لکھتے ہیں۔

ماخذ:

واما الاستمداد من اهل القبور فی غیر النبی صلی الله علیه وسلم او الانبیاء علیهم السلام فقد انکره

ترجمہ: نبی ﷺ اور باقی انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اہل قبور سے مدد مانگنے کا اکثر (جمہور) فقہاء نے انکار کیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ

كثير من الفقهاء وقالوا ليس الزيارة الا لدعاء الموتى والاستغفار لهم وايصال النفع اليهم بالدعاء وتلاوة القرآن واثبته المشائخ الصوفية قدس الله اسرارهم وبعض الفقهاء رحمة الله عليهم۔
(لمعات ص ۳۷۸ ج ۴)

زیارت صرف مردوں کی دعاء اور استغفار اور تلاوت قرآن پاک کے ذریعہ ان کو نفع پہنچانے کے لیے ہے۔ ہاں مشائخ صوفیاء قدس اللہ اسرارہم اور بعض فقہاء نے اس کو ثابت کیا ہے۔

فائدہ

مفتی صاحب اس عبارت سے محض اس وجہ سے خوش ہو کر (کہ ہمیں ایک اور مصنوعی دلیل ہاتھ لگ گئی ہے) یوں نتیجہ کشید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ یا دیگر انبیاء کرام سے مدد مانگنے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔ قبور اولیاء اللہ سے مدد مانگنے میں اختلاف ہے۔ علماء ظاہر بین کے انکار کیا صوفیاء کرام اور فقہاء اہل کشف نے جائز فرمایا۔ (جاء الحق ص ۱۷۷)

مفتیانہ تحریفی کمال

مفتی صاحب کا تحریفی کمال دیکھو کہ محدثؒ نے جن فقہاء کو کثیر (جمہور) سے تعبیر کیا مفتی صاحب نے **اولاً** کثیر (جمہور) کے کلمہ کو ترجمہ سے گرا دیا تاکہ قارئین کو یہ علم نہ ہو جائے کہ جمہور فقہاء استمداد از اہل قبور کے منکر ہیں۔

ثانیاً ان جمہور فقہاء حنفیہ رحمہم کو داغدار کرنے کے لیے ظاہر بین کے لقب سے

تعبیر کیا تا کہ قارئین ان سے بدظن ہو جاویں کہ یہ فقہاء جامع ہستیاں نہیں ہیں۔

ثالثاً جن شرذمہ قلیلہ جمہور کے مخالفین کو محدثؒ نے بعض سے تعبیر کیا ہے مفتی صاحب نے ترجمہ میں کلمہ بعض کو گرادیا تا کہ قارئین کو یہ علم نہ ہو جائے کہ استمداد کے قائل تھوڑے لوگ ہیں۔

رابعاً ان شرذمہ قلیلہ جمہور فقہاء کے مخالفین کو فقہاء اہل کشف سے تعبیر فرمایا تا کہ لوگوں کا ان پر اعتماد ہو جائے اور ان کے باطل قول کو صحیح مان لیں۔

الجواب اوّلاً

علامہ دہلویؒ کی پہلی بات کہ قبور انبیاء علیہم السلام اس نفی سے مستثنیٰ ہیں بالکل صحیح نہیں ہے ہمارے فقہاء حنفیہؒ کے نزدیک نفی استمداد کی عام اور بلا استثناء ہے کوئی ہستی اس نفی سے مستثنیٰ نہیں ہے اور قطعاً نہیں ہے۔

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ فقیہ الامت حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ فرماتے ہیں۔

استعانت واستمداد از اہل قبور بہر نہج کہ باشد جائز نیست چنانچہ شیخ عبدالحقؒ در شرح مشکوۃ کہ بزبان عربی نوشتہ می آرد "واما الاستمداد باھل القبور فی غیر النبی او الانبیاء علیھم السلام فقد انکرہ کثیر من الفقھاء وقالوا لیس الزیارۃ الا لدعاء

ترجمہ: قبر والوں سے استعانت اور امداد طلب کرنا جس طریقہ سے بھی ہو جائز نہیں چنانچہ شیخ عبدالحقؒ مشکوۃ شریف کی عربی شرح میں فرماتے ہیں اور حضرت نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کے علاوہ دوسرے اہل قبور سے مدد طلب کرنے پر بہت فقہاء نے انکار کیا ہے کیونکہ زیارت قبور کا مقصد صرف مردوں کے لیے

الموتیٰ والاستغفار لهم وایصال النفع الیهم بالدعاء وتلاوة القرآن انتهیٰ" ازیں عبارت شیخ علیہ الرحمۃ والغفران چناں مستفاد گردید کہ قبور انبیاء علیہم السلام ازیں حکم کہ ممانعت استعانت واستمداد است از اہل قبور مستثنیٰ اند بلحاظ آنکہ ایشان را در برزخ حیات ابدی ثابت شدہ کہ دیگراں را سوائے شہدا فی سبیل اللہ ثابت نیست وحالانکہ حیات آنجا مماثل حیات دنیا نیست بلکہ احکام حیات دنیا دیگر است واحکام حیات آنجا دیگر بنا برآں ایں استثناء درست نمی آید وحق آنست کہ انکار فقہاء عام است ازانکہ استمداد از قبور انبیاء کنند یا از قبور غیر ایشان ہمہ جائز نیست چنانچہ از عبارت دیگر کتب فقہاء کہ دریں جواب ایراد کردہ می شود واضح خواہد گردید۔

دعا اور استغفار اور دعا اور تلاوت قرآن کے ذریعے ان کو نفع پہنچانا ہوتا ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ والغفران کی عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی قبور باقی اہل قبور سے اعانت واستمداد کی ممانعت کے حکم سے مستثنیٰ ہیں اس لحاظ سے کہ انبیاء کو عالم برزخ میں ایک ایسی دائمی زندگی حاصل ہے جو اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کے سوا کسی کو حاصل نہیں حالانکہ وہاں (عالم برزخ) کی زندگی دنیوی زندگی کے مثل نہیں بلکہ دنیوی حیات کے احکام اور ہیں اور وہاں کی حیات کے احکام اور ہیں اس بناء پر انبیاء کا استثناء درست نہیں اور حق بات یہ ہے کہ فقہاء کرام کا انکار عام ہے استمداد خواہ انبیاء علیہم السلام کی قبور سے ہو یا غیر انبیاء علیہم السلام کی قبور سے ہو ہر طرح ناجائز ہے چنانچہ فقہاء کرام کی دوسری عبارتوں سے جو اس

(مسائل اربعین فی بیان سنت سید المرسلین ص ۴۳)

جواب میں بیان کی جائیں گی واضح ہو جائے گا۔

فائدہ

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ محدث اور ان کے مقلد جامد مفتی صاحب کا دعویٰ تو یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے مدد مانگنے کے جواز کا مسئلہ اختلافی نہیں حالانکہ شاہصاحب ببانگ دہل فرماتے ہیں کہ اس استمداد کے جواز کا سرے سے ہمارا کوئی حنفی قائل ہی نہیں اتفاقی ہونا تو کجا مفتی صاحب آپ کے اس حوالہ کی فقہاء حنفیہ خوب واضح اور صریح لفظوں میں تردید کر چکے ہیں کہ محدث کو اس مسئلہ کے جواز اور اتفاقی ہونے میں غلطی لگی ہے فقہاء حنفیہ اس کے جواز کے بالکل قائل نہیں ہیں بلکہ منکر ہیں تو پھر آپ کو شرعی طور پر حق پہنچتا ہے کہ فقہاء کے تردید شدہ اور ضعیف قرار دیے ہوئے حوالہ سے استدلال کر رہے ہو اور وہ بھی قرآن، حدیث اور اجماع امت کے خلاف۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی لکھتے ہیں۔

من قصد بزيارة قبور الانبياء والصلحاء ان يصلى عند قبورهم ويدعوا عندها ويسئلهم الحوائج وهذا لا يجوز عند احد من علماء المسلمين فان العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حق لله وحده۔ (مجمع البحار ص ۵۷۳ ج ۲)

ترجمہ: جو شخص انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی قبروں کی زیارت کے لیے اس غرض سے جائے کہ ان کی قبروں کے پاس نماز پڑھے اور وہاں دعائیں مانگے اور ان سے حاجتیں مانگے یہ علماء اسلام میں کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اس لیے کہ عبادت اور حاجت طلب کرنا اور مدد مانگنا یہ صرف تنہا اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔

الجواب ثانیاً

اینکہ علامہ دہلویؒ کا دوسرا دعویٰ کہ استمداد قبور اولیاء میں فقہاء کا اختلاف ہے یہ بھی قطعاً صحیح نہیں ہے کیونکہ ہمارے تمام فقہاء کا نفی استمداد از اہل قبور پر اجماع ہے کسی ایک فقیہ کو بھی اس مسئلہ میں ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ہم ماقبل میں مجمع البحار کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں کہ مسلمانوں کا کوئی عالم بھی اس استمداد کے جواز کا قائل نہیں ہے اسی طرح علامہ صنع اللہ حلبی حنفیؒ کی کتاب الرد کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں کہ استمداد والا عقیدہ قرآن اور حدیث اور اجماع امت اور عقائد ائمہ کے مخالف اور شرک عظیم ہے اور یہ عقیدہ فقہاء حنفیہؒ کے نزدیک کفریہ عقیدہ ہے اسی طرح روح المعانی کے حوالہ سے نقل کر آئے ہیں کہ تصرف اموات والا عقیدہ باطل اور قرآن وحدیث اور سلف امت کی کلام میں ثابت نہ ہونے کی وجہ سے بے اصل ہے اور اس عقیدہ والے لوگ جاہل اور مفتری اور مفسدین مذہب اور مذاہب باطلہ کے لیے مضحکہ خیز ہیں اور علامہ آلوسیؒ نے ان کو قاتلھم اللہ تعالیٰ کی بددعا کے ساتھ نوازا ہے اگر بقول علامہ دہلویؒ یہ عقیدہ استمداد والا ہمارے فقہاء میں اختلافی ہوتا تو ہمارے فقہاء حنفیہ اجماع امت کا دعویٰ کیوں کرتے اور استمداد کے قائل پر اتنے شدید ترین فتوے کیوں دیتے کیا اجماع امت کے بعد بھی کوئی اختلاف حق ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ہاں شرع مقدس میں اس کو خلاف کہتے ہیں نہ اختلاف۔

پتہ کی بات

علامہ دہلویؒ نے لمعات اور اشعۃ اللمعات میں غلطی کر کے یہ لکھ دیا کہ بعض فقہاء جواز استمداد کے قائل ہیں بخلاف جمہور کے کہ وہ منکر ہیں لیکن اپنی تصنیف رسالہ تکمیل الایمان میں اس اختلاف کا نام ہی نہیں لیا بلکہ صاف لفظوں میں تصریح کر دی ہے کہ فقہاء

منکر ہیں اور صوفیاء قائل ہیں اور ہم بھی یہی عرض کرتے ہیں کہ نفی استمداد پر اجماع امت ہے کوئی فقیہ ہمارا اس کا قائل نہیں بلکہ بالاجماع سب کے سب منکر ہیں اور جواز استمداد والا باطل نظریہ بعد کے غالی مولوی غیر مفتیوں کا ایجاد کردہ ہے۔

ماخذ: علامہ دہلویؒ فرماتے ہیں۔

ودر استعانت واستمداد از قبور فقہاء را سخن است ومشائخ صوفیاء قدس اسرارہم گویند کہ تصرف بعضے اولیاء درعالم برزخ دائم وباقی است۔
(رسالہ تکمیل الایمان ص ۳۶)

ترجمہ: قبروں سے مدد مانگنے میں فقہاء کو کلام ہے اور مشائخ صوفیاء قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء کا تصرف عالم برزخ میں ہمیشہ اور باقی ہے۔

الجواب ثالثاً

محدثؒ کے "بعض فقہاء" کے مبہم حوالے پر عقیدہ رکھنا شرعی اور مذہبی رو سے ناجائز ہے۔

وجہ اوّل: اینکہ مفتی صاحب آپ کے علامہ دہلویؒ نے (بعض فقہاء) اور مشائخ صوفیاء کا بے سر اور بے پا مبہم اور گول مول حوالہ تو دے دیا لیکن ان فقہاء اور صوفیاء کے نام معین کیے اور نہ ان کتب کا تعین کیا جن میں یہ حوالہ موجود ہے۔ اور نہ ان فقہاء کا مقام معین کیا کہ وہ متقدمین میں سے ہیں (جو ممکن نہیں ہے) یا متاخرین سے ہیں جن کا قول مذہب میں تنکے کا درجہ نہیں رکھتا سو نقل اور حوالہ پیش کرنے کے بہر حال قرآن اور حدیث اور اجماع امت اور اقوال سلفؒ کے مقابلہ میں ایسے گمنام اور لاپتہ اور مجہول حوالوں پر فتویٰ دینا جن کا نہ قائل معلوم ہو اور نہ ماخذ معلوم ہو مذہب اسلام میں ناجائز اور باطل اور حرام ہے اور اس پر عمل کرنے والا خواہ مفتی ہو یا مستفتی ہو دونوں عند اللہ ماخوذ ہیں نہ معذور۔

وجہ دوم: اینکہ یہ تو علامہ دہلویؒ کو تسلیم ہے کہ جمہور فقہاء استمداد کے منکر ہیں۔
نیز شیخ عیسیٰ قاسم سندھیؒ بھی لکھتے ہیں۔

لایجوز الاستعانة باهل القبور وعلیه الجمهور۔ (تنبیہ المرام نقلاز تفہیم المسائل ص ۷۲)	ترجمہ: قبر والوں سے مدد مانگنی ناجائز ہے اور جمہور اسی مذہب پر ہیں۔

اور فقہاء حنفیہؒ کا مذہبی قانون یہ ہے کہ متاخرین مشائخ کے اختلاف کے وقت مذہب صرف جمہور کا قول بنے گا نہ بعض شرذمہ قلیلہ کا۔

ماخذ: چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں۔

واذا لم یوجد فی الحادثة عن واحد منهم جواب ظاهر وتکلم فیه المشائخ المتأخرون قولا واحدا یؤخذ به فان اختلفوا یؤخذ بقول الاکثرین۔ (شامی ص ۴۸ ج ۱)	ترجمہ: اور جب مسئلہ میں ائمہ اور ان کے اصحاب سے کوئی جواب ظاہر نہ پایا جاوے اور اس میں متاخرین مشائخ کا صرف ایک قول پایا جائے تو اس کو لیا جائے گا اور اگر متاخرین مشائخ اس مسئلہ میں اختلاف کریں تو پھر اکثرین (جمہور) کے قول کو لیا جائے گا۔

تو بناءً علیہ مذہب صرف اور صرف وہی بنے گا جس پر جمہور ہیں یعنی نفی استمداد از قبور والا اور بعض قلیل لوگوں کا قول جواز استمداد والا بوجہ شاذ ہونے کے متروک اور باطل بنے گا اور اس شرذمہ قلیلہ کے شذوذ کی وجہ سے یہ عقیدہ اختلافی نہ بنے گا بلکہ بدستور اجماعی رہے گا۔

ثالثاً: اینکہ حنفیہ کے اصول سے ہے کہ جس کام میں سنت کا احتمال ہو لیکن

اسی کام میں کسی وجہ سے بدعت کا احتمال بھی ہوتا ہو تو اس کام کو فقط بدعت کے اشتباہ کی وجہ سے ترک کردیں گے۔

ماخذ: علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔

اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترك السنة راجحًا علی فعل البدعة۔ (شامی ص ۴۳۱ ج ۱)

ترجمہ: جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان متردد ہو تو ایسے مقام پر ترک سنت کو ترجیح ہوگی فعل بدعت پر۔

تو بناءً علیہ اس مقام پر بعض الفقہاء کا غلط قول جواز استمداد والا جمہور کے فتویٰ شرک اور حرام کے مقابلہ میں باطل اور متروک ہی ہوگا کیونکہ مذہب احناف میں جب بدعت کے اشتباہ سے سنت متروک ہو رہی ہے تو شرک اور حرمت کے مقابلہ میں اباحت کا کیا مقام ہے۔

مقدمہ تمہیدیہ دربارۂ الہام وکشفِ صوفیاء

قارئین کرام! شرع اسلامی میں صوفیاء حقیقیہؒ کا قول اور عمل اور الہام وکشف حجت شرعیہ نہیں ہے نہ اصول وعقائد میں اور نہ فروع (حلال وحرام) میں نہ دوسروں کے حق میں اور نہ خود ان کے حق میں۔

قارئین کرام! یقین جانیو کہ الہام وکشف اولیاء کا درجہ مجتہد کے اجتہاد کے برابر نہیں ہے چہ جائے کتاب، سنت واجماع امت کیونکہ اجتہاد مجتہد چونکہ حجت شرعیہ ہے اس لیے اس کی تقلید واجب ہے اور بصورت غلطی مجتہد مقلد معذور بھی ہے اور مصیب بھی ہے بخلاف کشف والہام کے کہ وہ نہ حجت شرعیہ ہے اور نہ اس کی تقلید جائز ہے اور بصورت خطاء اہل کشف کے اس کا مقلد نہ معذور ہے نہ مصیب ہے بلکہ ماخوذ ہے۔

مقام صوفیاء در احکام

ماخذ نمبر ۱: چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ فرماتے ہیں۔

وعمل صوفیاء در حل وحرمت سند نیست ہمیں بس نیست کہ ما ایشاں را معذور داریم وملامت نہ کنیم وامر ایشاں را بحق سبحانہ وتعالیٰ مفوض داریم اینجا قول امام ابی حنیفہؒ و امام ابی یوسفؒ و امام محمدؒ معتبر است نہ عمل ابی بکر شبلی وابی حسن نوری۔
(مکتوبات شریف مکتوب نمبر ۲۶۶ دفتر اوّل ص ۱۳۶)

ترجمہ: اور صوفیاء کا عمل حلال وحرام میں حجت نہیں ہے کیا یہ کافی نہیں کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان پر ملامت نہ کریں اور ان کے معاملہ کو حق سبحانہ کے حوالے کریں ایسے موقع میں (یعنی حلال وحرام میں) حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا فرمان معتبر ہے نہ عمل ابو بکر شبلیؒ اور ابی حسن نوریؒ کا۔

ماخذ نمبر ۲: نیز فرماتے ہیں۔

کلام محمد عربی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام در کار است نہ کلام محی الدین عربی وصدر الدین قونیوی وعبد الرزاق کاشی ما را بانص کار است نہ بفص فتوحات مدنیہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است۔
مکتوبات شریف مکتوب نمبر ۱۰۰ دفتر

ترجمہ: ہمیں فرمان محمد عربی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی ضرورت ہے نہ کلام محی الدین ابن عربی اور صدر الدین قونیوی اور عبد الرزاق کاشی کی ہمیں فرمان شرعی کی ضرورت ہے نہ فصوص الحکم ابن عربی کی اور فتوحات مدنیہ

اول ص ۱۰۰) (یعنی حضور علیہ السلام کی احادیث منورہ) نے ہمیں فتوحات مکیہ (جو ابن عربی کی تصنیف ہے) سے بالکل بے نیاز کر دیا ہے۔

مقام الہام صوفیاء

ماخذ نمبر ۱: علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں۔

والالهام ليس من اسباب المعرفة بصحة الشیء عند اهل الحق۔ (شرح عقائد ص ۱۸)

ترجمہ: اور اہل حق کے نزدیک الہام ولی کا کسی شئے کے ثبوت شرعی کے اسباب سے نہیں ہے۔

ماخذ نمبر ۲: علامہ رمضان آفندی شرح عقائد کی شرح میں لکھتے ہیں۔

فالالهام ليس بحجة عند الجمهور الا عند المتصوفة بخلاف الالهام الصادر من الرسول عليه الصلوٰة والسلام فانه حجة عند الكل۔ (رمضان أفندی شرح شرح عقائد ص ۵۶،۶۶)

ترجمہ: جمہور کے نزدیک الہام ولی کا حجت شرعی نہیں ہے مگر جعلی صوفیوں کے نزدیک بخلاف الہام رسول اللہ ﷺ کے کہ وہ سب کے نزدیک حجت ہے۔

ماخذ نمبر ۳: حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

ومجال خطا در کشف بسیار است فلا اعتداد به مع کونه

ترجمہ: کشف میں غلطی کا احتمال بہت ہے اس لیے (شریعت میں)

مخالفاً لاجماع المسلمین۔ (مکتوبات دفتر اوّل حصہ چہارم مکتوب ۲۶۶)

اس کا اعتبار نہیں ہے بالخصوص جب کہ وہ کشف اجماع اہل اسلام کے مخالف ہو۔

مقام تقلید اہل کشف

ماخذ: حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

غایت ما فی الباب خطائی کشفی حکم خطائے اجتہادی دارد کہ ملامت وعتاب از آں مرفوع است بلکہ یک درجہ از درجات صواب در حق او محقق است ایں قدر تفاوت دارند کہ مقلدان مجتہد حکم مجتہد دارند ودرجہ از درجات صواب بر تقدیر خطا نیز می یابند بخلاف مقلدان اہل کشف کہ معذور نیستند واز درجہ صواب بر تقدیر خطا محروم اند چہ الہام وکشف بر غیر حجت نیست وقول مجتہد بر غیر حجت است پس تقلید اوّل بر تقدیر احتمال خطا جائز نہ باشد وتقلید ثانی بر تقدیر احتمال خطا جائز است بلکہ واجب۔

ترجمہ: غایت ما فی الباب کشف کی غلطی اجتہادی غلطی کا حکم رکھتی ہے کہ ملامت اور عتاب اس سے اٹھادی گئی ہے بلکہ صواب کے درجات سے ایک درجہ اس کے حق میں ثابت ہے لیکن دونوں آپس میں اتنافرق رکھتے ہیں کہ مجتہد کی تقلید کرنے والے خود مجتہد کا حکم رکھتے ہیں کہ مجتہد سے غلطی ہوجانے کی صورت میں بھی ان کے مقلدین صواب کے درجات میں سے ایک درجہ ضرور حاصل کرلیں گے بخلاف اہل کشف کے مقلدین کے کہ بصورت خطا اہل کشف معذور بھی نہیں اور درجہ صواب سے بھی محروم رہیں گے اس لیے کہ الہام اور

(مکتوبات دفتر اوّل حصہ اولیٰ مکتوب ۳۱)

کشف ولی کا دوسرے پر حجت نہیں ہے مجتہد کا فرمان دوسروں پر حجت ہے لہٰذا اہل کشف کی تقلید بصورت احتمال خطاء جائز نہیں ہے اور مجتہد کی تقلید بصورت احتمال خطا جائز بلکہ واجب ہے۔

الجواب اوّلاً

جب تمہید میں فقہاء اور صوفیاء کے اقوال سے یہ ثابت ہوا کہ صوفیا کا قول بلا نقل شرعی دلیل نہیں ہے تو پھر ان کے بلاسند قول کو جواز استمداد کے لیے دلیل بنانا باطل نہیں تو کیا ہے۔ قارئین کرام! استمداد اموات کا مسئلہ فقہ اور عقائد کا مسئلہ ہے اس میں فقہاء کا قول ہی حجت بنے گا اور صوفیاء کرام کا اس مسئلہ کے ساتھ کوئی واسطہ بھی نہیں ہے نہ ان کے جائز کہنے سے استمداد جائز بنے گی نہ ان کے ناجائز کہنے سے ناجائز بنے گی ہاں اگر ان کے فرمان کا ماخذ قرآن اور سنت اور کتب فقہ سے مل جائے تو پھر ہمارے سر اور آنکھوں پر اور جب بقول محدث جمہور فقہاء جواز استمداد کے مطلقاً منکر ہیں تو صوفیاء کا قول ان کے مقابلہ میں کیسے حجت بنے گا جب کہ جمہور کے مقابلہ میں بعض فقہاء کا قول بھی حجت نہیں ہے چنانچہ جب بعض غالیوں نے ابن عربی کی فصوص کے پیچھے لگ کر ایمان فرعون علیہ اللعنت کا عقیدہ رکھ لیا تو محدثؒ نے ان کو یوں جواب دیا ہے۔

ماخذ نمبر۱:

ایں مسئلہ فقہی است سخن در وے از راہ قیاس و دلیل رود۔

(تکمیل الایمان ص ۲۷)

ترجمہ: یہ مسئلہ فقہی ہے اس میں گفتگو قیاس فقہی اور دلیل شرعی سے ہو گی۔

ماخذ نمبر ۲: حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ فرماتے ہیں۔

پس آنچہ از غلبہ احوال سکر باشد اعتقاد رانشاید آنچہ علماء فرمودہ اند اعتقاد آں واجب است۔ (مکاتیب شریفہ ص۹۱ مکتوب نمبر ۸۹)	ترجمہ: پس جو کچھ غلبہ احوال سکر سے ہو وہ عقیدہ رکھنے کے لائق نہیں ہے ہاں جو کچھ علماء فرمادیں اس پر عقیدہ رکھنا واجب ہے۔

غالی صاحبو! ہم بھی یہی کہنا چاہتے ہیں کہ جس طرح ایمان فرعون علیہ اللعنۃ کے مسئلہ میں بقول محدثؒ ابن عربی کا فتویٰ معتبر نہیں اسی طرح استمداد کے مسئلہ میں بھی صوفیاء کے فتویٰ کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ فقہاء کا اعتبار ہے۔

الجواب ثانیاً

اگر صوفیاء سے مراد بعض مسکور اور غیر راسخ صوفیاء ہیں تو ممکن ہے کہ کسی حد تک یہ صحیح ہو لیکن جب صوفیہ حقیقیہ کا کوئی قول بلا نقل شرع میں حجت نہیں تو باقیوں کا کیا مقام ہے خاص کر جمہور کے مقابلہ میں اور اگر اس سے مراد جمیع صوفیاء ہیں تو یہ بالکل باطل اور مردود ہے اور خلاف واقع ہونے کی وجہ سے صوفیا کرام پر بہتان عظیم ہے بندہ کی تصنیف کتاب التوحید فی التصرف میں بہت صوفیاء کرام کے حوالے موجود ہیں کہ وہ حضرات استمداد غیر اللہ تعالیٰ کے منکر تھے یہاں صرف اپنے سلسلہ قادریہ کے سید الطائفہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا عقیدہ نقل کرتا ہوں چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں۔

ماخذ نمبر ۱:

اتبعوا ولا تبتدعوا وافقوا ولا تخالفوا اطیعوا ولا تعصوا اخلصوا ولا تشرکوا وحدوا	ترجمہ: صاحبو! اتباع کرو بدعتی مت بنو موافقت کرو مخالفت نہ کرو تابعدار بنو نافرمان نہ بنو مخلص

الحق عزوجل وعن بابہ فلا تبرحوا سلوہ ولا تسئلوا غیرہ استعینوا بہ ولا تستعنیوا بغیرہ توکلوا علیہ ولا تتوکلوا علی غیرہ۔ (الفتح الربانی ص ۳۱۲)

بنو مشرک نہ بنو حق تعالیٰ کے موحد بنو اور اس کے دروازے سے مت ٹلو اسی سے مانگو اور کسی سے نہ مانگو اسی سے مدد چاہو اور غیر سے مدد نہ چاہو اسی پر بھروسہ کرو اور کسی دوسرے پر بھروسہ مت کرو۔

ماخذ نمبر ۲: نیز حضرت شیخؒ فرماتے ہیں۔

لا تسئل الخلق شیئاً فانھم عجزۃ فقراء لا یملکون لانفسھم ولا لغیرھم ضرًا ولا نفعًا۔
(الفتح الربانی مجلس ۵۰ ص ۳۴۳)

ترجمہ: مخلوق سے کوئی چیز بھی مت مانگو کیونکہ وہ عاجز و تہی دست ہیں کہ نفع و نقصان کے نہ اپنے لیے مالک ہیں نہ دوسروں کے لیے۔

سوال نمبر ۲: چنانچہ شیخ دہلویؒ فرماتے ہیں۔

ویکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہا ایشاں در حیات خود یا بیشتر۔
(اشعۃ اللمعات ص ۷۱۵ ج ۱)
(لمعات ص ۳۷۹ ج ۴)
(تکمیل الایمان ص ۳۶)

ترجمہ: ایک بزرگ نے فرمایا کہ چار شخصوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ اپنی قبروں میں بھی اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں تصرف کرتے تھے یا زیادہ۔

الجواب اوّلاً

پہلی بات یہ ہے کہ "یکے از مشائخ" ایک مجہول اور لاپتہ شخص ہے اس کا نہ تو نام معلوم ہے اور نہ حال کہ حقیقی شیخ تھے یا جعلی سنی تھے یا تقیہ باز شیعہ تھے صرف شیخؒ کے "یکے از مشائخ" کہنے سے وہ شخص معین نہیں ہو سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یکے از مشائخ کے اس غلط قول کا شیخ دہلویؒ نے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا کہ کس کتاب میں ہے یا زبانی منقول ہے اگر زبانی منقول ہے تو محدثؒ کے درمیان اور اس "یکے از مشائخ" کے درمیان واسطے کتنے ہیں اور کون ہیں، جھوٹے ہیں یا سچے، صرف شیخ دہلویؒ کے "گفتہ" لکھنے سے یہ حوالہ ثابت نہیں ہو سکتا۔

حاصل یہ ہے کہ قائل "یکے از مشائخ" بھی مجہول اور اس کا قول "گفتہ الخ" بھی بے حوالہ اور مجہول تو ایسی چیز کو خلاف شرع عقیدہ میں دلیل بنانا دین پر ظلم نہیں تو کیا ہے۔

ثانیاً

اس مجہول اور لاپتہ شیخ کے پاس ان چار بزرگوں کے اپنی قبروں میں تصرف کرنے کی دلیل قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے تو نہیں ہے اور کم از کم کسی صحابیؓ یا تابعیؒ یا تبع تابعیؒ یا ائمہ مجتہدین کا قول بھی نہیں ہے بلکہ صرف اس کا ایک باطل کشف ہے جو دیدم سے سمجھا جاتا ہے اور وہ بھی شریعت کے سراسر خلاف ہونے کی وجہ سے باطل اور مردود ہے کیونکہ ارواح کا مرنے کے بعد تصرف کرنا بلاریب خلاف شرع ہے۔

ماخذ نمبر ا:

ارواحیکہ از ابدان مفارق شدہ اند وتاثیر آنہا در عالم اصلاً در شرع نیامدہ۔ (تفہیم المسائل ص ۷۳)	ترجمہ: یعنی جو روحیں بدن سے جدا ہو جاتی ہیں جہان میں تاثیر کرنا ان کا شرع شریف میں بالکل نہیں آیا۔

خلاصہ یہ کہ کشف اسلام میں ویسے ہی حجت اور شرعی دلیل نہیں ہے بالخصوص جب کہ شریعت کے خلاف ہو تو پھر باطل ہی ہے۔

ماخذ نمبر ۲: چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

سید محی الدین جیلانیؒ در فتوح الغیب گوید "**کل حقیقة لا یشهد لها الشرع فهی زندقة**" کہ گواہ نہ شود وثابت نگرداند او را شریعت آں حقیقت کفر والحاد است شیخ دہلوی در شرح می نویسد باید دانست کہ حقیقت امرے مباین ومخالف نیست مر شریعت را بلکہ حقیقت در حقیقت شریعتے است تا آنچہ بداں ایماں آوردہ اند آں را بعیاں دریابند وبحقیقت بحقیقت وی برسند پس اگر یکے را چیزے کشف شود کہ مخالف شریعت است دروغ وباطل باشد واعتقاد کنندہ کافر گردد۔
(البلاغ المبین ص ۲۱۹)

ترجمہ: شیخ محی الدین جیلانیؒ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں جس حقیقت کی شریعت گواہی نہ دے اور جسے شریعت ثابت نہ کرے وہ حقیقت کفر والحاد ہے اور شیخ دہلویؒ شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ بات بخوبی جان لینی چاہیے کہ حقیقت شریعت کے مخالف اور مباین نہیں ہے بلکہ حقیقت میں حقیقت شریعت ہی کا نام ہے اس طرح کہ جس چیز پر ایمان لائے اس کو عیاں اور ظاہر پائیں اور اس کی حقیقت تک پہنچیں چنانچہ اگر کسی کو کشف سے ایسی چیز ظاہر ہو جو شریعت کے خلاف ہو تو وہ جھوٹی اور باطل ہے اور اس کا اعتقاد کرنے والا کافر ہے۔

علامہ آلوسیؒ کی مکمل عبارت تو پہلے گزر چکی ہے لیکن یہاں مقام کے مناسب صرف اس کا پہلا حصہ نقل کرتا ہوں۔

ماخذ نمبر ۳:

ومنهم من يثبت التصرف لهم جميعًا فى قبورهم لكن هم متفاوتون فيه حسب تفاوت مراتبهم والعلماء منهم يحصرون التصرف فى القبور فى اربعة او خمسة واذا طولبوا بالدليل قالوا ثبت ذالك بالكشف قاتلهم الله تعالىٰ ما اجهلهم واكثر افترائهم۔
(روح المعانی ص ۲۱۳ ج ۱۷)

ترجمہ: بعضے غالیوں سے وہ ہیں جو تمام اولیاؤں کے لیے قبر میں تصرف ثابت کرتے ہیں لیکن وہ تصرف کرنے میں متفاوت ہیں اپنے مراتب کے تفاوت کے باعتبار اور ان غالیوں کے جو علماء ہیں وہ قبروں کے تصرف کو صرف چار یا پانچ ولیوں میں بند مانتے ہیں اور جب ان سے اس بات پر دلیل مانگی جاتی ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ تصرف قبروں میں کشف سے ثابت ہے (نہ قرآن اور حدیث سے) خدا ان کو مارے کیسا جہل ہے ان کا اور کیسے بہت افتراء باندھنے والے ہیں دین پر۔

سوال غالیانہ نمبر ۳

مفتی صاحب نے شیخ دہلویؒ کی عبارت مذکورۃ الذیل کو جاء الحق ص ۱۹۷ میں تصرف اور استمداد اموات کے ثبوت کے لیے دلیل بنایا ہے۔

ماخذ:

وسیدی احمد بن مرزوق کہ از اعاظم

ترجمہ: سیدی احمد بن مرزوقؒ جو

فقہاء و علماء و مشائخ دیار مغرب است گفت کہ روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی اقویٰ است یا امداد میت من بگفتم قومی می گویند امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق است و در حضرت او ست۔ اشعۃ اللمعات ص ۷۱۶ ج ۱، لمعات ص ۷۹ ۳ ج ۴

ملک مغرب کے بڑے فقہاء اور علماء اور مشائخین سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمیؒ نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد قوی ہے یا مردہ کی میں نے کہا کہ ایک قوم تو کہتی ہے کہ امداد زندہ کی قوی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ امداد میت کی زیادہ قوی ہے شیخؒ نے فرمایا کہ ہاں اس لیے کہ وہ تو حق تعالیٰ کے حضور میں ہے۔

الجواب اوّلاً

اینکہ مفتی صاحب یہ مسئلہ استمداد والا عقیدہ ایمانیات کا مسئلہ ہے جو صرف قطعیات سے ثابت ہو سکتا ہے اور جہاں خبر واحد جیسی دلیل شرعی بھی حجت نہیں بن سکتی لیکن خیر سے آپ تو تمام اصول اسلامیہ کو پس پشت ڈال کر ایک مولوی غیر مجتہد احمد بن مرزوق کا قول "میں کہتا ہوں" اور اسی طرح حضرمیؒ کی تصدیق "ہاں درست ہے" کو حجت بنا رہے ہو اگر آپ کو کچھ ہوش ہو تو ہمیں یہ بتلادیں کہ یہ کس سورت قرآنی کی آیت ہے یا کس کتاب حدیث کی یہ روایت ہے یا امت کے کس دور کا اجماع ہے یا کم از کم کس مجتہد کا یہ قول ہے۔ مفتی صاحب شریعت اسلامیہ نہ لوگوں کے خیالات عقلیہ اور مزعومات وہمیہ پر مبنی ہے اور نہ "میں کہتا ہوں" اور نہ "ہاں درست ہے" پر مبنی ہے بلکہ اس کا مبنیٰ قرآن اور حدیث ہے بہر حال یہ باطل قول اور عقلی اختراع اور غیر اسلامی قیاس احادیث صحیحہ قطعیہ کے صراحۃً مخالف ہونے کی وجہ سے شریعت اسلامیہ میں متروک اور مطرود ہے۔ اس پر

عقیدہ رکھنے والا عند اللہ معذور نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اپنی سچی کتاب میں فرماتے ہیں۔

ماخذ:

وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ۔ (پ ۲۲ فاطر ع ۳)	ترجمہ: اور برابر نہیں جیتے اور مردے۔

فہم سلف: امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں۔

اما الاحياء والاموات فالتفاوت بينهما اكثر اذما من ميت يساوي في الادراك حيا من الاحياء فذكران الاحياء لا يساوون الاموات سواء قابلت الجنس بالجنس او قابلت الفرد بالفرد۔ (تفسیر کبیر ص ۱۷ ج ۲۶)	ترجمہ: زندوں اور مردوں کے درمیان بہت تفاوت اس لیے ہے کہ کوئی میت ایسا نہیں ہے جو زندوں میں سے کسی زندہ کے برابر ہو ادراک میں تو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ زندے مردوں کے برابر نہیں ہو سکتے خواہ مقابلہ جنس کا جنس کے ساتھ ہو یا مقابلہ فرد کا فرد کے ساتھ۔

اب فرمایئے مفتی صاحب اللہ تعالیٰ کا قرآن تو ببانگ دہل فرما رہا ہے کہ کوئی مردہ کسی زندہ سے زیادہ ہونا تو درکنار مگر صرف برابر بھی نہیں ہو سکتا نہ جنسا اور نہ فردا بلکہ اس سے کم ہی ہے مقابلہ نہیں کر سکتا اور آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ امداد مردہ زیادہ قوی ہے۔

سوال غالیانہ نمبر ۴

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

تفسیر روح البیان سورۃ مائدہ پارہ ۶ زیر آیت "وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا"

ہے کہ شیخ صلاح الدین فرماتے ہیں مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گرادوں اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں اللہ کی قدرت سے لیکن ہم اصلاح ہی کی دعا کرتے ہیں۔ (جاء الحق ص ۱۷۶ ج ۱)

الجواب اوّلاً

اینکہ قارئین کرام! سب سے پہلے آپ تفسیر روح البیان اور اس کے مصنف مولوی اسماعیل حقی صاحب کا علماء اسلام کے نزدیک مقام معلوم کرلو تاکہ تمہیں مفتی صاحب کے حوالے کا مقام معلوم ہو جائے وہ یہ ہے کہ مفسرینؒ کے نزدیک یہ کشکول ہے حکایات کاذبہ کا اور فتاویٰ غیر معتمدہ کا۔

ماخذ: چنانچہ علامہ قنوجیؒ لکھتے ہیں۔

واتی باراجیف کثیرة لا ینبغی الالتفات الیها وفتاویٰ ضعیفة لا یعتمد علیها ولیس فی الحقیقة من تفسیر الکتاب العزیز بشیء الی ان قال واجترأ علی کتاب الله بادخال ما لیس منه فی تفسیره۔
(اکسیر فی اصول التفسیر ص ۸۲)

ترجمہ: اور لے آیا من گھڑت جھوٹی باتیں بہت جن کی طرف ذرا بھی التفات مناسب نہیں اور ضعیف فتوے بھی ہیں جن پر کوئی اعتبار نہیں در حقیقت اس کتاب (روح البیان) کو قرآن کریم کی تفسیر سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے اور اس بندہ خدا نے بڑی جرأت اور دیدہ دلیری سے کتاب اللہ کی تفسیر میں ایسی باتیں داخل کر دی ہیں جس کا تفسیر سے کوئی لگاؤ ہی نہیں۔

قارئین کرام! جب یہ کتاب کشکول ہے اکاذیب کثیرہ اور فتاویٰ ضعیفہ غیر معتدہ کا تو اس کے حوالے پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے مگر قدرتی طور پر مفتی صاحب کا کام ایسی کتابوں سے نکلتا ہے سچ ہے دل را بدل راہے است۔

ثانیاً

اینکہ اب ذرا اس نقل کا حال معلوم کر لو! جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بے اصل حکایت ہے اور شیخ صلاح الدینؒ پر بہتان ہے کیونکہ شیخ صلاح الدینؒ ساتویں صدی کے ہیں اور مولوی اسماعیل حقی صاحب بارہویں صدی کے ہیں اور کئی صدیاں درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے جب ملاقات نہیں ہوئی تو اس کا شرعی حل یہ تھا کہ حقی صاحب شیخ صلاح الدین تک ثقات رواۃ سے یا ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی معتبر تحریر پیش کرتے جس سے حقی صاحب بلاریب عاجز ہیں تو بناء علیہ یہ منقطع اور بے اصل واقعہ جھوٹ نہ بنے گا تو کیا ہوگا۔ مفتی صاحب آپ نے سیاسۃً حقی صاحب کی کلام پوری نقل نہیں کی تاکہ حقیقت حال نہ کھل جائے ورنہ انہوں نے تو ابتدا میں حکی کا کلمہ لکھ کر صاف اقرار کیا ہے کہ یہ حکایت ہے۔

ماخذ:

حکی ان مولانا جلال الدین اشتغل عند صلاح الدین شرکوہ بعد المفارقۃ من شمس الدین التبریزی فلما سمعہ بعض اتباع مولانا ارادوا قتلہ فارسل الیہ مولانا ابنہ السلطان ولد	ترجمہ: حکایت کیا گیا ہے کہ مولانا رومیؒ جب تبریزیؒ سے جدا ہوئے تو صلاح الدین کے پاس شغل اختیار کیا جب مولانا کے مریدوں نے یہ بات سنی تو انہوں نے صلاح الدین کے قتل کا ارادہ کر لیا تو مولاناؒ نے اپنے بیٹے کو اطلاع کی خاطر ان کی

فقال الشیخ صلاح الدین ان اللّٰہ تعالیٰ اعطانی قدرۃ علی قلب السماء الی الارض فلو اردت اھلکتھم بقدرۃ اللّٰہ تعالیٰ لکن الاولیٰ ان ندعو لاصلاحھم فدعا الشیخ فامن السلطان ولد فلانت قلوبھم واستغفروا۔
(روح البیان ص ۵۷۸ ج ۱)

طرف روانہ کیا تو شیخ صلاح الدین ؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو طاقت دی ہے کہ آسمان کو زمین پر گرا دوں اور اگر میں ارادہ کروں تو ان دشمنوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہلاک کر دوں لیکن بہتر یہ ہے کہ ان کی اصلاح کے لیے ہم دعا کریں تو شیخ نے دعا مانگی اور مولانا کے لڑکے نے آمین کہی تو مخالفین کی دلیں نرم ہو گئیں اور انہوں نے معافی مانگ لی۔

ثالثاً

اینکہ یہ حکایت بے اصل نصوص قطعیہ قرآنیہ کے سراسر مخالف ہے اس لیے باطل ہے کیونکہ جب اولوالعزم رسل علیہم السلام کو یہ مقام حاصل نہیں تو ایک ولی کو کیسے حاصل ہو گا۔

نص نمبر ۱:

فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ۔ (پ ۲۷ قمر ع ۱)

ترجمہ: پس پکارا پروردگار اپنے کو تحقیق میں مغلوب ہوں پس بدلہ لے میرا۔ (ترجمہ از شاہ رفیع الدین ؒ)

فہم سلف نمبر ۱: حافظ ابن کثیر ؒ فرماتے ہیں۔

ای انی ضعیف عن ھؤلاء

ترجمہ: یعنی تحقیق میں ضعیف ہوں

وعن مقاومتهم فانتصر انت لدينك۔
(ابن کثیر ص ۲۶۳ ج ۴)

ان کفار سے اور ان کا مقابلہ کرنے سے پس تو ہی بدلہ لے اپنے دین کا۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ مراغی اور امام ابن جریرؒ واللفظ لہ لکھتے ہیں۔

ان قومی قد غلبونی تمرداً وعتوا ولا طاقة لی بهم۔
(ابن جریر ص ۹۲ ج ۲۷، مراغی ص ۸۲ ج ۲۷)

ترجمہ: تحقیق میری قوم بوجہ سرکشی کے مجھ پر غالب آگئی ہے اور مجھے ان کے مقابلہ کی کوئی طاقت نہیں ہے۔

فائدہ

مفسرینؒ کی کلام میں کلمہ طاقة کا نکرہ لا نفی جنس کے بعد ہے وہ عموم کا فائدہ دے گا۔ تو بناء علیہ ہر قسم کی طاقت کی نفی ہو گی خواہ ذاتی ہو خواہ عطائی خواہ ماتحت الاسباب ہو یا مافوق الاسباب۔ تو اب فریق ثانی کا یہ پرانا حیلہ کہ مفسرینؒ کی کلام میں نفی طاقت ذاتی کی ہے نہ عطائی کی باطل ٹھہرا۔

سوال

مفتی صاحب سے یہ ہے کہ آپ کے شیخ صلاح الدین کا رتبہ اس اولوالعزم رسول سے بھی زیادہ ہو گیا تھا کہ ان کو دونوں جہان برباد کرنے کی اور آسمان کو زمین پر گرانے کی اللہ تعالیٰ نے طاقت عطا فرما دی لیکن حضرت نوح علیہ السلام کو دونوں جہان کا برباد کرنا اور آسمان کو زمین پر گرا دینا تو اپنی جگہ رہا مگر صرف اپنے محدود دشمنوں کو تباہ کرنے کی قدرت بھی عطا نہ فرمائی۔

نیز حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جب فرشتے بے ریش لڑکوں کی شکل میں پہنچے

اور ان کی قوم نے ان کو بد ارادہ سے پکڑنا چاہا اور حضرت لوط علیہ السلام کے روکنے سے نہ رکے تو آپ پریشان ہو کر فرمانے لگے۔

نص نمبر ۲:

قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾ (پ ۱۲ ہود ع ۷)	ترجمہ: کہا کاش مجھے تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کی پناہ جالیتا۔

فہم سلف نمبر ۱: علامہ مظہریؒ فرماتے ہیں۔

لو ان لی بکم قوۃ فی البدن علی دفعکم لوقیت بنفسی۔ (مظہری ص ۴۲ ج ۵)	ترجمہ: اگر تحقیق میرے لیے تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی بدن میں تمہارے دفع کرنے کی تو البتہ میں اپنے مہمانوں کو خود بخود بچالیتا۔

فہم سلف نمبر ۲: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

لو ثبت ان لی قوۃ متلبسۃ بکم بالمقاومۃ علی دفعکم بنفسی لفعلت۔ (روح المعانی ص ۱۰۸ ج ۱۲)	ترجمہ: اگر یہ بات ثابت ہوتی کہ میری ذات کو تمہارے ہٹانے پر مقابلہ کی طاقت ہوتی تو البتہ میں ضرور کرتا۔

فہم سلف نمبر ۳: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں۔

لما رأی استمرارھم فی غیھم وضعف عنھم ولم یقدر علی دفعھم تمنی لو وجد عونا علی ردھم فقال علی جھۃ	ترجمہ: جب آپ نے دیکھ لیا ان کی ہمیشگی گمراہی میں اور عاجز ہو گئے ان سے اور ان کے دفع کرنے پر قدرت نہ رکھتے تھے تو آپ نے تمنا

لتفجعوا الاستكانة لو ان لي بكم قوة۔ (قرطبی ص ۷۸ ج ۹)	کی کاش مجھے ان کے ہٹانے کی کوئی مدد ہوتی اس لیے اظہار درد اور عاجزی کے طور پر آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے قوت ہوتی۔

قارئین کرام! آیت میں کلمہ قوۃ کا نکرہ ہے شرط کے سیاق میں جو عموم کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح علامہ قرطبیؒ کی عبارت "ولم یقدر علی دفعھم" میں نفی فعل پر داخل ہے جو جنس قدرت کی نفی پر دلالت کرتی ہے تو بناء علیہ آیت میں حضرت لوط علیہ السلام سے دشمنوں کو ہٹانے اور مہمانوں کو بچانے کی ہر قسم کی طاقت کی نفی ہوگی خواہ ذاتی خواہ عطائی خواہ ماتحت الاسباب یا مافوق الاسباب ورنہ آپ مقابلہ کی قوت کی تمنا نہ فرماتے کیونکہ تمنی غیر حاصل چیز کی ہوتی ہے نہ حاصل کی۔

نص نمبر ۳: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے بشکل بشر تشریف لائے اور حضرت کا تیار کیا ہوا کھانا نہ کھایا تو آپ کے دل میں خوف پیدا ہوا اس لیے کہ ان کو دشمن سمجھ بیٹھے چنانچہ اللہ پاک فرماتے ہیں۔

ماخذ:

وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً۔ (پ ۱۲ ہود ع ۷)	ترجمہ: اور دل میں پایا ان سے ڈر کو۔

یہ آیت بھی اس مضمون میں صریح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے دشمنوں کو تباہ کرنے کی طاقت حاصل نہ تھی نہ ذاتی نہ عطائی ورنہ ان سے ڈرنے کا کیا معنیٰ لیکن باایں ہمہ بقول مفتی صاحب شیخ صلاح الدینؒ کو دونوں جہان کے برباد کرنے کی قدرت حاصل تھی۔

نص نمبر ۴: جب حضرت طالوتؓ اپنے تین سو تیرہ صحابہ کرام کے ساتھ جالوت کے

لشکر کے مقابلہ کے لیے میدان جنگ میں آئے اور دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت پر نظر ڈالتے ہوئے بعض حضرات فرمانے لگے۔

ماخذ:

فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ۔ (پ ۲ بقرہ ع ۳۳)

ترجمہ: پھر جب طالوت اور ایمان والے اس کے ساتھ پار ہوئے تو کہنے لگے آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں۔

فہم سلف: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

ای لا قدرة لنا بمحاربتهم ومقاومتهم فضلاً عن الغلبة عليهم۔ (روح المعانی ص ۱۷۱ ج ۲)

ترجمہ: یعنی ہمیں ان کے ساتھ مقابلہ کرنے اور جنگ کرنے کی کوئی طاقت نہیں ہے چہ جائیکہ ہم ان پر غلبہ پاویں۔

اب فرمایئے مفتی صاحب! حضرت شمویل علیہ السلام کے صحابہ علیہم الرضوان تو فرماتے ہیں کہ ہمیں اپنے دشمنوں کے تباہ کرنے کی طاقت من جانب اللہ تعالیٰ حاصل نہیں ہے نہ ظاہری نہ باطنی لیکن بقول شما آپ کے شیخ کا دعویٰ یہ ہے کہ مجھے دونوں جہان کے برباد کرنے کی طاقت حاصل ہے کیا آپ کے شیخ کو صحابہؓ پر فضیلت حاصل ہے۔

نص نمبر ۵:

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ۔ (پ ۹ اعراف ع ۲۳)

ترجمہ: کہہ دو! میں اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

نص نمبر ۶:

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا۔ (پ ۲۹ الجن ع ۲)

ترجمہ: کہہ دو میں نہ تمہارے ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔

سوال

اب فرمایئے مفتی صاحب! حضور علیہ السلام کو تو اپنے مخصوص دشمنوں کی ہلاکت اور اسی طرح اپنی ذات مبارک اور باقی تمام کے تمام نقصانوں اور نفعوں کی طاقت حاصل نہیں تھی لیکن بقول شما آپ کے شیخ کو دونوں جہان کے برباد کرنے کی قوت کیسے مل گئی کیا شیخ کا مقام اپنے نبی علیہ السلام سے زیادہ ہوتا ہے۔

نص نمبر ۷:

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا (۴۱)

(پ ۲۲ فاطر ع ۵)

ترجمہ: اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے اس سے کہ وہ اپنی جگہ سے ٹل جاویں اور اگر وہ دونوں اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو ان کو کوئی بھی اس کے بعد روک نہیں سکتا بے شک وہ بردبار بخشنے والا ہے۔

فائدہ

یہاں کلمہ احد کا باعتبار مادہ کے عام ہے پھر نکرہ ہے پھر نفی اور من استغراقیہ کے بعد ہے تو عموم کا فائدہ دے گا اور ہر مخلوق نوری، ناری، خاکی، زندہ، مردہ کو شامل ہوگا۔

سوال غالیانہ

استمداد کے قائلین (بریلویہ) پر آپ شرک کے فتوے دیتے ہو لیکن شیخ دہلوی کو

عالم دین مانتے ہو جس کی عبارات سے ہم دلائل لیتے ہیں۔

تمہید الجواب

استمداد کے چند اقسام ہیں۔

قسم اوّل

شرکیہ عقیدہ سے بالکل خالی ہو کر صرف اللہ تعالیٰ سے مرادیں مانگیں لیکن کسی بزرگ کی ذات کے وسیلہ سے خواہ قبر پر جا کر یا دور سے اس کو توسّل کہتے ہیں یہ شرک نہیں ہے۔

قسم دوم

کسی بزرگ کی قبر پر جا کر کہے کہ تو میرے لیے دعا کر کہ اللہ تعالیٰ میری فلاں حاجت پوری فرمائے لیکن شرکیہ عقیدہ سے بالکل خالی اور پاک ہو کر یعنی اس میت کو غیب دان اور حاضر وناظر اور نفع ونقصان کا مالک ومختار اور شفیع قہری نہیں مانتا لیکن محض اس نظریہ کی وجہ سے کہ بعض علماء کے نزدیک مردہ قبر کے قریب والی بات کو سن لیتا ہے اگرچہ یہ استمداد حرام اور ناجائز ہے اور بدعت سیئہ وقبیحہ وضلالت ہے لیکن شرکیہ عقیدہ سے چونکہ یہ استمداد خالی ہے اور بعض علماء کے نظریہ سماع موتی کی تاویل سے یہ بدعت قبیحہ کر رہا ہے محض اس وجہ سے علماء نے اس کو شرک قرار نہیں دیا اگرچہ عند اللہ وہ جو کچھ بھی ہو۔

قسم سوم

میت سے مدد مانگنا شرکیہ عقیدہ کے ماتحت یعنی میت کو غیب دان اور نفع ونقصان کا مالک ومختار وقاضی الحاجات وشفیع قہری مان کر اس سے مدد مانگیں خواہ دور سے یا قبر پر جا کر

خواہ مراد پوری کردینے کی مدد مانگیں یا کروادینے کی یہ صورت بلاشک شرک حقیقی واصلی ہے نہ صرف زجری وتوبیخی۔

الجواب

محدثؒ کی مراد جواز استمداد سے صرف پہلی دوصورتیں ہیں جو شرک نہیں ہیں اگرچہ محققینؒ کے نزدیک پہلی مکروہ اور دوسری بدعت قبیحہ ہے اور استمداد کی تیسری صورت جو شرک ہے اور جس کو فریق ثانی ثابت کرنا چاہتا ہے وہ محدثؒ کی قطعامراد نہیں ہے۔ فریق ثانی صرف لفظ استمداد سے خوش نہ ہو کہ شیخ دہلویؒ اس شرکیہ استمداد میں ہمارے ہم مذہب ہیں۔ کلاوحاشاہاں بدعیہ استمداد کو انہوں نے بلادلیل بلکہ خلاف دلیل مباح لکھاہے جو ان کی فاحش غلطی ہے۔ اسی طرح جن حقیقی بزرگوں سے استمداد اور تصرف کے مجمل الفاظ منقول ہیں ان سب کی مراد فریق ثانی والی بدعیہ اور شرکیہ استمداد نہیں اور قطعانہیں ہے۔

سوال

آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ شیخ دہلویؒ کے نزدیک استمداد کی پہلی دوصورتیں مراد ہیں نہ کہ تیسری۔

الجواب

ہمارے پاس اس دعویٰ کی دلیل ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تشریح اسی کتاب میں موجود ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

ماخذ:

ولیت شعری چہ می خواہند ایشاں	ترجمہ: مجھے معلوم نہیں ہے کہ یہ

باستمداد وامداد کہ ایں فرقہ منکر اند
آں راآنچہ ما ہی فہمیم ازاں این
است کہ داعی محتاج فقیر الی اللہ دعا
می کند خدارا و طلب می کند حاجت
خود را از جناب عزت و غنائے وے
و توسل می کند بروحانیت ایں بندۂ
مقرب و مکرم در درگاہ عزت وی
وی گوید خداوندا بابرکت ایں بندہ تو
کہ رحمت کردۂ بروی واکرام کردہ
اوراو بالطف وکرمی کہ بوی داری بر
آوردہ گردان حاجت مرا کہ تو معطی
کریمے یاندامی کند ایں بندہ مکرم
و مقرب راکہ اے بندۂ خدا اے ولی
وی شفاعت کن مراو بخواہ از خدا
کہ بدہد مسئول و مطلوب مراو قضا
کند حاجت مرا پس معطی و مسئول
و مامول پروردگار است تعالیٰ
و تقدس و نیست ایں بندہ درمیان
مگر وسیلہ و نیست قادر و فاعل
و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ
و اولیاء خدا فانی و ہالک اند در فعل
الٰہی و قدرت و سطوت وی و نیست

فرقہ جو منکر ہے ان کی مراد استمداد
وامداد سے کیا ہے جو کچھ امداد اور
استمداد سے ہم نے سمجھا ہے وہ یہ
ہے کہ دعا کرنے والا محتاج اور فقیر
طرف اللہ تعالیٰ کے پکارے اللہ
تعالیٰ کو اور اپنی حاجات طلب
کرے دربار الٰہی سے اور اس بندہ
دربار الٰہی کے مقرب کی روحانیت
سے وسیلہ پکڑے اور یوں کہے کہ
اے خداوندا بابرکت اس بندے
کے کہ تو نے اس پر رحمت فرمائی
ہے اور اس کا اکرام کیا ہے اور بوجہ
اس لطف وکرم کے جو تو اس کے
ساتھ رکھتا ہے میری مراد تو ہی
پوری فرما کیونکہ تو ہی دینے والا اور
کریم ہے یا زائر اس قبر والے
مقرب بندے کو بلاوے کہ اے
بندہ خدا اور اے ولی خدا تو سفارش
کر اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کہ میرا
مطلب اور سوال پورا کرے اور
حاجت بر لاوے، پس دینے والا اور
مسئول و مامول صرف پروردگار

ایشاں را فعل وقدرت وتصرف نہ اکنوں کہ در قبور اند ونہ دوران ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا۔
(اشعۃ اللمعات ص ۴۰۱ ج ۳)

تعالیٰ وتقدس ہے اور یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے اور قادر اور فاعل اور متصرف نہیں ہے سوائے حق سبحانہ کے اور اولیاء اللہ فعل وقدرت میں اور سطوت میں فانی اور ہالک ہیں اور اولیاء کا فعل اور قدرت اور تصرف نہ اس وقت ہے کہ قبروں میں ہیں اور نہ اس وقت تھا جب دنیا میں زندہ تھے۔

حضرت شیخ محدث دہلویؒ کی اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان کی مراد اس استمداد کا جواز نہیں اہل بدعت جسے ثابت کرنے کے درپے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بحمد للہ تعالیٰ وفضلہ مقدمہ کتاب التوحید کی
جلد اوّل ختم ہوئی، جلد دوم شرک
فی العبادۃ کی بحث سے
ان شاء اللہ تعالیٰ
شروع ہو گی۔

مقدمہ کتاب التوحید

جلد دوم

: افادات :

سید المفسرین والمحدثین بقیۃ السلف حجۃ الخلف مرشد العلماء

حضرت مولانا ابو محمد عبد الغنی الجاجروی نور اللہ مرقدہ

بانی: جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان

: ترتیب و مراجعت :

مفتی محمد الجاجروی

: ناشر :

محمدیہ دار الکتب

جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان

فون: 068-5872318 , 0300-6704811

فہرست مضامین

بانی جامعہ

سُلطانُ التّارکین اُستاذ العُلمار شیخُ التفسیر والحدیث
حضرت مولانا عبدُالغنی الجاجروی نوّر اللہ مرقدہٗ

آپ ۱۹۲۴ء میں بمقام بستی حاجی بلوچان نزد گڑھی اختیار خان تحصیل خان پور ضلع رحیم یار خان پیدا ہوئے۔ سنِ شعور کو پہنچنے کے بعد والد محترم نے گڑھی اختیار سکول میں اس غرض سے داخل کرایا کہ میرا لڑکا ڈگری حاصل کر کے بہت بڑے عہدہ کا مالک بنے گا لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ یہ ہونہار دین کی خدمت کے لیے تن من دھن وقف کردے۔ چنانچہ سکول چھوڑ کر آپ دینی تعلیم کے حصول میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ مختلف مدارس کے علاوہ جامعہ اسلامیہ بہاول پور (اسلامیہ یونیورسٹی) میں زیر تعلیم رہے۔ فراغت کے بعد مختلف مدارس میں بلامعاوضہ حسبۃً للہ تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بالآخر ۱۳۶۰ھ میں بستی احمد چوہان نزد بدلی شریف تحصیل رحیم یار خان میں جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ کی بنیاد رکھی۔ تقریباً چودہ سال بعد بوجوہ مدرسہ شہر رحیم یار خان میں منتقل کر لیا جہاں اب موجود ہے اور پھر آخر دم تک تدریساً تقریراً تحریراً یہیں دین کی خدمت میں مصروف رہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو محض اپنے فضل وکرم سے غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ایک طرف علمی اور تدریسی میدان میں جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں شیخ التفسیر والحدیث بنایا تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے تصوف میں بھی مہارت کاملہ عطا فرمائی تھی علمِ ظاہری میں آپ دیگر علماء کرام کے علاوہ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے شرفِ تلمذ رکھتے تھے۔ اور انہی کی

طرز پر قرآن کی درس و تدریس میں ساری زندگی مصروف رہے۔ بڑے بڑے جید علماء کرام ان کے ہاں تشریف لا کر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ اس وقت کے علماء آپ کے اس کمال کے مُعترف تھے۔

توحید و سنّت کے شیدائی اور داعی تھے آپ کے اکثر و بیشتر مواعظ اسی موضوع پر ہوتے بلکہ کوئی وعظ اس موضوع سے خالی نہ ہوتا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تو سوائے توحید کے کچھ آتا ہی نہیں آپ کا وعظ غلط روایات اور حکایات سے قطعاً مبرا اور صرف قرآن وحدیث پر مشتمل ہوتا تھا، الفاظ نہایت سادہ لیکن بڑے پر اثر۔ ایسا مؤثر اور صاف ستھرا وعظ سننے میں بہت کم آیا۔ مذہب کے شیدائی تھے اور ساری زندگی مذہب کے داعی رہے۔ توحید بیان کرتے ہوتے فرمایا کرتے تھے چندہ دو یا نہ دو، آئندہ وعظ پر آؤ یا نہ آؤ، گالیاں خوب دو لیکن مسئلہ سن لو!

حاجت روا، مشکل کشا، غیب دان اللہ کے سوا کوئی نہیں، نہ نبی نہ ولی نہ جن نہ فرشتہ نہ زندہ نہ مُردہ۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ مدارس ہمارا مقصود نہیں مدرسہ صرف مذہب کی اشاعت کے لیے بنایا ہے مدرسہ رہے، نہ رہے۔ مذہب باقی رہے۔ کچھ لوگوں کے لیے مدارس بُت بنے ہوئے ہیں ان کے لیے وہ سب کچھ کر ڈالتے ہیں۔ آپ کی بود و معاش صوفیانہ اور زاہدانہ تھی، کھانے یا پہننے میں کسی تکلف کے روادار نہ تھے۔ دال، ساگ، سوکھی، روکھی کھا کر شکریہ ادا کرنے والے انسان تھے، مسکینی اور مسکنت کو بہت پسند فرماتے تھے، پوری زندگی بلا معاوضہ تدریس و تصنیف اور تحریر میں گذار دی۔ اس سب کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے حد استغناء عطاء فرمایا تھا کبھی کسی چودھری یا وڈیرے کو خاطر میں نہیں لاتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ مالدار لوگوں کی صحبت قطعاً اختیار نہ کرو، ان کی مجالس میں نہ بیٹھو اس سے دل مردہ ہوتا ہے، اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو اس سے دل زندہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما دیں (آمین)

سلسلہ بیعت

علومِ ظاہری سے فراغت کے بعد آپ آپ پہلے تو حضرت لاہوریؒ سے بیعت ہوئے اور پھر بعدہٗ قطب الاقطاب شمس العلماء والعارفین صاحب الاستقامۃ الکاملۃ فی الدین حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوئے اور تقریباً پندرہ سال ان کی خدمت میں آتے جاتے رہے۔ اور تھوڑے عرصہ بعد حضرتؒ نے اجازتِ بیعت عنایت فرمائی۔ چنانچہ عوام الناس کے علاوہ طلباء اور علماء کی قابلِ ذکر تعداد نے آپ سے سلسلۂ بیعت جوڑ رکھا تھا۔

آپ ایک درویش صفت انسان تھے۔ بناوٹ اور ظاہری سنگار کے نام تک واقف نہ تھے۔ کھانا پینا، رہن سہن، لباس، وضع قطع ان کی اس صفت کے شاہد عدل تھے۔ صحیح معنیٰ میں عالم ربانی تھے، شہرت کے سخت مخالف تھے۔ گوشہ نشینی اور یکسوئی کے ساتھ دینِ متین کی خدمت کے قائل تھے۔ اور اسی پر ساری زندگی عامل رہے۔ اپنی تعریف میں ایک لفظ سننا بھی گوارا نہ کرتے بارہا ایسا ہوا کہ کسی نے اگر تعریف کر دی تو فوراً اس کی تردید کر دی۔

وفات حسرت آیات

دنیا دار الفناء ہے جو آیا ہے اس نے بالآخر جانا ہے بقا صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ چنانچہ چھپن سال دین کی خدمت میں شب و روز صرف کر کے جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۹۹۰ء بعد نماز مغرب علم و فضل کا یہ آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ نماز مغرب آپ نے خود پڑھائی اس کے بعد نوافل ادا فرمائیں، روزانہ کے معمول کے مطابق ذکر اذکار سے فارغ ہو کر گھر پہنچے تو دردِ دل شروع ہو چکا تھا بالآخر آیت "فاطر السمٰوٰت والارض انت ولیّ فی الدنیا والآخرۃ الخ" پڑھتے ہوئے سجدہ ریز ہو کر اپنے رب کے حضور بصد عجز و نیاز نذرانۂ جان پیش کیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

ع۔ زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے!

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الۡاَنۡبِيَاءِ وَالۡمُرۡسَلِيۡنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ اَمَّا بَعۡدُ:

بحث شرکِ فی العبادت

سب سے پہلے عبادت کا لغوی اور شرعی معنیٰ عرض کیا جاتا ہے۔ ازاں بعد عبادۃ اور شرک فی العبادۃ کے اقسام اور ان کے احکام ذکر کیے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔!

عبادت کا لغوی معنیٰ

لغتِ عرب میں آخری درجہ کی ذلت، عاجزی، اطاعت اور انکساری کے اظہار کو عبادۃ کہتے ہیں۔

ماخذ ۱: علامہ راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں:

اَلۡعُبُوۡدِيَّةُ اِظۡهَارُ التَّذَلُّلِ وَالۡعِبَادَةُ اَبۡلَغُ مِنۡهَا لِاَنَّهَا غَايَةُ التَّذَلُّلِ (المفردات فی غریب القرآن ص۳۲۱)	ترجمہ: عبودیۃ کا معنیٰ اظہارِ ذلت ہے اور عبادۃ میں یہ معنیٰ زیادہ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا معنیٰ ہے انتہا درجہ کی عاجزی۔

ماخذ ۲ : علامہ ابو حیان اندلسی، علامہ ابن کثیرؒ اور مفسر ابن جریر والکفظ لہ فرماتے ہیں :

لانّ العبودية عند جميع العرب اصلها الذلّة وانها تسمّى الطّريق المذلّل الّذى قد وطئته الاقدام وذلّلته السابلة معبّدًا ...... ومن ذالك قيل للبعير المذلّل بالرّكوب فى الحوائج معبّد ومنه سمّى العبد عبدًا لذلّته لمولاه (البحر المحيط ص۲۳ ج ۱، ابن کثیر ص۲۵ ج ۱، ابن جریر ص۶۹ ج ۱)

ترجمہ : اس لیے کہ تمام عرب کے ہاں عبودیۃ کا اصلی معنی ذلت ہے اسی لیے چلتا ہوا راستہ جسے چلنے والوں کے قدموں نے روند ڈالا ہو اسے بھی معبّد کہتے ہیں، اسی طرح وہ اونٹ جسے ضروریات میں سواری کے لیے تابع کر لیا گیا ہو اسے بھی معبّد کہتے ہیں اور عبد کو بھی عبد اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنے مالک کے سامنے ذلیل ہوتا ہے۔

ماخذ ۳ : قاضی بیضاویؒ، ابوالسعود العمادیؒ اور مفسر خازنؒ والکفظ لہ فرماتے ہیں :

والعبادة اقصى غاية الخضوع والتذلل وسمّى العبد عبدًا لذلّته وانقياده (تفسیر بیضاوی ص۷ ج ۱ ابوالسعود ص۱۹ ج ۱، خازن ص۱۹ ج ۱)

ترجمہ : اور عبادۃ آخری درجہ کی عاجزی اور ذلت اختیار کرنے کو کہتے ہیں اور عبد کو عبد بھی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ذلیل اور منقاد ہوتا ہے۔

خلاصہ : یہ کہ اہلِ لغت اور مفسرین کرامؒ کے ہاں آخری درجہ کی ذلت، عاجزی اور انکساری کو لغت عرب میں عبادۃ کہا جاتا ہے۔

سے پیدا ہوتی ہے۔

مقدمہ ثانیہ: اب یہ امر وضاحت طلب ہے کہ معبود کی کمال عظمت و محبت کا عقیدہ کس چیز سے پیدا ہوتا ہے۔ سو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ وہ دو چیزوں سے پیدا ہوتا ہے۔

اوّل عقیدہ علم کامل: یعنی علم مافوق الاسباب خواہ ذاتاً ہو یا عطاءً۔

دوم قدرت کاملہ: تصرف کرنے کی یعنی تصرف مافوق الاسباب۔ یا تصرف کروانے کی یعنی شفاعت قہریہ خواہ ذاتاً خواہ عطاءً۔

قدرے تشریح اوّلاً: یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ مطلق علم مخلوق میں پایا جاتا ہے اور یہ بھی کہ مخلوق کا علم اسباب اور آلات ظاہریہ سے حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً سننے، دیکھنے، پڑھنے وغیرہ سے اس لیے وہ اس علم ماتحت الاسباب کی وجہ سے کسی ہستی کا ایسا گرویدہ اور اس سے اتنا مرعوب نہیں ہو جاتا کہ اس کے سامنے انتہاء درجہ کی عاجزی و انکساری یعنی خدائی تعظیم کرنے لگے۔ ہاں اس کی عالمانہ تکریم و ادب ضرور بجالائے گا اور اسے استاذ الکل، شیخ فن، علامۃ الدھر ضرور مان لیگا لیکن خدائی تعظیم اس کی ہرگز نہیں کرے گا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا یہ کمال مخلوقات کے کمالات کی جنس سے ہے یعنی ماتحت الاسباب ہے اس سے بالاتر نہیں۔ ہاں جب وہ کسی ہستی کے متعلق یہ عقیدہ رکھے گا کہ اس کو مافوق الاسباب غیبی قوت یعنی انسانی علوم کے اسباب عادیہ کے بغیر ایسا علم حاصل ہے کہ وہ ہر وقت میری ہر نقل و حرکت اور دکھ سکھ کو جان رہا ہے اور دیکھ رہا ہے اور میری ہر ندا اور شنار کو سن رہا ہے۔ یا وہ ہستی ہر وقت میرے ساتھ مافوق الاسباب معیت کاملہ کی وجہ سے حاضر و ناظر ہے خواہ روحاً فقط یا روح مع الجسد تب اس کے دل میں اس ہستی کی آخری درجہ کی عظمت پیدا ہوگی۔ جس کی بناء پر اس کے لیے انتہاء درجہ کی عاجزی و انکساری یعنی خدائی تعظیم ادا کرنے لگ جائے گا کیونکہ وہ سمجھے گا کہ یہ کمال مخلوق کے کمالات کی جنس سے نہیں بلکہ خدائی کمال کی جنس سے ہے۔!

عِبادت کا شرعی معنیٰ

اجمال: انسان کے دل میں کسی ہستی کی آخری درجہ کی عظمت اور محبت پیدا ہو جائے جس کی بنا پر انسان اس ہستی کے آگے آخری درجہ کی عاجزی اور انکساری اختیار کرے۔ شرع محمدی میں اسے عبادت کہتے ہیں

تشریح و تفصیل

مُقدِمہ اُولیٰ: یہ یقینی چیز ہے کہ انسان کسی ہستی کے سامنے اپنے اختیار سے اس وقت تک انتہاء درجہ کی عاجزی وانکساری اختیار نہیں کرتا جب تک اس ہستی کی انتہاء درجہ کی عظمت اور محبت اس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ یعنی پہلے اس کے دل میں اس ہستی کی آخری درجہ کی عظمت اور جلالت پیدا ہوگی۔ پھر وہ اس عظمت سے مرعوب اور اس کے کمال کا معتقد اور محب ہو کر اس ہستی کے لیے زبان بدن، مال سے عاجزی ظاہر کرے گا۔ جو اس ہستی کی عزت و تعظیم پر دلالت کرے گی۔

خُلاصہ: یہ کہ عبادت میں دو چیزیں ہیں:

اوّل مبادی: یعنی عابد کے دل میں عقیدہ کمالِ عظمت معبود اور اس کی محبت اور حقیقت میں یہی چیز ہی معبود کی ظاہری تعظیم کے لیے محرک بنتی ہے۔ اور اسی مبدا کو تعظیم اعتقادی کہتے ہیں۔

دوئم غایات: یعنی اسی اعتقاد سے پیدا ہونے والے عابد کے وہ اقوال اور افعال جو معبود کی تعظیم اور عزت پر دلالت کریں جس کو تعظیم عملی کہتے ہیں

معلوم ہوا کہ تعظیم خواہ قولی ہو، خواہ بدنی، خواہ مالی اصولی طور پر تعظیم اعتقادی

ثانیًا: اسی طرح ہر شخص جانتا ہے کہ اسبابِ ظاہریہ وآلاتِ عادیہ جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے استعمال کے لیے پیدا کئے ہیں کے ذریعہ اس جہان کے کاموں میں تصرف کرنے کی قدرت مخلوق میں پائی جاتی ہے۔ اگرچہ کم وبیش ہی سہی تو یہ عقیدہ بھی آخری درجہ کی گرویدگی اور محبت اور خدائی تعظیم کا سبب نہیں بن سکتا کیونکہ یہ درجہ کمالاتِ خلق کی جنس سے ہونے کی وجہ سے خود عابد اور دوسری مخلوق میں بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن جب کسی ہستی کے متعلق یہ عقیدہ رکھ لیتا ہے کہ اس کو ما فوق الاسباب یعنی انسانی تصرف کے اسبابِ عادیہ کے بغیر ایک ایسی غیبی طاقت وقدرت حاصل ہے خواہ ذاتاً یا عطاءً کہ جب وہ چاہے اپنی مرضی واختیار سے مجھے نفع ونقصان پہنچا سکتا ہے۔ تو اس ہستی کے متعلق اس کے دل میں آخری درجہ کی عظمت ومحبت ضرور پیدا ہوگی جس کی بنا پر وہ آدمی اس ہستی کے سامنے انتہا درجہ کی عاجزی وانکساری یعنی خدائی تعظیم کرنے لگ جائے گا کیونکہ وہ سمجھے گا کہ یہ کمال کمالاتِ خلق کی جنس سے نہیں بلکہ خدائی کمال کی جنس سے ہے۔

ثالثًا: اسی طرح ہر شخص جانتا ہے کہ تمام مخلوق کا یہی حال ہے کہ جب کوئی ہستی بھی دربارِ ایزدی میں دعا کرتی ہے تو یہ دعا کبھی قبول ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ دعا بھی اسبابِ ظاہریہ میں سے ایک سبب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی مشیت حکیمانہ ہوتی ہے تو تاثیر پیدا کر دیتا ہے ورنہ نہیں اسی طرح آخرت میں شفاعت بالاذن میں بھی شفیع مختار نہیں ہوگا بلکہ اذنِ الٰہی کا محتاج ہوگا۔

تو یہ دونوں چیزیں یعنی قبولیتِ دعا اور شفاعت کسی انسان کے لیے کسی ہستی کے حق میں آخری درجہ کی گرویدگی محبت اور تعظیمِ خداوندی کا سبب نہیں بن سکتیں۔ کیونکہ وہ جانتے گا کہ سب ما تحت الاسباب اور مخلوق کے کمال کی جنس سے ہے۔ اور داعی اپنی قبولیتِ دعا میں اور شفیع اپنی

شفاعت میں مختار نہیں۔ بلکہ اذن اور مشیتِ الٰہی کا محتاج ہے لیکن جب وہ کسی ہستی کے متعلق یہ وہم قائم کرلے کہ وہ ہستی دربارِ ایزدی میں ایسی پیاری اور لاڈلی، دُلاری ہے یا صاحبِ وجاہت و دبدبہ ہے کہ جب چاہے اور جو چاہے خدا سے منوا لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ با دلِ نخواستہ اپنی مرضی چھوڑ کر اس کی مرضی پوری کرتا ہے اور اس کی بات کو ہرگز نہیں ٹالتا۔ تب اس کے دل میں اس ہستی کے متعلق آخری درجہ کی گردیدگی اور محبت پیدا ہو جائیگی جس کی بنا پر وہ انسان اس ہستی کے سامنے خدائی تعظیم ادا کرنے لگ جائیگا۔

کیا وجہ ؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ ایسا علمِ غیب اور ایسی قدرتِ غیبیہ جو انسانی اسباب و آلاتِ علم و قدرت سے بالاتر ہو یہ صرف شانِ الٰہی وخدائی ہے اور جب وہ کسی ہستی میں اس خدائی شان کا وہم کر لیتا ہے تو اس کے سامنے تعظیم بھی خداوندی کرنے لگ جاتا ہے۔

دلیل : آپ جب قرآن پاک کی ورق گردانی کریں گے تو یہ بات نمایاں طور پر معلوم ہوگی کہ جس مقام پر اللہ تعالیٰ معبودیت والوہیت کو اپنے اوپر بند فرماتے ہیں اور ہر ماسوی اللہ تعالیٰ سے الوہیت کی مطلقاً نفی فرماتے ہیں۔ تو وہاں دو چیزیں ضرور بیان فرماتے ہیں۔

۱ : یہ کہ مافوق الاسباب علم اور غیب دانی میری شان ہے میرے سوا کسی ہستی میں بھی یہ صفت نہیں پائی جاتی نہ ذاتاً نہ عطاءً

۲ : یہ کہ جہان کے تمام کاموں میں مافوق الاسباب صرف میں ہی متصرف ہوں اور کوئی ہستی نہیں نہ مختارِ تصرف یعنی تصرف کرنے والی اور نہ شفیع قہری یعنی تصرف کروانے والی نہ ذاتاً نہ عطاءً۔

وجہ : اس کی یہ ہے کہ شرک فی العبادت والالوہیت کے لیے شرک فی التصرف اور شرک فی العلم محرک اور مبدا ہیں اور مشرکین کے عقیدہ میں بھی یہ دونوں لوازمات الوہیت کے سے ہیں یہی وجہ ہے کہ مشرکین نے صرف

انہی ہستیوں کو اِلٰہ بنا کر پوجا جن کے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ یہ مافوق الاسباب غیب دان اور متصرّف یعنی تصرّف کرنے والے یا تصرّف کروانے والے ہیں اور جن ہستیوں کے متعلق یہ دو عقیدے قائم نہیں ہوئے ان کو نہ اِلٰہ بنایا گیا اور نہ ان کی پوجا کی گئی۔ اسی لیے قرآنِ پاک نے بھی شرک فی الالوہیۃ کی ان دونوں جڑوں کے کاٹنے پر زور دیا ہے۔

خُلاصَۃُ المُقدمتین ۔ یہ نکلا کہ شرک فی الالوہیت کا مبدأ شرک فی العلم اور شرک فی التصرّف ہے۔

ماخذ : اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ (پ۳ البقرہ ع۳۴)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نہیں کوئی لائق عبادت مگر صرف وہی وہ (ہمیشہ) زندہ ہے قائم رکھنے والا (سارے جہان کو) نہیں پکڑتی اسے اونگھ اور نہ نیند صرف اسی کے لیے ہیں (تمام) وہ چیزیں جو آسمانوں میں اور (تمام) وہ چیزیں جو زمینوں میں ہیں۔ کون ہے وہ جو سفارش کرے اس کے ہاں بلا اس کی اجازت کے۔ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے اور نہیں احاطہ کرسکتے کسی چیز کا اس کی معلومات سے مگر اس قدر جو وہ خود چاہے۔

فائدہ : اس آیت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے یہ دعویٰ پیش فرمایا کہ معبود صرف میں ہوں اور کوئی ہستی (نوری، ناری، خاکی وغیرہا) نہیں ہے پھر اس دعوے کے دلائل اور علتیں بیان فرمائیں۔ چنانچہ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ الخ

میں ہر ما سویٰ سے ما فوق تصرف کی نفی فرمائی۔ اور "مَنْ ذَا الَّذِیْ" الخ میں ہر ما سوا سے شفاعت قہریہ کی نفی فرمائی، اور "یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ" الخ میں ہر ما سویٰ سے ما فوق الاسباب علم غیب کی نفی فرمائی۔ یعنی جب متصرف فی الامور ما فوق الاسباب میرے سوا کوئی نہیں اور عالم الغیب ما فوق الاسباب میرے سوا کوئی نہیں۔ اور میرے دربار میں شفیع قہری کوئی نہیں تو عبادت کے لائق بھی میرے سوا کوئی نہیں۔

فھم سلف ۱: مفسر ابن جریرؒ فرماتے ہیں:

یقول فجمیع ما فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِلکی وخلقی فلا ینبغی ان یعبد احد ممن خلقی غیری وانا مالکہ لانّہ لا ینبغی للعبد ان یّعبد غیر مالکہٖ ولا یطیع سوی مولاہ .... واِنّما قال ذالك (مَنْ ذَا الَّذِیْ) تعالیٰ ذکرہ لانّ المشرکین قالوا ما نعبد اوثاننا ھٰذہٖ "اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی" فقال اللّٰہ تعالیٰ ذکرہٗ لھم فلا تعبدوا الاوثان الّتی تزعمون انّھا تقرّبکم منّی زلفٰی فانّھا

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اس جملہ "لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ" الخ سے یہ مراد لیتے ہیں کہ میرے سوا کسی شیئ کی بھی عبادت لائق نہیں۔ پس جب تمام وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں میرا ملک اور میری مخلوق ہیں۔ تو میری مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی یہ لائق نہیں کہ میرے غیر کی عبادت کرے۔ جب کہ سب کا مالک میں ہوں۔ کیونکہ کسی غلام کو یہ لائق نہیں کہ اپنے مالک کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت کرے۔ اور نہ یہ کہ اپنے مولیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی اطاعت کرے .... اور اللہ تعالیٰ نے "مَنْ ذَا الَّذِیْ الخ" کا جملہ اس لیے ذکر فرمایا کہ مشرکین کہتے تھے

ولا تنفعکم عندی ولا تغنی
عنکم شیئاً ولا یشفع
عندی احدٌ لاحدٍ الا
بتخلیتی ایاہ ...... فانه
یعنی تعالیٰ ذکرہ انه العالم
الذی لا یخفیٰ علیه شیئٌ
محیطٌ بذالك کلّه محصٍ
له دون سائر من دونه

وانما یعنی بذالك ان العبادة
لا تنبغی لمن کان بالاشیاء
جاهلاً یقول اخلصوا
العبادة لمن هو محیطٌ
بالاشیاء کلها یعلمها
لا یخفیٰ علیه صغیرها
وکبیرها (ابن جریر ص ۹۰۸ ج ۲)

کہ ہم ان بتوں کی عبادت صرف اس لیے
کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے
قریب کر دیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا
کہ نہیں لائق عبادت میرے سوا کسی کی
پس نہ عبادت کرو ان اوثان کی جن
کے بارے میں تم گمان کرتے ہو کہ وہ تمہیں میرے
قریب کر دیں گے کیونکہ نہ تو وہ تمہیں
میرے ہاں کوئی نفع دے سکتے
ہیں اور نہ ہی تم سے کچھ (مصیبت وغیرہ)
دفع کر سکتے ہیں اور نہ میرے ہاں کوئی
ایک کسی ایک کی سفارش ہی کر سکتا ہے
میرے چھوڑنے (اجازۃ دینے) کے
بغیر ...... اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے
کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی وہ عالم ہے
جس پر کچھ بھی مخفی نہیں۔ تمام چیزوں کو
شمار کر کے ان کا احاطہ کیے ہوئے
ہے۔ سوائے تمام ان کے جو اس
کے علاوہ ہیں یعنی اللہ تعم کے سوا
کسی ہستی کو یہ صفت حاصل نہیں اور
اللہ تعم کی مراد یہ ہے کہ عبادت اس
ہستی کے لیے لائق ہی نہیں کہ جو اشیاء
سے لاعلم اور بے خبر ہو۔ فرماتے ہیں
کہ عبادت کو خالص کر لو اس ذات کیلئے
جس نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے

انہیں جانتا ہے۔ کوئی چھوٹی یا بڑی چیز اس سے مخفی نہیں۔

فائدہ: عبارت مرقومہ بالا سے امورِ ذیل مستفاد ہوتے ہیں:

١۔ اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی چیز کی عبادت جائز نہیں

٢۔ کیونکہ جب سماوات وارض کی تمام اشیاء کا خالق اور مالک (متصرف) صرف میں ہوں تو عبادت کے لائق بھی صرف میں ہی ہوں اور کوئی نہیں کیونکہ عبادت صرف مالک (متصرف) ہی کی ہوتی ہے۔

٣۔ چونکہ میرے دربار میں میری اجازت کے بغیر سفارش کرنے والا (شفیع قہری) کوئی نہیں اس لیے عبادت کے لائق میرے سوا کوئی نہیں۔

٤۔ عبادۃ اس کی چاہیے جو تمام اشیاء کو جانتا ہو نہ اس کی جو اشیاء سے بے خبر ہو اور تمام اشیاء کو جاننے والا صرف میں ہوں۔ لہٰذا عبادت کے لائق بھی صرف میں ہی ہوں۔

فہم سلف ٢: خطیب شربینیؒ، ابو السعودؒ، منظہری، آلوسیؒ اور قاضی بیضاویؒ واللفظ لہ فرماتے ہیں:

تقریرٌ لقیومیتہٖ واحتجاج بہٖ علی تفردہٖ فی الالوھیۃ:

(السراج المنیر ص ١٦٦ ج ١، ابو السعود ص ٢٨٨ ج ١، منظہری ص ٣٥٨ ج ١، روح المعانی ص ٩ ج ٣ بیضاوی ص ١١٦ ج ١)

ترجمہ: "لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" کو اللہ تعالیٰ کی قیومیت کی پختگی اور الوہیت میں اس کے یگانہ ہونے پر بطور دلیل کے ذکر کیا۔

فہم سلف ٣: علامہ خفاجیؒ اور علامہ کازرونیؒ واللفظ لہٗ قاضی بیضاویؒ کے قول کی علت پیش فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

اذ لمّا کان ما فی

ترجمہ: کیونکہ جب ما فی

السّمٰوٰتِ وما فی الارضِ مختصًا بہٖ لا مدخل للغیر بالتصرف فیھما لم یکن الٰہ اٰخر اذ لوکان لکان لہ التصرف ایضًا : (کازرونی ص۲۵۸ ج۱، خفاجی ص۳۳۵ ج۲)

السّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے دوسرے کسی کے تصرّف کا ان میں دخل نہیں تو دوسرا کوئی معبود بھی نہیں کیونکہ اگر کوئی ہوتا تو اس کا تصرف بھی ہوتا۔

فہم سلف ۴ : نیز علّامہ خفاجیؒ فرماتے ہیں :۔

لانّ الاولیٰ تفید انہ یعلم کلّ شیئٍ والثانیۃ انہ لا یعلمہٗ غیرہٗ ومن کان ھکذا فھو الالٰہ لا غیرہٗ : (خفاجی ص۳۳۵ ج۲)

ترجمہ : کیونکہ پہلا جملہ (یَعْلَمُ مَا بَیْنَ الخ) بتلا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے اور دوسرا جملہ (وَلَا یُحِیْطُوْنَ الخ) بتلا رہا ہے کہ اس کے سوا ہر چیز کو کوئی نہیں جانتا۔ اور جس ذات کی یہ شان ہو تو معبود بھی صرف وہی ہوگا نہ کوئی اور۔

خُلاصہ : کسی انسان کے دل میں کسی ہستی کے متعلق مذکورۃ الذیل دو عقیدے قائم ہو جائیں :۔

اوّل : یہ کہ وہ مافوق الاسباب غیب دان، سمیع وبصیر، حاضر وناظر ہے خواہ ذاتًا یا عطاءً یعنی عقیدہ علم مافوق الاسباب !

دوم : یہ کہ وہ مافوق الاسباب نفع ونقصان کا مالک ومختار ہے۔ خواہ ذاتًا یا عطاءً اور جو امور اس کے حدود واختیار سے باہر ہیں ان میں وہ شفیع قہری ہے خواہ ذاتًا یا عطاءً۔ یعنی عقیدہ قدرۃ مافوق الاسباب۔ اب ان دو نظریوں کے تحت اس ہستی کی خوشنودی ورضاء اور تقرّب جوئی کی غرض سے جس قسم کا قولی مثلاً ندا، استغاثہ یا عشقیہ یا حمد وثناء یا اس کے سوز میں آہ وبکا یا اس کے

نام کا وِرد یا حلف وغیرہ یا فعلِ بدنی مثلاً قیام، رکوع، سجود، طواف، اعتکاف حج وغیرہ۔ یا فعلِ مالی مثلاً منت خیرات اور اس کے نام کی تحریمات ادا کرے گا یہ سب اس ہستی کی عبادت بنے گی اور وہ ہستی اِلٰہ اور معبود بنے گی۔ اور وہ انسان عابد بنے گا۔ اگرچہ وہ ان چیزوں کو زبان سے عبادت نہ کہے۔ بلکہ تعظیم واحترام ہی کہتا رہے۔

پھر اگر مذکورہ بالا دونوں نظریے (علم مافوق الاسباب، اور قدرت مافوق الاسباب) اللہ تعالیٰ کے متعلق قائم کرکے اس کی تعظیم کرے گا تو اس کی عبادت اور عینِ ایمان اور کارِ ثواب ہوگا اور اگر اس کے سوا کسی مخلوق کے بارے میں یہ معاملہ عقیدہ اور عمل والا کرے گا تو عین شرک اور ناجائز وحرام ہوگا۔

خُلاصَہ دَرخُلاصَہ: کسی ہستی کے متعلق عقیدہ علم مافوق الاسباب، عقیدۂ قدرۃ مافوق الاسباب اور عقیدہ شفاعۃ قہریہ کے تحت اس کے لیے اپنی مرضی اور اختیار سے قولاً یا فعلاً آخری درجہ کی ذلت، عاجزی اور انکساری اختیار کرنا یہ عبادت ہے خوب سمجھ لو!

ماخذ۱: مخدوم علی مہائمیؒ فرماتے ہیں:۔

والعبادۃ تذلل للغیر عن اختیار لغایۃ التعظیم: (تفسیر مہائمی ج۱ ص۲۴)

ترجمہ: اور عبادت اظہارِ ذلت کرنا کسی دوسرے کے لیے اپنی مرضی سے بوجہ (دل میں) آخری درجہ کی تعظیم کے۔

ماخذ۲: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں:۔

یعنی غایتِ تذلل برائے نہایت تعظیم۔ (تفسیر عزیزی ج۱ ص۳۷)

ترجمہ: یعنی انتہا درجہ کی عاجزی کرنا بوجہ (دل میں انتہا درجہ کی تعظیم کے

ماخذ۳: علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

العبادۃ عبارۃ عن

ترجمہ: عبادت عبارت ہے اس

الاعتقاد والشعور بانّ للمعبود سلطةً غيبيّةً يقدر بها على النفع و والضرر فكل ثناءٍ ودعاءٍ وتعظيمٍ يصاحبه هٰذا الاعتقاد والشعور فهي عبادة (مدارج السالکین ص۲۴ ج۱)

اعتقاد اور نظریہ ہے کہ معبود کو اسباب عادیہ سے بالاتر تسلط اور غیبی قدرت ہے جس کے ذریعہ وہ نفع اور نقصان رسانی کی قدرت رکھتا ہے پس ہر تعریف، پکار اور تعظیم جو مذکورہ عقیدہ کے ساتھ ہو وہ عبادت ہے۔

فائدہ ۔ عباراتِ مذکورہ بالا سے جہاں عبادت کا شرعی معنیٰ واضح ہوگیا وہاں چار باتیں اور بھی معلوم ہوئیں :۔

اوّل : عبادت کی مدار عقیدہ علم کامل اور عقیدہ قدرت کاملہ پر ہے یعنی کسی ہستی کے متعلق علمِ غیب کلی اور تصرف کلی کا عقیدہ قائم ہوگا تب اس کی عبادت ہوگی ۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور کا مشرک صرف ان ہستیوں کی عبادت کرتا رہا ہے جن کے متعلق اس کے یہی دو نظریے قائم ہوئے ۔ بنابریں اسلاف علماء کرام نے ان ہر دو صفتوں (علمِ غیب کلی اور تصرف کلی) کو لوازم الوہیت فرمایا ہے یعنی الٰہ اور معبود وہ ہو سکتا ہے جس میں یہ دو صفتیں ہوں کیونکہ یہ دونوں صفتیں الوہیت کے لوازم میں سے ہیں اور جس میں یہ دو صفتیں نہیں وہ ہرگز الٰہ اور معبود نہیں بن سکتا ۔ کیونکہ جب لازم نہ رہا تو ملزوم بھی نہ رہے گا ۔ اور اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں جہاں کہیں غیر اللہ کی عبادت، پکار نذر و نیاز اور سجدہ وغیرہ سے منع فرمایا وہاں ان دو صفتوں کی نفی فرمائی اور جہاں اپنی عبادت کا حکم فرمایا وہاں اپنے لیے ان دو صفتوں کو ثابت فرمایا۔

دوّم : یہ کہ ہر تعظیم عبادت نہیں بن جاتی بلکہ صرف وہ تعظیم جو اپنے اختیار اور مرضی سے ہو جبر و اکراہ والی تعظیم عبادت نہیں۔

سوّم : وہ تعظیم عبادت بنے گی جو دل کی محبت سے ہو جو حقیقی تعظیم ہے

بنابریں مسخرہ پن کی تعظیم بھی عبادت کے مفہوم سے خارج ہے۔

چہارم : اسی طرح وہ تعظیم عبادت بنے گی جو عقیدہ علم ما فوق الاسباب اور عقیدہ قدرت ما فوق الاسباب کے تحت ہو اور جو تعظیم اس عقیدہ کے بغیر ہو گی وہ عبادت نہیں بنے گی مثلاً استاذ و پیر و مرشد اور والدین کی اطاعت کرنا، ان کے سامنے دو زانو بیٹھنا، ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا، ان کی خدمت میں تحفہ تحائف پیش کرنا وغیرہ۔ یہ تعظیم چونکہ عبادت نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا قابلِ احترام ہستیوں کے لیے جائز ہے کیونکہ اس میں وہ اعتقاد نہیں پایا گیا جو روحِ عبادت ہے۔

لیکن تعظیم کی بعض صورتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں کسی بھی حال میں، کسی بھی نیت سے کسی غیر اللہ کے لیے جائز نہیں مثلاً رکوع، سجدہ، طواف اعتکاف، حلف، نذر وغیرہ۔ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی مخلوق کے لیے اگر مذکورہ بالا عقیدہ (علم ما فوق الاسباب، قدرت ما فوق الاسباب) کے تحت کیے جائیں تو اس کی عبادت اور صریح شرک ہے اور مذکورہ بالا عقیدہ کے بغیر کیے جائیں تو شرک تو نہیں لیکن ناجائز اور حرام ہوں گے۔

شِرک فِی العبادۃ

اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی ہستی (نبی ولی جن، فرشتہ، نوری، ناری خاکی وغیرہ) کے متعلق علم ما فوق الاسباب (غیب دان، سمیع و بصیر، حاضر و ناظر ہونا) خواہ ذاتاً یا عطاءً قدرت ما فوق الاسباب (نفع و نقصان، عزت و ذلت، بیماری و تندرستی، مالک و مختار ہونا وغیرہ) خواہ ذاتاً یا عطاءً اور شفاعت قہریہ کا عقیدہ رکھ کر اس کے لیے تعظیم قولی، فعلی، مالی بجا لانا مثلاً غائبانہ حاجات میں پکارنا، اس کے نام کا ورد کرنا، قسم کھانا، قیام، رکوع

سجود، اعتکاف، طواف، حج کرنا، نذر و نیاز، منت وغیرہ دینا۔ بس یہ شرک فی العبادت والالوہیت ہے۔ اور یہی وہ شرک ہے جس میں آج تک ہر دور کا مشرک پورے طور پر منہمک رہا۔ اور یہ حقیقی شرک اور اصلی کفر ہے جو بھی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی مخلوق خواہ انبیاء، اولیاء، صلحاء، بت، نوری، ناری، خاکی وغیرہا کے ساتھ یہ معاملہ کرے گا وہ اصلی مشرک اور حقیقی کافر بن جائے گا۔ کیونکہ عبادت کے جمیع اقسام اور ہر قسم کے جمیع افراد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں کسی بھی مخلوق کے لیے کسی بھی قسم کی عبادت کسی بھی تاویل سے ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اس کے مقابل توحید فی العبادت ہے یعنی عبادت کے جمیع اقسام اور افراد کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ماننا اور صرف اسی کی عبادت کرنا اور کسی ہستی کی کوئی عبادت نہ کرنا۔

اور اسی مسئلہ کی اہمیت کی بناء پر ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش جتنے بھی پیغمبر دنیا میں تشریف لائے سب کو اس شرک کی تردید اور توحید کے بیان کا منجانب اللہ حکم دیا گیا اور تمام کتب سماویہ میں اس مسئلہ کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا اور قرآن پاک میں تو چار سو سے زیادہ مقامات پر صراحت سے عبادت کو اللہ رب العزت کے ساتھ خاص کر کے ماسوی اللہ ہر چیز کی الوہیت ربوبیت اور معبودیت کی شدت سے نفی کی گئی ہے اور متعدد جگہوں پر حضرات انبیاء، اولیاء، ملائکۃ اللہ اور ہر ماسوی اللہ کی عبادت کو کفر و شرک فرمایا گیا ہے بلکہ قرآن پاک کے نزول کا بڑا اور اہم مقصد اسی مسئلہ (توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت) کا بیان ہے۔

نیز دین، ایمان و اسلام کی بنیاد اور خشتِ اول یہی مسئلہ توحید فی العبادت ہے۔ اسے قبول کیے بغیر اور یہ عقیدہ رکھے بغیر کوئی انسان ہرگز ہرگز مؤمن، مسلمان نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ کلمہ جسے پڑھ کر انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے اس کا پہلا حصہ ہی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

شواہدُ القرآن

شاھد ۱: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ: (پ۱۷ الانبیآء ع۲)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی پیغمبر مگر وحی کرتے رہے ہم اس کی طرف کہ بے شک و شبہ کوئی نہیں لائق عبادت مگر میری ذات پاک پس ساری عبادتیں صرف میری ہی کیا کرو۔

فہم سلف ۱: علامہ مراغیؒ، علامہ ابو حیان اندلسیؒ اور مفسر ابن جریرؒ واللفظ لہ فرماتے ہیں:

يقول تعالى ذكره؛ وَمَآ اَرْسَلْنَا يا مُحَمَّد مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ اِلٰى اُمَّةٍ من الامم اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَا مَعْبُوْدَ فى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تصلح له العبادة سواى فَاعْبُدُوْنِ يقول فاخلصوا لى العبادة وافردوا لى الالوهية۔! (تفسیر مراغی ط۲۱ ج۱۷، البحر المحیط ص۳۰۶ ج۶، ابن جریر ص۱۵ ج۱۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ سے پہلے کسی امت میں کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے رہے کہ میرے سوا آسمانوں اور زمینوں میں کوئی ایسا معبود نہیں جس کی عبادت درست (جائز) ہو سوا اس لیے ساری عبادتیں صرف میری کرو۔ فرماتے ہیں پس خالص کر دو میرے لیے عبادت کو اور اکیلا کر دو میرے لیے الوہیت کو۔

فہم سلف ۲: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

فكل نبيٍّ بعثه الله

ترجمہ: پس ہر وہ پیغمبر

يدعو الى عبادة الله وحده لا شريك له۔

(ابن كثير ص٦٧ ج٣)

جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا وہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کی دعوت دیتا رہا۔

شاہد٢ : وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ : (نحل ع ۵)

ترجمہ : اور البتہ تحقیق بھیجتے رہے ہم ہر امت میں ایک قاصد یہ پیغام دے کر کہ ساری عبادتیں کرو صرف اللہ کی اور بچو عبادتِ طاغوت سے۔

فہم سلف : علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں :

ای فی كل قرن و طائفة من الناس رسولا وكلهم يدعون الى عبادة الله وينهون عن عبادة ما سواه :

(ابن کثیر ص۵٦٨ ج٢)

ترجمہ : یعنی ہر زمانہ اور ہر طائفہ میں رسول بھیجتے رہے اور وہ سب اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے اور ہر ماسوی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منع کرتے رہے۔

شاہد٣ : اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اٰلِهَةً قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِیْ - (پ١٧ انبياء ع ٢)

ترجمہ : کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اس سے ورے اور معبود۔ تو کہہ لاؤ اپنی سند یہی بات ہے میرے ساتھ والوں کی اور یہی بات ہے مجھ سے پہلوں کی۔

فہم سلف : علامہ ابن کثیر دمشقیؒ فرماتے ہیں :

وذكر من قبلي يعني الكتب المتقدمة

ترجمہ : یعنی کتب سماویہ متقدمہ مخالف ہیں اس کے جو تم کہتے ہو

علیٰ خلاف ما تقولونه وتزعمونه فکلّ کتاب انزل علیٰ کلّ نبیّ اُرسل ناطقٌ بانّه لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ:

(ابن کثیر ص۲۶ ج۳)

اور گمان کرتے ہو پس ہر کتاب جو اتاری گئی ہر نبی پر جو بھیجا گیا یہ کہنے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

شاہد ۹ : الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ :

ترجمہ : یہ عظیم الشان کتاب ہے پختہ کردی گئی ہیں آیات اس کی پھر کھول کر بیان کردی گئی ہیں حکمت والے خبردار کی طرف سے تاکہ نہ عبادت کرو تم مگر اللہ تعالیٰ کی

فہم سلف ۱ : علامہ آلوسیؒ اور مفسر خازنؒ واللفظ لہٗ فرماتے ہیں۔

هٰذا مفعول لهٗ معناه کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ لِئَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ والمراد بالعبادة التوجید وخلع الانداد والاصنام وما کانوا یعبدون

(روح المعانی ص۲۰۶ ج۱۱۔ خازن ص۱۷۲ ج۳)

ترجمہ : یہ (اَلَّا تَعْبُدُوْٓا) مفعول لہٗ ہے اس کا معنیٰ ہے کہ یہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم کی گئی ہیں اور پھر کھول دی گئی ہیں۔ تاکہ نہ عبادت کرو تم مگر اللہ تعالیٰ کی، اور عبادت سے مراد توحید فی العبادت اختیار کرنا اور انداد، اصنام اور تمام ان ہستیوں کو چھوڑ دینا جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے۔

فہم سلف ۲ - امام رازیؒ فرماتے ہیں :

الاوّل ان یکون مفعولهٗ

ترجمہ : پہلی تفسیر اس لفظ کی

لَهٗ والتقدیر کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ لِاَجْلِ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ و اَقُوْلُ هٰذَا التَّاْوِیْلُ یدلّ علی انّہ لا مقصود من ھٰذا الکتٰب الشریف الّا ھٰذا الحرف الواحد فکلّ من صرف عُمرہ الی سائر المطالب فقد خاب وخسر :

(کبیر ص۱۸۰ ج ۱۷)

یہ ہے کہ یہ مفعول لہٗ ہے اصل عبارت یہ کہ یہ کتاب ہے جس کی آیات مستحکم کردی گئی ہیں پھر کھول کر بیان کی گئی ہیں تاکہ نہ عبادت کرو تم مگر صرف اللہ تعالیٰ کی اور میں تو کہتا ہوں کہ اس تفسیر کی بناء پر اس کتاب شریف (کے نزول) کا کوئی مقصد نہیں۔ مگر صرف یہی بات (توحید فی العبادات) تو جس انسان نے (اس مطلب کے علاوہ) باقی مطالب (مسائل) میں زندگی صرف کردی وہ نامراد اور برباد ہوا۔

شاہد ۵ - اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

ترجمہ : صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں ہم اور صرف تجھ ہی مدد مانگتے ہیں ہم

فہم سلف ۱: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں :

والعبادۃ اعلیٰ مراتب الخضوع ولا یجوز شرعًا ولا عقلاً الّا لِلّٰه تعالیٰ لانّہ المستحق لذالك لکونہٖ مولیًا لاعظم النِّعَمِ من الحیاۃ والوجود وتوابعهما ولذالك یحرم السجود لغیرہٖ

ترجمہ : اور عاجزی کے اعلیٰ مرتبہ کا نام عبادت ہے اور شرعًا عقلاً کسی لحاظ سے بھی یہ کام اللہ تعالیٰ کے ماسوا کے لیے کرنا جائز نہیں کیونکہ صرف وہی اس کا مستحق ہے کیونکہ سب سے بڑی نعمتیں یعنی حیات، وجود اور ان کی توابع سب کچھ عطا کرنے والا

سُبحانہٗ لانّ وضع اشرفِ الاعضاء علیٰ اھون الاشیاء وھو التّراب و موطئ الاقدام والنّعال غایۃ الخضوع۔

(روح المعانی ص۸۶ ج۱۶)

صرف وہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیراللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے کیونکہ سب سے زیادہ عزت والے عضو (چہرہ) کو سب سے زیادہ حقیر چیز یعنی مٹی جو کہ پاؤں اور جوتوں کے روندنے کی جگہ ہے پر رکھنا یہ آخری درجہ کی عاجزی ہے۔

فہم سلف ۲ : علامہ جمال الدّین قاسمیؒ فرماتے ہیں :

وفیہ اعلامٌ بما صدع بہ الاسلام من تحریر الانفس للہ تعالیٰ وتخلیصھا لعبادتہ وحدہٗ اعنی ان لا یشرک شیئًا مامعہ لا فی محبتہٖ کمحبتہٖ ولا فی خوفہٖ ولا فی رجائہٖ ولا فی التوکّل علیہ ولا فی العمل لہ ولا فی النذر لہٗ ولا فی الخضوع لہ ولا فی التذلّل والتعظیم والسجود والتقرّب فانّ کل ذالک انّما یستحقّہ فاطر الارض والسمٰوٰت وحدہٗ و ذالک ان لفظ العبادۃ یتضمّن کمال الذل بکمال الحب فلابدّ ان یکون العابد محبًّا للالٰہ

ترجمہ : اور اس آیت میں بتلانا ہے اس بات کو جس کا اسلام نے کھلم کھلا اعلان فرمایا ہے۔ یعنی نفوس کو اللہ تعالیٰ کے لیے آزاد کرنا اور صرف اسی کی عبادت کے لیے خالص کرنا۔ مراد یہ کہ اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کرے نہ اس کی محبت میں اللہ تعالیٰ جیسی محبت اور نہ اس سے خوف میں اور نہ اس سے امید میں اور نہ اس پر سہارا کرنے میں اور نہ اس کے لیے کوئی عمل کرتے میں اور نہ اس کیلئے منّت ماننے میں اور نہ اس کیلئے عاجزی کرنے میں اور نہ ہی اظہارِ ذلّت، تعظیم، سجود، اور تقرب

المعبود كمال الحب ولابدّ
ان يكون ذليلاً له كمال الذلّ
وهما لا يصلحان الّا لله
وحده فهو الاله المستحق
للعبادة الذى لا يستحقّها
الّا هو: وهى كمال الحبّ
والذلّ والاجلال والتوكّل
والدعاء بما لا يقدر عليه
الا هو تعالى وقد اشار لذلك
تقديم المفعول فانّ فيه
تنبيهًا على ما يجب للعبد
من تخصيصه ربّه بالعبادة
واسلامه وجهه لله وحده
لا كما كان عليه المشركون:

(تفسیر قاسمی ص۹-۱۰ ج۱)

میں کیونکہ بلا شک ان تمام چیزوں
کا مستحق صرف اور صرف زمین وآسمان
کا خالق ہی ہے اور یہ اس لیے
کہ لفظ عبادت کمالِ ذلّت مع کمالِ
محبّت کو متضمن ہے تو یہ ضروری
ہے کہ عابد اپنے معبود کا کمال درجہ
کا محب ہو اور یہ بھی کہ عابد اپنے
معبود کے لیے کمال درجہ کی ذلت
اختیار کرنے والا ہو اور یہ دونوں
(کمالِ حبّ اور کمالِ ذلّت) سوائے
اللہ وحدہٗ کے اور کسی کے لیے درست
نہیں۔ پس وہی اللہ اِلٰہ (معبود)
ہے جو عبادت کا مستحق ہے جس کا
اس کے سوا اور کوئی بھی مستحق نہیں
اور یہ (عبادۃ) کامل درجہ کی محبت
رکھنا، ذلت اختیار کرنا، تعظیم کرنا، سہارا
کرنا اور پکارنا ان حاجات میں تو نہیں۔
قدرت رکھتا ان کے (پورا کرنے)
پر مگر صرف وہی اللہ تعالیٰ اور تقدیم
مفعول نے اسی بات کی طرف اشارہ
کیا ہے کیونکہ اس (تقدیم مفعول)
میں تنبیہ ہے اس بات پر جو بندہ
کے لیے واجب ہے یعنی اپنے رب

کو عبادت کے لیے خاص کر لینا اور اپنے چہرہ کو صرف اللہ کے آگے جھکانا نہ اس طرح جس طرح مشرکین کا مذہب تھا۔

شاہد ٦ : قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ۔

(انعام آیۃ ٥٦)

ترجمہ: فرما دو کہ بے شک میں منع کیا گیا ہوں اس بات سے کہ عبادت کروں ان ہستیوں کی جنہیں پکارتے ہو تم اللہ کے سوا فرما دو نہیں اتباع کرتا میں تمہاری خواہشات کی تحقیق گمراہ ہو جاؤں گا میں اس وقت اور نہیں رہوں گا میں ہدایت پانے والوں میں سے

فہم سلف ١١ : علامہ ابن جریر رحمہ فرماتے ہیں:

یقول تعالیٰ ذکرہ لنبیّہ محمّد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قل یا محمّد لهٰؤلاء المشرکین بربّهم من قومك .... انّ اللّٰہ نهانی اَنْ اَعْبُدَ الّذین تدعون من دونه فلن اتبعكم علی ما تدعوننی الیه من

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ذکرہ اپنے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں "کہ دو اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قوم کے ان لوگوں سے جو اپنے رب کے ساتھ شریک کرتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے منع فرما دیا اس بات سے کہ عبادتیں کروں میں ان ہستیوں کی جنہیں تم پکارتے ہو

ذالك ولا اوافقكم عليه ولا اعطيكم محبتكم وهواكم فيه وان فعلت ذالك فقد تركت محجة الحق وسلكت على غير الهدى فصرت ضالاً مثلكم على غير استقامة

(ابن جریر ص۲۱ ج۲)

اس کے سوا۔ اس لیے ہرگز نہیں اتباع کرتا میں تمہاری اس بات پر جو بلاتے ہو تم مجھے اس کی طرف اس (عبادت غیر اللہ) سے اور نہیں موافقت کرتا میں تمہاری اس پر اور نہ ہی دیتا ہوں میں تمہیں جو تمہاری محبوب چیز اور خواہش (عبادت غیر اللہ) ہے اس بات میں اور اگر میں نے کر لیا یہ کام تو بس تحقیق چھوڑ بیٹھوں گا میں راہِ حق کو اور چل پڑوں گا میں راہِ ہدایت کے علاوہ (دوسری راہ پر) پس ہو جاؤں گا میں گمراہ مثل تمہارے علاوہ سیدھی راہ کے۔

فہم سلف ۲: علامہ ابو السعود عمادیؒ واللفظ لہٗ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

أُمِرَ عليه الصلوٰة و السلام بالرجوع الى مخاطبة المصرين على الشرك ...... اى قل لهم ...... انّى صرفت ونُهيتُ بما نُصب لى من الادلة وانزل علىّ من الآيات فى امر

ترجمہ: جو لوگ شرک پر مصر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منجانب اللہ ان لوگوں کو خطاب کرنے کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا۔ یعنی کہ دو ان کو کہ بے شک میں پھیر دیا گیا ہوں اور سختی سے منع کر دیا گیا ہوں بوجہ ان دلائل (عقلیہ) کے جو میرے

التوحید "اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ" ای عن عبادۃ ماتعبدونہ "مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ" کائنًا ماکان۔ (ابو السعود ص۱۵۸ ج۲) سواءً کانوا ذوی عقول ام لا۔ (روح المعانی ص۱۶۸ ج۷)

لیے قائم کیے گئے اور بوجہ ان آیات کے جو توحید کے بارہ میں میرے اوپر اتاری گئیں "اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ" یعنی عبادت ان ہستیوں سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ بھی ہو، ذوی العقول ہوں یا نہ۔

شاہد ۷ : قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (انعام آیۃ ۱۶۲، ۱۶۳)

ترجمہ : فرمادو (اے پیغمبر) بے شک نمازیں (جمیع عبادات بدنیہ) میری اور قربانیاں (جمیع عبادات مالیہ) میری اور جینا میرا اور مرنا میرا (یہ سب کے سب) صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو کہ پروردگار ہے تمام جہانوں کا اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی (مذہب) کا حکم کیا گیا ہوں میں، اور میں پہلا (اس امت میں سے) فرمانبردار ہوں۔

فہم سلف ۱ : علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

یأمرہ تعالیٰ ان یخبر المشرکین الذین یعبدون غیر اللہ ویذبحون لغیر اسمہ انہ مخالف لھم فی ذالک فان صلوتہ للّٰہ

ترجمہ : اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو حکم دیتے ہیں کہ شرک کرنے والے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی عبادتیں کرتے اور اس کے نام کے علاوہ دوسروں کے نام پر جانور

ونسكه علیٰ اسمه وحده
لا شريك له وهذا كقوله
تعالیٰ "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ"
ای اخلص له صلاتك و
ذبحك فانّ المشركين
كانوا يعبدون الاصنام
ويذبحون لها فامره
الله تعالیٰ بمخالفتهم
والانحراف عمّا هم فيه
والاقبال بالقصد والنيّة
والعزم على الاخلاص
لله تعالیٰ۔
(ابن کثیر ص١٩٨ ج ٢)

ذبح کرتے ہیں انہیں خبردار کر دیں کہ وہ پیغمبر علیہ السّلام) ان کے اس عقیدہ میں مخالف ہیں کیونکہ ان (پیغمبر علیہ السّلام) کی نمازیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اس کی قربانیاں بھی صرف اسی کے نام پر ہیں کوئی اس کا شریک نہیں اور (اللہ تعالیٰ کا) یہ فرمان دوسرے فرمان "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" کی طرح ہے۔ یعنی خالص کر تو (اے پیغمبر) اپنی نمازیں اور قربانیاں۔ کیونکہ مشرکین اصنام کی عبادتیں کرتے اور ان کے لیے جانور ذبح کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں (پیغمبر) کو مشرکین کی مخالفت کرتے ان کے مذہب سے انحراف کیے رہنے اور قصد نیّت اور عزم کے ساتھ خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت پر متوجہ رہنے کا حکم دیا۔

فہم سلف ٢ : علامہ ابوحیّان اندلسیؒ فرماتے ہیں :

وقال ابن عطيّة امره
تعالیٰ ان يّعلن انّ مقصده
فی صلاته وطاعته

ترجمہ : ابن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السّلام کو حکم فرمایا کہ اعلان فرما دیں کہ نماز

من ذبيحة وغيرها وتصرفه مدة حياته وحاله من الاخلاص والايمان عند مماته انما هو لله عزوجل و ارادة وجهه وطلبه رضاه (البحر المحيط صـ۲۶۲ ج ۴)

اور دیگر تمام طاعات ذبح وغیرہ اور زندگی بھر کے تمام کام اور مرتے وقت کا اخلاص و ایمان - یہ میرے سارے کام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ارادہ اور اس کی رضا کی طلب کے لیے ہیں۔

فہم سلف ۳ : علامہ مراغیؒ فرماتے ہیں :

والخلاصة انه لا ينبغى ان تكون العبادة الا لله رب العباد وخالقهم فمن توجه اليه والى غيره من عباده المكرمين او الى غيرهم مما يستعظم من خلقه كان مشركا فالله لا يقبل من العبادة الا ما كان خالصا لوجهه الكريم (مراغی صـ۹۱ ج ۸)

ترجمہ : خلاصہ یہ کہ نہیں لائق (جائز) یہ کہ ہو عبادت مگر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے جو بندوں کا پروردگار اور ان کا خالق ہے پس جو انسان اللہ تعالیٰ اور ان کے علاوہ اس کے مکرم بندوں یا ان کے علاوہ کسی ایسی مخلوق جس کو قابلِ تعظیم سمجھتا ہو کی طرف (عبادت میں) متوجہ ہوگا وہ مشرک ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ نہیں قبول کرتا عبادت سے مگر صرف اسے جو خالصۃً اس کی ذاتِ کریم کے لیے ہو۔

شاہد ۸ : وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا۔

ترجمہ : اور عبادتیں کرو اللہ کی اور نہ شریک کرو اس کے ساتھ

(نساء آیۃ ۳۶ پ ۵)

کسی چیز کو۔

فہم سلف ۱ : حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں :

یَأمر تبارکَ وتعالیٰ بعبادتہٖ وحدہٗ لاشریک لہ فانّہ ھو الخالق الرازق المنعم المتفضّل علی خلقہٖ فی جمیع الآنات والحالات فھو المستحق منھم انْ یوحّدوہ و لایشرکوا بہٖ شیئًا من مخلوقاتہٖ :

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۳)

ترجمہ : اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی عبادت کا حکم فرمارہے ہیں لیکن اکیلا کرکے بغیر کسی شریک کے کیونکہ خالق، رازق، انعام، احسان کرنے والا اپنی مخلوق پر ہر وقت اور ہر حال میں صرف وہی ہے۔ پس صرف وہی اپنے بندوں سے اس بات کا مستحق ہے کہ (عبادت میں) اکیلا کریں اسے اور کسی بھی مخلوق کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں۔

فہم سلف ۲ : امام رازیؒ اور مفسر خازنؒ واللفظ لہٗ فرماتے ہیں :

یعنی واخلصوا لہٗ فی العبادۃ ولا تجعلوا لہٗ فی الربوبیۃ والعبادۃ شریکًا لانّ من عبد مع اللہ غیرہ اَو اراد بعلمہٖ غیر اللہ فقد اشرک بہٖ ولا یکون مخلصًا :

(کبیر ص ۹۵ ج ۱۰)

ترجمہ : مراد یہ کہ خلوص اختیار کرو اس کی عبادت میں اور ربوبیت وعبادت میں اس کا کوئی شریک نہ بناؤ کیونکہ بے شک وشبہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کی یا اپنے عمل کے ذریعہ کسی غیر کا ارادہ کیا پس تحقیق اس نے شرک کیا اور مخلص نہ رہا۔

فہم سلف ۳ : علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں :

ای لا تشرکوا بہٖ

ترجمہ : یعنی نہ شریک کرو

شیئًا مّن الاشیاء صنمًا کان او غیرہ فالتّنوین للتعمیم (روح المعانی ج۵ ص۲۸)

اس کے ساتھ کسی چیز کو اشیاء سے بت ہوں یا کچھ اور تو (شیئًا) کی تنوین تعمیم کے لیے ہے۔

فائدہ آیت مرقومہ بالا اور عباراتِ اسلاف سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ جو انسان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی غیر کی عبادت کرے گا وہ حقیقی اور اصلی مشرک ہو جائے گا۔ خواہ وہ غیر بت ہو یا کچھ اور۔

شاہد ۹ ۔ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (مائدہ آیت ۷۲)

ترجمہ: حالانکہ مسیح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے بنی اسرائیل عبادتیں کرو صرف اللہ کی جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے بے شک و شبہ جس نے بھی اللہ کے ساتھ شریک بنایا پس تحقیق اللہ نے جنت اس پر حرام کر دی ہے اور (ہمیشہ) رہنے کی جگہ اس کی (جہنم کی) آگ ہے اور ظلم کرنے والوں (مشرکین) کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

فہم سلف : علامہ مراغیؒ فرماتے ہیں:

ای انّ کل من یشرک باللّٰہ شیئًا من ملکٍ او بشرٍ او کوکبٍ او حجرٍ او نحو ذالک فیجعلہ ندًّا للہ او متحدًا بہ او یدعوہ لجلب نفع او دفع

ترجمہ: یعنی بے شک و شبہ جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک بناتا ہے خواہ وہ فرشتہ ہو یا بشر یا ستارہ یا پتھر یا اس طرح کی کوئی اور چیز پس اسے اللہ کا

ضرٍ، او يزعم انّه يقرّبه
اليه زلفى فيتخذه شفيعًا
ليؤثر فى ارادته تعالى و
علمه، ويحمله على شيئ
غير ما سبق به علمه
وخصّصته ارادته فى
الازل - من يفعل ذالك
فانّ الله قد حرّم عليه
الجنّة فى سابق علمه
وبمقتضى شرعه الّذى
اَوْحَاهُ الى جميع رسله
فلا مأوى الّا النّار الّتى هى
دار العذاب والذّل
والهوان، وما للظّلمين
لانفسهم بشركهم بالله
من نصير ينصرهم ولا
شفيع ينقذهم ممّا
يحلّ بهم:

(تفسیر مراغی ص١٦٦ ج٦)

ند بناتا ہے یا اس کے ساتھ متحد بناتا
ہے (دونوں کو ایک سمجھتا ہے) یا اسے
نفع حاصل کرنے یا نقصان سے بچنے
کے لیے پکارتا ہے یا گمان کر لیتا
ہے کہ وہ ہستی اسے اللہ کے قریب
کر دے گی اس خیال سے اسے
سفارشی بنا لیتا ہے تاکہ وہ ہستی
اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور علم میں اثر
کرے اور برانگیختہ یا مجبور کرے
اسے کسی ایسے کام پر جو اللہ تعالیٰ کے
علمِ سابق اور ارادہ خاص ازلی کے
علاوہ ہے جو انسان بھی یہ کام کرے
گا تو بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے
سابق علم اور بتقاضائے شریعت
جسے اس نے تمام پیغمبروں کی طرف
وحی فرمایا اس پر جنت حرام کر دی
پس ماسوائے آگ کے جو عذاب
اور ذلت کا گھر ہے اس کے لیے
اور کوئی ٹھکانا نہیں اور اللہ تعالیٰ
کے ساتھ شریک کر کے اپنی جانوں پر
ظلم کرنے والوں کے لیے نہ کوئی
مددگار ہوگا جو ان کی مدد کرے
اور نہ ہی کوئی سفارشی جو سفارش

کر کے نازل شدہ عذاب سے انہیں چھڑالے۔

شاہد ۱۰ - قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ط بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ط :

(الزمر ایۃ ۶۴)

ترجمہ : فرما دو (اے پیغمبر) آیا پس سوائے اللہ کے حکم کرتے ہو کہ عبادت کروں میں اے جاہلو! حالانکہ تحقیق وحی کی گئی تیری طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو تجھ سے پہلے گذرے کہ البتہ اگر شرک کیا تو نے (بفرض محال) البتہ برباد ہو جائیں گے اعمال تیرے اور البتہ ہو پڑے گا تو تباہ ہونے والوں میں سے۔ بلکہ صرف اللہ ہی کی پس عبادت کرتا رہ تو اور رہ تو شکر گذاروں میں سے۔

فہم سلف ۱ : علامہ ابن الجوزی ؒ فرماتے ہیں :

انما خاطبہ بذالك لیعرف من دونہ أن الشرك یحبط الاعمال المتقدمۃ کلھا ولو وقع من نبی :

(زاد المسیر ص۱۹۵ ج۷)

ترجمہ : اور سوائے اس کے نہیں خطاب فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس بات کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (حالانکہ آنحضرت ؐ تو عام گناہوں سے بھی پاک وصاف ہیں چہ جائے شرک) تاکہ دوسروں کو معلوم ہو جائے کہ شرک تمام پہلے اعمال (صالحہ) کو مٹا دیتا ہے اگرچہ نبی سے کیوں نہ صادر ہوا ہو۔

فہم سلف ۲ - علامہ امیر علی حنفیؒ فرماتے ہیں:

یعنی توحیدِ الٰہی عزَّ وجلَّ چھوڑ کر غیر کے حق میں الوہیت کا اور استحقاقِ عبادت کا قائل ہو جاؤں۔ یہ محض باطل ہے اور یہ بڑے سے بڑتر گناہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی .... جمہور علماء نے اُس کے معنیٰ یہ بیان کیے کہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے اپنے رسولِ حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اس سے پہلے جملہ انبیاء سابقین علیہم السلام کو ہر ایک نبی کو یہ وحی بھیجی کہ شرک اس قدر بدتر ہے کہ اگر تجھ سے سرزد ہو تو تیرے اعمال بھی حبط ہو جاویں۔ پس ثابت ہوا کہ متواتر جمیع نبوتوں میں یہ حکم توحید یکساں نازل ہوا ہے .... اور چونکہ پیغمبر کو معرفت حق تعالیٰ میں عروج ہے تو پھر اس سے شرک غیر ممکن ہے اور اگر بالفرض شرک ہو تو سزائے شدید میں وہ بھی مبتلا ہو اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے فلاح یافتہ بندوں میں سے تھا بلکہ اہلِ فلاح کا سردار تھا۔ مگر شرک اس قدر قبیح ہے کہ اس سے اعمال مٹ جاتے ہیں۔ اور مشرک خاسرین میں سے ہو جاتا ہے۔ (مواہب الرحمٰن پ ۲۴ ص ۲۴)

شواہدِ الحدیث

شاہد اوّل ۔ قَالَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ قُلْتُ يَقُولُ اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ

ترجمہ: ہرقل نے حضرت ابو سفیانؓ سے پوچھا کہ وہ مدعیٔ نبوت تمہیں کس چیز کا حکم کرتا ہے

وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا ؛
(بخاری شریف ج۱ ص۲)

وہ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ وہ کہتا ہے کہ عبادتیں کرو اللہ تعالیٰ کی اکیلا کر کے اور نہ شریک کرو ساتھ اس کے کسی چیز کو۔

شاہد ثانی : عَنْ ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال اتٰی اعرابیًا اتی النبیّ صَلّی اللہ علیہ وسلم دلّنی علیٰ عَمَلٍ اذا عملتہ دخلت الجنّۃ قال تعبد اللّٰہَ ولا تشرك بہٖ شیئًا ؛
(بخاری ج۱ ص۱۸۷، مسلم ج۱ ص۳۱)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا کہ مجھے کسی ایسے عمل پر دلالت فرمائیے جس پر عمل کے ذریعہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا عبادت کر تو اللہ کی اور نہ شریک کر تو اس کے ساتھ کسی چیز کو۔

شاہد ثالث : وعن معاذ قال کنت ردف النبیّ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیٰ حمار یقال لہٗ عُفَیر فقال یا معاذ ھل تدری ماحقّ اللہ علیٰ عبادہٖ وما حقّ العباد علی اللہ قلت اللہ ورسولہٗ اعلم قال فانّ حقّ اللہ علی العباد ان یّعبدوہ ولا یشرکوا بہٖ شیئًا وحقّ العباد علی اللہ

ترجمہ : حضرت معاذؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں عفیر نامی گدھا پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا کہ آپ نے پوچھا اے معاذ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بے شک وشبہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ عبادتیں کریں اسی کی اور نہ شریک کریں اس کے ساتھ

شیئاً وحق العباد علی اللہ ان لا یعذب من لا یشرک بہٖ شیئاً (بخاری شریف ص ج ۱)

کی اور نہ شریک کریں اسکے ساتھ کسی بھی چیز کو اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ نہ عذاب دے اسے جو نہ شریک کرے اسکے ساتھ کسی چیز کو۔

فائدہ: عبادت کے تین اقسام ہیں:

۱۔ **لسانی:** جو زبان کے ذریعہ ادا کی جائے مثلاً پکار، حلف وغیرہ۔

۲۔ **بدنی:** جو (زبان کے علاوہ) بدن کے کسی حصہ کے ذریعہ ادا کی جائے۔ مثلاً رکوع، سجدہ، طواف وغیرہ۔

۳۔ **مالی:** جو مال کے ذریعہ ادا کی جائے۔ مثلاً منت، قربانی وغیرہ۔

مسلمان نماز کے ہر دوگانہ میں اعلان کرتا ہے "اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ" تمام عبادات لسانیہ بدنیہ، مالیہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔

علامہ ابن نجیم الرملی الحنفیؒ فرماتے ہیں:

ثم فی تفسیر الفاظھا اقوال کثیرۃ احسنھا ان التحیات العبادات القولیۃ (کدعاء وذکر وقنوت (طحطاوی) والصلوٰۃ العبادات البدنیۃ کسجود ورکوع وقعود (طحطاوی) والطیبات العبادات المالیۃ (من صدقۃ فرض ونافلۃ ونحوھما (طحطاوی) فجمیع العبادات للہ تعالیٰ لا یستحقہ غیرہ ولا یتقرب بشیٔ منہ الی ماسواہ (البحر الرائق ص ۳۲۳ ج ۱)

ترجمہ: ان الفاظ کی تفسیر میں (علماء کے) بہت سے اقوال ہیں۔ سب سے بہتر یہ کہ التحیات کے معنیٰ عبادات قولیہ جس طرح پکار، ذکر قنوت اور الصلوٰۃ کے معنیٰ عبادات بدنیہ جس طرح سجدہ، رکوع، قعدہ اور الطیبات کے معنیٰ عبادات مالیہ صدقہ فرضی، نفلی اور انکے مثل پس تمام عبادات صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ اس کے سوا کوئی مستحق نہیں اور نہ ہی ان (عبادات) میں سے کسی چیز کے ذریعہ اس کے سوا کسی چیز کا قرب حاصل کیا جا سکتا ہے

تمہید : عبادت لسانی کے پھر کئی اقسام ہیں۔ قسم اوّل دعا و پکار:

شرک فی الدُّعاء و النّداء

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی نبی، ولی، جن، فرشتہ، نوری، ناری، خاکی وغیرہ کے متعلق علم مافوق الاسباب، قدرت مافوق الاسباب اور شفاعت قہریہ کا عقیدہ قائم کر کے اسے اپنی حاجات میں پکارنا اور بلانا۔

تشریح یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق (خواہ ذی رُوح یا غیر ذی رُوح، عاقل یا لا یعقل، زندہ یا مُردہ) کے مُتعلق تین عقیدے قائم کرلے۔

۱۔ یہ کہ وہ عالمُ الغیب ہے ہمارے ہر حال کو دیکھ رہا ہے ہماری ہر درخواست کو سُن رہا ہے اسے خاص قسم کی معیّت حاصل ہے جس کی بناء پر وہ مخلوق ہر وقت ہمارے ساتھ موجود ہے کبھی بھی ہم سے غائب نہیں۔

۲۔ ہمارے ہر کام (بیماری و تندرستی، خوشی و غمی، رزق کی تنگی اور فراخی، کاروبار میں ترقی و تنزّلی، عزّت و ذلّت وغیرہا) کرنے کی اسے پوری طاقت ہے۔

۳۔ جو کام خود نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ سے بوجہ محبوبیّت منوا اور کروا لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بوجہ مُحب ہونے کے مجبور ہو کر ضرور وہ کام کر دیتا ہے۔

ان تین عقائد کے تحت اپنی ضروریات میں اس ہستی کو پکارتا اور بلاتا ہے مثلاً یارسول اللہ میرے رزق کی تنگی دور فرمایئے، یا اللہ تعالیٰ سے دلوایئے یا شیخ عبدالقادر الجیلانی شیئاً للہ یا معین الدین اجمیری وغیرہ وغیرہ۔ بس یہی شرک فی الدعاء والنداء ہے۔ ہماری سرائیکی زبان میں اسے سد تے سورنڑ کہتے ہیں۔

حکم نداءِ لغیرِ اللہ!

تمام مذاہب سماویہ حقہ خصوصًا مذہب اسلام میں دو ٹوک اور واضح خدائی فرمان یہ ہے کہ نداء، دُعاء اور مدد کے لیے پکارنا (سٹڈ سورہ) صرف اور صرف اللہ جلَّ شانہ کا حق ہے۔ اس لیے ہر وقت اور ہر حال میں تمام پکاریں اللہ تعالیٰ پر بند کر دو۔ اس لیے کہ ہر وقت ہر مخلوق کی پکار اور فریاد کو سننا اور پھر استجابت کر کے مراد کو پورا کرنا یا مصیبت دفع کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ مختصّہ ہے اس کے سوا کسی مخلوق میں یہ صفت نہیں کہ وہ ذاتًا یا عطاءً ما فوق الاسباب غائبانہ حاجات میں مخلوق کی پکاریں سنے بلکہ ہر غیر اللہ مخلوق کی پکاروں اور بقیہ تمام عبادات سے بے خبر محض ہیں۔ اسی طرح کوئی غیر اللہ کسی مخلوق کے لیے نافع، ضار، مشکل کشا، حاجت روا، مددگار، قاضی الحاجات، دافع البلاء ہرگز نہیں۔

نیز: قرآن، حدیث، فقہ اور کتب اہلِ اسلام میں وضاحت اور صراحت سے یہ بات موجود ہے کہ کسی مخلوق کے بارہ میں یہ عقیدہ و عمل شرک و کفر ہے۔ شرک و کفر بھی اصلی و حقیقی، زجری تہدیدی نہیں اور وہ انسان مشرک اور کافر ہے اور یہی وہ شرک ہے جس میں مشرکین مکہ، ابوجہل ابولہب وغیرہما پورے طور پر منہمک تھے اور قرآن مقدس میں ایک نہیں متعدّد مقامات میں اس کی تردید پر زور دیا گیا۔

فائدہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس چیز کے متعلق مذکورہ بالا تینوں عقیدے قائم کر لیے جائیں خواہ ذی روح ہو یا غیر ذی روح، ذی عقل ہو یا نہ، مردہ ہو یا زندہ پکارنے والے سے دور ہو یا نزدیک بلکہ سامنے کیوں نہ موجود ہو۔ بہر حال جب یہ عقیدہ و عمل

سرزد ہوگا شرک وکفر ہی ہوگا۔

شواہدُ القرآن

شاہد اوّل : وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ؕ

(پ ۱۱ یونس ع ۱۱)

ترجمہ : اور نہ پکار تو (اے انسان) اللہ تعالیٰ کے سوا ان ہستیوں کو جو نہیں نفع دے سکتیں تجھے اور نہ نقصان دے سکتی ہیں پس اگر تونے کرلیا یہ کام تو پس بے شک تو ظلم کرنے والوں سے ہوگا۔ اور اگر پہنچائے تجھے اللہ کوئی تکلیف پس نہیں کوئی کھولنے والا اسے مگر صرف وہی۔ اور اگر ارادہ کرے تیرے لیے کسی خیر کا پس نہیں کوئی رد کرنے والا اس کے فضل کا پہنچاتا ہے وہ خیر وشر جسے چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور وہی بہت بخشنے والا بڑا رحیم ہے۔

فہم سلف : حافظ ابن جریرؒ فرماتے ہیں :

يقول تعالىٰ ذكره: ولا تدع يا محمد من دون معبودك وخالقك شيئًا لا ينفعك في الدنيا

ترجمہ : اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نہ پکار تو اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اپنے معبود اور خالق کے سوا کسی چیز کو جو نہیں نفع دے سکتی تجھے دنیا میں اور

ولا فی الآخرۃ ولا یضرّک فی دین ولا دنیا یعنی بذالک الآلھۃ والاصنام یقول لاتعبدھا راجیًا نفعھا اوخائفًا ضرّھا فانّھا لاتنفع ولا تضرّ فان فعلتَ ذالک فدعوتھا من دون اللہ فانّک اذًا من الظّٰلمین یقول من المشرکین باللہ الظّالم لِنفسہٖ : (ابن جریر ص۱۷۱ ج ۱۱)

نہ آخرت میں اور نہ نقصان دے سکتی ہے تجھے دین میں اور نہ دنیا میں ۔ اس سے مراد معبودان باطلہ اور بت ہیں ۔فرماتے ہیں نہ عبادت کر تو ان کی ان سے نفع کی امید رکھ کر یا ان کے نقصان سے ڈر کر کیونکہ وہ نہ نفع دیتے ہیں اور نہ نقصان ۔ پس اگر کیا تو نے یہ کام پس پکارا تو نے انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پس بے شک تو اس وقت ظلم کرنے والوں سے ہو جائے گا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والوں سے ۔

فائدہ ۱ : اس آیت میں بظاہر خطاب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے لیکن مراد ساری انسانیت ہے ۔

فہم سلف : علامہ خازنؒ فرماتے ہیں :۔

وھٰذا الخطاب وان کان فی الظاھر للنّبیّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فالمُراد بہٖ غیرہٗ لانّہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لَمْ یدع من دون اللہ شیئًا البتۃ فیکون المعنیٰ ولا تدع

ترجمہ : اور یہ خطاب بظاہر اگرچہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے لیکن مراد دوسرے اِنسان ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی چیز کو نہیں پکارا ۔ پس معنیٰ ہو گا اور نہ پکار تو اے انسان اللہ کے سوا ان ہستیوں کو جو نہیں نفع

ایها الانسان من دون اللہ ما لاینفعك: الآیہ۔ (خازن ص۱۶ ج۴)

دے سکتیں تجھے۔

فائدہ ۲: عبادت اور پکار کی مدار چونکہ عقیدہ علم غیب، حاضر و ناظر اور عقیدہ مختارِ کل پر ہے۔ یعنی کسی ہستی کے بارہ میں پہلے یہ عقیدہ قائم ہوگا کہ وہ عالم الغیب ہے، حاضر و ناظر ہے، مختارِ کل اور شفیع قہری ہے۔ تب اس کی عبادت اور پکار کی جائے گی۔

بنابریں اللہ تبارک و تعالیٰ قرآنِ پاک میں جہاں کہیں غیر اللہ کی عبادت اور پکار کی نفی فرماتے ہیں وہاں ان دو یا دو میں سے کسی ایک کی نفی ضرور فرماتے ہیں یہاں بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا اور پہلی آیت میں فرمایا کہ پکار کے لائق وہ ہو سکتا ہے جو نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا تمام مخلوق بلا استثناء احد یکیں نفع یا نقصان پہنچانے سے عاجز ہے۔ لہٰذا پکار کے لائق بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں پھر فرمایا کہ اگر تو نے کبھی غیر اللہ کو پکارا تو ظالموں سے ہو جائے گا کیونکہ ظلم کہتے ہیں "وضع الشیئ فی غیر محلہ" کسی شی کو اس کے محل کے علاوہ کہیں اور رکھنا۔ اور پکار کا محل وہ ذات ہے جو نافع ضار ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے باقی سب مخلوق غیر نافع غیر ضار ہے۔ تو نافع ضار کو چھوڑ کر غیر نافع غیر ضار کی پکار کرنا عبادت کو غیر محل میں رکھنا ہے جو کہ ظلم ہے بلکہ اعظم انواعِ الظلم ہے۔

فہم سلف ۱: مفسرِ خازنؒ فرماتے ہیں:

فان فعلت یعنی ما نھیتك عنہ فعبدت غیری او طلبت النّفع و دفع الضّرّ من غیری

ترجمہ: پس اگر کر لیا تو نے یعنی وہ کام جس سے میں نے تجھے منع کیا ہے پس عبادت کی تو نے میرے غیر کی یا طلب کیا تو نے

فانک اذاً من الظّالمین یعنی لنفسک لانک وضعت العبادۃ فی غیر موضعھا:
(خازن ص۱۲۶ ج ۲)

نفع یا دفع ضرر میرے غیر سے۔ تو پس بے شک تو ظالموں سے ہو جائے گا یعنی اپنی جان پر کیونکہ تو نے عبادۃ کو اس کی اصلی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ پر رکھ دیا۔

فہم سلف ۲ : علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں :۔

وجعل من الظّالمین لانّہ لاظلم اعظم من الشرک (مدارک ص۱۲۶ ج ۲)

ترجمہ : اور کر دیا گیا اس آدمی کو ظالمین میں سے کیونکہ شرک سے بڑا ظلم اور کوئی نہیں۔

بہر حال پہلے فرمایا کہ نفع و نقصان کا مالک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے نقصان اور نفع کو ٹالنے والا یعنی شفیع قہری کوئی نہیں اس لیے پکار کے لائق بھی کوئی نہیں۔

فائدہ ۳ : مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ سے صرف بُت مراد نہیں بلکہ ہر نوری ناری خاکی وغیرہ تمام مخلوق بلا استثناء احدٍ یکسر مراد ہے۔ ہاں بت بھی اس آیت میں داخل ضرور ہیں لیکن آیت بتوں پر بند نہیں۔

اولاً اس لیے کہ بُت مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کا نہ لغوی معنیٰ ہے نہ عرفی نہ شرعی بلکہ یہ لفظ اپنے عالمگیر عموم کی وجہ سے ذاتِ باری تعالیٰ اور صفاتِ الٰہیہ کے علاوہ تمام مخلوقات کو شامل ہے اور امام اعظمؒ کے مذہب کے موافق قرآنی آیت یا حدیث متواتر یا مشہور کے علاوہ خبرِ واحد صحیح کے ساتھ بھی اس کی تخصیص جائز نہیں تو شانِ نزول یا اقوالِ مفسّرین کے ساتھ اس کی تخصیص کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔ مزید تحقیق مقدمہ ص۲۰۳-۲۰۴ ج ا پر گزر چکی ہے۔

ثانیاً : کلمہ مَا کا اصلی اور وضعی معنیٰ عموم ہے جو کسی قرینہ کا محتاج نہیں حتّٰی کہ معدومات کو بھی شامل ہے۔

فہم سلف : علامہ حامد آفندیؒ فرماتے ہیں :

حاصله ما لفظٌ مبهمٌ فی غایة الابهام حتّٰی انّه یقع علی المعدوم نحو انّه عالمٌ بما کان و بما لم یکن۔

(حاشیہ آفندی علی المرأۃ ص۳۹۵ ج۱)

ترجمہ : خلاصہ یہ کہ لفظ مَا آخری درجہ کا مبہم (عام) لفظ ہے۔ حتیٰ کہ معدوم اشیاء کو بھی شامل ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو جانتا ہے جو موجود ہیں اور ان کو بھی جو موجود نہیں۔

خلاصہ : یہ کہ آیت میں عموم ہے بت اور غیر بت سارا جہان اس میں داخل ہے۔

فہم سلف : علامہ عمادیؒ اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں :

فلا کاشف لهٗ عنك کائنًا من کان وما کان الّا هو وحدهٗ فثبت عدم کشف الاصنام بالطّریق البرهانی ...... و ان یّردك بخیرٍ فلا رادّ لفضله ای لا احد یقدر علی ردّه کائنًا من کان فیدخل فیه الاصنام دخولًا اوّلیًّا

(ابو السعود ص۵۳۲ ج۲ - روح المعانی ص۱۹۹ ج۱۱)

ترجمہ : پس نہیں ہے کھولنے والا اس تکلیف کو تجھ سے جو بھی ہستی ہو اور جو بھی چیز ہو مگر وہی اکیلا تو بتوں کا تکالیف کو زائل نہ کرنا برہانی طور پر یعنی دلیل کے ساتھ ثابت ہو گیا اور اگر ارادہ کرے اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ خیر کا پس نہیں کوئی ردّ کرنے والا اس کے فضل کو۔ یعنی کوئی ایک نہیں جو اس کے ردّ کرنے کی قدرت رکھتا ہو جو بھی ہو تو بنا بریں بت اس آیت میں سب سے پہلے داخل ہو گئے۔

فائدہ ۴ : دعار سے مراد پکارنا، مدد مانگنا اور حاجات طلب کرنا ہے یعنی سڈنڑتے سورنڑ ہے اور اس سے مراد کوئی اور عبادت نہیں۔ تفصیل آگے آرہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

فائدہ ۵ : آیت میں منع اس بلانے سے قطعاً نہیں جو ہم ایک دوسرے کو اسباب عادیہ اور آلات مروجہ کے تحت بلایا کرتے ہیں کیونکہ یہ نہ شرک ہے اور نہ مشابہ شرک ہے بلکہ آیت میں منع صرف اس پکار سے ہے جو عقیدہ علم غیب حاضر و ناظر اور مختار کل کے تحت ہو جو کہ غائبانہ حاجات میں مشرک لوگ کرتے ہیں۔ **خلاصہ** یہ کہ دعار عبادت مراد ہے دعار عادت نہیں۔

فہم سلف ۱ : علامہ مراغی فرماتے ہیں :

(ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک) ای ولا تدع ایها الرسول غیرہ تعالیٰ دعاء عبادۃ لا علیٰ سبیل الاستقلال ولا علیٰ سبیل الاشتراک بوساطۃ الشفعاء ما لا ینفعک فی الدنیا ولا فی الآخرۃ ولا یضرک ان ترکت دعاءہ ولا ان دعوت غیرہ (فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ) ای فان فعلت ھذا ودعوت غیرہ کنت فی ھذا الحال من الذین ظلموا انفسھم

ترجمہ : اور نہ پکار تو اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے غیر کو پکارنا عبادت کے طور پر نہ مستقلاً اور نہ اشتراکاً شفعاء کی وساطت سے ان ہستیوں کو جو نہیں نفع پہنچا سکتیں تجھے دنیا میں اور نہ آخرۃ میں اور نہ نقصان دے سکتی ہیں تجھے اگر چھوڑ دے تو ان کی پکار اور نہ اس صورت میں کہ پکارے تو کسی اور کو پس اگر کیا تو نے یہ کام تو پس بے شک تو اس وقت ظلم کرنے والوں سے ہو جائے گا۔ یعنی پس اگر تو نے کیا یہ کام اور پکارا تو نے کسی غیر اللہ کو تو ہوگا تو اس حال میں ان لوگوں سے جنہوں نے

ولا ظلم لها اکبر من الشرك بالله تعالیٰ، فدعاءہ وحدہ اعظم العبادات، ودعاء غیرہ شرک وظلم للنفس لاضافۃ التصرف الی ما لا یصدر منہ، فھو وضع للشیئ فی غیر موضعہ...

وقد جاء فی معنی الآیۃ آیات کثیرۃ متفرقۃ فی السُّور لانتزاع ھذا الشرك من قلوب السواد الاعظم من الناس، وقد انتزع من قلوب الذین اخذوا دینھم من کتاب ربھم وکانت عبادتھم لہ دعاءہ بالغدو والآصال واللیل والنھار، وفیھا نعی علی الذین ھجروا تدبر القرآن وتلقوا عقائدھم من الآباء والامھات والمعاشرین الامیین الجاھلین فتوجھوا الی القبور فزینوھا بالسُّرج والمصابیح ودعوھا

اپنے آپ پر ظلم کیا اور شرک باللہ سے بڑھ کر نفسوں پر اور کوئی ظلم نہیں پس اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارنا سب سے بڑی عبادت ہے اور اس کے غیر کو پکارنا شرک اور نفس پر ظلم ہے۔ کیونکہ اس صورت میں تصرف کی نسبت ان ہستیوں کی طرف کی جا رہی ہے جن سے تصرف صادر ہی نہیں ہوتا۔ تو یہ شئی کو غیر محل میں رکھنا ہے جو ظلم ہے۔ اور اس آیت کے ہم معنی اور بہت سی آیات آئی ہیں جو قرآنی سورتوں میں پھیلی ہوئی ہیں سوادِ اعظم کے دلوں سے شرک نکالنے کے لیے اور واقعی وہ شرک ان لوگوں کے دلوں سے نکل چکا ہے۔ جنہوں نے اپنا مذہب اپنے رب کی کتاب سے لیا ہے اور جن کی صبح وشام، رات اور دن کی عبادت اللہ تعالیٰ کو پکارنا ہے۔ اور اس آیت میں ماتم ہے ان لوگوں پر جنہوں نے قرآن میں غور وفکر کرنا چھوڑ دیا ہے، جنہوں نے اپنے عقیدے اپنے اَن پڑھ جاہل ماں باپ اور برادری سے حاصل کیے ہیں

من دون الله وتقربوا اليها بالهدايا والنذور لتكشف عنهم الضر وتعطيهم ما يرجون من النفع، ويتأولون هٰذه الآيات الكثيرة فيزعمون انها خاصة بعبادة الاصنام والنذر للاوثان والتنظيم للصلبان كأن الشرك بالله جائز من بعض المخلوقين دون بعض:
(تفسیر مراغی ص۱۶۳ ج۱۲)

جس کی وجہ سے وہ قبور (انبیاء، وصلحاء وغیرہم) کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں چراغوں کے ساتھ مزین کیا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا اور ہدایا اور منتوں کے ذریعہ ان کے قرب کے طلبگار ہوئے تاکہ وہ ان سے نقصان دفع کریں اور انہیں وہ نفع دیں جس کی وہ امید رکھتے ہیں اور ان آیاتِ کثیرہ کی تاویلیں کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ آیات بتوں کی عبادت ان کی منتوں اور صلیبوں کی تعظیم کے ساتھ خاص ہیں گویا شرک باللہ ان کے نزدیک بعض مخلوق سے جائز اور بعض سے ناجائز ہے۔

شاہد ثانی، قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا: (جن ع ۲)

ترجمہ: فرمادے سوائے اس کے نہیں پکارتا ہوں میں صرف اپنے رب کو اور نہیں شریک کرتا میں اس کے ساتھ کسی ایک کو۔

فائدہ ا: اس آیت کا عنوان ہے "مسلک الانبیاء فی مسئلۃ الدعاء" کہ پکار کے مسئلہ میں انبیاء کا کیا مذہب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ وہ اپنا مذہب اور عمل بیان فرمادیں تاکہ امت آپ کی اقتداء کرے۔ چنانچہ آپ نے بیان فرمایا کہ اب اور مستقبل میں میرا مذہب اور

طریقہ یہ ہے اور رہے گا کہ ہر دکھ سکھ میں میں صرف اپنے پالنے والے کو پکارا کرتا ہوں اور اس کی پکار وغیرہ میں کسی ایک کو بھی شریک نہیں کرتا اور نہ کروں گا۔

فائدہ ۲ : کلمہ اِنَّمَا حصر کے لیے ہے اور حصر میں منفی مثبت دونوں پہلو ہوا کرتے ہیں جیسا کہ جلد اول ص۴۲۲ پر گذر چکا ہے۔ تو بنا بریں معنیٰ ہوگا کہ میں نے اپنی تمام پکاروں کو اپنے رب پر منحصر اور بند کر دیا ہے اور اس سے تجاوز کر کے کسی غیر کو کبھی نہیں پکارتا۔

فائدہ ۳ : دعاء سے مراد پکارنا اور مرادیں مانگنا یعنی سٹنڈرڈ اور سورنڑ ہے اور پکارنے کے علاوہ کوئی اور عبادت ہرگز مراد نہیں تفصیل آگے آرہی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فائدہ ۴ : آیت میں ماتحت الاسباب ایک دوسرے کو بلانے کی نفی اور ممانعت ہرگز نہیں کیونکہ وہ شرک نہیں بلکہ ما فوق الاسباب غائبانہ حاجات میں پکارنے کی نفی ہے جس کی بنیاد عقیدۂ علم غیب اور عقیدہ قدرۃ کاملہ و شفاعت قہریہ پر ہے جو کہ سراسر شرک ہے۔

خلاصہ یہ کہ دعاء عبادت مراد ہے نہ کہ دعاء عادت۔ لہٰذا غالیوں کا یہ پرانا حربہ کہ اگر ہمارا بزرگوں کو بلانا اور پکارنا شرک ہے تو تمہارا ایک دوسرے کو بلانا بھی شرک ہے باطل ہو گیا۔ تفصیل ص۹۲-۳۹۱ جلد اول پر گذر چکی ہے۔

فائدہ ۵ : لفظ رَبِّیْ میں توحید فی الدعاء کی علت کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے اس طرح کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اس نے مجھے وجود عطاء فرمایا، عدم سے وجود میں لایا، میری جسمانی تربیت فرمائی، پالا پوسا، جوان اور تندرست بنایا، روحانی تربیت فرمائی، عقائد فاسدہ، اخلاق رذیلہ سے پاک فرما کر عقائد صحیحہ، اخلاق حسنہ عطاء فرمائے، علوم شرعیہ، نبوت اور ختم نبوت جیسی اور بھی کئی روحانی نعمتیں عطاء فرمائیں۔ تو ایسے محسن پروردگار کو چھوڑ کر کسی اور کو میں پکاروں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ اس سے بڑی نمک حرامی

اور کیا ہو سکتی ہے اس سے میں پاک ہوں۔

فائدہ ۶ ۔ بظاہر مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبارت ہونی چاہیے تھی "وَلَا اَدْعُوْا مَعَهٗ اَحَدًا" لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے بجائے اس کے وَلَا اُشْرِكُ فرمایا یہ بتانے کے لیے کہ غیر اللہ کو پکارنا معمولی گناہ نہیں بلکہ شرک ہے جو سارے گناہوں سے بڑا گناہ ہے جس کی معافی کی سوائے توبہ کے کوئی صورت ہی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں فتویٰ صادر فرمایا کہ غیر اللہ کی پکار شرک وکفر ہے اور پکارنے والا مشرک اور کافر ہے۔

فائدہ ۷ : کلمہ اَحَدًا کا مادہ عام ہے پھر نکرہ ہے پھر نفی کے بعد واقع ہے اس لیے اس کے اندر عموم درعموم ہے لیکن یہ کلمہ چونکہ صرف عقل والی مخلوق کے لیے ہے۔ اس لیے معنیٰ ہوگا کہ عقل والی تمام مخلوقات یعنی تمام ملائکہ، تمام انسان، تمام جنات ان میں سے کسی ایک کو بھی میں پکار میں اللہ کا شریک نہیں کرتا۔ جب عقل والی مخلوق کی پکار کی نفی ہوئی تو لا یعقل مخلوق کی پکار کی نفی تو بدرجہ اولیٰ ہو گئی۔

حاصل یہ نکلا کہ عقل والی یا لا یعقل کسی بھی مخلوق کو میں اس کے ساتھ شریک نہیں کرتا۔

فائدہ ۸ : "اِنَّمَآ اَدْعُوْا" اور "لَآ اُشْرِكُ" میں زمان حال اور مستقبل دونوں مراد ہیں یعنی اب بھی صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور آیندہ بھی صرف اسی کو پکارتا رہوں گا اور اب بھی کسی کو اس کا شریک نہیں کرتا۔ اور آیندہ بھی نہیں کروں گا۔

فہم سلف : خطیب شربینیؒ فرماتے ہیں :

ای الذی اوجدنی وربانی ولا نعمۃ عندی	ترجمہ : یعنی وہ ذات جس نے مجھے موجود فرمایا اور میری تربیت

الا منه وحده لا ادعوا غيره حتى تعجبوا مني ولا اشرك به اى الآن ولا فى مستقبل الزمان بوجه من الوجوه احدًا من ودٍّ وسواعٍ ويغوث ويعوق وغيرها من الصامت والناطق :

(السراج المنیر ص ۲۰۲ ج ۴)

شاہد ثالث ۳ : وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ : وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ : (الاحقاف ع ۱)

ترجمہ فرمائی

اور میرے ہاں کوئی نعمت نہیں مگر صرف اسی کی طرف سے۔ نہیں پکارتا میں اس کے کسی غیر کو تاکہ تم مجھ سے تعجب کرو (کیونکہ کسی غیر اللہ کو نہ پکارنا چونکہ صحیح ہے اس لیے ناقابلِ تعجب ہے اور کسی غیر اللہ کو پکارنا چونکہ غیر صحیح ہے اس لیے قابلِ تعجب ہے) اور نہیں شریک کرتا میں ساتھ اس کے یعنی اب اور نہ آئندہ زمانہ میں کسی صورت میں کسی ایک کو وَدّ، سُواع، یغوث یعوق ہوں یا ان کے علاوہ چپ کرنے والی مخلوق (یعنی لا یعقل) یا بولنے والی (یعنی عقل والی) مخلوق۔

ترجمہ : اور کون بڑا گمراہ ہے اس انسان سے جو پکارتا ہے اللہ کے سوا ان ہستیوں کو جو نہیں پہنچ سکتے اس کی پکار کو قیامت تک اور وہ ان کی پکاروں سے بے خبر ہیں اور جب جمع کیے جائیں گے لوگ (بروز قیامت) ہوں گے وہ پکارے ہوئے ان پکارنے والوں کے دشمن اور ہوں گے ان کی عبادتوں کے منکر۔

فائدہ ۱: ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار اہم مسئلے بیان فرمائے ہیں۔

مسئلہ اُولیٰ

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی مخلوق (نبی، ولی، جن اور فرشتہ نوری، ناری، خاکی، زندہ یا مردہ، ذی روح، غیر ذی روح، عاقل لا یعقل) کو غائبانہ حاجات میں پکارنے والا انسان (مشرک) سارے گمراہوں سے بڑا گمراہ ہے۔ اس جیسا گمراہ دنیا میں کوئی نہیں کیونکہ ہر حال جاننے والے ہر کام کر سکنے والے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر نہ سننے والے نہ جاننے کچھ نہ کر سکنے والے کو پکارنا شروع کر دیا۔

فہم سلف: علامہ ابو السعود العمادیؒ، علامہ آلوسیؒ اور قاضی بیضاویؒ واللفظ لہٗ فرماتے ہیں:

انکارٌ ان یکون احدٌ اضلّ من المشرکین ای ہم اضلّ من کل ضالٍ: (عمادی) حیث ترکوا عبادۃ السمیع المجیب القادر الخبیر الی عبادۃ من لا یستجیب لھم لو سمع دعاءھم فضلاً ان یعلم سرائرھم و یراعی مصالحھم:

(ابو السعود ص ۵۷ ج ۴، روح المعانی ص ۶ ج ۲۶ بیضاوی ص ۲۰۶ ج ۲)

ترجمہ: اس بات کا انکار ہے کہ کوئی انسان مشرکوں سے بڑھ کر گمراہ ہو بلکہ وہی ہر گمراہ سے بڑے گمراہ ہیں کیونکہ انہوں نے ہر بات سننے والے ہر درخواست کو پہنچنے والے، ہر کام پر قدرت رکھنے والے، ہر حال سے خبردار یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر ایسی ہستیوں کی عبادت اختیار کی کہ بالفرض وہ ان کی درخواستیں سن بھی لیں تو ان کو یعنی ان کی پکاروں کو پہنچ نہیں سکتے۔ علاوہ اس کے کہ ان کے رازوں کو جانیں اور ان کی مصلحتوں کی رعایت کریں۔

مسئلہ ثانیہ ۲

اللہ تعالیٰ کے سوا جس کسی مخلوق کو پکارا گیا کوئی پکارا ہو اکسی پکارنے والے کی پکار کو قیامت تک نہیں پہنچ سکتا۔ یعنی ان کی مرادیں پوری نہیں کر سکتا یعنی مختارِ کل نہیں۔

تائید ۱۔ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ : (الرعد ع ۲)

ترجمہ : سود مند پکارنا تو اسی کا ہے اور جن کو یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کو کسی طرح قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے تاکہ اس کے منہ تک آپہنچے حالانکہ وہ کبھی بھی نہیں آسکتا اور کافروں کی پکار بیکار ہے۔

تائید ۲۔ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ : (فاطر ع ۲)

ترجمہ : اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو تمہاری بات کو قبول نہ کر سکیں۔ اور قیامت کے روز تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔

مسئلہ ثالثہ ۳

اللہ تعالیٰ کے سوا جس کسی مخلوق کو پکارا گیا وہ سب کے سب پکارنے والوں کی پکار سے غافل اور بے خبر ہیں یعنی عالم الغیب اور حاضر و ناظر نہیں۔ خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء یا کوئی اور !۔

فہم سلف : حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں :

بدانکہ آیۃ کریمہ دلالت واضح

ترجمہ : یہ بات بخوبی جان لینی

کرد برآنکہ ارواح مغیبہ و ابدان مجبہ کہ در عالم پرستیدہ می شوند و دعائے حاجت روائی بسوئے آناں کردہ می شود آں ہمہ از دعاءِ داعیان بے خبر محض اند خواہ انبیاء باشند خواہ اولیاء! (البلاغ المبین صـ ۸۴، ۸۵)

چاہیے کہ یہ آیت کریمہ صاف طور سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جن غائب روحوں اور پوشیدہ جسموں کی اس دنیا میں عبادت کی جاتی ہے اور ان سے حاجت روائی کے لیے دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ تمام ارواح اور اجسام ان دعاء کرنے والوں کی دعاؤں سے بالکل بے خبر اور ناواقف ہیں خواہ انبیاء کرام ہوں یا اولیاء۔

تائید: فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ (یونس ع ۳)

ترجمہ: پس ہمارے اور تمہارے درمیان کافی ہے اللہ گواہ کہ ہم تمہاری بندگی سے بے خبر تھے۔

مسئلہ رابعہ جن نبیوں، ولیوں، بزرگوں کی دنیا میں عبادت کی گئی قیامت کے دن وہ سب لاعلمی کا اظہار کر کے عبادت کا انکار کر دیں گے بلکہ عبادت کرنے والوں کے دشمن بن جائیں گے۔

فہم سلف: مفسر ابن جریرؒ فرماتے ہیں:

يقول تعالىٰ ذكره: وكانت الهتهم التى يعبدونها فى الدنيا بعبادتهم جاحدين لانهم يقولون يوم القيامة ما امرناهم بعبادتنا ولا شعرنا بعبادتهم ايانا تبرأنا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور مشرکین کے وہ معبود جن کی وہ دنیا میں عبادت کیا کرتے تھے ان کی عبادت کے انکار کرنے والے ہوں گے کیونکہ وہ قیامت کے دن کہیں گے کہ ہم نے انہیں اپنی عبادت کا نہ تو حکم دیا تھا اور

اليك منهم يا ربنا ؛
(ابن جرير ص ج ٢٦)

نہ ہی ہمیں ان کی عبادت کا کوئی شعور تھا ہم بری بیزار ہوتے ہیں ان سے یا اللہ تیری طرف ۔

تائید : كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (مریم ع ۵)

ترجمہ : ہرگز ایسا نہیں جلد ہی وہ ان کی عبادتوں کا انکار کریں گے اور ہوں گے ان کے مخالف ؛

فائدہ ۲ : دعاء سے پکارنا، حاجات اور ضروریات میں مدد کے لیے بلانا، سٹنٹر سورنٹر مراد ہے نہ کوئی اور عبادت کرنا۔ تفصیل ان شاء اللہ تعالی آگے آرہی ہے۔

فائدہ ۳ : دعاء سے مافوق الاسباب غائبانہ حاجات میں عقیدہ علم کامل، عقیدہ قدرت کاملہ کے تحت پکارنا اور بلانا مراد ہے۔ اور ماتحت الاسباب ایک دوسرے کو بلانا ہرگز مراد نہیں کیونکہ یہ نہ شرک ہے نہ مشابہ شرک ہے۔

فائدہ ۴ : دُونِ اللّٰهِ کا کلمہ اپنے عالمگیر عموم کی وجہ سے ہر ماسوی اللہ کو شامل ہے ۔ نبی، ولی، جن، فرشتہ، نوری، ناری، خاکی، عاقل، لایعقل۔ ذی روح، غیر ذی روح، زندہ، مردہ سب اس میں داخل ہیں ۔ اور بت بھی شانِ نزول اور کلمہ کے عموم کی بناء پر اس میں داخل ضرور ہیں لیکن آیت بتوں پر بند نہیں ۔ یہ کہنا یا جہالت ہے یا تجاہل۔

فہم سلف : علامہ زمخشریؒ، امام رازیؒ، ابو حیان اندلسیؒ اور علامہ عمادیؒ واللفظ لہٗ فرماتے ہیں :

وقد جوز ان يراد بهم كل من يعبد من دون الله من الملائكة والجن والانس

ترجمہ : اور تحقیق جائز قرار دیا گیا کہ ان سے مراد ہر وہ ہستی ہو جس کی اللہ تعالی کے سوا عبادت کی گئی ہو۔

وغیرھم : رکشاف ص۲۹۵ تفسیر کبیر ص ج ۲۸ ، البحر المحیط ص۵۵ ج ۸ ، ابوالسعود ص۱۷۵ ج۴)	فرشتے ، جنات ، انسان وغیرہ

فائدہ ۵ : آیت کے اندر عموم تو ہے لیکن ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر غلبہ دے کر وہ کلمات لائے گئے جو صرف ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ۱) کلمہ مَنْ ۲) نفی استجابت ۳) ضمیر ھُم ۴) اثباتِ غفلت ۵) جمع بالواو والنون غافلون۔ ۶) ضمیر کانوا۔ ۷) اثباتِ عداوت ۸) ضمیر کانوا ۹) اثباتِ کفر یعنی انکارِ عبادت۔

بنا بریں عقل والی مخلوق یعنی انبیاء ، اولیاء ، ملائکہ ، جنات ، انسان۔ سب سے پہلے آیت کا مصداق ہیں اور بت وغیرہ غیر ذوی العقول ان کے تابع ہو کر۔ بہرحال آیت کو بتوں پر بند کرنا ہرگز جائز نہیں اور نہ ہی یہ مرادِ الٰہی ہے۔

شواہد الحدیث

شاہد اوّل : عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کنت خلف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یومًا فقال یا غلام انی اعلمک کلمات احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک اذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ : (رواہ الترمذی ج۲ ص۷۸ ابواب القیامۃ)

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سوار) تھا کہ آپ نے فرمایا اے لڑکے میں تجھے کچھ باتیں سکھلاتا ہوں : حفاظت کر تو اللہ تعالیٰ (کے حقوق) کی حفاظت کرے گا وہ تیری (دنیا و آخرت میں) حفاظت کر تو اللہ تعالیٰ کی پائے گا تو اسے اپنے سامنے اور جب مانگے تو

وقال حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ
(مسند احمد ص۲۹۳ ج۱)

پس مانگ تو صرف اللہ تعالیٰ سے اور جب مدد مانگے تو پس مدد مانگ تو صرف اللہ تعالیٰ سے۔

شاہد ثانی: عن ثابت البنانی انّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لیسأل احدکم ربّہ حاجتہ حتّٰی یسألہ الملح و حتّٰی یسئلہ شسع نعلہ اذا انقطع: (ترمذی شریف ص۶۷۸ ج۲)

ترجمہ: ثابت البنانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاہیے مانگے ہر ایک تمہارا اپنے رب سے تمام حاجات اپنی حتیٰ کہ نمک بھی اسی سے مانگے اور حتیٰ کہ جوتے کا تسمہ جب ٹوٹے تو وہ بھی اسی سے مانگے۔

یعنی باری تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف بڑی اور اہم چیزیں اس سے مانگے اور چھوٹی چیزیں نہ مانگے۔ ایسا ہرگز نہ چاہیے بلکہ چھوٹی یا بڑی ہر چیز صرف اسی سے مانگے۔

شاہد ثالث: عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من لم یدع اللہ سبحانہ غضب علیہ:
(ابن ماجہ ص۲۷۱ مسند احمد ص۴۴۳، ص۴۷۷)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ جو انسان اللہ سبحانہٗ سے مانگتا نہیں اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں۔

عباراتِ اسلاف

ماخذ ۱۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

ھٰذا من فضلہ تبارک

ترجمہ: یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا

وتعالیٰ وکرمہ انہ ندب
عبادہ الیٰ دعائہٖ وتکفّل
لھم بالاجابۃ کما کان
سفیان الثوری یقول
یا مَن اَحبّ عبادہٖ الیہ
من سألہ فاکثر سؤالہ
ویا من ابغض عبادہٖ الیہ
من لم یسألہ ولیس احدٌ
کذالك غیرك یاربّ:
رواہ ابن ابی حاتم؛ وفی
ھٰذا المعنیٰ یقول الشاعر
"اللہ یغضب ان ترکتَ سؤالہ
وبنی ادم حین یسأل یغضب"
(تفسیر ابن کثیر ص۸۵ ج۴)

فضل اور اس کا کرم ہے کہ اپنے بندوں
کو اپنے پکارنے کی طرف بلایا ہے اور
پھر ان کی دعاؤں کی قبولیت کی ضمانت
دی۔ جس طرح سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے
تھے اے وہ ذاتِ پاک جو زیادہ محبوب
بندوں کا طرف اس کے وہ انسان ہے
جو اس سے مانگے، پھر بہت مانگے
اور اے وہ ذات جو زیادہ مبغوض بندوں
میں سے طرف اس کے وہ ہے جو اس
سے نہ مانگے۔ اور اس طرح تیرے
سوا اے رب تعالیٰ کوئی نہیں۔
ابن ابی حاتمؒ نے سفیان سے یہ بات
روایت کی ہے اور اسی کے ہم مطلب
شاعر کہتا ہے ؎
اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اگر تو اس سے
مانگنا چھوڑ دے۔
اور بنی آدم سے جب مانگا جائے
ناراض ہوتے ہیں۔

ماخذ ۲۔ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفیؒ فرماتے ہیں:

من قصد بزیارۃ قبور
الانبیاء والصلحاء ان یصلی
عند قبورھم ویدعو
عندھا ویسئلھم الحوائج

ترجمہ: جو شخص انبیاء علیہم السلام
اور اولیاء کرام کی قبروں کی زیارت کیلئے
اس غرض سے جائے کہ ان کی قبروں
کے پاس نماز پڑھے اور وہاں دعائیں

وھٰذا لا یجوز عند احدٍ من علماء المسلمین فانّ العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حقّ للّٰہ وحدہٗ : (مجمع البحار ص ج ۲)

مانگے اور ان سے حاجتیں مانگے۔ یہ علماءِ اسلام میں کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اس لیے کہ عبادت اور حاجت طلب کرنا اور مدد مانگنا یہ صرف تنہا اللہ ہی کا حق ہے۔

ماخذ ۳ - سیّد الطائفہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

سلوہ ولا تسئلوا غیرہ استعینوا بہٖ و لا تستعینوا بغیرہ توکلوا علیہ ولا تتوکلوا علیٰ غیرہٖ : (الفتح الربانی ص ۳۱۲)

ترجمہ : اسی (اللہ تعالیٰ) سے مانگو اور کسی سے نہ مانگو اسی سے مدد چاہو اور غیر سے مدد نہ چاہو اسی پر بھروسہ کرو اور کسی دوسرے پر بھروسہ مت کرو۔

ماخذ ۴ - حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

وکفّر اللہ سبحانہٗ مشرکی مکّة بقولھم لرجلٍ سخیٍ کان یلت السّویق للحجّاج انّہ نُصِبَ من منصب الالوھیة فجعلوا یستعینون بہٖ عند الشّدائد : (بدور بازغہ ص ۱۲۶)

ترجمہ : اور کفر کا فتویٰ دیا اللہ سبحانہٗ نے مشرکین مکّہ پر بوجہ کہنے ان کے جوان سخی کے متعلق جو حاجیوں کیلئے ستّو بنایا کرتا تھا کہ وہ (منجانب اللہ) معبودیّت کے مقام پر فائز کیا گیا۔ اس لیے ان لوگوں نے مصائب میں اس سے مددیں مانگنا شروع کر دیں۔

ماخذ ۵ - نیز فرماتے ہیں:

واعلم انّ طلب الحوائج من الموتیٰ عالمًا بانّہ سببٌ لانجاحھا کفرٌ یجب الاحتراز عنہ تحرمہ ھٰذہ الکلمة

ترجمہ : اور جان لے کہ بے شک حاجات کا مُردوں سے طلب کرنا یعنی ان کو پکارنا اس اعتقاد سے کہ یہ طلب ضروریات کے پورا ہونے کا ذریعہ ہے

(ای کلمة الشهادة) والناس الیوم فیها منهمکون:
(الخیر الکثیر ص١٠٥)

(مردے ضروریات پوری کردیں گے) کفر ہے اس سے بچنا واجب ہے حرام کرتا ہے اسے یہ کلمہ (کلمہ شہادت) اور لوگ آج ان مردوں میں بے حد مصروف ہیں۔

ماخذ ٦ - نیز فرماتے ہیں:

ومنها انهم کانوا یستعینون بغیر الله فی حوائجهم من شفاء المریض وغناء الفقیر
(حجة الله ص٦٢ ج١)

ترجمہ: اور ان (اقسام شرک) میں سے یہ بھی ہے کہ بے شک وہ لوگ امداد میں مانگا کرتے تھے غیر اللہ سے اپنی ضروریات میں مثلاً بیمار کے تندرست ہونے محتاج کے غنی ہونے میں

ماخذ ٧ - قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے "ارشاد الطالبین" میں لکھا ہے

دعاء از اولیاء مردگاں وزندگاں وانبیاء جائز نیست رسولِ خدا صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وبارک وسلم فرمود "الدُّعَاءُ هو العبادة" وقرأ "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ" آنچہ جہاں می گویند یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ۔ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی جائز نیست شرک است (جواہر القرآن)

ترجمہ: زندہ اور مردہ نبیوں اور ولیوں سے دعاء جائز نہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعاء عبادت ہی ہے۔ اور آپ نے یہ آیت پڑھی" اور فرمایا تمہارے رب نے پکارا کرو مجھے میں قبول کروں گا تمہاری دعائیں بے شک وہ لوگ جو بڑائی کرتے ہیں میری (توحیدی) عبادت سے ضرور داخل ہوں گے جہنم کو ذلیل ہونے والے" یہ جو جاہل کہتے ہیں یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی

یہ سب ناجائز ہے کیونکہ شرک ہے۔

ماخذ ۸ : حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ فرماتے ہیں :

در بلا یاری مخواہ از ہیچ کس
مصیبت میں کسی ایک سے مدد نہ مانگ

زانکہ نبود جز خدا فریاد رس
کیونکہ اللہ کے سوا کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں۔

از خدا خواہ ہر چہ خواہی اے پسر
اللہ سے مانگ جو کچھ کہ مانگے اے بیٹا

نیست در دست خلائق خیر و شر
کیوں کہ مخلوق کے ہاتھ میں بھلائی ہے نہ برائی

غیر حق را ہر کہ خواند اے پسر
غیر اللہ کو جو انسان پکارتا ہے اے بیٹا

کیست در عالم از و گمراہ تر
کون ہے جہان میں اس سے زیادہ گمراہ

فائدہ ۔ کسی ہستی کو مافوق الاسباب غیب دان اور متصرف فی الامور یا شفیع قہری سمجھ کر غائبانہ حاجات میں مدد کے لیے پکارنا نماز روزہ کی طرح اس ہستی کی عبادت کرنا ہے اور اس ذات کو الٰہ اور معبود بنانا ہے یعنی جس طرح کسی ہستی کی نماز پڑھی جائے یا روزہ رکھا جائے تو یہ اس ہستی کی عبادت ہے۔ اسی طرح کسی ہستی کو غائبانہ حاجات میں پکارا جائے تو یہ بھی اس ہستی کی عبادت ہے۔ اگر ان دو نظریوں کے ماتحت اللہ تعالیٰ کو پکارے گا تو اسی کی عبادت ہوگی۔ اور اگر کسی غیر اللہ کو ان دو نظریوں کے ماتحت پکارے گا تو اس کی عبادت ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ پکار عبادت ہی ہے بلکہ حسب تصریح حدیث عبادت کا مغز، نچوڑ اور بڑا فرد پکار ہی ہے۔

ماخذ ۱ ۔ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ؕ
(پ ۲۴ حٰمٓ مؤمن ع ۶)

ترجمہ : اور فرمایا تمہارے پروردگار نے پکارا کرو مجھے میں پہنچوں گا تمہاری پکاروں کو۔ بے شک وہ لوگ جو بڑائی کرتے ہیں میری (توحیدی) عبادت سے ضرور داخل ہوں گے جہنم کو ذلیل ہونے والے۔

طرزِ استدلال ۔ آیت کی ابتدا میں ادْعُوْنِیْ کے ذریعہ دعار اور نداء اور سدّ سور کا ذکر ہے ۔ پھر آخر آیت میں اسی دعار کو عبادت سے تعبیر فرمایا گیا یہ سمجھانے کے لیے کہ پکار عبادت ہی ہے اور کسی ہستی کو مافوق الاسباب غائبانہ حاجات میں پکارنا اس کی عبادت کرنا ہے ۔

تفسیرُ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم

عن النعمان بن بشیر رضؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دٰخِرِیْنَ۔

(رواہ الترمذی ص۱۴۳ ج۲ وقال حسن صحیح ۔ واحمد فی مسندہٖ ص۲۶۷ ج۴ ، ونسائی وابن ماجہ ص۲۸۰ وابن ابی حاتم وابن جریر ص۴۹ ج۲۴ ، وابوداؤد الطیالسی ص۱۰۸ ج۱ وابن حبان ص۵۹۵ ج۱ ۔ وابوداؤد ص۲۰۸ ج۱ ۔ والحاکم فی المستدرک ص۴۹۱ ج۱ وقال صحیح الاسناد ووصححہ الذھبی ایضًا ۔)

ترجمہ : حضرت نعمان بن بشیر رضؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک پکار عبادت ہی ہے پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی ۔ " قال ربکم ادعونی الخ "

ماخذ ۲ - وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ: وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ط: (پ ۲۶ الاحقاف ع ۱)

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے کی خبر ہی نہ ہو۔ اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔

طرز استدلال: پہلی آیت میں دو دفعہ دعار کا ذکر ہے اور پھر دوسری آیت میں لفظ عبادت لایا گیا یہ سمجھانے کے لیے کہ دعار عبادت ہی ہے۔

فہم سلف: حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں:

از یں آیت دریافت شد کہ دعار شان عبادت است در آیت اول ذکر دعار بود دریں جا ہماں دعار را بعبادت تعبیر نمود۔ (البلاغ المبین ص۸۵)

ترجمہ: اس آیت سے یہ معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں کی دعار اور پکار عبادت ہے۔ پہلی آیت میں دعار کا ذکر تھا اور یہاں اسی دعار کو عبادۃ کے ساتھ تعبیر فرمایا۔

ماخذ ۳: عن انس رضؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ: (رواہ الترمذی ج۲ ص۱۷۳)

ترجمہ: حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پکارنا مغز عبادت ہے۔

ماخذ ۴: عن ابی ھریرۃ رضؓ عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال اَشرف العبادۃ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضؓ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

لِدُعَاءِ : (الادب المفرد ص ۱۸۵)

ماخذ ۵ : لِاَنَّ الدُّعَاءَ نوع مِّن العبادة ومن افضل انواعها : (روح المعانی ص۸۱ ج ۲۴)

ماخذ ۶ : پس ثابت شد کہ از اولیاء اللہ حاجت روائی خواستن وایشاں را دعوت نمودن ونزد قبور ایناں باستغاثہ رفتن عبادت نمودن است ایشاں را اگرچہ ایں عابداں دعاء خود را عبادت ندانند وگویند ما عابدانِ قبور نہ ایم بلکہ زائرانِ قبور ایم : (البلاغ المبین ص۸۶)

کہ زیادہ شرف وشان والی عبادت پکارنا ہے۔

ترجمہ : کیونکہ بے شک پکارنا عبادت کا ایک قسم ہے بلکہ افضل قسم ہے۔

ترجمہ : پس ثابت ہو گیا کہ اولیاء اللہ سے حاجت روائی چاہنا اور ان کو پکارنا اور ان کی قبروں پر مدد طلب کرنے کے لیے جانا ان کی عبادت کرنا ہے اگرچہ یہ عبادت کرنے والے اپنی پکار کو عبادت نہ سمجھیں اور کہیں کہ ہم قبروں کی عبادت کرنے والے نہیں بلکہ زائرین قبور ہیں۔

سوال غالیانہ ۱

کسی غیر اللہ کو پکارنا شرک نہیں بلکہ اس کی عبادت کرنا شرک ہے۔ اس لیے کہ قرآن میں جہاں کہیں بھی دعاء کا لفظ آیا ہے مفسرین کرامؒ نے اس کا معنیٰ عبادت کیا ہے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کی عبادت شرک ہے پکار اور نداء یعنی سنڈ سور شرک نہیں۔

مقصد الغلاة : غالیوں کا اس اعتراض سے مقصد یہ ہے کہ اس حربہ کے ذریعہ نداء لغیر اللہ والے قبیح شرک پر پردہ ڈال کر تلبیس ابلیس سے کام لے کر اسے جائز قرار دیا جائے اور شرک کے فتویٰ کی زد سے بچا جائے۔

الجواب : لغتِ عرب میں دعاء کا معنیٰ عبادت نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ پکارنا اور بلانا ہے۔ تمام اہلِ لغت نے دعاء کا معنیٰ خواندن اور نداء کردن لکھا ہے کسی بھی اہلِ لغت نے دعاء کے معنیٰ عبادت نہیں لکھے۔

ماخذ ا : اَلدُّعَاءُ كالنداء الّا ان النداء قد يقال بيا أو ايا ونحو ذالك من غير ان يضمّ اليه الاسم والدّعاء لايكاد يقال الّا اذا كان معهُ الاسم نحو يا فلان الىٰ ان قال ودعوته اذا سئلتهٗ واذا استغثتهٗ: (المفردات للراغب الاصفہانی ص۱۶۹)

ترجمہ : دعا، ندا، کے ہم معنیٰ ہے مگر (اتنا فرق ہے کہ) ندا، کبھی صرف حرف یا، یا ایا اور ان جیسے دوسرے کلمات ندا، کے ساتھ ہوتی ہے بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ کوئی نام ذکر کیا جائے۔ اور دعا، نہیں استعمال کی جاتی مگر جب اس کے ساتھ نام ہو مثلاً یا فلان انتہٰی تک کہ فرمایا دعوتہ کہا جاتا ہے جب تو اس سے سوال کرے اور جب اس سے مدد مانگے۔

ماخذ ۲ : معلّم بطرس البستانیؒ لکھتے ہیں :

دَعا، زیدًا استعانہ وفلانًا نادٰہ وصاح بہٖ (مُحیط المحیط ص۲۸۲)

ترجمہ : بلایا زید کو مدد مانگی اس سے اور بلایا فلاں کو ندا دی اس کو اور آواز دی اس کو۔

ماخذ ۳ : علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں :

دعوت فلانًا وبفلانٍ نادَیتہ وصِحتُ بہٖ : (اَساس البلاغہ ص۲۸۲)

ترجمہ : دعوت فلانًا وبفلانٍ کا معنیٰ بلایا میں نے اسے اور آوازہ دیا اس کو۔

سوال ۔ پھر مفسرینؒ نے دعا، کا معنیٰ عبادت کیوں کیا ہے ؟

تمہید ا ۔ دعا، اور پکارنا، بلانا دو قسم ہے :

ا۔ **دعاءِ عبادت** : کسی غیر اللہ کو شرکیہ عقیدہ کے ماتحت غائبانہ حاجات میں مافوق الاسباب پکارنا۔

۲۔ دُعاءِ عادت : بغیر شرکیہ عقیدہ کے مخلوق کا ماتحت الاسباب ایک دوسرے کو بلانا۔ پہلی قسم میں چونکہ شرکیہ عقیدہ موجود ہے اس لیے وہ عبادت اور شرک ہے۔ دوسری قسم دعا میں چونکہ شرکیہ عقیدہ بالکل نہیں اور وہ ہے بھی اسباب کے تحت اس لیے ہرگز شرک نہیں بلکہ عادت اور مباح ہے۔ قرآنِ پاک میں دونوں دعائیں موجود ہیں۔ لیکن مشرک غالیوں کی اندھی لنگڑی گاڑی چونکہ صرف تلبیس الحق بالباطل کے ذریعہ ہی چلتی ہے اس لیے وہ یہودیانہ تحریف کرکے ناجائز کو جائز کے ساتھ اور شرک کو غیر شرک کے ساتھ ملا جلا کر سادہ لوح لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

قسم اوّل دعاءِ عبادت :

۱۔ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ : حٰمٓ مومن ع ۶

۲۔ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ : اعراف ع ۲۴۔

۳۔ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّكَ وَلَا يَنْفَعُكَ : یونس ع ۱۱

۴۔ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ : ——— بقرہ ع ۲۳

قسم دوم دعاءِ عادت :

۱۔ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ : ——— آل عمران ع ۱۶

۲۔ اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ : ——— احزاب ع ۱

۳۔ وَلَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا : (نور ع ۹) ———

تمہید ۲ : بہت مقامات پر مفسرین حضراتؒ کلماتِ قرآنیہ کا تحت اللفظ ترجمہ نہیں کرتے بلکہ اس کا مرادی اور حاصل معنیٰ بیان کرتے ہیں۔ لیکن بعض کج فہم یا کم فہم اس کو کلمہ کا ترجمہ بنا کر قرآنی مراد غلط بنا لیتے ہیں۔

الجواب : مفسرینؒ نے دعا کی تفسیر عبادت کے ساتھ بطور ترجمہ کے نہیں فرمائی جس طرح غالیوں کا خام خیال ہے بلکہ بطور حاصل معنیٰ کے فرمائی ہے

محض اس مسئلہ کو سمجھانے کے لیے کہ دعاء و پکار وہ شرک ہے جو شرکیہ عقیدہ ہونے کی وجہ سے عبادت بن جاتا ہے اور پکارنا عادت کا شرک نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ مفسرینؒ نے دعاء عبادت اور دعاء عادت کا فرق کرنے کے لیے یہ طرز اختیار فرمائی ہے اور انہوں نے یہ کہاں لکھا ہے کہ دعاء کا معنیٰ پکار نہیں بلکہ عبادت ہے جو تم نے کشید کیا ہے۔

دلیل المطلب یہ کہ " وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ اور لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ اور اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ میں چونکہ دعاء عادتؔ اور دعاء ماتحت الاسباب مراد تھی۔ اس لیے کسی بھی مفسرؒ نے عبادت والا معنیٰ نہیں کیا۔

ماخذ : حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں :

مفسرین حاصل معنیٰ باطریق افہام بیان می کنند مردماں ناواقف گماں می کنند کہ لفظی معنیٰ کردہ اند دعاء بمعنیٰ مطلق خواندن کسے را منع نیست مراد خواندن کسے را در غائبانہ حاجات است۔ لہذا مفسرین تفسیر لعبادت می کنند :

(الفوز الکبیر نقل از مقدمہ جواہر القرآن ص۴۲)

ترجمہ : مفسرین حاصل معنیٰ سمجھانے کے طریقہ پر بیان کرتے ہیں لیکن ناواقف لوگ گمان کر لیتے ہیں کہ لفظی معنیٰ کیا ہے دعاء بمعنیٰ مطلق بلانا کسی کو منع نہیں بلکہ مراد کسی کو غائبانہ حاجات میں پکارنا ہے۔ اس لیے مفسرینؒ دعاء کی تفسیر عبادت سے کرتے ہیں۔

سوال غالیانہ ۲

اگر غیر اللہ کو بلانا اور پکارنا شرک ہے۔ پھر تو کوئی انسان شرک سے خالی نہیں رہتا کیونکہ روزانہ بھائی کو، باپ بیٹے کو دوست اپنے دوست کو اور دیگر لوگ ایک دوسرے کو بلاتے رہتے ہیں تو یہ سب کے سب مشرک ہوئے حالانکہ ہرگز ایسا نہیں۔

الجواب : اوپر سوال اوّل کے جواب میں وضاحت ہو چکی ہے کہ

کہ یہ بلانا چونکہ شرکیہ عقیدہ سے خالی ہے کیونکہ روزمرہ کے بلانے میں کوئی انسان دوسرے کو عالم الغیب حاضر وناظر اور قدیر ما فوق الاسباب نہیں سمجھتا بلکہ مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ جب کوئی انسان اتنا دور کھڑا ہو کہ دوسرا اس کی آواز نہ سن سکے تو اسے بلاتا ہی نہیں۔ بہرحال چونکہ یہ بلانا شرکیہ عقیدہ سے خالی ہے اس لیے شرک نہیں اور ہرگز نہیں۔ اس کے برخلاف غالیوں کا غیر اللہ یعنی انبیاء، اولیاء وغیرہم کو پکارنا چونکہ شرکیہ عقیدہ پر مبنی ہے اس لیے شرک ہے یہی وجہ ہے کہ جن ہستیوں کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا ان کو قطعاً نہیں پکارتے۔

سوال غالیانہ ۳

اگر غیر اللہ کی نداء اور پکار شرک ہے تو پھر یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ، یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا، وغیرہا آیات میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کو نداء کیوں فرمائی ہے۔ معلوم ہوا کہ نداء لغیر اللہ جائز ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی مشرک ہو حالانکہ یہ محال ہے۔

الجواب : اللہ اکبر! واقعی اس وقت کا غالی مشرک تحریف کتاب اللہ اور تلبیس ابلیس میں یہود مدینہ سے آگے نکل چکا ہے۔ کجا شرکیہ نداء غیر اللہ اور کجا اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کو خطاب۔ چہ نسبت خاک را بعالم پاک:

شرک تو تب بنے جب منادی کے بارے میں شرکیہ عقیدہ (علم ما فوق الاسباب اور قدرت ما فوق الاسباب) قائم کر کے نداء کی جائے ورنہ ہرگز شرک نہیں۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کسی مشکل میں پھنسے ہوئے تھے یا بیمار تھے؟ اور پھر نبی علیہ السلام یا مؤمنین اور کفار کو عالم الغیب ما فوق الاسباب اور قدیر ما فوق الاسباب سمجھ کر اپنی ضرورت کے لیے پکار رہے تھے۔ جس طرح غالی مشرک اپنے معبودوں کے متعلق ایسا سمجھتے اور کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک: قاتلھم اللہ ما اجھلھم واکثر افترائھم: تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا۔

بلکہ علماء اصول فقہ اور مفسرین کرام کے ہاں اس خطاب کو خطاب شفاہی

کہتے ہیں یعنی جس طرح دو یا زیادہ آدمی آمنے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے کو خطاب کرتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں تو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو خطاب کرنا آمنے سامنے کا خطاب ہے۔

ماخذ : علامہ خفاجیؒ فرماتے ہیں :

هٰذا هو المسمّٰى بالخطاب الشفاهى عند الاصوليين وهو ما يدل على الخطاب وضعًا كالنداء وبعض الضمائر نحو يَا اَيُّهَا النَّاسُ : (حاشية الشهاب على البيضاوى ج۲ ص۶)

ترجمہ : اصولیین کے ہاں اس خطاب کا نام خطاب شفاہی رکھا گیا اور وہ ہے جو وضعی طور پر خطاب پر دلالت کرے جیسا نداء اور کچھ ضمائر جس طرح "یَا اَیُّھَا النَّاسُ"

بہر حال اللہ کے خطاب میں چونکہ شرکیہ عقیدہ نہیں اس لیے شرک نہیں اور ہرگز نہیں۔

سوال غالیانہ ۳۴ حدیث مذکورۃ الذیل کا کیا جواب ہے؟ "اذا تحيرتم فى الامور او اذا اعيتكم الامور فاستعينوا باهل القبور" اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ قبر والوں سے مدد مانگنا جائز ہے۔

الجواب : یہ ایک جھوٹا مقولہ ہے کوئی حدیث نہیں۔

ماخذ ۱ : واعظم من ذالك الهم يطلبون من اصحاب القبور نحو اشفاء المريض واغناء الفقير ورد الضالة و

ترجمہ : اور اس سے بڑی غلط بات یہ کہ لوگ قبر والوں سے مریض کو شفا دینا، محتاج کو غنی کرنا، گمشدہ چیز کا واپس ہونا اور ہر مشکل کا آسان ہونا طلب کرتے ہیں اور ان کے

وتيسير كل عسير وتوحى اليهم شياطينهم خبر اذا اعيتكم الامور الخ وهو حديث مفترى على رسول الله صلى الله عليه وسلم باجماع العارفين بحديثه لم يروه احد من العلماء ولا يوجد فى شيئ من كتب الحديث المعتمدة وقد نهى النبى عن اتخاذ القبور مساجد ولعن على ذالك فكيف يتصور منه عليه الصلوٰة والسلام الامر بالاستعانة والطلب من اصحابها سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عظيم:

(روح المعانی ص ۱۲۷ ج ۶)

شیطان ان کو " اذا اعیتکم الامور" والی خبر وحی کرتے ہیں حالانکہ حدیث کی معرفت رکھنے والے یعنی محدثین کرام کا اجماع ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑی ہوئی بات ہے کسی ایک عالم نے اسے روایت نہیں کیا اور نہ ہی کسی قابل اعتماد کتاب حدیث میں یہ بات پائی جاتی ہے اور حالانکہ نبی صلعم نے قبور کو مساجد بنانے سے منع فرمایا اور اس کام پر لعنت فرمائی تو یہ کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت صلعم نے قبر والوں سے مدد مانگنے اور ان سے طلب کرنے کا حکم فرمایا ہو۔ پاک ہے تو یا اللہ یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

ماخذ ۲ : ایں حدیث قول مجاوران است برائے اخذ نذر و نیاز قبور، بر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم افترا کردہ اند، در کتب صحاح حدیث اصل ندارد و علماء محدثین و صوفیاء محققین کہ جامع

ترجمہ : یہ حدیث مجاوروں کا قول ہے قبور کی منتیں لینے کے لیے انہوں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑا ہے کتب صحاح میں یہ حدیث اصل نہیں رکھتی۔ علماء محدثین اور صوفیاء محققین جو کہ

علوم ظاہر و باطن بودند گفتہ اند
کہ ایں حدیث " اذا اعیتکم
الامور فعلیکم باصحاب
القبور و حدیث لو حسن
احدکم ظنہ بحجر لنفعہ"
موضوعات و مفتریات گور پرستان
معابر یہ است برائے جلب منافع
افترا بر پیغمبر کردہ اند۔
(البلاغ المبین ص۲۵۵)

علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے نے
فرمایا ہے کہ یہ حدیث " اذا اعیتکم
الامور فعلیکم باھل القبور "
اور حدیث " لو حسن احدکم الخ
قبر پرستوں کی گھڑی ہوئی ہیں (دنیوی)
منافع حاصل کرنے کیلئے انہوں نے پیغمبر
علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بہتان باندھا
ہے۔

سوال : اگر کوئی صحیح العقیدہ موحد، متبع سنت شرکیہ عقیدہ سے بالکل خالی ہوکر صرف محبت اور عشق کے طور پر کسی مقدس ہستی کو خطاب اور ندا کرتا ہے اور وہ یقین رکھتا ہے کہ میری اس ندا کو وہ ہستی نہ سن رہی ہے اور نہ اس کو خبر ہے اور نہ ہی اس کو سنانا میرا مقصود ہے کیونکہ وہ ہستی نہ غیب دان اور حاضر و ناظر ہے اور نہ ہی مشکل کشا اور شفیع قہری ہے بلکہ وہ اس عقیدہ کو شرک سمجھتا ہے تو ایسی ندا عشقیہ شرک ہے یا نہیں اگر نہیں تو جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو بالکراہت یا بلا کراہت؟

الجواب : ایسی ندا عشقیہ جو کہ شرکیہ عقیدہ سے بالکل خالی ہے چونکہ حقیقت میں ندا ہی نہیں رہتی بلکہ ندبہ کی طرح صرف صورت ندا کی رہ جاتی ہے اس لیے شرک نہیں۔ اور اسی قبیلہ سے ہیں وہ اشعار عشقیہ ندائیہ جو ان بزرگان دین سے منقول ہیں جن کی کتابیں شرک و بدعت کی تردید سے بھری ہوئی ہیں جن کو بریلوی فرقہ اپنے استدلال میں پیش کرتا ہے حالانکہ کہاں ان مشرکین کی شرکیہ ندائیں اور کہاں ان بزرگوں کی عشقیہ ندائیں۔ البتہ چونکہ یہ ندا ظاہراً شرکیہ ندا کے مشابہ ہے۔ عوام اس سے اپنی شرکیہ ندا پر استدلال لے کر گمراہ ہو سکتے ہیں اس خارجی ضرر کی بنا پر مکروہ بلکہ ممنوع ضرور ہے۔

ماخذا : حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

سوم نہ تصرف کا اعتقاد ہے نہ سماع کا محض ذوق شوق میں مثل خطاب باد صبا کے خطاب کرتا ہے یہ نہ شرک ہے نہ معصیت ہے۔ فی نفسہ جائز ہے جبکہ الفاظ خطاب کے حد شرعی کے اندر ہوں اور کسی عامی کا اعتقاد فاسد نہ ہو جائے کیونکہ جس طرح خود معصیت سے بچنا فرض ہے، اسی طرح دوسرے مسلمانوں کو خصوصاً عوام کو بچانا فرض ہے، پس جہاں

عوام کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہو وہاں اجازت نہ ہوگی۔
(امداد الفتاویٰ ص۳۷۷ ج ۵)

ماخذ۲ : حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں:۔

اور جو یہ عقیدہ نہیں تو بھی ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں گو یہ ندا شرک نہ ہو مگر مشابہ بشرک ہے۔ اور جو لفظ موہم معنیٰ شرک ہو اس کا بولنا بھی ناروا ہے۔ لقولہٖ تعالیٰ "لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وقولوا انْظُرْنَا" اور لقولہٖ تعالیٰ "لا تقولوا ماشاء الله وماشاء فلان ولكن قولوا ماشاء الله ثم شاء فلان: الحديث۔ حالانکہ صحابہؓ کی نیت میں کوئی معنیٰ قبیح نہ تھے مگر بسبب مشابہت اور موہم معنیٰ قبیح کے یہ الفاظ ممنوع ہوگئے پھر عوام اس سے ورطۂ شرک وگناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۳۶)

ماخذ۳ : علامہ ابن کثیرؒ "لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

نهى الله تعالى عباده المؤمنين ان يتشبهوا بالكافرين في مقالهم وفعالهم ...... والغرض ان الله تعالى نهى المؤمنين عن مشابهة الكافرين قولاً وفعلاً:

(تفسیر ابن کثیر ص۱۴۸ ج ۱)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو اس بات سے منع فرمایا کہ کفار کے ساتھ ان کے اقوال وافعال میں مشابہت کریں بہرحال غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو کافروں کے ساتھ قولاً یا فعلاً ہر طرح کی مشابہت سے منع فرمایا۔

سوال: انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی قبروں پر جاکر ان سے دعاء منگوانا لیکن شرکیہ عقیدہ (علم غیب، حاضر و ناظر قدیر ما فوق الاسباب) سے بالکل خالی ہوکر صرف اس نظریہ کے تحت کہ بعض علماء کے نزدیک مُردے سنتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: بغیر شرکیہ عقیدہ کے زندہ انسان سے دعاء منگوانا نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ مسنون ہے۔ گو دعاء منگوانے والا مانگنے والے سے افضل کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو دعاء کرنے کا کہا تھا البتہ قبر پر جاکر کسی میت سے دعاء کی درخواست کرنا بدعت سیئہ، ناجائز اور حرام ہے۔ تمام اموات کا یہی ایک ہی حکم ہے۔ انبیاء، شہداء وغیرہم کا اس مسئلہ میں کوئی فرق نہیں۔
۱۔ قرآنِ پاک کی کسی آیۃ (۲) قولی، فعلی، تقریری صحیح حدیث (۳) کسی صحابیؓ کے قول، فعل، تقریر اسی طرح کسی تابعیؒ سے صحیح سند کے ساتھ ہرگز، ہرگز ثابت نہیں۔ نیز ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی اس کا قائل نہیں۔ البتہ متاخرین بلا دلیلِ شرعی اس کے قائل ہوئے ہیں۔ لیکن یہ امت پر حجت نہیں۔ کسی انسان کو اگر ہمارے ان خشک اور کڑوے الفاظ پر غصہ آئے تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ مذکورہ بالا دلائل شرعیہ سے کوئی دلیل پیش کرے۔

ماخذ ۱: عن انس بن مالکؓ ان عمرؓ بن الخطاب کان اذا قُحِطُوا استسقیٰ بالعباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فقال اللّٰھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتسقینا

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ جب قحط میں مبتلا کیے جاتے تو آپ حضرت عباس بن عبد المطلب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرتے اور یوں دعاء کرتے اے اللہ! بے شک ہم وسیلہ پکڑا

وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون:
(بخاری شریف ص ۱۳۷ ج ۱)

کرتے تھے اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یعنی ان سے دعا کرایا کرتے تھے پس تو ہمیں بارش عطا کیا کرتا تھا اور بے شک ہم اب وسیلہ پکڑتے ہیں تیرے پیغمبر کے چچا کے ساتھ پس ہمیں بارش عطا فرما۔ انس فرماتے ہیں پس وہ لوگ بارش دیے جاتے۔

فائدہ: حدیث پاک میں توسل قولی متأخرین والا یعنی توسل بذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں اور قطعاً نہیں بلکہ توسل فعلی متقدمین والا یعنی توسل بدعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہے۔ جیسا کہ شراح کرام نے وضاحت فرمائی ہے۔

طرز استدلال: حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں حضرت عمرؓ بمع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین قحط وغیرہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا کرایا کرتے تھے لیکن حضرت کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ کی قبر پر دعا کی درخواست لے کر نہ جانا بلکہ زندہ حضرت عباسؓ سے دعا کرانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عمرؓ اور دیگر موجود صحابہ کرامؓ کا یہی عقیدہ تھا کہ زندہ انسان سے دعا کرائی جا سکتی ہے لیکن میت سے نہیں۔ ورنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں حضرت عباسؓ کی کیا شان ہے کہ صحابہؓ حضرتؐ کے بجائے ان سے دعا منگوا رہے ہیں۔ نیز کسی ایک صحابیؓ یا صحابیہؓ کا حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ پر کوئی اعتراض اور نکیر نہ کرنا جمیع صحابہ کرامؓ کے اس بات پر اجماع کی واضح دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ایک صحابیؓ یا صحابیہؓ سے ثابت نہیں کہ اس

نے حضرت کی قبر پر آکر دعاء کی درخواست کی ہے فلہذا یہ بدعت اور ناجائز ہے

ماخذ۲ : ویکرہ النوم عند القبر وقضاء الحاجة بل اولی وکل ما لم یعهد من السنة والمعهود منها لیس الا زیارتها والدعاء عندها قائماً کما کان صلی اللہ علیہ وسلم یفعل فی الخروج الی البقیع :

(فتح القدیر ص۴۱۳، البحر الرائق ص۱۹۶ ج۲، عالمگیری ص۱۶۶ ج۱، الدر المنتقی فی شرح الملتقی ص۱۸۷ ج۱)

ترجمہ : قبر کے ہاں نیند کرنا مکروہ ہے اور قضاءِ حاجت تو بدرجۂ اولیٰ اور ہر وہ کام (بھی مکروہ تحریمی ہے) جو سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو اور سنت سے کچھ بھی ثابت نہیں ماسوائے قبور کی زیارت اور ان کے ہاں کھڑے کھڑے دعاء کرنا (ان کے لیے) جس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بقیع کی طرف نکلتے وقت کرتے تھے۔

ماخذ۳ : علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں :

وتحقیق الکلام فی هذا المقام ان الاستغاثة بمخلوق وجعله وسیلة بمعنی طلب الدعاء منه لا شك فی جوازه ان کان المطلوب منه حیاً واما اذا کان المطلوب منه میتاً او غائباً فلا یستریب عالم انه غیر جائز وانه من البدع التی لم یفعلها احد من السلف ..... ولم یرد عن احد من الصحابة رضی اللہ

ترجمہ : اور محقق بات اس میں یہ ہے کہ مخلوق سے مدد مانگنا اور اسے وسیلہ بنانا یعنی اس سے دعاء طلب کرنا اس کے جواز میں کوئی شک نہیں بشرطیکہ مطلوب منہ زندہ ہو اور اگر مطلوب منہ مردہ یا غائب ہو تو کوئی عالم شک نہیں کرتا کہ یہ ناجائز ہے اور یہ ان بدعتوں میں سے ہے جسے سلف میں سے کسی ایک نے نہیں کیا اور صحابہ کرامؓ کے ساری مخلوق سے ہر

تعالیٰ عنهم وهم احرص الخلق علی کل خیر انه طلب من میت شیئًا بل قد صح عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما انه کان یقول اذا دخل الحجرة النبویة زائرًا السلام علیك یا رسول الله، السلام علیك یا ابا بکر السلام علیك یا اَبت ثم ینصرف ولا یزید علی ذالك ولا یطلب من سید العالمین صلی الله تعالیٰ علیه وسلم او من ضجیعیه المکرمین رضی الله تعالیٰ عنهما شیئًا:

(روح المعانی ص ۱۲۵ ج ۶)

خیر پر زیادہ حریص ہونے کے باوجود کسی سے بھی منقول نہیں کہ اس نے کسی میت سے کچھ مانگا ہو بلکہ حضرت ابن عمرؓ سے صحیح سند سے منقول ہے کہ وہ جب حجرۂ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں زیارت کے لیے داخل ہوتے تو کہتے سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ! سلام ہو آپ پر اے ابوبکر سلام ہو آپ پر اے میرے ابا جان! پھر واپس چلے جاتے اور اس سے زیادہ کچھ بھی نہ کہتے اور نہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور نہ ہی حضرت کے ساتھ دو لیٹنے والے یعنی شیخین مکرمین سے کچھ مانگتے حالانکہ یہ تینوں انسان ان سب انسانوں سے معزز ہیں جن کو زمین نے اپنے ساتھ ملایا ہے اور بڑے اونچے مرتبہ والے ہیں تمام اُن انسانوں سے جنہیں آسمانوں نے احاطہ کیا ہوا ہے یعنی تمام مُردوں اور زندوں سے۔

شرک فی الحلف

غیر اللہ یعنی اللہ پاک کے علاوہ کسی شئ کی قسم دو قسم ہے۔

اوّل حقیقی : یہ کہ کسی غیر اللہ تعالیٰ کے متعلق شرکیہ عقیدہ (مافوق الاسباب عالم الغیب، حاضر ناظر، نفع ونقصان کا مالک اور شفیع قہری) قائم کرکے اس کے نام کی قسم کھائے۔ اور یہ نظریہ رکھے کہ اگر میں نے اس کی قسم میں جھوٹ کہا یا قسم کھا کر توڑ دی تو اس وجہ سے کہ وہ عالم الغیب اور متصرف فی الامور ہے، میرے اس فعل پر ناراض ہو کر میری جان، مال اور اولاد میں نحوستیں اور بربادی ڈال دے گا اور اگر میں نے اس کی قسم میں سچ کہا اور اس کو توڑا نہیں تو میری جان، اولاد اور مال میں برکتیں ڈال دے گا۔ پھر یہ حلف دو طرح پر ہے ۱ لسانی : یعنی بلکہ عملاً حلف اٹھاتا ہے مثلاً اس کو کہا جاتا ہے کہ تو فلاں غیر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب چیز قبر، مزار، عبادت خانہ یا نہلانے کی جگہ پر یا مزار کی طرف منہ کرکے یا تالے کو ہاتھ لگا کر کہہ دے کہ میں نے فلاں کام نہیں کیا یا نہ کروں گا۔ یا ہم مال مزار پر رکھتے ہیں اگر تیرا ہے تو یہاں سے اس کو اٹھالے۔

مذہب مشرکین مشرکین مکہ کا بھی بعینہٖ یہی مذہب تھا وہ بھی شرکیہ عقیدہ کے تحت اپنے معبودوں کی خوشنودی اور رضا جوئی کی خاطر ان کے نام کی قسمیں کھاتے اور ان کے ڈر کی وجہ سے نہ تو ان کے نام کی جھوٹی قسم کھاتے اور نہ ہی ان کی قسموں کو توڑتے بلکہ اپنے مخالفین سے بھی اپنے معبودوں کی حلف لے کر یقین کرتے تھے۔

ماخذ نمبر ۱ : حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں :

ترجمہ : منجملہ ان امور شرکیہ	ومنها انهم كانوا

يعتقدون في اناس ان اسمائهم مباركة معظمة وكانوا يعتقدون ان الحلف باسمائهم على الكذب يستوجب حرمًا في ماله واهله فلا يقدمون على ذالك ولذالك كانوا يستحلفون الخصوم باسماء الشركاء بزعمهم فنهوا عن ذالك : حُجّة الله البالغة مترجم ص۱۲۸ ج۱

میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کچھ لوگوں کے بارے میں عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کے نام باعث برکت اور قابل تعظیم ہیں اور یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کے ناموں کی جھوٹی قسمیں کھانا مال اور اولاد میں محرومی اور نقصان کا سبب ہے اس لیے کبھی بھی یہ اقدام نہ کرتے اور اسی وجہ سے اپنے مخالفین سے اپنے شرکا مزعومہ کے نام کی حلف لیا کرتے پس منجانب اللہ منع کر دیے گئے اس کام سے۔

ماخذ ۲ : علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں :

ثمّ باع سلعة فوقع بينه وبين رجل تلاح فقال له احلف باللات والعُزّى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلّم ما حلفت بهما قط واني لأمرّ فاعرض عنهما فقال الرّجل القول قولك الخ :

(طبقات ابن سعد ص۱۳۰ ج۱)

ترجمہ : پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ سامان فروخت کیا تو حضرت اور اس جوان کے درمیان جھگڑا پیدا ہوگیا اس نے حضرت سے کہا کہ تو لات اور عزیٰ کی قسم کھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو کبھی بھی ان کے نام کی قسم نہیں کھائی بلکہ میں جب ان کے پاس سے گزرتا ہوں تو ان سے منہ موڑ لیتا ہوں۔ تب اس جوان نے کہا کہ تیری بات میں نے مان لی یعنی جھگڑا ختم کرتا ہوں۔

حکم حلف حقیقی : مذکورہ نظریہ کے تحت کسی غیر اللہ کی قسم کھانا یا لینا اس کی عبادت کرنا اور اسے معبود اور الٰہ بنانا ہے۔ لہٰذا شرک حقیقی اور اصلی ہے نہ فقط زجری و تہدیدی اور اس طرح کی قسم کھانے والا اور لینے والا ہر دو مشرک و کافر ہیں۔

ماخذ ۱ : سمع ابن عمرؓ رجلاً یقول لا، والکعبۃ فقال لہٗ ابن عمرؓ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حلف بغیر اللہ فقد اشرک : (ابوداؤد ص۱۰۵ ج ۲ ورواہ الترمذی وفیہ فقد کفر او اشرک وقال الترمذی ہٰذا حدیث حسنٌ : ترمذی ص۱۸۵ ج ۱ ورواہ ایضا الحاکم فی مستدرک ص۱۸ ج ۱ وصححہ ہو والذہبی علی شرط الشیخین)

ترجمہ : حضرت ابن عمرؓ نے ایک آدمی سے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ کعبہ قسم تو آپ نے فرمایا (کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی قسم نہ کھایا کر کیونکہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس کسی نے کسی غیر اللہ کی قسم کھائی بلا شک وشبہ وہ مشرک ہوا۔

ماخذ ۲ : عن ابن عمرؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل یمین یحلف بھا دون اللہ شرکٌ : مستدرک ص۱۸ ج ۱)

ترجمہ : حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمایا ہر وہ قسم جس میں کسی غیر اللہ کے نام کی قسم کھائی جائے وہ شرک ہے۔

فہم سلف ۱: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

لانّه اشرك المحلوف به مع الله تعالیٰ فی التعظیم المخصوص به:

ترجمہ: کیونکہ اس (غیر اللہ کی قسم کھانے والے) نے محلوف بہ (جس غیر اللہ کی قسم کھائی ہے) کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مخصوص تعظیم میں شریک کر لیا۔

فہم سلف ۲: علامہ محمد ادریس الکاندھلویؒ فرماتے ہیں:

اعلموا ان الحلف باسم شیئ لا یتحقق حتّٰی یعتقد فیه عظمة وفی اسمه برکة فالحلف باسم غیر الله تعالیٰ علی اعتقاد تعظیمه بحیث یکون الحنث مع ذکر اسمه موجبًا للعقوبة فی الدنیا والآخرة شرك؟ ولغیر هٰذا التعظیم مکروه لاجل المشابهة: (التعلیق الفصیح ص۱۱۳ ج۴)

ترجمہ: جان لو کہ کسی چیز کے نام کی قسم وجود میں نہیں آتی جب تک کہ اس چیز میں عظمت اور اس کے نام میں برکت کا عقیدہ نہ رکھا جائے اس لیے کسی غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا اس اعتقاد سے کہ وہ قابل تعظیم ہے اور اس کے نام کی قسم کھا کر توڑنا دنیا و آخرت میں موجب سزا ہے یہ شرک ہے۔

ماخذ ۳: عن ابی ھریرةؓ عن النّبی صلّی الله علیه وسلّم قال من حلف فقال فی حلفه باللّات والعُزّٰی فلیقل لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: متفق علیه (مسلم شریف ص۴۶ ج۲، بخاری ص۹۸۶ ج۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا جس کسی نے قسم کھائی اور کہتا ہے کہ مجھے لات و عزّیٰ کی قسم اسے چاہیے کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہے۔

فائدہ : اس حدیث کے مفہوم کے بارے میں شراح حدیث کے دو طائفہ ہیں :

۱۔ علامہ طیبیؒ، قسطلانیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ چونکہ لات و عزیٰ کی عبادت کرتے اور شرکیہ عقیدہ کے تحت ان کے نام کی قسمیں کھایا کرتے تھے اس لیے حدیث پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرکیہ تعظیم (علم ما فوق الاسباب اور قدرت ما فوق الاسباب) کے عقیدہ کے تحت لات و عزیٰ کی قسم کھانے والا اس قسم والے فعل کی وجہ سے کافر اور مرتد ہو کر دائرۂ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے غیر اللہ کے نام کی قسم کھا کر اس کی عبادت کی ہے جو کہ شرک ہے۔ بنا بریں اسے دوبارہ کلمہ پڑھ کر اسلام و ایمان میں داخل ہونا ضروری ہے۔ خلاصہ یہ کہ آپ نے اپنے اس فرمان مبارک میں صرف ایک ہی صورت بیان فرمائی ہے۔ اور وہ فتویٰ شرک و کفر حقیقی جیسا کہ ابن عمرؓ کی روایت میں "فقد اشرك" کا فتویٰ گذر چکا ہے۔ علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں :

وانما امرہ بکلمة التوحید لان الیمین انما تکون بالمعبود فاذا حلف باللات والعزّٰی فقد ضاھی الکفار فی ذالك فامرہ ان یتدارکہ بکلمة التوحید :

(طیبی شرح مشکوٰۃ ص۲۱ ج ۷)

ترجمہ : حضرتؐ نے لات و عزیٰ کی قسم کھانے والے کو کلمہ توحید کا حکم فرمایا کیونکہ قسم معبود ہی کے نام کی ہوا کرتی ہے تو جب اس نے لات و عزیٰ کی قسم کھائی تو اس نے کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کی۔ اس لیے حکم فرمایا کہ کلمہ توحید کے ذریعہ اس کا تدارک کرے۔

نیز فرماتے ہیں :

فمن حلف بالاصنام

ترجمہ : پس جس نے بتوں کی

فقد اشرکہا باللہ فی التعظیم فوجب تدارکہا بکلمۃ التوحید:

(طیبی ص۱۲ ج ۷)

قسم کھائی اس نے انہیں تعظیم میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیا اس لیے کلمۂ توحید کے ذریعہ اس کا تدارک واجب ہے۔

علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں:

واللات والعزیٰ کیمین المشرکین فلیقل متدارکا لنفسہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ المبرأ من الشرک فانہ قد ضاہی بحلفہ بذالک الکفار حیث اشرکہما باللہ فی التعظیم اذا الحلف یقتضی تعظیم المحلوف بہ وحقیقۃ العظمۃ مختصۃ باللہ تعالیٰ فلا یضاہی بہ مخلوق

(قسطلانی شرح بخاری ج ۱۰ ص ۳۶۱)

ترجمہ: جو آدمی کہتا ہے لات وعزیٰ کی قسم مشرکین کی قسموں کی طرح تو وہ اپنے آپ کی اصلاح کے لیے کہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جو کہ شرک سے بری (پاک) کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس نے اس قسم کے ذریعہ کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کی ہے اس لیے کہ اس نے ان (لات وعزیٰ) کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعظیم میں شریک ٹھہرا لیا کیونکہ قسم محلوف بہ (جس ذات کی قسم کھائی جائے) کی تعظیم کو مقتضی ہے اور تعظیم حقیقۃً باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے۔ فلہٰذا کسی غیر کو باری تعالیٰ کے مشابہ (شریک) نہ کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

فان اعتقد فی المحلوف بہ من التعظیم ما یعتقدہ فی اللہ

ترجمہ: پس اگر قسم کھانے والا محلوف بہ (جس کی قسم کھائی گئی) کے

حرم الحلف به وکان بذالك الاعتقاد کافرا وعلیه یتنزل الحدیث المذکور:
(فتح الباری صـ ۲۳۶ ج ۱۴)

بارے میں اسی تعظیم کا اعتقاد رکھتا ہے جس تعظیم کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں رکھتا ہے تو یہ قسم کھانا حرام ہے اور قسم کھانے والا اس اعتقاد کی وجہ سے کافر ہوگیا اور اسی مطلب پر حدیث اتر رہی ہے یعنی حدیث میں یہی معنیٰ مراد ہے۔

دوسرا طائفہ: علامہ ابن العربی مالکیؒ، محدث عبدالحق دہلویؒ وغیرہما یہ بزرگ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں دو احتمال ہیں:

۱۔ یہ کہ قسم کھانے والا لات وعزیٰ یا کسی دوسرے غیر اللہ کے متعلق شرکیہ تعظیم (علم ما فوق الاسباب اور قدرت ما فوق الاسباب) کا معتقد ہو کر اس کے نام کی قسم کھاتا ہے تو وہ مشرک اور کافر ہوگیا۔ لہذا کلمۂ طیبہ کے ذریعہ تجدید ایمان کرنا اس کے لئے ضروری ہے ورنہ وہ کافر ہی رہے گا۔

۲۔ کوئی انسان مشرک تھا اور بوقت ضرورت شرکیہ عقیدہ کے تحت لات وعزیٰ وغیرہما کی قسمیں کھایا کرتا تھا۔ اب بفضل اللہ شرک سے تائب ہوکر موحد ہوگیا۔ اب بوجہ ضرورت اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھانے لگا۔ لیکن بلا قصد بوجہ سابقہ عادت کے منہ سے لات وعزیٰ وغیرہما نکل گئے تو یہ شرک وکفر نہیں کیونکہ شرکیہ عقیدہ نہیں۔ لیکن چونکہ صورت شرک وکفر ہے اس لیے کلمۂ توحید پڑھ کر اس کا تدارک کرے تاکہ غیر اللہ کے نام کی قسم کھانے کی عادت بد ختم ہوکر اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھانے کی عادت پیدا ہوجائے۔

ماخذ ۱: علامہ ابن العربی مالکیؒ فرماتے ہیں:

بَیْدَ اَنَّہٗ اِذَا عَظَّمَ

ترجمہ: مگر تحقیق اس نے

غیر اللہ اثم اثمًا عظیمًا علیٰ قدر حال المعظِم فقد یکون منہ الذنب وقد یکون منہ الکفر فمن قال فی الاسلام فی یمینہٖ واللات والعزّٰی مؤکدًا لیمینہٖ بذالک علیٰ معنی التعظیم فیہ کافر حقیقۃ وان قالہا ناسیًا لعادۃٍ جرت کما کان فی صدر الاسلام اولسھو عرض فلیقل لا الٰہ الا اللہ فان ذالک یکفرہ عنہ وان کان غیر مؤاخذ بہٖ ولکن شرع لہ ھٰذا القول لیبیّن انّ ذالک کان سھوًا فیردّ قلبہ الی الذکر ولسانہٖ الی الحق تطھیرًا مما جرٰی علیہ من لغو الباطل و الکفر:

(عارضۃ الاحوذی ص۱۷-۱۸ ج۷)

جب غیر اللہ کی تعظیم کی تو تعظیم کنندہ کے حال کے مطابق بہت بڑا گنہگار ہوا کیونکہ کبھی تو اس سے گناہ ہوتا ہے اور کبھی اس سے کفر ہوتا ہے۔ پس جس کسی نے حالتِ اسلام میں اپنی قسم میں وَاللّاتِ وَالعُزّٰی کہا اپنی قسم کو اس لفظ سے پکا کرنے والا باعتقادِ تعظیم تو وہ شخص حقیقتًا کافر ہے اور اگر یہ کلمہ بھول کر، بوجہ عادت قدیمہ کے جو پہلے سے چلی آتی ہے جس طرح ابتداء اسلام میں تھا یا کوئی سہو پیش آگیا تو وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے پس بے شک یہ کلمہ اس (شرکیہ کلمہ) کو مٹا دے گا اگرچہ اس پر مؤاخذہ نہیں لیکن اس کے لیے اس قول (کلمہ طیبہ) کا حکم دیا گیا تا کہ ظاہر کر دے کہ یہ اس کی طرف سے بطور سہو تھا پس واپس کرے اپنے دل کو یادِ خدا کی طرف اور زبان کو حق کی طرف واسطے پاک کرنے

باطل اور کفر کے اس لغو کو پاک کرنے کے لیے جو اس کی زبان پر جاری ہوا۔

ماخذ ۲ : علامہ محدث عبد الحق دہلویؒ فرماتے ہیں :

یحتمل ان یکون معناہ انہ سبق لسانہ فلیتدارکہ بکلمۃ التوحید لانہ صورۃ الکفر والا فان کان علی قصد التعظیم فھو کفر وارتداد یجب العود عنہ بالدخول فی الاسلام :

(لمعات شرح مشکوٰۃ ص ج)

ترجمہ : یہ بھی احتمال ہے کہ اس حدیث کا معنیٰ یہ ہو کہ اس بندہ سے بلا قصد و عقیدہ صرف سبقت لسانی ہوئی ہو تو کلمہ توحید کے ذریعہ اس کا تدارک کرے کیونکہ یہ (اگرچہ حقیقی کفر نہیں) صورۃ کفر ہے ورنہ اگر بقصدِ تعظیم (شرکیہ) ہو تو یہ کفر اور ارتداد ہے ۔ اس سے واپس ہونا بذریعہ دخول فی الاسلام یعنی کلمہ توحید کے ذریعہ ضروری اور واجب ہے ۔

قسمِ دوم حلف صُوری

وہ یہ ہے کہ شرکیہ عقیدہ سے بالکل خالی ہو کر کسی ماسوی اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے

حکم : یہ قسم کھانا شرک تو نہیں کیونکہ شرکیہ عقیدہ نہیں ۔ لیکن چونکہ کلمہ شرکیہ اور مشرکین کی قسموں کے مشابہ ہے اس لیے صورتِ کفر ہونے کی وجہ سے حرام اور ممنوع ضرور ہے ۔

ماخذ ۱ : وعن ابن عمر عن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ ینھاکم ان تحلفوا بآبائکم من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت :

(بخاری ص۹۸۴ ج ۲ مسلم ص۴۶ ج ۲)

ترجمہ : حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں منع فرماتے ہیں اس بات سے کہ تم اپنے باپوں کی قسمیں کھاؤ جو بھی قسم کھانے والا ہو یعنی قسم کھانے کا ارادہ رکھتا ہو تو چاہیے کہ اللہ کے نام کی قسم کھائے یا چپ رہے ۔

فہم سلف : ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں :

ای مثلاً فان المراد بالنھی غیر اللّٰہ وخص الآباء لانہ کان عادۃ الابناء :
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۲۳ ج۷)

ترجمہ : یعنی باپوں کا ذکر بطور مثال ہے ورنہ مقصد ہر غیر اللہ کی قسم سے منع کرنا ہے اور باپوں کا ذکر خاص طور پر اس لیے بھی کیا گیا کہ بیٹوں کی عادت بھی اپنے باپوں کی قسمیں کھانے کی تھی۔

ماخذ ۲ - علامہ باجی المالکیؒ فرماتے ہیں :

وعلیٰ ھٰذا اجماعۃ المسلمین امتثالاً لامر النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا یجوز لاحد ان یحلف بالشمس ولا بالقمر ولا بالنجوم ولا بالسماء ولا بالارض ولا بشیئ من المخلوقات ومن حلف بذالك فقد اثم ولا شیئ علیہ
(المنتقیٰ شرح مؤطا مالک ص۲۵۹ ج۳)

ترجمہ : اور اسی مسلک پر ہے جماعت مسلمین کی یعنی سارے مسلمان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری میں ہیں پس کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ سورج، چاند، ستارے آسمان، زمین یا اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوقات میں سے کسی چیز کی قسم کھائے اور جس نے بھی ان میں سے کسی چیز کی حلف کھائی تو وہ گنہگار ہوا لیکن اس پر کفارہ نہیں (کیونکہ یہ قسم ہی نہیں)

ماخذ ۳ : علامہ ابن عبد البر المالکیؒ فرماتے ہیں :

لا یجوز الحلف بغیر اللّٰہ بالاجماع :
(نقل از فتح الباری ص۳۳۶ ج۱۴)

ترجمہ : غیر اللہ کی قسم کھانا بالاجماع جائز نہیں۔

نیز فرماتے ہیں :

اجمع العلماء علیٰ

ترجمہ : علماء کا اس پر اجماع

انّ الیمین بغیر اللّٰہ مکروهةٌ منهیٌ عنها لا یجوز لاحدٍ الحلف بها:

(فتح الباری صـ ۴۲۶ ج ۱۴)

ہے کہ کسی غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ کام ہے۔ شریعت میں اس سے منع کر دیا گیا لہٰذا کسی ایک کے لیے بھی غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں۔

ماخذ ۴ : ملّا علی قاری فرماتے ہیں:

ویکرہ الحلف بغیر اسماء اللّٰہ وصفاته سواءٌ فی ذالك النبیّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم والکعبة والملآئکة:

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صـ ۲۳ ج ۷)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی صفات کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھانا مکروہ ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کعبہ اور ملائکہ سب برابر ہیں۔

ماخذ ۵ : علامہ عبد العزیز فرماتے ہیں:

فانّ القسم بغیر اللّٰہ تعالیٰ حرامٌ: (نبراس صـ ۲۱۲)

ترجمہ: بے شک وشبہ غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے۔

فائدہ: قرآنِ پاک کی قسم کھانا جائز ہے کیونکہ یہ کلام اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

مُفتیانِ کرام اور مسئلہ حلف لغیر اللّٰہ

علامہ شامی فرماتے ہیں:

انّ الحلف بغیر اسمه تعالیٰ وصفاته عزّ وجلّ مکروهٌ کما صرّح به النووی

ترجمہ: اللہ کے نام اور صفات کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھانا بیشک بات ہے کہ مکروہ ہے جس طرح

فی شرح مسلم بل الظاھر من کلام مشائخنا انہ کفران کان باعتقاد انہ حلف یجب البر بہ وحرم ان کان بدونہ کماصرح بہ بعض الفضلاء

(شامی ص۱۲ ج۱)

علامہ نووی نے شرح مسلم میں صراحۃً ذکر فرمایا ہے بلکہ ہمارے (حنفیوں) مشائخ کے کلام سے جو ظاہر ہے وہ یہ کہ غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا کفر ہے اگر اس اعتقاد سے ہے کہ یہ ایسی حلف ہے جس کا پورا کرنا ضروری ہے اور اگر اس اعتقاد کے بغیر ہو تو حرام ہے جس طرح بعض فضلاء نے صراحۃً ذکر فرمایا ہے۔

فائدہ عظیمہ

قارئین کرام! آپ نے پڑھ لیا کہ محدثین اور فقہاء کرام نے تصریح کر دی کہ غیر اللہ کی قسم اگر شرکیہ عقیدہ کے تحت ہو تو حقیقی شرک ہے اور اگر شرکیہ عقیدہ سے قطعاً خالی ہو تو ناجائز اور حرام ہے۔ ہمارے دور کے غالی پیر پرست کہتے ہیں کہ پیغمبروں، ولیوں اور ان کے مزارات کی ہماری قسمیں شرک و کفر نہیں بلکہ مکروہ یا زیادہ سے زیادہ ناجائز ہیں یہ ہم پر وہابیوں کا تشدد ہے کہ ہمارے اوپر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔

قارئین کرام! یہ یہودیانہ تحریف کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیونکہ فقہاء کرام نے جن قسموں کو فقط ناجائز لکھا وہ وہی ہیں جو شرکیہ عقیدہ کے تحت نہ ہوں اور یہ لوگ تو بزرگوں اور نبیوں وغیرہم کے بارے میں خدائی تعظیم اور شرکیہ عقیدہ میں اس قدر منہمک ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا کہ ان سے ڈرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں کھانے میں دیر نہیں کرتے لیکن پیروں، فقیروں اور ان کے آستانوں، مزاروں کی جھوٹی قسمیں ہرگز نہیں کھاتے بلکہ کہتے ہیں کہ ان کی مار جس کو ہماری بہاولپوری

زبان میں کانی اور ریٹ کہتے ہیں بہت جلد لگ جاتی ہے۔
بہر حال آج کے غالی قبر پرستوں کی قسمیں شرکیہ ہی ہیں۔
علامہ شیخ محمدؒ کامل طرابلسی حنفیؒ فرماتے ہیں:

ولا یخفی ما حصل لکثیر من العوام بسبب تعظیم قبور الاولیاء وارخاء الستور علیها من الضرر العظیم فی اعتقادهم فانهم یعتقدون فی الاولیاء التأثیر مع الله تعالیٰ حتیّ انهم ترکوا النذر لله تعالیٰ وهو مشروع واکثروا من النذر للاولیاء والتقرّب الیهم وترکوا الحلف بالله تعالیٰ حتیّ صار عندهم کالعدم ولا یتجاسرون علی الحلف بهم لاعتقادهم ان من حلف بولی حانثا یضرّه فی بدنه وماله واولاده وهذا من الشرك

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ قبور اولیاء کی تعظیم اور ان پر غلاف ڈالنے کی وجہ سے بہت سارے عوام کے اعتقاد میں جو ضرر عظیم پہنچا ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ وہ اولیاء کے حق میں عقیدہ رکھتے ہیں تصرف کرنے کا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حتیٰ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نذر و منت جو شرعاً ثابت ہے اس کو چھوڑ دیا ہے اور اولیاء کے تقرب کے لئے ان کی منتیں بہت دیا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قسم کو انہوں نے ایسا بالکلیہ چھوڑ دیا ہے کہ وہ ان کے ہاں کالعدم ہو چکی ہے اور ولیوں کی جھوٹی قسم پر یہ لوگ جرأت نہیں کرتے اس لیے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص ولی کی جھوٹی قسم اٹھاتا ہے تو وہ ولی اس کے بدن اور مال اور اولاد میں نقصان پہنچاتا ہے۔ اور پناہ بخدا یہ شرک ہے اور در اصل

العیاذ باللّٰہ تعالیٰ والمصیبۃ العظیمۃ فی فقہاء القریٰ فانہم یأمرون العوام عند توجہ الحلف علیہم بالحلف بالولی ویقولون ان فیہ اظہار الحق فانظر کیف یتوسّلون الی اظہار الحق الدنیوی بضیاع الدّین من اصلہ فلاحول ولا قوۃ الّا باللّٰہ تعالیٰ والعبد الفقیر لاینکر ولایۃ الاولیاء وکراماتہم نفعنا اللّٰہ تعالیٰ بہم و باسرارہم ولکن احذر من اعتقاد انہم یؤثرون مع اللّٰہ تعالیٰ وممّا یوصل الیٰ ذالک من الحلف بغیرہ تعالیٰ :

(فتاویٰ کاملیہ ۲۶۲)

یہ مصیبت عظیمہ دیہاتی ملاؤں میں ہے کہ جب عوام پر قسم آتی ہو تو وہی ان کو حکم کرتے ہیں بزرگوں کی قسمیں اٹھانے کا اور وہ ملاں کہتے ہیں کہ اس کے سبب سے آدمی کا حق مالی ظاہر ہو جاتا ہے۔ پس دیکھو کہ دین کو بنیاد سے برباد کرنے کو دنیوی حق کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنا رہے ہیں " فلاحول ولا قوۃ الّا باللّٰہ تعالیٰ" اور یہ بندہ فقیر اولیاء کی ولایت اور کرامتوں کا منکر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے ساتھ اور ان کے اسرار مقدسہ کے ساتھ نفع عطاء فرما دے لیکن میں ڈراتا ہوں لوگوں کو ولیوں کے حق میں تصرف کرنے کا عقیدہ رکھنے سے اور غیر اللہ تعالیٰ کی قسمیں اٹھانے سے۔

سوال : حدیث میں " فقد کفر وا شرک " کا حکم زجری اور تشدیدی ہے، حقیقی نہیں۔

الجواب : یہ حکم زجری نہیں بلکہ حقیقی ہے۔ ماقبل میں علامہ طیبیؒ اور قسطلانیؒ و عسقلانیؒ اور دیگر اجلہ علماء اور اس کے علاوہ علامہ شامیؒ کی

عبارات گذر چکی ہیں کسی ایک نے بھی یہ تحریکفی مطلب نہیں لکھا۔ بلکہ علامہ ابن العربیؒ نے تو کفر کو حقیقی کی قید لگا کر اس بات پر مہر ثبت کر دی کہ کفر حقیقی ہے زجری اور تہدیدی نہیں۔

ماخذ: وقد فسّرہٗ بعض المحدّثین علیٰ معنی التغلیظ والتہدید ولا اقول بذٰلک وانما المُراد عندی الیمین المنعقدۃ والیمین الغموس باسم غیراللہ تعالیٰ علیٰ اعتقاد ما ذکرنا:

(حُجّۃ اللہ البالغہ ص۱۲۸ ج۱)

ترجمہ: اور تحقیق تفسیر کی ہے اس حدیث کی بعض محدثینؒ نے تغلیظ اور تہدید کے معنیٰ کے ساتھ لیکن میں اس کا قائل نہیں بلکہ میرے ہاں اس سے مراد غیراللہ کے نام کی یمین منعقدہ اور یمین غموس ہے۔ اس اعتقاد پر جو ہم نے ذکر کیا۔

سوال: بعض علماء سے امام ترمذیؒ نے نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو زجر پر محمول فرمایا ہے۔ (ترمذی ص۱۸۵ ج۱)

الجواب: یہ بات تو اپنی جگہ مسلّم اور اٹل حقیقت ہے کہ کوئی انسان اگر کسی غیر اللہ کے متعلق شرکیہ تعظیم (عقیدہ علم ما فوق الاسباب اور عقیدہ قدرۃ ما فوق الاسباب) کا معتقد ہو کر اس کے نام کی قسم کھاتا ہے۔ بایں نظریہ کہ محلوف بہ میرے اس فعل سے خوش ہو کر میری جان، مال، اولاد وغیرہا میں برکتیں ڈال دے گا اور اگر میں نے یہ قسم پوری نہ کی یعنی توڑ ڈالی تو وہ ناراض ہو کر میری جان، مال، اولاد میں نحوستیں ڈال دے گا اور مجھے تباہ و برباد کر دے گا ایسا انسان یقیناً پکا اور حقیقی مشرک، کافر اور مرتد ہے کیونکہ اس کا یہ فعل (حلف بغیراللہ) شرکیہ عقیدہ پر مبنی اور قائم ہے اس لیے اس کے شرک و کفر میں کوئی شک نہیں۔ رہی یہ بات کہ بعض علماء نے اس

فتوی کو زجر اور تہدید پر محمول فرمایا ہے تو اس کے متعلق عرض ہے کہ......

اصل بات یہ ہے کہ حلف بغیر اللہ کی چونکہ دو صورتیں ہیں:

۱۔ حقیقی: جو شرکیہ عقیدہ کے تحت ہو۔

۲۔ صوری: جو بغیر شرکیہ عقیدہ کے ہو۔

اس لیے محدثین کرامؒ کا حدیث کے مصداق معین کرنے میں اختلاف ہوا ہے کہ مراد حلف حقیقی ہے یا صوری۔ لیکن مسئلہ مذکورہ بالا میں کسی کو اختلاف نہیں یعنی جن بزرگوں نے حلف سے مراد اور اس کا مصداق حلف حقیقی کو بنایا ہے۔ انہوں نے حدیث میں شرک و کفر والے حکم کو حقیقت پر محمول کیا ہے یعنی ایسی حلف اٹھانے والا حقیقۃً مشرک اور کافر بن جاتا ہے اور جن بزرگوں نے حدیث کا مصداق حلف صوری کو بنایا ہے انہوں نے اس حکم کو تہدید پر محمول کیا ہے یعنی جو آدمی بغیر شرکیہ عقیدہ کے غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے اس کو ڈرانے کے لیے کفر و شرک کا حکم لگایا گیا ہے۔

فہم سلف ۱۔ مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ فَقَدْ اَشْرَكَ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ای فقد اشرك غیراللہ بہ فی التعظیم فان کان جرٰی علٰی لسانہ عادۃً من غیر نیۃ التعظیم فقد اشرك صورۃ ومن نوی التعظیم فقد اشرك شرکاً جلیاً:
(بذل المجھود ص۲۱۹ ج۴)

ترجمہ: پس تحقیق شریک کیا اس نے غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعظیم میں پس اگر بلا نیتِ تعظیم بطور عادت اس کی زبان پر (حلف بغیر اللہ) جاری ہوگیا تو یہ صرف صورۃً شرک ہوگا اور اگر تعظیم (ما فوق الاسباب) کی نیت کرتا ہے تو اس نے صاف اور واضح یعنی حقیقی شرک کیا۔

فہم سلف ۲ : محدث عبد الحق دہلویؒ فرماتے ہیں :

بہ تحقیق حکم کردہ اند بعضے فقہار بکفر کسے کہ سوگند خورد بہ پدر و شاید کہ آں بر تقدیری باشد کہ اعتقاد کند تعظیم آباء را وشریک گرداند بتعظیم خدا و الا حرمت و کراہت باقی است (اشعۃ اللمعات ص۲۱۱ ج ۳)

ترجمہ : تحقیق حکم کیا ہے بعض فقہاء نے اس انسان کے کفر کا جس نے باپ کی قسم کھائی ہو۔ شاید کہ یہ فتویٰ اس صورت میں ہے کہ باپ دادا کی تعظیم (ما فوق الاسباب) کا معتقد ہو اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں انہیں شریک کرے ورنہ حرمت اور کراہت باقی ہے۔

فہم سلف ۳ : نیز فرماتے ہیں۔

اگر ایں سوگند خوردن بہ لات وعزیٰ بہ طریق سبق لسان وعادت جاہلیت است پس تدارک بکلمۂ توحید بجہت بودن اوست صورۃ کفر امرے مستحسن است وظاہر آنست کہ مراد ہمیں است و الا اگر بقصد تعظیم بود کفر وارتداد وصریح است واجب است عود ازاں بدر آمدن در اسلام (اشعۃ اللمعات ص۲۱۱ ج ۳)

ترجمہ : اگر یہ قسم کھانا لات وعزیٰ کی سبقت لسانی اور عادت جاہلیت کی وجہ سے ہے۔ تو بوجہ صورت کفر ہونے کے کلمۂ توحید کے ذریعہ اس کا تدارک کرنا مستحسن امر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہی مراد ہے ورنہ اگر بقصد تعظیم (ما فوق الاسباب) ہے تو اس انسان کا کفر وارتداد صریح ہے اس پر اس بات سے عود کر کے اسلام میں داخل ہونا واجب ہے۔

فہم سلف ۴ - حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں :

اقول الحلف باسم

ترجمہ : میں کہتا ہوں کہ غیر اللہ

غیراللہ تعالیٰ علیٰ اعتقاد تعظیمہ بحیث یکون الحنث مع ذکر اسمہ موجبًا عندہٗ للعقوبۃ فی الدنیا والآخرۃ شرکٌ و بغیر ھٰذا التعظیم مکروہٌ لاجل المشابھۃ :(المسوّٰی ص۲۴۴ ج ۲)

کے نام کی قسم کھانا اس کی تعظیم کے اعتقاد سے اس طور پر کہ اس کا نام لے کر (قسم کھا کر) اسے توڑنا۔ دنیا و آخرت میں موجب سزا ہے یہ شرک ہے اور اس تعظیم کے اعتقاد کے بغیر مکروہ ہے مشابہت کی وجہ سے

سوال ۱۰ : اگر غیراللہ کی قسم کھانا شرک ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مخلوق کی قسمیں کیوں کھائی ہیں جیسے " وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَالذّٰرِیَاتِ، وَالضُّحٰی وغیرہ۔

الجواب الاوّل : ایسی تمام جگہوں پر لفظ رب مقدر ہے اصل میں تھا " وربّ السّمآءِ، وَالطَّارِق، وَرَبّ الذّٰرِیات۔ وَ ربّ الضُّحٰی۔ تو یہ غیراللہ کی قسمیں نہیں بلکہ رب تعالیٰ کی ذات پاک کی قسمیں ہیں

ماخذ : علامہ سلیمان الاندلسی الباجی المالکیؒ فرماتے ہیں :

فان اعترض معترض بما جاء من ذالك فی القرآن من قولہٖ تعالیٰ والسّمآء ذات البروج و السّمآء والطّارق والشّمس وضحاھا وَالّیل اذا یغشٰی ولغیر ذالك ففیہ قولان احدھما انّ تقدیر ذالك وربّ الشّمس وضحاھا وربّ السّمآء والطّارق : (المنتقیٰ شرح مؤطا امام مالک ص۲۵۹ ج ۳)

ترجمہ : پس اگر کوئی معترض اعتراض کرے بوجہ اس کے جو آیا ہے اس (حلف بغیر اللہ) سے قرآن پاک میں یعنی فرمان اللہ تعالیٰ کا " والسّمآء ذات البروج والسّمآء وَالطّارق، والشّمس وضحاھا، وَالّیلِ اذا یغشٰی، اور اس کے علاوہ تو اس میں دو قول (دو جواب) ہیں ایک یہ کہ (یہاں لفظ رب مقدر ہے) اصل میں وربّ الشّمس وضحاھا اور

تائید: فَوَرَبِّ السَّمَآءِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا اَنَّکُمْ تَنْطِقُوْنَ ۔ (رب السماء والطارق ہے۔)

الجواب الثانی: قانون مخلوق مکلف کے لیے ہے خالق جلّشانہٗ کے لیے نہیں اس لیے کہ وہ مکلف نہیں ہے۔

ماخذ ۱: علامہ سلیمان الاندلسی الباجی المالکیؒ فرماتے ہیں:

والثانی انہ تعالیٰ یختص بذالک لانّ لہٗ ان یقسم بما شآء لانہٗ معبودٌ ولا وجہ للقیاس علیٰ اقسامہ لا یسئل عمّا یفعل وھم یُسئلون (اعلام السنن) وقد اعلمنا النبیّ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم انّ ذالک محظور علینا فلا یجوز لنا القسم بشیئٍ من ذالک۔ (المنتقیٰ شرح مؤطا مالک ج ۳ ص ۲۵۹)

ترجمہ: دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات (جواز حلف بغیر اللہ) کے ساتھ مختص ہے۔ کیونکہ اس کی مرضی کہ جس کی چاہے قسم کھائے کیونکہ وہ معبود ہے اس کی قسموں پر قیاس کرنے کی کوئی صورت اور اجازت نہیں وہ نہیں پوچھا جاسکتا ان کاموں سے جو کرتا ہے اور وہ سارے پوچھے جاتے ہیں۔ اور تحقیق بتلایا ہمیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ یہ کام (حلف بغیر اللہ) ہمارے لیے ممنوع ہے اس لیے ہمیں جائز نہیں ان میں سے کسی شیئ (غیر اللہ) کی قسم کھانا۔

ماخذ ۲: علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں:

فان قیل قد اقسم اللّٰہ بمخلوقاتہٖ کقولہٖ تعالیٰ "والصّافات، والذّاریات

ترجمہ: پس اگر اعتراض کیا جائے کہ تحقیق قسمیں کھائی ہیں اللہ نے اپنی مخلوقات کی جس طرح والصافات

فالجواب انّ للہ تعالیٰ ان یّقسم بما شآء من مخلوقاتہٖ تنبیھًا علیٰ شرفھا:
(طیبی شرح مشکوٰۃ صـ۲۰ ج)

والذاریات" تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کہ وہ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی چاہے قسمیں کھائے اس چیز کی شرافت یعنی بزرگی پر متنبہ کرنے کے لیے۔

الجواب الثالث: یہ واو قسمیہ نہیں بلکہ اشہادکی ہے۔ یعنی اللہ کی مراد ان قسموں سے مقسم بہ کی تعظیم نہیں بلکہ ایک مخصوص مدعا کے لیے انہیں بطور شاہد اور دلیل پیش کیا گیا ہے۔

ماخذ: علامہ بدر عالم میرٹھیؒ فرماتے ہیں:

وھناک جواب اٰخر للبیضاوی وحاصلہ انّ الاقسام فی القراٰن لیست لتعظیم المحلوف بہٖ اعنی بہ الاقسام العرفیّۃ عند الفقھاء بل مدخول الواو فیھا شھادات لما یأتی بعدھا فھی شھادات و ما بعدھا مشھود علیہ لاحلف ومحلوف علیہ لیرد الاعتراض:
(البدر الساری علیٰ فیض الباری صـ۱۴۱ ج۱)

ترجمہ: اور یہاں پر قاضی بیضاویؒ کا ایک اور جواب بھی ہے جس کا حاصل یہ کہ قرآن پاک کی قسمیں محلوف بہ کی تعظیم کے لیے نہیں یعنی اقسام عرفیہ عند الفقہاء (کہ بعض ان میں سے شرک وکفر ہیں اور بعض صرف گناہ) بلکہ ان قسموں میں مدخول واو مابعد کے لیے شہادات ہیں۔ پس یہ (مدخولات واو) شہادات ہیں۔ اور ان کے مابعد مشہود علیہ نہ تو یہاں حلف ہے اور نہ کوئی محلوف علیہ تاکہ اعتراض لازم آئے۔

سوال ۲: اگر غیر اللہ کی قسم کھانا شرک یا گناہ ہے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دیہاتی کے بارے میں جو آپ سے احکامِ اسلام سمجھنے کے لیے آیا تھا کیوں فرمایا "افلح وابیہ ان صدق" (مسلم صفحہ ۳۰ ج ۱) کامیاب ہو گیا قسم ہے اس کے باپ کی اگر اس نے سچ کہا۔ یہاں آپ نے اس کے باپ کی قسم کھائی ہے حالانکہ آپ نے خود منع فرمایا ہے۔

نیز مسلم شریف ج ۱ صفحہ ۳۲۲ پر ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے افضل صدقہ کا سوال کیا تو آپ نے جواب سے پہلے فرمایا "اما وابیک لتنبأنه" خبردار قسم ہے تیرے باپ کی البتہ ضرور خبر دیا جائے گا تو اس کی یہاں بھی آپ نے مخاطب کے باپ کی قسم کھائی ہے۔

نیز مؤطا امام مالکؒ میں صفحہ ۳۵۴ پر ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا "وابیک ما لیلک بلیلِ سارق" تیرے باپ کی قسم تیری رات چور کی رات نہیں۔

الجواب ۱: ان تمام جگہوں پر قسم کھانا مقصود ہی نہیں اور نہ ہی تعظیم محلوف بہ مقصود ہے جو کہ رکنِ قسم ہے۔ بلکہ حسبِ عادتِ عرب یوں ہی زبان زد لفظ ہے۔

ماخذ: علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

وجوابه ان قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم افلح وابيه ليس هو حلفًا انما هو كلمة جرت عادة العرب ان تدخلها في كلامها غير قاصدة بها حقيقة الحلف والنهي

ترجمہ: اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ؐ کا افلح وابیہ فرمانا قسم نہیں بلکہ یہ ایک کلمہ ہے عرب لوگ بطور عادت اسے بلا ارادہ حقیقتِ حلف اپنے کلام میں لایا کرتے ہیں۔ اور منع اس انسان کے بارے میں ہے جو حقیقۃً حلف

انما ورد فیمن قصد حقیقۃ الحلف لما فیہ من عظام المحلوف بہ و مضاھاتہ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی : (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰)

بغیر اللہ کا ارادہ کرے کیونکہ اس میں محلوف بہ کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کو تشبیہ دینا ہے۔

الجواب ۲ - ان تمام جگہوں پر لفظ رب مقدر ہے اصل میں" و ربّ ابیہ" تھا تو یہ رب تعالیٰ کی ذات کی قسم ہوئی :

ماخذ : علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں :

انّ فی الجواب حذفاً تقدیرہ افلح وربّ ابیہ (فتح الباری ج ۱۴ ص ۲۴۰)

ترجمہ : بے شک جواب میں کلمہ محذوف ہے اصل میں "افلح و رب ابیہ" ہے۔

فائدہ : شرّاحِ حدیث نے اس سوال کے چھ سات جواب لکھے ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر ہم نے صرف دو نقل کیے ہیں۔

انما ورد فیمن قصد حقیقۃ الحلف لما فیہ من عظام المحلوف بہ و مضاھاتہ باللہ سبحٰنہٗ وتعالیٰ : (نووی شرح مسلم ج ۱ ص۳۰)

بغیر اللہ کا ارادہ کرے کیونکہ اس میں محلوف بہ کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کو تشبیہ دینا ہے۔

الجواب ۲۔ ان تمام جگہوں پر لفظ رب مقدر ہے اصل میں " و ربّ ابیہ " تھا تو یہ رب تعالیٰ کی ذات کی قسم ہوئی :

ماخذ : علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں :

انّ فی الجواب حذفًا تقدیرہ افلح وربّ ابیہ (فتح الباری ج ۱ ص۲۴۰)

ترجمہ : بے شک جواب میں کلمہ محذوف ہے اصل میں " افلح وربّ ابیہ " ہے۔

فائدہ : شرّاحِ حدیث نے اس سوال کے چھ سات جواب لکھے ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر ہم نے صرف دو نقل کیے ہیں۔

شرک فی التسمیۃ

شرکیہ عقیدہ کے تحت کسی غیر اللہ کے تقرب اور اس کی خوشنودی کیلئے اپنے یا اپنی اولادوں کے ناموں میں اپنی عبدیت اور اپنی ذات کی بخشش اور عطاء کی نسبت اس ہستی کی طرف کرنا مثلاً عبد العزیٰ، عبد النبی، علی بخش، نبی بخش حسین بخش، پیر بخش۔ تاکہ وہ ہستی ہمارے اس فعل پر راضی ہوکر ہماری اس اولاد جس کا یہ نام رکھا گیا ہے کی زندگی، تندرستی اور دیگر تمام امور میں برکات ڈال دے۔ مشرکین مکہ کا بھی یہی مذہب تھا۔ وہ بھی مذکورہ عقیدہ کے تحت اپنی اولادوں کے اسی قسم کے نام رکھا کرتے تھے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک کو سب سے زیادہ تین نام پسند ہیں۔ عبد اللہ، عبد الرحمٰن اور عبد الرحیم۔ ان تین ناموں کے بعد اللہ تعالیٰ کو ہر وہ نام پسند ہے جس کا پہلا جزو لفظ "عبد" ہو۔ اور دوسرا جزو اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کوئی صفت ہو۔ مثلاً عبد الرزاق، عبد اللطیف وغیرہما کیونکہ اس قسم کے ناموں میں انسان اپنی عبدیت اور بخشش کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتا ہے۔

حکم: شرکیہ عقیدہ (کسی غیر اللہ کو متصرف فی الامور اور غیب دان سمجھ کر) کے تحت اس قسم کے نام رکھنا شرک فی العبادت ہے۔ اور اگر شرکیہ عقیدہ نہیں تو پھر شرک تو نہ ہوگا لیکن حرام اور موجب فسق ضرور ہے۔

ماخذ ۱: فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ: (اعراف ع ۲۴)

ترجمہ: پس جب عطاء فرمایا انہیں تندرست بچہ کیا انہوں نے واسطے اللہ تعالیٰ کے شریک اس نعمت میں جو عطاء فرمائی انہیں۔ پس

بلند ہے اللہ تعالیٰ ان ہستیوں سے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں۔

فہم سلف : علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں:

ومعنیٰ اشراکھم فیما اٰتٰھُمُ اللہ تسمیتھم اولادھم بعبد العزّٰی وعبد مناف وعبد شمس ونحو ذالک مکان عبد اللہ وعبد الرّحمٰن وعبد الرّحیم (مدارک ص۶۸ ج ۲)

ترجمہ: اس نعمت میں جو اللہ نے ان کو دی ہے۔ شرک کرنے کا معنیٰ اپنی اولاد کا نام بجائے عبد اللہ عبد الرحمٰن، عبد الرحیم کے عبد العزّٰی عبد مناف اور عبد شمس رکھنا ہے۔

ماخذ ۲ : ومنھا انّھم کانوا یسمّون ابناءھم عبد العزّٰی وعبد الشّمس ونحو ذالک فقال اللہ "ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا فَلَمَّا تَغَشّٰھَا" الآیہ : (حجۃ البالغہ ص۱۲۸ ج ۱)

ترجمہ: اور اقسام شرک میں سے یہ بھی تھا کہ وہ لوگ اپنے بیٹوں کے نام عبد العزّٰی، عبد شمس اور اسی طرح کے دیگر شرکیہ نام رکھا کرتے تھے۔ پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے "ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ" الخ

ماخذ ۳ : ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

واَمّا ما اشتھر من التسمیۃ بعبد النّبی فظاھرہٗ کفرٌ : (شرح فقہ اکبر ص۲۳۸)

ترجمہ: اور یہ جو عبد النبی نام رکھنا مشہور ہوگیا ہے تو ظاہرًا یہ کفر ہے۔

ماخذ ۴ - حضرت مولانا عبدالحیؒ لکھنوی لکھتے ہیں:

اِستفتاء: کسی کا نام عبدالرسول یا عبدالحسین وغیرہ رکھنا درست ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا؟

ھُوَالمُصَوِّبُ: ایسا نام جس میں اضافت عبد کی طرف غیر خدا کے ہو شرعاً درست نہیں ہے۔ اور اگرچہ صرف اس قسم کے نام رکھنے سے حکم شرک کا نہ ہو۔ بسبب احتمال اس کے کہ عبد سے مُراد خادم ومُطیع ہے۔ مگر بوئے شرک سے ایسا نام رکھنا خالی نہیں ہے۔ قرآن وحدیث اس قسم کے نام رکھنے کی ممانعت پر دال ہے اور علماءِ اُمتِ محمدیہ نے بھی جا بجا اس کی تصریح کی ہے۔

(مجموعۃ الفتاوی صـ۲۹۶ ج ۲)

شرکِ فی السّجدہ

فائدہ ۱ : سجدہ کے دو معنیٰ ہیں :
اوّل لغوی الانحنار : یعنی سر نیچا کرنا۔
دوّم شرعی : وضع الجبھۃ علی الارض : یعنی ماتھا زمین پر رکھنا۔
فائدہ ۲ : پھر دونوں دو قسم ہیں :
اوّل : سجدۂ عبادت ۔ دوّم : سجدۂ تحیۃ ۔

تعریف سجدۂ عبادت

کسی ہستی کو مافوق الاسباب ذاتی یا عطائی طور پر غیب دان، نفع و نقصان کا مالک و مختار یا شفیع قہری سمجھتے ہوئے اسے لغوی یا شرعی سجدہ کرنا۔ اس خیال سے کہ میرا مسجود چونکہ میرے اس سجدہ کو جان رہا ہے اس لیے مجھ سے خوش ہو کر میری جان و مال اور اولاد میں برکتیں ڈال دے گا۔ یا بوجہ شفیع قہری ہونے کے اللہ تعالیٰ سے ڈلوا دے گا یا مصیبتیں ٹال دے گا، یا ٹلوا دے گا، یا مرادیں پوری کر دے گا یا کرا دے گا۔

فائدہ : مذکورہ بالا نظریہ کے تحت کسی ہستی کو سجدہ کرنا اس کو معبود بنانا اور اس کی عبادت کرنا ہے۔ اگرچہ سجدہ کرنے والا زبان سے اپنے اس سجدہ کو عبادت اور اپنے مسجود کو الٰہ اور معبود نہ بھی کہے ۔ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ کو مذکورہ بالا نظریہ کے تحت سجدہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوگی۔ اور اگر کسی غیر اللہ کو اسی نظریہ کے ساتھ سجدہ کرے گا تو اس کی عبادت ہوگی۔

حکم سجدۂ عبادت

اللہ تبارک و تعالیٰ کے علاوہ کسی مخلوق کو اس قسم کا سجدہ کرنا اس کی عبادت کرنا ہے اگرچہ ساجد اپنے اس سجدہ کو عبادت اور اپنے مسجود کو معبود نہ

بھی کہے۔ لہٰذا یہ سجدہ کرنا صریح شرک اور اصلی کفر ہے۔ اور سجدہ کرنے والا حقیقی کافر اور اصلی مشرک ہے۔ کوئی انسان اگر پہلے موحّد تھا اور العیاذ باللہ آج مذکورہ بالا عقیدہ کے تحت کسی غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے تو کفر اور اِرتداد کے احکام اس پر لاگو ہوں گے حتیٰ کہ نکاح بھی ٹوٹ جائے گا۔

اس قسم کا سجدہ کسی بھی دین سماوی میں کسی بھی مخلوق کے لیے آنکھ جھپکنے جتنی دیر کے لیے بھی جائز نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ ہر ماسوی اللہ تعالیٰ کے لیے قطعی حرام رہا ہے۔

ماخذ ۱: وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ : (پ اعراف ع ۳)

ترجمہ: اور سیدھے رکھو چہرے ہر سجدہ کے وقت اور پکارو اسے خالص کرنے والے اس کے لیے پکار کو۔

فہم سلف ۱: علامہ سیوطیؒ، خطیب شربینیؒ اور علامہ ابوحیان الاندلسیؒ والفظ لہٗ فرماتے ہیں:

اجعلوا سجودكم خالصًا لِلّٰهِ دون غيره : (جلالین ج ۱ ص ۱۳۳، سراج منیر ج ۱ ص ۴۴۶، البحر المحیط ج ۴ ص ۲۸۷)

ترجمہ: کرو تم اپنے سجدوں کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے سوائے کسی دوسرے کے۔

فہم سلف ۲: علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں:

اى اقصدوا عبادته مُستقيمين اليها غير عادلين الى غيرها فى كل وقت سجود اوفى كل مكانِ سجودٍ : (مدارک ج ۲ ص ۳۸)

ترجمہ: یعنی اسی (اللہ تعالیٰ) کی عبادت کا قصد کرو۔ سیدھا باندھنے والے طرف اسی (توحیدی عبادت) کے نہ ہو پھرنے والے طرف غیر اس کے ہر سجدہ کے وقت یا ہر سجدہ کی جگہ میں۔

فہم سلف ۳: علامہ ابن جریرؒ فرماتے ہیں:

وقال آخرون بل عُنِیَ بذالك واجعلوا سجودکم لِلّٰہِ خالصًا دون ماسواہ من الآلھة والاَنداد:

(ابن جریر ص۱۵۵ ج ۸)

ترجمہ: اور دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت کی مراد یہ ہے کہ اپنے سجدوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرو نہ ان کے لیے جو اس کے سوا ہیں یعنی دیگر معبود اور شرکاء۔

ماخذ ۲: لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ واسجدوا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ:

(پ ۲۴ حٰمٓ السجدہ ع ۵)

ترجمہ: نہ سجدے کرو سورج اور چاند کو اور سجدے کرو صرف اللہ تعالیٰ کو وہ جس نے ان سب کو پیدا فرمایا اگر ہو تم صرف اس کی عبادت کرتے ہو۔

فہم سلف ۱: علامہ خازنؒ فرماتے ہیں:

ای انّھما مخلوقان مُسخّران فلا ینبغی السجود لھما لانّ السجود عبارۃ عن نھایۃ التعظیم وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ ای المستحق للسجود والتعظیم ھو اللّٰہ خالق اللیل والنھار والشمس والقمر اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ یعنی اَنَّ ناسًا کانوا یسجدون للشمس والقمر والکواکب

ترجمہ: یعنی بے شک وہ دونوں مخلوق اور تابعدار ہیں اس لیے انہیں سجدہ کرنا ہرگز لائق نہیں کیونکہ سجدہ آخری درجہ کی تعظیم سے عبارت ہے اور سجدے کرو صرف اللہ تعالیٰ کو جس نے انہیں پیدا فرمایا یعنی سجدوں اور تعظیم کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو رات دن، سورج اور چاند کا پیدا کرنے والا ہے۔ اگر ہو تم صرف اسی کی عبادتیں کرتے ہو یعنی کچھ لوگ سورج چاند اور ستاروں

ویزعمون انّ سجودھم لھٰذہ الکواکب ھو سجود للہ عزّوجلّ فنھوا عن السجود لھٰذہ الوسائط واُمِروا بالسجود للہ الّذی خلق ھٰذہ الاشیآء کلّھا

(تفسیر خازن ص۹۴ ج ۶)

کو سجدے کرتے اور ساتھ گمان یہ کرتے کہ ان کے ان ستاروں کو سجدے درحقیقت اللہ عزّوجلّ کے سجدے ہیں۔ پس ان وسائط کو سجدے کرنے سے منع کر دیے گئے اور صرف اللہ تعالیٰ کو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا فرمایا سجدے کرنے کا حکم دیے گئے۔

فہم سلف ۲ : علامہ مراغیؒ فرماتے ہیں :

ای لا تسجدوا ایُّھا النّاس للشّمس والقمر فانّھما انّما یجریان بمنافعکم باجراء اللہ ایاھما طائعین لہٗ فی جریھما وھما لا یستطیعان لکم نفعًا ولا ضرًّا فلہٗ فاسجدوا وایاہ فاعبدوا دونھما لانّھما لا فضیلۃ لھما فی انفسھما فیستحقا بھا العبادۃ من دون اللہ ولو شآء اللہ لاعدمھما او طمس نورھما :

(تفسیر مراغی ص۱۳۵ ج ۲۴)

ترجمہ : یعنی نہ سجدے کرو اے لوگو سورج اور چاند کو کیونکہ وہ دونوں چلتے تو ہیں تمہارے منافع کے ساتھ لیکن بوجہ چلانے اللہ تعالیٰ کے ان کو درآنحالیکہ اطاعت کرنے والے اسی اللہ تعالیٰ کی اپنے چلنے میں اور یہ دونوں نہیں طاقت رکھتے تمہارے لیے نفع کی اور نہ ہی نقصان کی۔ تو پس صرف اسی اللہ تعالیٰ کو سجدے کیا کرو اور صرف اسی کی پس عبادتیں بجا لایا کرو سوا ان دونوں (سورج چاند) کے کیونکہ ان کی ذوات میں کوئی ایسی فضیلت نہیں جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت

ماخذ۳: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ط
(پ۲۹ الجن ع ۲)

کے مستحق ٹھہریں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں ختم کر دے یا ان کے نور کو بجھا دے۔

ترجمہ: اور میرے پاس یہ بھی وحی کی گئی کہ بے شک سارے سجدے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں پس نہ پکارا کرو ساتھ اللہ کے کسی ایک کو۔

فائدہ: لفظ مسَاجد کے مفسّرین کرامؒ نے تین معانی لکھے ہیں:

۱۔ مَسَاجِد جمع مسجِد بکسر الجیم بمعنی جائے سجدہ جو کہ حسب فرمان نبویؐ ساری زمین ہے "جُعلت لِیَ الارض مسجدًا" مطلب یہ کہ چونکہ ساری زمین یعنی سجدہ کرنے کی ساری جگہیں میری بنائی ہوئی ہیں۔ میرے سوا کسی مخلوق کا اس کے بنانے میں ذرہ بھر بھی دخل و عمل نہیں۔ لھذا سارے سجدے بھی صرف میرے لیے ہیں۔ اگر کسی اور کو سجدہ کرتا ہے تو ان کی بنائی ہوئی زمین پر ان کو سجدہ کرو۔ میری بنائی ہوئی زمین پر ان کو سجدہ کرنا اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟

ماخذ: امام رازیؒ لکھتے ہیں:

قال الحسن اراد بالمسٰجد البقاع کلّھا قال علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جُعلت لِی الارض مسجدًا کانّہ تعالیٰ قال الارض کلّھا مخلوقۃ لِلّٰہِ تعالیٰ فلا تسجدوا علیھا لغیر خالقھا: (تفسیر کبیر ص۱۶۳ ج۳۰)

ترجمہ: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مساجد سے مراد ساری جگہیں ہیں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں کہ میرے لیے ساری زمین مسجد بنا دی گئی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تمام زمین صرف اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے تو اس پر

اس زمین کے خالق کے بغیر کسی کے لیے سجدہ نہ کیا کرو۔

۲۔ مَسَاجِد جمع مَسجد بفتح الجیم بمعنیٰ اعضائے سجدہ۔ یعنی دو قدم دو گھٹنے، دو ہتھیلیاں اور چہرہ۔ مطلب یہ کہ اعضائے سجدہ سب کے سب صرف اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں تو ان کے ذریعہ سجدے بھی صرف اللہ ہی کو کیے جائیں نہ کسی غیر کو۔

ماخذ : علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں :

وقال سعید بن المسیّب وطلق بن حبیب اراد بالمساجد الاعضاء التی یسجد علیها العبد وهی القدمان والرکبتان والیدان والوجه یقول هٰذه الاعضاء انعم اللّٰه بها علیك فلا تسجد لغیره بها فتجحد نعمة اللّٰه قال عطاء مساجدك اعضاءك التی امرت ان تسجد علیها لا تذللها لغیر خالقها۔

(قرطبی ص۲۰ ج ۱۹)

ترجمہ : حضرت سعید بن مسیّبؒ اور طلق بن حبیبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی مراد مَساجد سے وہ اعضاء ہیں جن کے ذریعہ بندہ سجدہ کرتا ہے اور یہ دو قدم اور دو گھٹنے، اور دو ہاتھ اور منہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اعضاء صرف اللہ تعالیٰ ہی نے تجھ پر انعام فرمائے ہیں۔ لہٰذا ان اعضاء کے ساتھ کسی غیر اللہ تعالیٰ کو کوئی سجدہ نہ کر، ورنہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا منکر ہو جائے گا۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ مساجد تیرے وہی اعضاء ہیں جن کے ذریعہ سجدہ کرنے کا تجھے حکم کیا گیا ہے، لہٰذا ان کے خالق کے علاوہ کسی مخلوق کے لیے ان اعضاء سے سجدہ نہ کر۔

۳۔ مَسَاجِد جمع مسجَد بفتح الجیم بمعنیٰ سارے سجدے۔ مطلب یہ کہ سجدے خواہ عبادت کے ہوں یا تحیۃ کے سب کے سب صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے ہیں کسی غیر کے لیے کوئی سجدہ نہیں۔

ماخذ ۱: علامہ نیشاپوری رح فرماتے ہیں:

وعن الحسن ایضًا انّ المَسَاجِدَ جمع مسجد بالفتح فیکون مصدرًا بمعنی السّجود:

(تفسیر نیشاپوری ص۶۳ ج ۲۹)

ترجمہ: اور حضرت حسن بصری رح سے یہ روایت بھی ہے کہ مساجد جمع ہے مسجد کی جیم کی فتح کے ساتھ تو یہ مصدر میمی بنے گا اور اس کا معنیٰ سجود ہو گا۔

ماخذ ۲: علامہ ابن الجوزی رح فرماتے ہیں:

والرابع انّ المساجد السّجود فانّہ جمع مسجد یقال سجدت سجودًا ومسجدًا کما یقال ضربت فی الارض ضربًا ومضربًا ثمّ یجمع فیقال المساجد والمضارب قال ابن قتیبۃ فعلیٰ ھٰذا یکون واحدھا مسجَدًا بفتح الجیم والمعنیٰ اخلصوا لہٗ و لاتسجدوا لغیرہٖ:

(زادُ المسیر ص۳۸۳ ج ۸)

ترجمہ: چوتھا قول یہ ہے کہ مَساجد سے مراد سجود ہیں کیونکہ یہ مسجد کی جمع ہے۔ کہا جاتا ہے سجدت سجودًا و مَسجدًا جس طرح کہا جاتا ہے ضربت فی الارض ضربًا و مضربًا پھر ان کی جمع کی جاتی ہے مَساجد اور مضارب پر۔ ابن قتیبہ رح فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اس کا مفرد مسجَد بنے گا جیم کی فتح کے ساتھ اور معنیٰ آیت کا یہ ہے کہ سجدوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر دو اور اس کے غیر کے لیے سجدے نہ کرو۔

شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں :
فہم سلف : پہلے وقت میں سجدۂ تعظیم تھے آپس کے فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو کیا ہے اس وقت اللہ
نے یہ رواج موقوف کیا : وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ الآیہ اس وقت پہلے رواج پر چلنا دیا ہے کہ کوئی بہن بھائی نکاح کرے کہ حضرت آدمؑ کے

ماخذ ۱ : وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ :

(پ۲ البقرہ ع ۲۷)

ترجمہ : اور نہ نکاح کرو مشرک عورتوں سے حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں اور البتہ باندی ایمان والی بہتر ہے آزاد مشرکہ سے۔ اور اگرچہ اچھی لگے وہ تمہیں اور نہ نکاح کرو تم (اپنی بہنوں، بیٹیوں وغیرہا کا) مشرک مردوں سے حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور البتہ باندا ایمان والا بہتر ہے آزاد مشرک سے یہ لوگ بلاتے ہیں آگ کی طرف اور اللہ تعالیٰ بلاتے ہیں جنت اور مغفرت کی طرف اپنے فضل سے اور اپنے احکامات کی لوگوں کے لیے وضاحت کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

فہم سلف : حضرت شاہ عبدالقادرؒ فرماتے ہیں :
پہلے کافر اور مسلمان میں نسبت ناتا جاری تھا اس آیت سے حرام ٹھہرا۔ اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا ان کا نکاح ٹوٹ گیا۔ شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے۔ مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر ایک بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ یا ہمارا بھلا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم اور پر خرچ کرے مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے۔ اس سے حاجت مانگے اس کو مختار جان کر۔ (موضح قرآن)

ماخذ ۵ ۔ عن ابی ھریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لوکنت اٰمراً احداً ان یسجد لاحدٍ لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا وفی الباب عن معاذ بن جبل وسراقۃ بن مالک بن جعشم وعائشۃ وابن عباس وعبد اللہ بن ابی اوفیٰ وطلق بن علی و ام سلمۃ وانس وابن عمر: حدیث ابی ھریرۃ حدیثٌ حسنٌ ۔

(ترمذی ص۲۸ ج۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم کرتا کہ خاوند کو سجدہ کرے۔

اس مسئلہ میں معاذ بن جبل، سراقہ بن مالک بن جعشم، عائشہ صدیقہؓ، ابن عباسؓ، عبد اللہ بن ابی اوفیٰ، طلق بن علی، امِ سلمہ، انس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی روایات منقول ہیں۔ ابوہریرہؓ کی یہ حدیث حسن کے درجہ کی ہے۔

ماخذ ۶ : علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

حتّٰی لو سجد الکعبۃ نفسھا کفر : (الدر المختار ص۲۹۹ ج۱)

ترجمہ: حتّٰی کہ اگر خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے تو کافر ہو جائے گا۔

ماخذ ۷ : امام رازیؒ فرماتے ہیں:

لان سجود العبادۃ لغیر اللہ تعالیٰ کفرٌ : (تفسیر کبیر ص۲۱۲ ج۲)

ترجمہ: اس لیے کہ بیشک سجدۂ عبادت غیر اللہ کے لیے کفر ہے۔

ماخذ ۸ : علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں :۔

ان السجود الشرعیة عبادة وعبادة غیرہ سبحانہ شرك محرم فی جمیع الادیان والازمان ولا ارا ھا حلت فی عصر من الاعصار :

(روح المعانی صـ ۲۲۸ ج ۱)

ترجمہ : بے شک شرعی سجدے عبادت ہیں اور اللہ سبحانہٗ کے غیر کی عبادت شرک ہے ۔ تمام ادیان سماویہ اور تمام زمانوں میں حرام رہی ہے اور میں نہیں جانتا کہ زمانوں میں سے کسی زمانہ میں حلال ہوئی ہو ۔

ماخذ ۹ : حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں :۔

یکے آنکہ برائے ادائے حق عبودیت باشد وایں قسم در جمیع ادیان وجمیع ملل برائے غیر خدا حرام وممنوع است وہیچ گاہ جائز نہ شدہ ۔ (تفسیر عزیزی صـ ۱۷۷ ج ۱)

ترجمہ : ایک قسم سجدہ کا وہ جو حق عبودیت کی ادائیگی کیلئے ہو اور یہ قسم تمام مذاہب (سماویہ حقہ) اور تمام ملتوں میں غیر خدا کے لیے حرام اور ممنوع رہا ہے ۔ اور کبھی بھی جائز نہیں ہوا ۔

ماخذ ۱۰ : امت مسلمہ کا قرناً بعد قرن اس بات پر اتفاق رہا اور ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا خواہ وہ انسان زندہ ہو یا مردہ خواہ وہ از قبیل جمادات ہو یا حیوانات ۔ الغرض کوئی بھی خدا تعالیٰ کے سوا ہو اس کو سجدہ عبادت وبندگی کی نیت وارادہ سے کیا جاوے اور اس کو معبود قرار دے کر سجدہ کریں تو یہ سجدہ صریح کفر اور خروج عن الایمان ہوگا اور اس کا مرتکب یقیناً کافر، مرتد ہو جائے گا (حق تعالیٰ ہم کو اس سے محفوظ رکھے آمین)

اور یہ سجدۃ العبادۃ کبھی کسی مذہب حق اور دین الٰہی میں مشروع اور

مباح نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اور نہ کسی اہلِ علم نے اہل السنۃ والجماعۃ میں سے اس کو کسی وقت جائز قرار دیا ہے۔ بلکہ تمام علمارِ سلف کا اجماع کفر و ارتداد ہونے پر رہا ہے۔

مذہبِ مُشرکین دربارہ سجدۂ عبادت

مذہبِ اسلام کے خلاف مشرکین کا مذہب تھا اور ہے کہ سجدۂ عبادت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہمارے معبودوں کے لیے بھی جائز ہے۔

ماخذ ۱: وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

(پ ۱۹ نمل ع ۲)

ترجمہ: پایا میں نے اسے اور اس کی قوم کو کہ سجدے کرتے ہیں سورج کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور مزین کر دیا ان کے لیے شیطان نے ان کے اعمال (شرکیہ) پس روک دیا انہیں صحیح راہ سے پس وہ نہیں راہ پاتے اس بات کی طرف کہ سجدہ کریں صرف اللہ تعالیٰ کو وہ جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو آسمانوں اور زمینوں میں اور جانتا ہے جو کچھ کہ چھپاتے ہو اور جو کچھ کہ ظاہر کرتے ہو۔ اللہ پاک نہیں کوئی قابلِ عبادت مگر صرف وہی جو مالک ہے عرش عظیم کا۔

ماخذ ۲: فَمِنْهَا اَنَّهُمْ كَانُوْا يَسْجُدُوْنَ لِلْاَصْنَامِ

ترجمہ: منجملہ ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بتوں اور ستاروں کو سجدے

والنجوم فجاء النهی عن السجدة لغیر اللہ تعالیٰ:
(حُجّۃ اللہِ البالغہ ج۱ ص۱۲۶)

کیا کرتے تھے تو غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) نہی آگئی

دوم سجدہ تحیّہ: وہ یہ ہے کہ شرکیہ عقیدہ سے بالکل خالی ہو کر صرف تعظیم اور تکریم کی نیّت سے کسی ماسوی اللہ کو سجدہ کرے۔ یہ دو قسم ہے:
اوّل: ایسی چیز کو سجدہ کرے جو کفر کا مذہبی شعار بن چکا ہو۔ جیسا کہ بت اور قبر: **حکم** یہ سجدہ بھی باجماع امّت محمدیہ کفر ہے اور مرتکب اس کا کافر اور مرتد ہے اگرچہ سجدہ کرنے والے کی نیت عبادت کی نہ ہو بلکہ تعظیم کی ہو
دوم: یہ کہ غیر شعار کفر کو سجدہ کرے۔ **حکم:** اس میں فقہائے احناف کے دو گروہ ہیں:
گروہ اوّل: جس میں فتاوی بزازیہ والا بھی ہے۔ اس سجدہ کو بھی وہ پہلے دو سجدوں کی طرح کفر کہتا ہے۔
گروہ دوم: کہتا ہے کہ کفر نہیں بلکہ حرام ہے۔
فائدہ: شرائع سابقہ میں سجدہ تحیہ مخلوق کے لیے جائز تھا لیکن شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اسے ممنوع اور حرام قرار دیدیا گیا

ماخذ ۱: مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ وَلَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوْا

ترجمہ: نہیں جائز کسی بشر کے لیے کہ دے اسے اللہ تعالیٰ کتاب اور حکمت اور نبوّت پھر کہے لوگوں سے کہ ہو جاؤ بندے میرے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا لیکن وہ تو کہے گا کہ ہو جاؤ رب والے (موحّد) اس لیے کہ تم اللہ کی کتاب سکھاتے ہو اور اس

الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ : پ۳ آل عمران ع۸

واسطے کہ تم پڑھتے ہو اور نہ یہ جائز ہے کہ تمہیں حکم کرے تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو کیا وہ تمہیں کفر کا حکم کرے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے۔

شانِ نزول : اخرج عبد بن حميد عن الحسن قال بلغني ان رجلا قال يا رسول الله نسلم عليك كما يسلم بعضنا على بعض افلا نسجد لك قال لا ولكن اكرموا نبيكم واعرفوا الحق لاهله فانه لا ينبغي ان يسجد لاحد من دون الله تعالى فنزلت :

(روح المعانی ج ۳ ص ۲۰۷)

ترجمہ : عبد بن حمید نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت لائی ہے آپ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک جوان نے کہا یا رسول اللہ سلام پڑھتے ہیں ہم آپ پر جس طرح کہ ہم ایک دوسرے پر سلام پڑھتے ہیں آیا پس نہ سجدہ کیا کیا کریں ہم آپ کو (بوقتِ سلام) آپ نے فرمایا نہیں لیکن عزت کرو اپنے نبی کی اور پہنچانو حق اہلِ حق کے لیے پس بے شک نہیں لائق (جائز) یہ کہ سجدہ کیا جائے کسی ایک کو سوا اللہ کے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

ماخذ ۲ : وقد كان هذا سائغا في شرائعهم اذا سلموا على الكبير يسجدون له ولم يزل هذا جائزا من لدن ادم

ترجمہ : اور تحقیق تھا یہ (سجدہ تحیہ) جائز ان کی شریعتوں میں جب سلام کرتے کسی بڑے کو تو سجدہ کرتے اسے اور ہمیشہ رہا یہ جائز آدمؑ سے لے کر شریعت عیسیٰ علیہ السلام

الی شریعۃ عیسیٰ علیہ السلام فحرم ھذا فی ھذہٖ الملۃ وجعل السجود مختصاً بجناب الرب سبحٰنہ وتعالیٰ ھذا مضمون قول قتادۃ وغیرہٖ: (ابن کثیر ص۹۱ ج۲)

تک۔ پس حرام کر دیا گیا یہ (سجدہ تعظیم) اس ملت میں اور کر دیے گئے سجدے مختص رب سبحانہ وتعالیٰ کی جناب کے ساتھ۔ قتادہؒ کے قول کا خلاصہ یہی ہے۔

ماخذ ۳: علامہ جصاص رازیؒ لکھتے ہیں:

وقد کان السجود جائزاً فی شریعۃ آدم علیہ السلام للمخلوقین ویشبہ ان یکون قد کان باقیاً الی زمان یوسف علیہ السلام فکان فی ما بینھم لمن یستحق ضرباً من التعظیم ویراد اکرامہٗ وتبجیلہٗ بمنزلۃ المصافحۃ والمعانقۃ فیما بیننا وبمنزلۃ تقبیل الید ..... الا ان السجود لغیر اللہ تعالیٰ علی وجہ التکرمۃ والتحیۃ منسوخٌ: (احکام القرآن ص۳۵ ج۱)

ترجمہ: اور تحقیق تھا سجدہ جائز شریعت آدم علیہ السلام میں مخلوقین کے لیے اور لگتا یہ ہے کہ یہ جواز زمانِ یوسف ؑ تک باقی رہا۔ پس تھا ان کے درمیان اس کے لیے جو کسی طرح کی تعظیم کا مستحق ہو اور اس کا اکرام اور عزت کرنا مقصود ہو جس طرح ہمارے درمیان مصافحہ، معانقہ اور ہاتھوں کو بوسہ دینا مروج ہے ...... مگر تحقیق سجدہ کرنا کسی غیر اللہ کو تکریم وتحیہ کے طور پر بھی منسوخ ہے۔

ماخذ ۴ : دوم آنکہ برائے تکریم وتحیہ باشد مانند سلام وسرخم کردن وایں معنیٰ بہ اختلاف رسوم وعادات وازمنہ واوقات مختلف است گاہے جائز است وگاہے حرام در امتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصۂ حضرت یوسفؑ

واخوانِ ایشاں واقع شد کہ "خَرُّوا لَهٗ سُجَّدًا" ودر شریعتِ ما ایں طریق ہم فیما بین مخلوقات حرام وممنوع است :

(تفسیر عزیزی ص۱۲۷ ج۱)

ترجمہ : سجدہ کی دوسری قسم وہ ہے جو تعظیم اور سلام کے لیے ہو سلام اور سر نیچا کرنے کے مانند اور یہ سجدہ کا یہ قسم رسوم وعادات اور ازمنہ اور اوقات کے بدلنے کی وجہ سے مختلف رہا ہے کبھی جائز اور کبھی حرام۔ پہلی امتوں میں جائز

تھا چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں واقع ہوا کہ گرے وہ (بھائی) اسے (یوسف کو) سجدہ کرنے والے۔ لیکن ہماری شریعت میں یہ صورت بھی مخلوقات کے درمیان حرام اور ممنوع ہے۔

ماخذ ۵ :

البتہ سجدۂ تعظیم یعنی حق تعالیٰ کے غیر کو سجدہ بندگی وعبادت کے قصد سے تو نہ کریں بلکہ محض ادب وتعظیم کے طور پر جیسے قیام تعظیم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سجدۂ تعظیمی کیا جاوے۔ اس کے حکم میں تفصیل ہے۔ اگر یہ سجدۂ تعظیم ان چیزوں کو کیا جاوے جن کو سجدہ

کرنا خاص کفر کی علامت اور کفار کا شعار ہے جیسے بت، یا پیپل کا درخت یا گنگا جمنا یا چاند سورج وغیرہ تو یہ سجدۂ تعظیم بھی باجماعِ امت اور باتفاق علمار کفر و شرک ہے۔ اس کا کرنے والا کافر مرتد ہے۔ اگرچہ اس کا مرتکب نیت عبادت کی نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ احکام شریعت ظاہر عقل سے متعلق ہیں نہ نیات سے۔ البتہ ممکن ہے کہ عند اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ وہ مومن ہو۔ مگر احکامِ دنیا کے لحاظ سے اس کا مرتکب کافر شمار ہوگا۔
دوسرا سجدۃ التحیہ وہ ہے کہ اس میں قصد غیر اللہ کی عبادت کا نہ ہو۔ اور سجدہ میں بھی ان اشیار کی طرف نہ ہو جن کو کفار سجدہ کیا کرتے ہیں۔ اور جن کی طرف سجدہ کرنا شعار کافروں کا سمجھا جاتا ہے۔ اس میں علمار کے مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا کہ وہ بھی کفر ہے اور بعض نے اس کا انکار کیا لیکن اس پر اتفاق ہے کہ یہ حرام قطعی اور گناہ کبیرہ ہے۔ اور اس کا مرتکب قریب با کفر ہوجاتا ہے۔
جو لوگ کہ سجدۂ غیر اللہ کو مطلقاً کفر کہتے ہیں تو اس میں ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جیسے سجدۂ آفتاب اور بت وغیرہ کو کرنا کفر ہے۔ اسی طرح اپنے آقار و مشائخ کو مخلوقات میں سے (اور اولیار اللہ کے مزارات کو) سجدہ کرنا بھی کفر ہے (خواہ کسی نیت و ارادہ سے ہو)
پس خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ تعظیمی شرعاً قطعی حرام ہے اور اس کا مرتکب عاصی ہے اور یہ فعل گناہ کبیرہ ہے۔
خلاصہ تمام رسالہ کا یہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا اگر با قصد عبادت ہو یا بصورت عبادت خواہ نیت عبادت کی نہ ہو

یہ دونوں صورتیں باجماع کفر اور شرک میں داخل ہیں۔ اس کے علاوہ جتنی صورتیں ہیں بعض علماء تو ان کو بھی کفر و شرک قرار دیتے ہیں۔ اور بعض اس میں احتیاط کرتے ہیں۔ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حرام و ناجائز اور قریب بکفر ہے۔ (فتاوٰی دارالعلوم دیوبند ص۱۲۶، ص۱۲۷)۔

فائدہ ۲: یہ حرمت اجماعی ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

ماخذ: حضرت شاہ عبدالعزیز رح سجدہ تحیہ لغیر اللہ کے قائلین کی تردید میں فرماتے ہیں:

دریں تقریر سراسر غفلت از اجماع قطعی است بر تحریم سجدہ۔ (فتاوٰی عزیزی ص۱۷۳ ج۱)

ترجمہ: سجدہ کی تحریم پر جو قطعی اجماع ہو چکا ہے اس تقریر میں سراسر اس سے غفلت برتی گئی۔

فائدہ ۳: سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیہ میں فرق صرف نیت اور عقیدہ کا ہے یعنی بظاہر تو سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیہ دونوں ایک جیسے ہوتے ہیں جس طرح سجدۂ عبادت میں انحناء یا وضع الجبہہ علی الارض ہوتا ہے اسی طرح سجدہ تحیہ و تعظیم میں بھی انحناء یا وضع الجبہہ علی الارض ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ سجدۂ عبادت میں ساجد شرکیہ عقیدہ (عقیدہ علم مافوق الاسباب اور قدرت مافوق الاسباب) کے تحت مسجود کو سجدہ کرتا ہے اور اسی مسجود کے تقرب اور خوشنودی کی نیت ہوتی ہے اور سجدۂ تحیہ و تعظیم میں شرکیہ عقیدہ بھی نہیں ہوتا اور نہ ہی مسجود کا تقرب مقصود ہوتا ہے بلکہ مقصود تو تقرب الٰہی ہے صرف ماتحت الاسباب مسجود کی تعظیم اور اکرام مقصود ہوتا ہے۔

سوال غالباً (۱) بزرگان دین اور ان کی قبروں کو آجکل جو سجدہ کیا جاتا ہے یہ سجدہ تحیہ کا ہے عبادت کا نہیں (۲) اور سجدہ تحیہ کا جواز شریعت آدم اور شریعت یوسف علیہما وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام میں آیات قرآنیہ سے ثابت ہے

جو نصوص قطعیہ ہیں (۳) اور ان کے نسخ کے لیے ان کے ہم پلہ دلیل کی ضرورت ہے یعنی آیات قرآنی یا حدیث متواتر، یا مشہور اور جو حدیث اس کے نسخ کے لیے پیش کی جاتی ہے:

(عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال لو کنت امرا احداً ان یسجد لاحدٍ لامرت
المرأۃ ان تسجد لزوجھا):

وہ خبر واحد ہے جو ظنی ہونے کی وجہ سے قرآنی آیات کو منسوخ نہیں کر سکتی لہٰذا نسخ کا دعویٰ غلط ہے۔

الجواب اولاً: سائل کے سوال کا جزو اول کہ (ہمارے دور کے قبروں کا سجدہ، سجدہ تحیہ ہے نہ عبادت) یہ بالکل باطل اور مردود ہے۔ اس لیے کہ ابھی فائدہ ۳ میں گذرا ہے کہ سجدۂ عبادت اور سجدہ تحیہ کے درمیان فرق صرف نیت اور عقیدہ کا ہے بایں طور کہ اگر کسی چیز یا ہستی کے متعلق علم مافوق الاسباب اور قدرت مافوق الاسباب کا عقیدہ قائم کر کے اس کی رضا، وخوشنودی اور تقرب کی نیت سے سجدہ کیا گیا تو یقیناً یہ سجدہ سجدۂ عبادت بنے گا اگرچہ ساجد اس کو اپنی زبان سے لاکھ بار سجدہ تحیہ کہتا رہے۔ اور اگر وہ سجدہ مذکورہ بالا عقیدہ کے بغیر ہو اور اس سجدہ سے مقصود تقرب الٰہی ہو نہ تقرب مسجود۔ ہاں صرف ماتحت الاسباب اس مسجود کا اکرام اور تحیہ مقصود ہو تو یہ سجدہ، سجدۂ تحیہ ہے نہ عبادت۔

موجودہ دور میں جو لوگ قبروں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں وہ یقیناً اور بلا ریب سجدۂ عبادت ہے۔ کیونکہ وہ اپنے مسجودوں کو مذہباً اور عقیدۃً غیب دان حاضر، ناظر، نفع ونقصان کا مالک، مختار اور شفیع قہری مانتے ہیں اور ان سجدوں سے مقصود ان غالیوں کا فقط ان بزرگوں کا تقرب اور انہی کی رضا جوئی ہوتی ہے کہ یہ ہم سے راضی ہو کر ہماری مرادیں پوری کر دیں گے اور جن خوش نصیب

انسانوں کو بزرگوں سے یہ عقیدہ شرکیہ نہیں ہے وہ ان کے سجدہ کے قریب بھی نہیں بھٹکتے۔ لہٰذا موجودہ دور کا قبروں والا سجدہ بلا ریب سجدۂ عبادت ہے۔ اس سجدہ کو تعظیمی کہنا نفاق اور تحریف دین ہے۔

ماخذ: حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

بعضے غالیاں ایشاں سجدہ برائے شیخ تجویز کردہ وگفتہ کہ ایں سجدہ تعظیم است نہ سجدۂ عبادت نمی فہمند کہ سجدۂ عبادتِ خدا ہم سجدہ است برائے تعظیم او تعالیٰ (البلاغ المبین صـ۲۷۹)

ترجمہ: ان کے بعض غالیوں نے پیروں کو سجدہ کرنا جائز قرار دیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ سجدۂ تعظیم ہے سجدۂ عبادت نہیں: یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا سجدہ بھی اس کی تعظیم ہی تو ہے۔

الجواب ثانیاً: سائل کے سوال کا جزو دوم کہ سجدۂ تحیہ کا جواز پہلی شریعتوں میں قرآن سے ثابت ہے یہ حق ہے لیکن غالی لوگ جو اس سے عموم نکال کر کہتے ہیں کہ جب حضرت آدمؑ اور حضرت یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ تحیہ کیا گیا تو مرے ہوئے بزرگوں کی قبروں، قبوں، مزاروں، ان کی تصویروں اور ان کے نشانات کو بھی جائز ہوگا یہ باطل اور مردود ہے۔

حاصل یہ ہے کہ وہ اس سجدہ کے جواز سے قبروں کے سجدہ کا جواز نکالتے ہیں حالانکہ قرآن، حدیث اور اقوالِ سلفؒ سے جو کچھ سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جن شریعتوں میں سجدہ جائز تھا اوّلاً وہ صرف انسانوں کے لیے تھا دیگر کسی نوری، ناری وغیرہ مخلوق کے لیے نہیں۔ ثانیاً انسانوں میں سے بھی صرف زندوں کے لیے تھا۔ مردوں، قبروں، تصویروں اور نشانات کے لیے نہیں۔

غالی صاحبو! دل کے کانوں سے سن لو کہ مردوں اور قبروں کا سجدہ نہ تو شرائع سابقہ میں سے کسی شریعت میں جائز ہوا اور نہ ہی ہماری شریعت میں حضرت آدم اور حضرت یوسف علیہما السلام کے سجدہ تحیہ کے جواز سے مُردوں

اور قبروں کے سجدہ تحیہ کا جواز ثابت کر لینا یہ تمہارا تحریفی کمال، اختراعی پیوند اور کشید کردہ صدری نسخہ اور ٹُٹکلہ ہے۔

دلیل ۱: اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ: (پ ۲۳ ص ع ۵)

ترجمہ: جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بے شک میں بنانے والا ہوں بشر مٹی سے پس جب پورے طور پر بنالوں میں اسے اور پھونک دوں اس میں اپنی پیدا کردہ روح۔ پس گرنا اس کو سجدہ کرنے والے۔

یہ نص قطعی صاف دلالت کر رہی ہے کہ ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السّلام کے بے جان جسدِ اطہر کو سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ روح پڑ جانے کے بعد کے متعلق سجدہ کا حکم دیا گیا۔ خلاصہ یہ کہ سجدۂ تحیہ زندہ آدم ع کے لیے تھا نہ جسد مردہ کے لیے۔

دلیل ۲: وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا:

ترجمہ: اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور گرے اسے سجدہ کرنے والے۔

یہاں بھی زندہ یوسف علیہ السّلام کو سجدہ ہوا۔

الجواب ثالثاً: سائل کے سوال کی جزء ۳ کہ سجدہ تحیہ کے نسخ کے لیے ہمارے فقہاء و محدثین خبر واحد سے استدلال کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے بلکہ سجدہ تحیہ کی ناسخ آیاتِ قرآنیہ صریحہ اور احادیث متواترہ صریحہ ہیں جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہیں۔

آیت ۱: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (پ ۲۹ جن ع ۲)

ترجمہ: اور یہ کہ بے شک سارے سجدے صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں پس نہ پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو

آیت ۲ : وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ : (اعراف ع ۳)

ترجمہ : اور سیدھا رکھو اپنے چہروں کو ہر سجدہ کے وقت اور پکارو اسے خالص کرنے والے اس کے لیے پکار کو۔

آیت ۳ : مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ :

(آل عمران ع ۸)

ترجمہ : کسی آدمی کو لائق نہیں کہ دے اسے اللہ تعالیٰ کتاب اور حکمت اور نبوت پھر کہے لوگوں سے ہو بندے میرے اللہ کے سوا لیکن ہو ہو رب والے بہ سبب اس کے جو سکھاتے ہو کتاب اور بوجہ اس کے کہ خود بھی پڑھتے ہو۔

بعض صحابہؓ نے آپؐ سے آپؐ کے لیے سجدہ تحیہ کی اجازت مانگی تو اس سے اوّلاً خود حضور علیہ السّلام نے منع فرمایا اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اسی آیت کو نازل فرما کر سجدہ تحیہ نبویہ صلعم سے منع فرما دیا جس طرح ماقبل میں گذر چکا ہے۔

بیانِ حدیث : اجمال : ہر ماسوی اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ تحیہ کی حرمت پر شریعت مقدسہ میں احادیث متواترہ آچکی ہیں۔

ماخذ : چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں :

ودر شریعتِ ما ایں طریق ہم فیما بین مخلوقات حرام وممنوع است بدلیل احادیث متواترہ کہ در ہے

ترجمہ : اور ہماری شریعت میں یہ طریقہ (سجدہ تحیہ) بھی مخلوقات کے درمیان حرام اور ممنوع ہے

باب وارد شدہ : (تفسیر عزیزی صـ۶۷ ج ۱)

بدلیل ان احادیث متواترہ کے جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں۔

تفصیلِ احادیث

فائدہ : مسلمانوں کے اس اجماعی عقیدہ پر دلالت کرنے والی احادیث صحیحہ تو بہت ہیں تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب التوحید فی العبادات ج ۲۔ اختصار کے پیشِ نظر یہاں صرف چند احادیث ذکر کی جائینگی۔

حدیث اوّل :

عن ابی هریرةؓ عن النبیّ صلّی الله علیه وسلّم قال لو کنت اٰمرُ احدًا ان یّسجد لاحدٍ لاٰمرت المرأة ان تسجد لزوجها وفی الباب عن معاذ بن جبلؓ وسراقة بن مالك بن جعشم وعائشةؓ وابن عباسؓ و عبد الله ابن ابی اوفی وطلق بن علی وامّ سلمة وانسؓ وابن عمرؓ: حدیث ابی هریرة حدیثٌ حسنٌ: (ترمذی صـ۱۳۸ ج ۱)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے آپ نے فرمایا میں اگر کسی کو حکم کرتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو البتہ حکم کرتا عورت کو کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

۱۱ ثعلبہ ابن ابی مالک : مخرج ابو نعیم نقل از خصائص کبریٰ صـ۵۷ ج ۲ :

١٢- قیس ابن سعدؓ	مخرج ابو داؤد صفحہ ٢٩١ ج ١
١٣- یعلیٰ ابن مُرّہ	مخرج ابو نعیم وطبرانی نقل از خصائص کبریٰ صفحہ ٥٥ ج ٢:
١٤- عصمۃ	" طبرانی نقل از نیل الاوطار شوکانی صفحہ ٢٢١ ج ١:
١٥- بریدۃ	" " مستدرک حاکم نقل از کنز العمال صفحہ ٢٣٦ ج ٢١
١٦- جابر بن عبداللہ	" " صحیح عبد بن حمید " صفحہ ٢٤٠ ج ٢١
١٧- زید بن ارقم	" " " طبرانی " صفحہ ٢٤٠ ج ٢١
١٨- عبداللہ بن مسعودؓ	" " طبرانی اوسط والکبیر نقل از مجمع الزوائد صفحہ ٩ ج ٩
١٩- صُہیب	" " " بوادر النوادر صفحہ ٢٠٨ ج ١
٢٠- عقبہ بن مالک	" " " " " "
٢١- غیلان بن مسلم	" " " " " "

خلاصہ: یہ کہ ہماری ناقص تلاش کے موافق یہ حدیث اکیس ٢١ صحابہؓ سے مَروی ہے۔ اور محدثینؒ کے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ جو حدیث دس صحابہؓ سے مروی ہو وہ متواتر ہے۔ تو بناءً علیہ اوّلاً تو یہ حدیث بلا ریب متواتر بنے گی۔ بالفرض اس کو متواتر نہ بھی مانا جائے تو مشہور ضرور بنے گی جس سے قرآن کا نسخ جائز ہے۔ بہرحال یہ حدیث خبرِ واحد کسی صورت میں نہیں۔ اس کو خبرِ واحد کہنا ضد، عناد، تعصب اور تجاہل یا جہالت کاملہ ہے۔

حدیث ثانی:

عن عائشۃؓ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیہود والنصارٰی اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد قالت فلولا ذالک ابرز قبرہ

ترجمہ: بی بی عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس سے کھڑے نہ ہو سکے یعنی فوت ہو گئے فرمایا لعنت ڈالے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر اس لیے کہ انہوں نے

غیرانہ خشی ان یتخذ مسجداً :
(بخاری شریف ص۱۷۷ ج ۱)
(مسلم شریف ص۲۰۱ ج ۱)

اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا. بی بی صاحبہؓ فرماتی ہیں پس اگر یہ خطرہ (سجدہ گاہ بننے کا) نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ظاہر کردی جاتی یعنی گھر کے بجائے میدان میں بنائی جاتی مگر تحقیق خطرہ کیا گیا کہ اسے سجدہ گاہ بنالیا جائے گا۔

حدیث ثالث :

وعن جندبؓ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یموت بخمس وھو یقول الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبورا نبیاءھم وصالحیھم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد انی انھاکم عن ذالک (مسلم شریف ص۲۰۱ ج ۱)

ترجمہ : حضرت جندبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات سے پانچ دن پہلے سنا فرماتے تھے خبردار! بے شک وہ لوگ جو تم سے پہلے گذرے اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا کرتے تھے۔ خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا میں تمہیں اس کام سے منع کر رہا ہوں۔

حدیث رابع :

عن علی بن ابی طالب قال قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی مات فیہ ائذن للناس علیَّ فاذنت قال

ترجمہ : حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ آپ نے مرض الوفات میں مجھے فرمایا لوگوں کو میرے ہاں آنے کی اجازت دو پس میں نے اجازت دی۔ آپؐ نے فرمایا لعنۃ

لعن اللہ قوماً اتخذوا قبور انبیاءھم مسجداً ثمّ اُغمی علیہ فلمّا افاق قال یا علی ائذن للنّاس علیّ فاذنت للناس علیہ فقال لعن اللہ قوماً اتخذوا قبورا انبیائہم مسجداً ثمّ اغمی علیہ فلمّا افاق قال یا علی ائذن للنّاس فاذنت لھم فقال لعن اللہ قوماً اتخذوا قبورا انبیائہم مسجداً ثمّ اُغمی علیہ فلمّا افاق قال یا علی ائذن للنّاس فأذنت لھم فقال لعن اللہ قوماً اتخذوا قبورانبیائہم مسجداً ثلاثاً فی مرض موتہ : رواہ البزار، مجمع الزوائد ص۲۸ ج ۲۔

کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر جس نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ پھر آپ بے ہوش ہوگئے جب آپ ہوش میں آئے تو فرمایا اے علی! لوگوں کو میرے ہاں آنے کی اجازت دو پس میں نے لوگوں کو اجازت دی تو آپ نے فرمایا لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا۔
(الیا تین بار ہوا)

فائدہ: یہود کا قبور انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کو مسجد بنانے کی کیا صورت ہے۔ اس میں شراحِ حدیث کے دو طائفے ہیں۔ پہلا طائفہ اس طرف ہے کہ کہ سجدہ تو صرف اللہ تعالیٰ کو کرتے تھے لیکن قبور اور مزارات کو اپنے سجدہ کا قبلہ بناتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ قبروں کی طرف منہ کر کے سجدہ کرتے تھے۔

طائفہ ثانیہ: اس طرف ہے کہ خود قبور کو سجدہ کیا کرتے تھے۔

ماخذ: علامہ تورپشتیؒ لکھتے ہیں:

وقال الامام التورپشتی رحمہ اللہ تعالیٰ ......
ھٰذا مخرج علیٰ وجھین احدھما انّھم کانوا یسجدون لقبور الانبیاء تعظیمًا لھم والثانی انّھم کانوا یتحرون الصّلوٰۃ فی مدافن الانبیاء والسجود علیٰ مقابرھم والتوجہ الیٰ قبورھم حالۃ الصّلوٰۃ نظرا منھم بان ذالک الصنیع الاعظم موقعًا عند اللہ لاشتمالہٖ علی الامرین عبادۃ اللّٰہ سبحانہ والمبالغۃ فی تنظیم الانبیاء:
(التعلیق الصبیح ص۳۱۳ ج۱)

ترجمہ: امام تورپشتیؒ فرماتے ہیں اس کی دو توجیہیں ایک یہ کہ وہ قبورِ انبیاء کو سجدہ کیا کرتے تھے ان کی تعظیم کے لیے اور دوسری یہ کہ وہ انبیاء علیہم السّلام کے دفن کی جگہوں میں نماز کا قصد کرتے تھے اور ان کی قبروں پر سجدہ کرتے اور نماز کی حالت میں ان کی قبروں کی طرف توجہ کرتے اور یہ اس عقیدہ سے کرتے تھے کہ یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اونچا مقام رکھتا ہے۔ اس لیے کہ یہ دو امور پر مشتمل ہے ایک عبادتِ خداوندی پر، دوسرا مزید تعظیم انبیاء علیہم السّلام پر۔

فائدہ: قبر کو سجدہ کرنا اور قبر کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنا یہ دونوں صورتیں شراحِ حدیث کے نزدیک ناجائز اور وعیدِ لعنت وشرار الخلق میں داخل ہیں۔

ماخذ: محدث عبدالحق دہلویؒ لکھتے ہیں:

وایں ہر دو طریق نامرضی

ترجمہ: اور یہ دونوں صورتیں

ونامشروع است ، اوّل خود شرک جلی وکفر است وثانی نیز حرام است ازجہت آنکہ دروی نیز اشراک بخدا است اگرچہ خفی است وبہر دو طریق لعن متوجہ است :
(اشعۃ اللمعات ص ۳۲۹ ج ۱)

ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں ۔ پہلا خود شرک جلی اور کفر ہیں اور دوسرا بھی حرام ہے اس لیے کہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے اگرچہ خفی ہی سہی اور دونوں صورتوں پر لعنت متوجہ ہے ۔

سوال غالیانہ : ہم جو قبر کو سجدہ کرتے ہیں وہ حقیقۃً اللہ پاک کو سجدہ ہوتا ہے اور قبر کو محض قبلہ بناتے ہیں۔

الجواب اوّلاً : موجودہ دور کا سجدۂ قبور دراصل قبر اور قبر والے کو سجدہ ہوتا ہے نہ اللہ پاک کو اور ہوتا بھی شرکیہ عقیدہ کے ماتحت ہے۔ کیونکہ اگر صرف خدا تعالیٰ کو سجدہ ہوتا تو مسجد میں یا مسجد سے باہر کسی اور جگہ کعبہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کیا جاتا، قبر کی طرف منہ نہ کیا جاتا۔ بہرحال یہ فقط ہیرا پھیری ہے ورنہ مقصود قبر والے کی خوشنودی، رضا جوئی اور تقرب ہے۔

الجواب ثانیاً : اوپر قریب ہی تفصیل سے یہ بات گذر چکی ہے کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے قبر کو صرف قبلہ بنانا یہ بھی ناجائز اور حرام ہونے کے ساتھ وعیدِ لعنت کا مورد ہے۔ فلہٰذا تمہارا یہ عذر لنگ ہرگز قبول نہیں اور نہ تم اس وعیدِ لعنت سے بچ بھی سکتے ہو۔ حاصل یہ کہ قبر کو صرف قبلہ بنانا شرع محمدی میں یہ بھی حرام اور مستحق لعنت ہے۔ لہٰذا تمہارا یہ سجدہ جائز نہیں بلکہ ناجائز ہے، حلال نہیں بلکہ حرام ہے۔ مستحق رحمت نہیں بلکہ مستحق لعنت ہے۔

الجواب ثالثاً : کسی عبادت کے لیے کسی شیٔ کو قبلہ بنانا کسی مخلوق کی رائے، قیاسِ عقلی اور صواب دید پر موقوف نہیں کہ جو شخص چاہے جس چیز کو چاہے اپنی کسی عبادت کا قبلہ بنالے۔ غالیو! تم کون ہو؟ اور کس شمار میں ہو تعیین قبلہ تو ایسی اہم چیز ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود کعبہ مقدسہ کے قبلہ ہونے کو محبوب رکھنے کے اور رات دن اسی تمنا کی وجہ سے بار بار آسمان کی طرف چہرہ انور اٹھا کر دیکھنے کے اپنی مرضی سے اسے قبلہ نہ بنا سکے اور حکم الٰہی کے منتظر رہے بلکہ کسی چیز کو قبلہ بنانے کے لیے دو شرطیں ہیں :

شرطِ اوّل : قبلہ سجدہ کرنے والے کی جنس سے نہ ہو۔

شرطِ دوم : اس کے قبلہ بنانے کی شریعت میں نص صحیح صریح

غیر منسوخ موجود ہو۔ محض قیاس سے قبلہ ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور یہاں دونوں شرطیں نہیں پائی جاتیں۔ کیونکہ صاحب قبر انسان ہونے کی وجہ سے سجدہ کرنے والے کی جنس سے ہے۔ نیز قبر کو قبلہ بنانے کے جواز کے متعلق کوئی نص صحیح صریح موجود نہیں۔ لہٰذا قبر کو قبلہ بنانا ممنوع اور حرام ہے۔

ماخذ : حضرت شاہ عبد العزیز رح لکھتے ہیں :

لیکن ایں نوع قبلہ ساختن مخلوقات دیگر بعضے مخلوقات را در حکمت الٰہی مشروط بدو چیز است اوّل آنکہ آں قبلہ ہم جنس خود نہ باشد بلکہ غیر جنس خود باشد زیرا کہ در صورتیکہ قبلہ ہم جنس خود باشد توہم اشتراک و اعتقاد استقلال پیدا می شود مانند سجود برائے تصاویر صلحاء کہ از جنس آدم ع و جن گذشتہ اند و آدم و جن دریں امر یک جنس اند۔ زیرا کہ در احکام تکلیفی ہر دو شریک اند دوم آنکہ ایں قبلہ ساختن با امر الٰہی باشد نہ با استحسان عقلی۔

(تفسیر عزیزی ص ۵۷، ج ۱)

ترجمہ : لیکن اس قسم کا قبلہ بنانا مخلوقات کا دوسری بعض مخلوقات کو حکمت الٰہی میں دو شرطوں سے مشروط ہے۔ اوّل یہ کہ وہ قبلہ سجدہ کرنے والے کی جنس سے نہ ہو بلکہ غیر جنس سے ہو۔ کیونکہ جس صورت میں قبلہ ہم جنس ہوگا اشتراک کا وہم اور استقلال کا اعتقاد پیدا ہوگا۔ جس طرح ان صلحاء کی تصاویر کو سجدہ کرنا جو جنس آدم اور جنات سے گذرے ہیں۔ اور آدم ع اور جن اس معاملہ میں ایک جنس ہیں۔ کیونکہ احکام تکلیفی میں دونوں شریک ہیں۔ دوسری شرط یہ کہ قبلہ بنانا بامر الٰہی ہو نہ کہ استحسان عقلی سے۔

شرک فِی الاعتکاف

فائدہ : اعتکاف کے دو معنیٰ ہیں :

اوّل لغوی : کسی غرض سے کسی جگہ ٹھہرنا اور اسے لازم کر لینا۔

اذ ھو لغۃً مطلق الاقامۃ فی ایّ مکانٍ علی ایّ غرض کان :
(فتح القدیر صہ ۱۰۶ ج ۲)

ترجمہ : کیونکہ وہ (اعتکاف) لغت میں مطلقاً ٹھہرنا جس مکان میں جس غرض سے ہو۔

دوّم شرعی : اعتکاف کی نیّت کر کے روزہ کے ساتھ کسی مسجد میں اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی اور اس کے تقرّب کے لیے مخصوص شرائط (جو فقہ میں مذکور ہیں) کے ساتھ ٹھہرنا۔

فائدہ : شرک فی الاعتکاف کے عنوان کے نیچے تین صورتیں ذکر کی جائیں گی جن میں سے صرف پہلی صورت شرک ہے اور بقیہ دو صورتیں گو شرک تو نہیں لیکن مسئلہ کی وضاحت کی غرض سے انہیں یہاں ذکر کیا جائے گا۔

صُورتِ اُولیٰ : شرکیہ عقیدہ (غیر اللہ کو غیب دان، نفع و نقصان کا مالک و مختار اور شفیع قہری سمجھنا) کے تحت کسی غیر اللہ کے حضور میں یا اس کی قبر یا اس کی طرف کسی منسوب چیز مثلاً تعزیہ، علم، تھڑا وغیرہ پر حصول مراد یا دفع مصیبت یا مرض کے لیے بے کسی اور بے بسی کی حالت بنا کر جم کر پڑا رہنا۔

حُکم : اعتکاف کی یہ صورت چونکہ نماز، روزہ کی طرح عبادت ہے اس لیے شرکیہ عقیدہ کے تحت غیر اللہ تعالیٰ کے تقرّب کے لیے اعتکاف بیٹھنا

اس کی عبادت کرنا اور اس کو الٰہ بنانا ہے لہٰذا حقیقی شرک اور اصلی کفر اور ظلم عظیم ہے۔ اور یہ کام کرنے والا مشرک اور کافر ہے۔

ماخذ : حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :

فامّا العکوف والمُجاورۃ عند شجرۃٍ اوحجرٍ تمثالٍ اوغیر تمثالٍ اوالعکوف والمجاورۃ عند قبر نبیٍ اوغیر نبیٍ ومقام نبیٍ اوغیر نبی فلیس ھذا من دین المسلمین بل ھو من جنس دین المشرکین

(صراط مستقیم ص۱۴۴)

ترجمہ : لیکن اعتکاف اور مجاورت کرنا کسی درخت یا پتھر تمثال (مورتی) یا غیر تمثال کے ہاں یا اعتکاف اور مجاورت کرنا پیغمبر یا غیر پیغمبر کی قبر کے ہاں یا کسی پیغمبر یا غیر پیغمبر کے رہنے کی جگہ پر، تو پس نہیں ہے یہ دین مسلمین سے کسی چیز میں سے بلکہ جنس دین مشرکین سے ہے کیونکہ مشرکین یہ کام کیا کرتے ہیں۔

مذہب مُشرکینِ مکہ

مشرکینِ عرب کا بعینہٖ یہی طریقہ تھا وہ شرکیہ عقیدہ کے تحت خود بھی اپنے معبودوں کا اعتکاف بیٹھتے اور اپنے جانوروں کو بھی وہاں اعتکاف کے لیے لے جاتے تھے۔

ماخذ۱ : نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۝

(پ۱۹ شعراء ع ۵)

ترجمہ : عبادت کرتے ہیں ہم بتوں کی پس سارا دن رہتے ہیں ہم ان پر جمنے والے۔

ماخذ۲ : وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ

(الاعراف ع ۱۶)

ترجمہ : اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی عبادت) کے لیے بیٹھے رہتے تھے۔

ماخذ۳ : وَانْظُرْ اِلٰٓی اِلٰھِکَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْہِ عَاکِفًا لَنُحَرِّقَنَّہٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّہٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ۔ پ ۱۶ طٰہٰ ع ۵)

ترجمہ : اور دیکھ تو طرف اپنے معبود کے وہ جو رہا ہے تو اس پر جمنے والا۔ البتہ ضرور جلائیں گے ہم اسے پھر البتہ ضرور بکھیریں گے ہم اسے دریا میں مکمل طور پر۔

ماخذ۴ : علامہ ازرقیؒ لکھتے ہیں :

فکانوا اذا فرغوا من حجھم وطوافھم بالکعبۃ لم یحلوا حتّٰی یأتوا العزّٰی فیطوفون لھا ویحلون عندھا و یعکفون عندھا یوماً :

(اخبار مکۃ ازرقی ص ۱۲۶ ج ۱)

ترجمہ : پس تھے وہ لوگ جب فارغ ہوتے اپنے حج اور طواف بالکعبہ سے نہ احرام کھولتے حتی کہ آتے عزّٰی کو پس طواف کرتے اس کا اور وہاں حلال ہوتے اور ایک دن وہاں اعتکاف بیٹھتے۔

ماخذ۵ : حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں :

عن ابن عباسؓ و مجاھد والربیع بن انسؒ انھم قرؤا اللاّت بتشدید التاء وفسروہ بانہ کان رجلٌ یلت للحجیج فی الجاھلیۃ السویق فلمّا مات عکفوا علٰی قبرہ فعبدوہ ۔ (ابن کثیر ص ۲۵۳ ج ۴)

ترجمہ : حضرت ابن عباسؓ مجاہدؒ اور ربیع بن انسؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے اللّات تا کی شد کے ساتھ پڑھا اور تفسیر فرمائی کہ وہ ایک جوان تھا جو حاجیوں کے لیے ستّو بنایا کرتا تھا۔ پس جب مر گیا لوگ اس کی قبر پر اعتکاف کرنے لگے پس اس کی عبادت کی انہوں نے۔

صورت ثانیہ : شرکیہ عقیدہ سے خالی ہو کر کسی غیر اللہ کا اعتکاف بیٹھنا۔

حکم : یہ صورت شرک تو نہیں کیونکہ شرکیہ عقیدہ نہیں البتہ بدعت سیئہ اور حرام ضرور ہے۔

صورت ثالثہ : شرکیہ عقیدہ سے خالی ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کیلئے اعتکاف بیٹھتا ہے لیکن مسجد میں نہیں بلکہ کسی بزرگ کے مزار پر یا اس کی طرف منسوب شدہ چیز پر۔

حکم : یہ صورت بھی شرک تو نہیں البتہ بدعت سیئہ اور حرام ضرور ہے کیونکہ اعتکاف کے لیے مسجد شرط ہے اور اس شرط پر ائمہ اربعہ تو کیا بلکہ پوری امت کا اجماع ہے۔ قبریں کجا یہ عبادت تو عرفات مزدلفہ اور منیٰ جیسے مقدس مقامات میں بھی بغیر مسجد کے ادا نہیں ہو سکتی۔

ماخذ ۱ : وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ: (پ۲ بقرہ ع ۲۳)

ترجمہ : اور نہ مباشرت کرو عورتوں سے در آنحالیکہ تم اعتکاف کرنے والے ہو مساجد میں۔

فہم سلف ۱ : علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں:

وفی تقیید الاعتکاف بالمساجد دلیل علیٰ انہ لا یصح الا فی المسجد اذ لو جاز شرعاً فی غیرہ لجاز فی البیت وھو باطل بالاجماع : روح المعانی ج۲ ص۶۸

ترجمہ : اور اعتکاف کو مساجد سے مقید کرنے میں اس بات کی دلیل ہے کہ اعتکاف علاوہ مسجد کے صحیح ہی نہیں کیونکہ شرعاً اگر غیر مسجد میں جائز ہوتا تو گھر میں جائز ہوتا حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے۔

فہم سلف ۲ : علامہ جصاص رازی حنفیؒ لکھتے ہیں:

وانما شرط کونہ فی المسجد فی الاعتکاف فالاصل فیہ قولہ عزوجل

ترجمہ : اور شرط ہونے انسان کی مسجد میں بوقت اعتکاف پس اصل اس میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے

"وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِى الْمَسَاجِدِ" فجعل من شرط الاعتكاف الكون فى المسجد فحصل من اتفاق جميع السلف ان من شرط الاعتكاف الكون فى المسجد على اختلاف منهم فى عموم المساجد وخصوصها على الوجه الذى بيّنا .:. احکام القرآن ج۱ ص۲۸۰)

اور نہ مباشرت کرو عورتوں سے در آنحالیکہ تم اعتکاف کرنے والے ہو مساجد میں پس کر دیا گیا شرط اعتکاف سے ہونا مسجد میں پس تمام اسلاف کے اتفاق سے یہ بات حاصل ہوئی کہ اعتکاف کی شرط سے ہے ہونا مسجد میں باوجود اختلاف کے عموم مساجد اور خصوص میں اوپر اس طریقہ کے جو ہم نے بیان کیا۔

ماخذ۲ : علامہ ابن نجیم حنفیؒ فرماتے ہیں۔

والكون فى المسجد والنية شرطان للصحة (بحر الرائق ج ۲ ص۲۹۹)

ترجمہ : اور مسجد میں ہونا اور نیت صحت اعتکاف کے لیے یہ دو شرطیں ہیں۔

موجودہ دور کے غالیوں کا اعتکافِ قبور (نوراتہ)

ہمارے دور کے غالی اور قبر پرست خود بھی بزرگوں کے مزاروں پر یا کسی لحاظ سے ان کی طرف منسوب شدہ ٹیلوں، تھلوں اور درختوں پر بوقت مرض یا مصیبت یا اس کے علاوہ کسی مراد کے حصول کے لیے اعتکاف بیٹھتے ہیں۔ اور اسی طرح اپنی اولاد، مستورات، بیمار اور مصیبت زدہ یا کسی مراد کے طالب کو بھی اعتکاف بٹھاتے ہیں اور اس اعتکاف کو ہمارے علاقہ میں نوراتہ کہتے ہیں۔ اور اس نوراتہ بیٹھنے والے مشرکوں کو اس بزرگ کا سوالی کہتے ہیں۔ اور ان کے زعم فاسد میں

خواب کے اندر بزرگ کی طرف سے ان کو اجازت مل جائے یا مزید نوراتہ کا حکم ہو اس کو اشارہ کہتے ہیں۔ نیز جب ان کے مال میں کوئی بیماری پڑ جائے تو مشرکین عرب کی طرح اس مال کو بھی اس بزرگ کے مزار پر دفع مرض یا حصول برکت کے لیے نوراتہ بٹھاتے ہیں۔ دن میں ان کو چراتے ہیں اور رات کو اس بزرگ کے مزار کی حدود میں ٹھہراتے ہیں۔

اصل حقیقت: یہ ہے کہ شرکوں نے اپنے اس نوراتہ میں اس اعتکاف والی عبادت مقدسہ کی جو کہ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں مسلمان مساجد الٰہیہ میں ادا کیا کرتے ہیں اس کی نقل اتاری ہے اور دس راتیں تو تب بنتی ہیں جب چاند تیس کا ہو ورنہ نو راتیں تو یقینی ہوتی ہیں۔

مقصد: غالیوں کا اس نوراتہ سے یہ ہوتا ہے کہ اپنا گھر اور تمام کاروبار چھوڑ کر بے کسی اور بے بسی کی حالت میں اس کے دربار کے پناہ گیر اور سوالی بنے پڑے ہیں اور شب و روز کے ہر لمحہ میں اس کو زبانِ قال وحال سے پکار رہے ہیں اور اس سے امدادیں مانگ رہے ہیں۔ وہ بزرگ غیب دان اور حاضر وناظر ہونے کی وجہ سے ہماری اس حالت کو جان رہا ہے اس لیے وہ ہم سے خوش ہو کر ہماری مراد ضرور پوری کر دے گا اس لیے کہ وہ ما فوق الاسباب نفع ونقصان کا منجانب اللہ تعالیٰ مالک ومختار ہے اور اگر ہماری مراد اس کے اختیار میں نہ ہو گی تو شفاعت قہریہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے ضرور منوا کر پوری کرا دے گا۔

محاکمہ: ہمارے دور کے غالیوں کا یہ اعتکاف چونکہ شرکیہ عقیدہ کے تحت اور تقرب واستمداد از غیر اللہ تعالیٰ کی غرض سے ہوتا ہے اس لیے بلا ریب غیر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہونے کی وجہ سے شرک ہے اور یقیناً شرک ہے۔ اور مشرکینِ عرب کے اعتکاف کی جنس سے ہونے کی وجہ سے بلا تردد اعتکاف کی پہلی صورت شرکیہ میں داخل ہے اور اعتکاف کی دوسری صورت جو تقرب غیر اللہ والے شرکیہ عقیدہ سے خالی ہونے کی وجہ سے صرف ناجائز اور حرام ہے اس میں قطعاً داخل نہیں ہے۔ یہ فقط شرک پرست اور بدعت نواز ملاؤں کی ہیرا پھیری ہے۔

شرکِ فی الطّوافِ والسّعیِ والِاستلام

شرکیہ عقیدہ (کسی غیر اللہ کو مافوق الاسباب ذاتی یا عطائی طور پر حاضر ناظر، غیب داں نفع و نقصان کا مالک مختار یا شفیع قہری سمجھنا) کے تحت کسی غیر اللہ کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لیے خود اس کے یا اس کی طرف منسوب شدہ قبر، مکان یا کسی اور چیز کے ارد گرد گھومنا پھیرے دینا، دوڑنا اور اس شی کو بوسہ دینا لیکن یہ سب کچھ بایں خیال کرے کہ وہ ہستی چونکہ غیب داں اور حاضر و ناظر ہے اس لیے وہ اپنی اس تعظیم کو (جو میں کر رہا ہوں) جان رہا ہے اور دیکھ رہا ہے اس لیے مجھ سے راضی اور خوش ہو کر مجھے جانی، مالی نفع پہنچائے گا اور نقصان ہٹا دے گا۔ اور وہ کام جو اس کے حدود و اختیار سے باہر ہوں گے وہ بوجہ شفاعت قہریہ کے اللہ تعالیٰ سے منوا کر ضرور کرا دے گا۔

مذہب مُشرکینِ مکہ : مشرکینِ مکہ کا بھی یہی مذہب تھا وہ بھی شرکیہ عقیدہ کے تحت اپنے معبودوں کی خوشنودی کے لیے بتوں، قبروں اور منسوب شدہ اشیاء کے طواف کرتے یعنی ان کے پھیرے دیتے تھے۔ اور اپنی عورتوں بیٹیوں بلکہ چھوٹی اولاد کو بھی یہ طواف کرواتے تھے۔

حکم : کسی غیر اللہ کے لیے اسی عقیدہ شرکیہ کے تحت ایسے کام کرنا اس ہستی کی عبادت کرنا اور اس کو الٰہ بنانا ہے لہٰذا شرک ہے اور شرک بھی حقیقی اور اصلی ہے نہ زجری اور توبیخی اور ایسا کرنے والا آدمی مشرک اور کافر ہے، طواف اور سعی یہ دونوں ایسی عبادتیں ہیں جو ایک خاص مکان کے ساتھ مختص ہیں اس مکان کے علاوہ کہیں بھی جائز نہیں۔ چنانچہ کعبۃ اللہ کے علاوہ کسی مسجد کا طواف بھی جائز نہیں، اسی طرح سعی بھی صفا مروہ کے ساتھ مختص ہے۔

ماخذ۱: وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ : پ۱۷ حج ۴)

ترجمہ: اور انہیں چاہیے کہ صرف پرانے گھر کا ہی طواف کریں۔

ماخذ۲: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا : پ۲ بقرہ ع ۱۹)

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی یادگاروں میں سے ہیں پس جو حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ کرے پس کوئی گناہ نہیں اس پر کہ طواف کرے ان دونوں کا۔

ماخذ۳: قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّیْ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجَاهِلُوْنَ: (پ۲۴ زمر ع ۴)

ترجمہ: فرما دو آیا پس غیر اللہ کے متعلق کہتے ہو تم مجھے کہ عبادت کروں میں اس کی اے جاہلو!

شانِ نزول:

نزلت حين قالوا استلم بعض الهتنا فنعبد الهك : جامع البيان ص۳۹۶ (روح المعانی ج ۲۴ ص۲۳)

ترجمہ: یہ آیت تب نازل ہوئی جب انہوں نے کہا بوسہ دے تو ہمارے بعض معبودوں کو تو ہم بھی تیرے معبود کی عبادت کریں گے۔

ماخذ۴: عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطواف بالبیت صلوٰة وفی روایة مثل صلوٰة: (مستدرک للحاکم ص۴۵۹ ج۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نماز کی طرح ہے۔

ماخذ۵: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

وھو اخص العبادات

ترجمہ: اور وہ (طواف) خصوصی

عند البیت فانہ لایفعل بیقعۃ من الارض سواھا (ابن کثیر صـ۲۱۶ ج ۲)

عبادت ہے بیت اللہ کے ہاں کیونکہ بے شک نہیں کیا جاتا وہ (طواف) زمین کے کسی حصہ میں سوا اس حصہ (بیت اللہ) کے۔

ماخذ ۶ : علامہ مظہریؒ فرماتے ہیں:۔

اعلم ان الطواف بالبیت عبادۃ معقولۃ مقصودۃ کالصلوٰۃ ۔ (تفسیر مظہری ج ۶ صـ۳۵۵)

ترجمہ: جان لو کہ بے شک طواف بیت اللہ کا ایک معقولی عبادت ہے اور نماز کی طرح مقصودی ہے۔

ماخذ ۷ : علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں:۔

الاتریٰ انہٗ لایجوز الطواف حول مسجد اوبیت سوی الکعبۃ تشبھا کما فی غایۃ البیان ۔ (طحطاوی شرح مراقی الفلاح صـ۳۴۲ ج ۱)

ترجمہ: آیا نہیں دیکھتا تو کہ بیشک شان یہ ہے کہ نہیں جائز طواف کسی مسجد یا گھر کا سوائے کعبہ مقدسہ کے۔ کعبہ کے ساتھ تشبیہ دے کر۔

آیت اوّل : سے معلوم ہوا کہ طواف صرف کعبۃ اللہ کا ہے اور کسی مسجد وغیرہ کا نہیں ہے۔

آیت دوم : سے معلوم ہوا کہ سعی صفا مروہ کے ساتھ مختص ہے۔

آیت سوم : سے معلوم ہوا کہ بتوں اور قبروں کو ہاتھ پھیرنا اور بوسہ دینا قبر والے کی عبادت ہے کیونکہ قریش نے حضرتؑ کو استلام (ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا) کا کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عبادت سے تعبیر فرمایا ہے۔

حدیث ابن عباسؓ اور تفسیر مظہریؒ : کی عبارت سے معلوم ہوا کہ نماز کی طرح طواف بھی عبادت ہے۔

ابن کثیر اور طحطاویؒ : کی عبارت سے معلوم ہوا کہ سوائے کعبۃ اللہ کے

کسی مسجد وغیرہ کا طواف جائز نہیں۔

فائدہ: شرکیہ عقیدہ سے خالی ہو کر کعبۃ اللہ کے علاوہ کسی چیز کا طواف کرتا ہے تو شرک نہیں کیونکہ شرکیہ عقیدہ نہیں البتہ حرام، بدعت شنیعہ اور ملعون کام ضرور ہے

ماخذ ا: ملا علی قاری اور علامہ حسین بن محمد مکی الحنفی فرماتے ہیں:

لا یطوف ای ولا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولا عبرۃ بما یفعلہ العامۃ الجھلۃ ولو کانوا فی صورۃ المشائخ والعلماء ولا ینحنی ولا یقبل الارض فانہ ای کل واحد بدعۃ ای غیر مستحسنۃ فتکون مکروھۃ۔

ترجمہ: نہ طواف کرے یعنی نہ چکر لگائے اردگرد بقعہ شریفہ (روضہ اطہر) کے کیونکہ بے شک طواف مختصات کعبہ منیفہ سے ہے پس حرام ہے اردگرد قبور انبیاء اور اولیاء کے اور جو عام جاہل لوگ کرتے ہیں اس کا کچھ بھی اعتبار نہیں اگرچہ وہ لوگ مشائخ اور علماء کی شکل وصورت میں کیوں نہ ہوں اور نہ نیچا ہو اور نہ بوسہ دے زمین کو کیونکہ یہ سب بدعۃ غیر مستحسنہ ہے اس لیے مکروہ (تحریمی) ہے

(ارشاد الساری الی مناسک ملا علی القاری ص ۲۴۲)

ماخذ ۲: قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء واولیاء وطواف گرد قبور کردن ودعاء از آنہا خواستن ونذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیزے از آنہا بکفر می رساند پیغمبر خدا برآنہا

ترجمہ: انبیاء اور اولیاء کی قبور کی طرف سجدہ کرنا اور قبور کے گرد طواف کرنا اور ان سے دعاء چاہنا اور ان کی نذر ونیاز قبول کرنا حرام ہے بلکہ ان میں سے کچھ چیزیں تو کفر تک پہنچا دیتی

لعنت گفتہ واز آنہا منع فرمودہ وگفتہ کہ قبر مرا بت نہ کنید، کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا قبری وثنا: (مالا بدمنہ ص ۷۸)

ہیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبرؐ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان سے منع فرمایا کہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس طرح کہ آپؐ کا فرمان ہے کہ میری قبر کو بت نہ بنانا۔

ماخذ ۳ : علامہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ لکھتے ہیں :

بوسہ دینا قبر اولیاء کرام ودیگر صلحاء عظام کو اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً یہ سب عادات نصاریٰ وطریقہ پرستش کفار کا ہے ہرگز ہرگز جائز نہیں حرام ہے (فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۱۶۴)

اس پر دلائل دینے کے بعد لکھتے ہیں :

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ طواف اور سجدہ کرنا اور بوسہ دینا شباک شریف سرورِ عالم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بقول صحیح ومحقق ممنوع و خلافِ ادب واتباع ہے۔ اور جب کہ قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان امور کا ارتکاب ممنوع وحرام ہے پس دوسرے کی قبر کے ساتھ کیونکر یہ افعال جائز ومشروع ہو سکتے ہیں۔ یہی قول محقق وصحیح ہے اس کے خلاف کسی کا قول اگر ہو تو قابلِ التفات وعمل و توجہ نہیں ہو سکتا۔ فقط واللہ اعلم!

کتبہٗ بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۱۶۷)

فائدہ : موجودہ دور کے قبر پرستوں کا طوافِ قبور اولیاء بلا ریب شرک و کفر ہے کیونکہ جو لوگ بھی قبروں کا طواف وغیرہ کرتے ہیں یقیناً شرکیہ عقیدہ کے تحت قبر والے کو عالم الغیب، حاضر وناظر، مختار کل اور شفیع قہری سمجھ کر کرتے ہیں۔

سوال : سابقہ عبارات میں تو فقہاء کرام نے اس کو صرف حرام اور ناجائز لکھا ہے شرک نہیں لکھا۔

جواب : یہ بہت بڑا مغالطہ ہے کیونکہ فقہاء نے صرف ناجائز اور

حرام اس طواف کو لکھا ہے جو شرکیہ عقیدہ سے بالکل خالی ہو اور شرکیہ عقیدہ والے طواف کو کسی فقیہ نے فقط حرام اور ناجائز نہیں لکھا۔

شرک فی الحج

کسی غیر اللہ تعالیٰ (خواہ جو بھی ہو) کے متعلق شرکیہ عقیدہ (علم مافوق الاسباب، قدرۃ مافوق الاسباب اور شفاعۃ قہریہ) کے تحت اس کی قبر یا اس کی طرف منسوب شدہ مقامات کی زیارت کے لیے دور دراز سے سفر کر کے جانا اور وہاں جا کر افعالِ حج (دورانِ سفر تلبیہ کی طرح اس بزرگ کے نعرے لگاتے رہنا۔ پھر وہاں پہنچ کر قبر وغیرہ کا طواف کرنا، چوکھٹ کو چومنا، سجدہ کرنا، مقبرہ کی دیواروں کے ساتھ سینہ اور منہ ملنا، غلاف کو سر پر رکھ کر زاریاں کرنا، مرادیں مانگنا، بچوں کے یا اپنے سر منڈوانا جس کو ہمارے علاقہ میں جھنڈ اتروانا کہتے ہیں۔ اور جاتے ہوئے "اٹھہ گھٹہ" ساتھ لے جانا وہاں جا کر گھٹہ ذبح کر کے لوگوں میں تقسیم کرنا، مزار سے نکلنے کے وقت پچھلے پاؤں روتے ہوئے چلنا) ادا کرنا۔ بایں نظریہ کہ چونکہ وہ ہستی عالم الغیب ہے۔ میرے اس فعل کو جان رہی ہے وہ خوش ہو کر میری جان، اولاد اور مال میں برکتیں ڈال دیگی یا بوجہ شفیع قہری ہونے کے اللہ تبارک وتعالیٰ سے برکتیں ڈلوا دے گی، یا میری فلاں مشکل یا مصیبت ٹال دے گی یا ٹلوا دے گی۔

مذہب المشرکین

مشرکین عرب کا بھی یہی مذہب اور عمل تھا وہ بھی شرکیہ عقیدہ کے تحت اپنے معبودوں کے تقرب اور خوشنودی کی خاطر سفر کرتے، ان کا احرام باندھ کر ان کا حج

اور زواری کرتے، پھر وہاں جاکر حج بیت اللہ کے افعال مخصوصہ ادا کرتے مثلاً سر منڈواتے طواف یعنی پھیرے دیتے، اعتکاف یعنی ٹوراتہ بیٹھتے، جانور ذبح کرتے اور ہدایا اور نذر ونیاز ان کی وہاں ادا کرتے اور ان سے مرادیں مانگتے۔

ماخذ ۱ : وقالت عائشۃ رض نزلت فی الانصار کانوا هم وغسان قبل ان یسلموا یھلون لمناۃ .

(بخاری ص ۲۴۲ ج ۲)

ترجمہ : سیدہ عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں اتری ہے کیونکہ وہ اور غسان قبیلہ قبل از اسلام منات کے لیے احرام باندھتے تھے۔

ماخذ ۲ : ابن الکلبی رح لکھتے ہیں :

وکانت العرب و قریش تسمی بھا عبدالعزی وکانت اعظم الاصنام عند قریش وکانوا یزورونھا ویھدونھا ویتقربون عندھا بالذبح .

کتاب الاصنام ص ۱۸

ترجمہ : عرب اور قریش اس کے نام پر عبدالعزی نام رکھتے تھے اور قریش کے ہاں تمام بتوں سے یہ بہت بڑا بت تھا اس کی زیارت کے لیے جایا کرتے اور ہدی کا جانور لے جاتے وہاں جاکر ذبح کرکے اس کا قرب حاصل کرتے۔

ماخذ ۳ : شیخ الاسلام ابن تیمیہ رح لکھتے ہیں :

اذ عباد الاوثان کانوا یقصدون بقعۃ بعینھا تمثال ھناک او غیر تمثال یعتقدون ان ذالک یقربھم الی اللہ تعالیٰ وکانت الطواغیت الکبار

ترجمہ : کیونکہ بتوں کے پجاری کسی معین جگہ کا قصد کرتے کسی مورتی کی وجہ سے جو وہاں ہوتی یا بغیر مورتی کے عقیدہ رکھتے کہ یہ چیز ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کردے گی اور بڑے طاغوت (بت) جن کی طرف دور دراز سے سفر

التی تشد الیھا الرحال ثلاثة اللات والعزّٰی ومناة الثالثة الاخرٰی : (صراطِ مستقیم صـ۲۱۳)

کیا جاتا تین تھے لات عزّٰی اور مناۃ۔

حُکمِ حج لِغَیرِ اللہ

شریعت مطہرہ میں یہ کام اس غیر اللہ کی عبادت اور اس کو الٰہ بنانا ہے۔ لہٰذا حقیقی شرک اور اصلی کفر ہے اور ایسا کرنے والا انسان مشرک کافر ہے کیونکہ حج ایک اہم عبادت ہے اور کسی غیر اللہ کی عبادت شرک و کفر ہے۔ اگرچہ ایسا کرنے والا انسان اپنے اس فعل کو حج نہ کہے بلکہ زواری یا زیارت کہے۔ اس لیے قرآنِ مقدس نے صاف اعلان فرمایا کہ حج اور عمرہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ مختص کر دو۔

ماخذ ا۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ : (بقرہ ع ۲۴)

ترجمہ : اور مکمل کرو حج اور عمرہ کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے۔

فہم سلف ا۔ علامہ قرطبیؒ اور ابو حیان اندلسیؒ واللفظ لہٗ فرماتے ہیں :

وقال مقاتل اتمامھما ان لا تستحل فیھما ما لا یجوز وکانوا یشرکون فی احرامھم یقولون لبیك اللھم لبیك لا شریك لك الا شریكًا ھولك تملكه وما ملك فقال اَتِمّوھما ولا تخلطوا بھما شیئًا وقال الماتریدی انما قال وَاَتِمُّوا الْحَجَّ

ترجمہ : مقاتل فرماتے ہیں حج و عمرہ کو مکمل کرنا یہ ہے کہ نہ حلال سمجھا جائے ان میں وہ کام جو جائز نہیں اور تھے وہ لوگ شرک کرتے اپنے احرام میں۔ کہتے "لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ" تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسا شریک کہ وہ تیرے ملک ہے مالک ہے تو اس کا اور ان صفات کا جن کا وہ مالک ہے پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکمل کرو ان دونوں کو اور نہ ملاوٹ

وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ لِاَنَّ الْكَفَرَة كَانُوا يَفْعَلُوْنَ الْحَجَّ لِلّٰهِ وَالْعُمْرَةَ لِلصَّنَمِ وَقَالَ الْمَرُوْزِي كَانَ الْكُفَّارُ يَحُجُّوْنَ الْاَصْنَامَ:
(البحر المحيط ص۴۲ ج۲، قرطبی ص۳۶۶ ج۲)

کرو ان دونوں کے ساتھ کسی چیز کی۔ علامہ ماتریدیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے "وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ" فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حج کرتے اور بتوں کے لیے عمرہ کرتے۔ مروزی کہتے ہیں کہ کفار بتوں کے حج کیا کرتے۔

ماخذ ۲:۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا:
(پ۴ آل عمران ع ۱۰)

ترجمہ: اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اوپر لوگوں کے حج کرنا بیت اللہ کا اس پر جو طاقت رکھتا ہے اس کی طرف سفر کرنے کی۔

فہم سلف: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

وذكر الطيبي ان في تخصيص اسم الذات الجامع وتقديم الخبر الدلالة على ان ذالك عبادة لاينبغي ان تختص الا بمعبود جامع للكمالات باسرها:
(روح المعانی ج۴ ص۱۳)

ترجمہ: طیبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ اسم ذات جامع کو خاص طور پر ذکر کرنے اور خبر کو مقدم کرنے میں اس بات پر دلالۃ کرتا ہے کہ یہ کام عبادت ہے نہیں لائق کہ خاص کیا جائے مگر ایسے معبود کے ساتھ جو تمام کمالات کا جامع ہو۔

موجودہ دَور کے غالی اور شیعہ اور حج لغیر اللہ تعالیٰ

شیعہ اور روافض کا کربلا اور شاہ نجف کی زیارتیں اور ہمارے دور کے غالی اور قبر پرستوں کا اپنے بزرگوں کے قبور اور ان کے منسوبات کی زیارت میں اعتقاداً و

عملاً بعینہ وہی حال ہے جو مشرکین کا اپنے معبودوں کی زواری اور حج میں ہوتا تھا یعنی جس طرح وہ لوگ نبیوں، ولیوں، فرشتوں وغیرہم کے بارے میں علم ما فوق الاسباب، قدرت ما فوق الاسباب اور شفاعۃ قہریہ کا نظریہ قائم کرکے ان کے لیے افعالِ حج عمل میں لاتے تھے۔ آج کے غالی، مشرک اور رافضی شیعہ بھی بعینہٖ وہی عقیدہ اور عمل اختیار کیے ہوئے ہیں۔ تو جس طرح وہ مشرک فی الحج تھے اسی طرح یہ بھی مشرک فی الحج ہیں۔

ماخذ: حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

فقد رأینا رجالاً من ضعیفی المسلمین یتخذون الاحبار والرهبان اربابًا من دون الله ویجعلون قبورهم مساجد و یحجّون الی قبورهم واثارهم واتلا لهم کما کان الیهود والنصارٰی یفعلون ذالك:

(البدور البازغہ صہ ۱۲۵)

ترجمہ: پس تحقیق دیکھا ہم نے بہت سے کمزور عقیدہ مسلمانوں کو کہ احبار و رہبان کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب اور ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے۔ اور ان کی قبور، نشانات اور ٹیلوں کی طرف حج کو جاتے ہیں جس طرح یہود و نصاریٰ کرتے تھے۔

سوال: روافض کربلا وغیرہ کے سفر کو حج نہیں کہتے بلکہ زواری کہتے ہیں اسی طرح غالی لوگ بھی قبور کے سفر کو حج نہیں کہتے بلکہ زیارت کہتے ہیں۔ پھر ان کو مشرک فی الحج کہنے کا کیا معنیٰ؟

الجواب اوّلاً: یہ کہ حج صرف ایک لفظ اور عنوان نہیں بلکہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ حج کی حقیقت چند اعمال اور احکام پر مبنی ہے جو مخصوص عقیدہ کے تحت ادا کیے جاتے ہیں تو اگر وہی احکام اسی عقیدہ کے تحت اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کیے جائیں گے تو اسی کی عبادت اور اسی کا حج ہوگا۔ اور اگر کسی غیر اللہ تعالیٰ کے لیے وہی احکام اسی عقیدہ کے تحت ادا کیے جائیں گے تو اسی غیر اللہ تعالیٰ کی

عبادت اور اسی کا حج ہوگا نام اس کا جو بھی چاہو رکھ لو۔ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے متعلق جو نظریہ (علم ما فوق الاسباب، قدرت ما فوق الاسباب) قائم کرکے سفر کرتا ہے اور وہاں جاکر اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کرتا ہے، حجر اسود کو بوسہ دیتا، کعبہ کی چوکھٹ چومتا، ملتزم پر اپنا منہ اور سینہ چمٹاتا اور زار و قطار رو رو کر دعائیں مانگتا، آبِ زمزم کو متبرک سمجھ کر پیتا اور گھر لے جاتا ہے۔ وہاں سر منڈواتا، منیٰ میں قربانیاں کرتا، مسجد حرام سے نکلتے وقت پچھلے پاؤں چلتا ہے وہی تمام کام مشرکین بزرگوں کی مزارات پر شرکیہ عقیدہ (کسی غیر اللہ کو ما فوق الاسباب، عالم الغیب اور متصرف فی الامور، یا شفیع قہری سمجھنا) کے تحت بجالاتے ہیں تو جب عقیدہ بھی وہی جو حج میں ہوتا ہے اور اعمال بھی وہی جو حج میں ہوتے ہیں تو یہ غیر اللہ کا حج نہیں تو اور کیا ہے نام اس کا جو بھی چاہو رکھ لو! کیا ایک غالی کسی غیر اللہ کی نماز پڑھے، روزہ رکھے لیکن اس کو روزہ اور نماز نہ کہے بلکہ کوئی اور نام رکھ دے تو کیا یہ نماز اور روزہ میں شرک نہ بنے گا اور کیا صرف نام کے بدلنے سے حقیقت بدل جائے گی۔

الجواب ثانیاً: بعض غالی تو اپنے بزرگوں کی قبور کی زواری کو صاف لفظوں میں حج کہتے اور اپنے بزرگوں کی قبور کو عرفات کا مقام دے کر وہاں وقوف کرتے ہیں اور ان کو اس زواری اور زیارت میں ایسی رقت قلبی طاری ہوتی ہے کہ حج کعبہ میں بھی حاصل نہیں ہوتی۔ اس لیے حج سے بھی اس کو افضل مانتے ہیں۔ چنانچہ کوٹ مٹھن سے جو آدمی ہو کر آتے اسے کہتے ہیں کہ یہ کوٹ مٹھن کا حاجی ہے۔

بحث شدّ رِحال — (سفر الی القبورْ)

سوال: شرکیہ عقیدہ سے خالی ہو کر قبور انبیاء یا اولیاء اور ان کی طرف منسوب جگہوں یا چیزوں یا دیگر مواضع متبرکہ کی طرف تبرک حاصل کرنے یا وہاں جاکر

نماز پڑھنے کے لیے دور دراز سے سفر کر کے جانا جائز ہے یا نہیں؟

تمہید : یہاں دو علیحدہ علیحدہ مسئلے ہیں:

اوّل زیارت قبور : وہ قبور جو زائر کے مسکن کے قریب ہوں جن کی زیارت کے لیے سفر نہ کرنا پڑے یا انسان کسی دینی یا دنیوی مقصد کے لیے سفر کر کے دور کسی جگہ پہنچتا ہے اور وہاں قریب کسی بزرگ یا غیر بزرگ کی قبر یا قبور ہیں ایسی قبروں کی زیارت کے لیے جانا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے اتنا ضرور ہے کہ یہ جانا صرف دو غرضوں کے لیے ہو۔ اوّل : عبرت حاصل کرنا۔ دوم : قبر والوں کے لیے دعا کرنا۔

دوم شدِ رحال بعنوانِ دیگر سفر الی القبور : وہ قبور جو زائر کے مسکن سے دور ہوں اور وہاں پہنچنے کے لیے سفر کرنا پڑے یعنی سفر سے مقصد صرف وہ قبریں ہوں۔ علاوہ اس کے اور کوئی مقصد نہ ہو۔ ہماری بحث دوسری صورت کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں ہوگی۔

الجواب : یہ سفر ہرگز جائز نہیں بلکہ حسب فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ممنوع اور حرام ہے۔

ماخذ : عن ابی سعیدؓ الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصٰی ومسجدی ھٰذا۔
(متفق علیہ)

ترجمہ : حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ باندھے جائیں پالان مگر صرف تین مساجد کی طرف مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد جو یہ ہے۔

فائدہ : ۱۔ جملہ " لَا تُشَدُّ " لفظاً نفی ہے لیکن مراد نہی ہے۔

فائدہ : ۲۔ یہاں نہی تحریم کے لیے ہے کیونکہ یہ اس کا اصلی معنیٰ ہے اور یہاں کوئی ایسا قرینہ شرعیہ نہیں جو اسے اس کے حقیقی معنیٰ تحریم والے سے پھیر دے۔

فائدہ ۳: - شدِ رحال کے معنیٰ ہیں "اونٹ پر پالان باندھنا"، اس زمانہ میں چونکہ سفر کا واحد ذریعہ یہی تھا اس لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا ورنہ مراد سفر کرنا ہے۔

فائدہ ۴: - شدِ رحال سے اس کا لفظی ترجمہ مراد نہیں اس لیے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ کسی سواری پر سوار ہو کر قبروں کی طرف سفر کرنا ممنوع ہے اور پیدل جانا جائز ہے بلکہ مراد مطلق سفر ہے خواہ پیدل یا سوار ہو کر۔

فائدہ ۵: - یہاں استثناء مفرغ ہے اور نحوی قانون کے مطابق استثناء مفرغ میں چونکہ مستثنیٰ منہ عام مقدر کرنا ضروری ہے اس لیے یہاں بھی مستثنیٰ منہ کلمہ مسجد کا مقدر نہیں کریں گے کیونکہ یہ خاص ہے بلکہ عام مقدر کریں گے۔ یعنی "الی موضع من المواضع المتبرکۃ"، تو معنیٰ ہو گا کہ تین مساجد کے علاوہ کسی متبرک مکان کی طرف سفر نہ کیا جائے خواہ وہ مسجد ہو یا قبر یا کوئی اور متبرک چیز جیسے کوہِ طور، اولیاء اللہ کے مزارات ان کے عبادت خانے یا مجلس خانے۔

ماخذ ۱: - شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

والحق عندی انّ القبر و محلّ عبادۃ ولیّ من اولیاء اللہ والطور کل ذالک سواءٌ فی النّھی:	**ترجمہ:** اور میرے ہاں حق یہ ہے کہ قبر اور کسی ولی کی عبادت کرنے کی جگہ اور طور پہاڑ سب کے سب منع میں برابر ہیں۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۹۲ ج ۱)

ماخذ ۲: - شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

وقیل المراد انّہ لا تشد الرّحال ولا یسافر الی مسجد من المساجد الّا الی مساجد الثلاثۃ لانّ المستثنیٰ منہ فی	**ترجمہ:** اور کہا گیا کہ مراد یہ ہے کہ پالان نہ باندھے جائیں اور نہ سفر کیا جائے طرف کسی مسجد کے مساجد سے مگر صرف تین مسجدوں کی طرف کیونکہ مستثنیٰ مفرغ میں واجب ہے

المستثنیٰ المفرغ یجب ان یکون من جنس المستثنیٰ فاذا استثنی المساجد الثلاثة ینبغی ان یکون المستثنیٰ منه ایضًا مساجد وھٰذا کما تریٰ توجیه حسن ولکن المعنیٰ المتبادر الی الفھم عند الانصاف ھو النھی عن السفر الیٰ مکان الا المساجد الثلاثة والامکنة من جنس المساجد غیر انه جنس بعید ولا یجب فی المستثنیٰ المفرغ ان یکون جنسا قریبًا للمستثنیٰ: (لمعات ج ۳ ص ۴۲)

کہ مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کی جنس سے ہو پس جب مساجد ثلاثہ کی استثنار کی گئی تو یہ لائق ہے کہ مستثنیٰ منہ بھی مساجد ہو اور یہ جس طرح کہ تو دیکھ رہا ہے توجیہ بہت اچھی ہے لیکن بوقت انصاف جو معنیٰ متبادر الی الفہم ہے وہ یہ کہ مساجد ثلاثہ کے علاوہ ہر مکان کی طرف سفر کرنے سے منع کیا گیا اور امکنہ بھی جنس مساجد سے ہے مگر یہ کہ جنس بھی بعید ہے لیکن مستثنیٰ مفرغ میں بھی یہ تو واجب نہیں کہ جنس قریب ہو۔

فائدہ: ۶۔ حدیث کا مفہوم جو ہم نے اوپر بحوالہ شاہ ولی اللہؒ لکھا ہے کہ نہی مساجد کے ساتھ خاص نہیں بلکہ قبور انبیاء، صلحاء، اور دیگر مقامات متبرکہ کو بھی شامل ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کرامؓ جو اس حدیث کے راوی اور بلا واسطہ خود زبان دُر فشان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سننے والے ہیں انہوں نے بھی یہی سمجھا اور بیان فرمایا ہے۔

فہم سلف: ۱۔ قال ابو ھریرةؓ فلقیت بصرة

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں پس ملا میں بصرہ ابن

بن ابی بصرة الغفاری فقال من این اقبلت فقلت من الطور فقال لو ادرکتك قبل ان تخرج الیه ما خرجت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول لا تعمل المطی الا الی ثلاثة مساجد الی المسجد الحرام والی مسجدی ھذا والی مسجد ایلیاء وبیت المقدس:

(موطا امام مالک ص ۳۸، مسند احمد ص ج ۲)

ابی بصرہ غفاری رضی کو انہوں نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو کہا طور سے فرمایا جانے سے پہلے اگر میں تمہیں مل جاتا تو آپ نہ جاتے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ سواری کو کام میں نہ لایا جائے مگر تین مساجد کی طرف۔ مسجد الحرام اور میری مسجد جو یہ ہے اور مسجد ایلیا ریا فرمایا بیت المقدس۔

فہم سلف : ۲-

عن شھر بن حوشب قال لقینا ابا سعید ونحن نرید الطور فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول لا تشد المطی الا الی ثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجد المدینة وبیت المقدس:

(مسند احمد ص ۹۳ ج ۳)

ترجمہ: شہر بن حوشب سے روایت ہے کہتے ہیں ملے ہم ابو سعید رض کو دراآنحالیکہ ہم جبل طور کی زیارت کے لیے سفر کا ارادہ رکھتے تھے پس فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے نہ باندھی جائے سواری مگر تین مساجد کی طرف مسجد حرام، مسجد مدینہ اور بیت المقدس۔

فہم سلف : ۳ -

عن عرفجة قال قلت لابن عمر اني اريد ان اتي الطور قال انما تشد الرحال الى ثلاثة مساجد مسجد الحرام و مسجد النبي صلى الله عليه وسلم والمسجد الاقصى و دع عنك الطور فلا تأته ::

(مصنف عبد الرزاق ص ۱۳۵ ج ۵)

ترجمہ : عرفجہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا کہ میں کوہ طور جانے کا ارادہ رکھتا ہوں آپ نے فرمایا سوائے اس کے نہیں صرف تین مساجد کی طرف سفر کرنے کے لیے پالان باندھے جا سکتے ہیں یعنی سفر کیا جا سکتا ہے مسجد حرام اور مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد اقصیٰ۔ اور چھوڑ تو طور کو پس نہ جا اس کو۔

طرز استدلال : اگر شدِ رحال سے نہی عام نہ ہوتی اور صرف مساجد کے ساتھ مختص ہوتی تو یہ تین صحابہؓ (بصرہ، ابو سعید، ابن عمرؓ) جنہوں نے بلا واسطہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ حدیث سنی تھی طور کی زیارت سے منع نہ کرتے اور استدلال میں حدیث مذکور پیش نہ فرماتے۔

نیز : اگر حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس اس عموم نہی کے خلاف قرآن اور حدیث سے کوئی علم ہوتا تو ضرور اس کو ظاہر فرماتے اور ان کی بات تسلیم نہ کرتے بہر حال یہ چاروں صحابہ کرامؓ حدیث کو عموم پر محمول کر رہے ہیں اور کسی بھی صحابی رسولؐ سے سند صحیح کے ساتھ اس کے خلاف منقول نہیں۔

ائمہ اربعہ اور سفر اِلَی القبور

ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام اس سفر کے جواز یا استحباب کا قائل نہیں۔

ماخذ : علامہ ابن عبد الہادیؒ لکھتے ہیں :

ولم تتنازع الائمة الاربعة والجمهور فى انّ السفر الى غير الثلاثة ليس بمستحب لا لقبور الانبياء والصّالحين ولا غير ذالك : (الصارم المنکی ص۱۴)

ترجمہ : ائمہ اربعہ اور جمہور نے اس میں اختلاف نہیں کیا کہ مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی جگہ کا سفر مستحب نہیں نہ قبور انبیاء وصلحاء کا نہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ کا۔

ائمہ ثلاثہ احناف اور سفرِ الی القبور

احناف کے تینوں ائمہ کرام (امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ) کسی سے بھی اس سفر کا جواز منقول نہیں۔

ماخذ : علامہ شامیؒ فرماتے ہیں :

وهل تندب الرحلة لها كما اعتيد من الرحلة الى زيارة خليل الرحمٰن واهله واولاده وزيارة السيّد البدوى وغيره من الاكابر الكرام لم ار من صرح به من ائمتنا : (شامی ج ۱ ص ۶۵۴)

ترجمہ : اور آیا مستحب ہے سفر الی القبور جس طرح کہ حضرت خلیل الرحمٰن ان کے اہل واولاد اور سید بدوی وغیرہ اکابر کرام کی قبور کی طرف سفر کرنے کی عادت بنالی گئی ہے۔ ہمارے ائمہ میں سے میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے تصریح کی ہو۔

بلکہ سفر الی القبور کا جواز متقدمین علماء میں سے کسی ایک سے بھی منقول نہیں البتہ متاخرین علماء کرام سے منقول ہے

ماخذ : حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :۔

والوجہ الثانی انہ یجوز السفر الیھا قال لہ طائفۃ من المتاخرین منھم ابوحامد الغزالی وابوالحسن بن عبدوس الحرانی والشیخ ابومحمد المقدسی وما علمتہ منقولاً عن احد من المتقدمین : صراط مستقیم ص ۳۲۹)

ترجمہ : دوسرا قول یہ ہے کہ قبور کی طرف سفر کرنا جائز ہے متاخرین میں سے ایک طائفہ جن میں سے امام غزالی، ابوالحسن بن عبدوس حرانی اور شیخ ابومحمد مقدسی اس کے قائل ہیں اور نہیں جانتا میں اسے منقول کسی ایک سے متقدمین میں سے ۔

سوال : مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مندرجہ ذیل روایت مروی ہے ۔

ماخذ : حدثنی شھر قال سمعت اباسعیدن الخدری وذکرت عندہ الصلوٰۃ فی الطور فقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاینبغی للمطی ان تشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصٰی ومسجدی ھٰذا الخ

(مسند احمد ج ۳ ص ۶۴)

ترجمہ : شہر کہتے ہیں میں نے حضرت ابوسعیدؓ سے سنا اور ان کے ہاں طور پر جاکر نماز پڑھنے کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں لائق کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا سوائے مسجد حرام، مسجد اقصٰی اور میری مسجد کے جو یہ ہے ۔

اس روایت سے دو چیزیں معلوم ہوتیں :۔

۱ مستثنیٰ منہ مسجد ہی ہے ۲ یہ کہ انبیاء، اولیاء کی مزارات اور دیگر مواضع متبرکہ

کی طرف سفر کرنے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ صرف دیگر تمام مساجد کے سفر سے منع کیا گیا۔ فلہٰذا مزارات کا سفر جائز ہوا۔

تمہید: ۱۔ یہ حدیث حضرت ابو سعید خدریؓ کے علاوہ ۱۔ حضرت عمرؓ ۲۔ حضرت علیؓ ۳۔ حضرت ابن عمرؓ ۴۔ حضرت بصرہؓ ۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ ۶۔ حضرت ابو الجعد ضمریؓ ۷۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے بھی مروی ہے لیکن ان سات بزرگوں میں سے کسی ایک کی حدیث میں بھی لفظ مسجد موجود نہیں نہ صحیح میں نہ ضعیف میں۔

اور حدیث ابو سعید کو حضرت کے چار شاگرد روایت کرتے ہیں۔

۱۔ قزعہ ۔۲: ابو الوداک ؛۳۔ عکرمہ ۔۴: شہر ابن حوشب ۔ لیکن ان چاروں شاگردوں میں سے سوائے شہر ابن حوشب کے اور کوئی شاگرد لفظ مسجد ذکر نہیں کرتا۔

اور شہر ابن حوشب کے بھی پھر آگے دو شاگرد ہیں ۱۔ لیث اس کی روایت میں بھی لفظ مسجد مذکور نہیں۔ ۲: عبد الحمید البتہ اس کی روایت میں لفظ مسجد مستثنیٰ منہ مذکور ہے۔

خلاصہ: یہ کہ کلمہ مسجد کے ذکر کرنے میں صرف شہر ابن حوشب ہی متفرد ہے اور وہ بھی کبھی ذکر کرتا ہے اور کبھی نہیں۔

تمہید: ۲۔ شہر بن حوشب کثیر الاوہام، شکاک، کثیر الشک، منکر الحدیث اور متروک راوی ہے۔ جیسا کہ کتب اسماء الرجال میں تصریحاً موجود ہے۔

اقوالِ مُحَدِّثین: دربارہ شہر بن حَوشب

عن ابن عون انّ شھرًا ترکوہ و قال موسیٰ بن ھارون ضعیفٌ و قال النّسائی لیس بالقوی و قال

ترجمہ: ابن عون سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ شہر کو محدثین نے ترک کر دیا۔ موسیٰ بن ہارون کہتے ہیں کہ کمزور ہے نسائی فرماتے ہیں قوی نہیں ساجی

السَّاجی فیہ ضعف ولیس بالحافظ وقال ابن حبان کان ممّن یروی عن الثقاۃ المعضلات وعن الاثبات المقلوبات وقال الحاکم ابواحمد لیس بالقوی فی الحدیث وھو ممّن لا یحتج بحدیثہ ولا یتدین بہٖ وقال البیھقی ضعیف وقال ابن حزم ساقط۔

(تہذیب التہذیب ص۳۷۰ ج۴)

کہتے ہیں اس میں ضعف ہے اور یہ حدیثوں کو یاد رکھنے والا نہیں ابن حبان کہتے ہیں کہ ثقہ راویوں سے منقطع اور ضعیف روایتیں اور مضبوط راویوں سے بدلی ہوئی روایتیں نقل کرتا تھا۔ حاکم ابواحمد فرماتے ہیں یہ حدیث میں قوی نہیں اور یہ ان لوگوں سے ہے جنکی حدیثوں سے دلیل نہیں لی جاسکتی اور نہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے بیہقی فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے ابن حزم فرماتے ہیں کہ گرا ہوا ہے۔

الجواب : ۱۔ کلمہ مسجد مستثنیٰ منہ شہر بن حوشب کے علاوہ کوئی راوی ذکر نہیں کرتا اور شہر بن حوشب نہایت ہی ضعیف اور متروک ہونے کے علاوہ دوسرے ثقہ راویوں کی مخالفت کر رہا ہے لہٰذا یہ زیادتی مقبول نہیں بلکہ مردود ہے قابل حجت نہیں بلکہ ناقابل حجت ہے۔

الجواب : ۲۔ کلمہ مسجد کو اگر روایۃً ثابت مان بھی لیا جائے پھر بھی حدیث مذکور سے سفر الی القبور کی ممانعت بطریق اولیٰ نکلتی ہے۔ کیونکہ جب ماسوائے مساجد ثلاثہ کے کسی دوسری مسجد (جو معابد الٰہیہ اور شعائر اللہ ہیں اور جن کی حاضری اوقات خمسہ میں ضروری اور باقی اوقات میں مستحب ہے) سفر جائز نہ ہوا تو قبور اور مزارات (جو شعائر اللہ نہ ہونے کے علاوہ بت پرستی کا مبدأ ہیں) کا سفر بطریق اولیٰ جائز نہ ہوگا۔

ماخذ : علامہ شیخ الاسلامؒ لکھتے ہیں:۔

وایضًا فاذا کان السفر الی بیت من بیوت اللہ غیر المساجد الثلاثۃ

ترجمہ : اور یہ بھی کہ جب مساجد ثلاثہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر کا سفر جائز نہیں حالانکہ اس

لا یجوز مع ان قصدہ لاھل مصرہ یجب تارۃ و یستحب اخریٰ وقد جاء فی قصد المساجد من الفضل ما لا یحصی فالسفر الی بیوت الموتیٰ من عبادہ اولی ان لا یجوز۔ (صراط مستقیم ص ۳۲۸)

(مسجد کا قصد کرنا کبھی (پانچ نمازوں کیلیے) واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب حالانکہ تحقیق مساجد کی طرف جانے کے بے شمار فضائل بھی آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے مُردوں کے گھروں کا قصد کرنا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

سوال: حدیث پاک میں زیارت قبور کا حکم وارد ہوا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں "اَلَا فَزُوْرُوْھَا" اور ہم بھی سفر کرکے صلحاء کی قبور کی زیارت کے لیے جاتے ہیں ہمارا یہ فعل نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ مامور اور مستحب ہے۔

الجواب : ماقبل میں وضاحت ہو چکی ہے کہ زیارت قبور اور چیز ہے اور سفر الی القبور اور چیز ہے۔ پہلا کام نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ مستحب ہے جیسا کہ حدیث مذکور فی السوال میں وارد ہوا ہے۔ دوسرا کام ناجائز اور حرام ہے جیسا کہ حدیث: لَا تشد الرحال الخ میں وارد ہوا ہے۔ لہٰذا "اَلَا فَزُوْرُوْھَا" سے سفر الی القبور کا جواز نکالنا ماسوائے تحریف حدیث کے اور کچھ نہیں۔

ماخذ: علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

السفر لزیارۃ قبور الاولیاء کما ھو معمول اھل العصر لا بد من النقل علیہ من صاحب الشریعۃ او صاحب المذھب او المشائخ ولا یجوز قیاس زیارتھا علی زیارۃ القبور

ترجمہ: قبور اولیاء کی زیارت کا سفر جس طرح کہ اس زمانہ کے لوگوں کا معمول ہے۔ صاحب شریعت یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا صاحب مذہب یا مشائخ سے اس پر نقل ضروری ہے اور ان قبور بعیدہ کی زیارت کو شہر سے ملحق قبور کی زیارت پر قیاس نہ کیا جائے

الملحقة بالبلدة فانه لاسفر فيها: العرف الشذی ص۱۶۳	کیونکہ ان میں سفر نہیں ہوتا۔

الجواب: ۲۔ جو فعل استحباب یا اباحت اور حرمت کے درمیان دائر ہو تو غلبہ حرمت کو ہوتا ہے۔ یعنی وہ فعل مباح یا مستحب نہیں بنتا بلکہ حرام قرار پاتا ہے اور مسئلہ مذکورہ کا حال بھی یہی ہے کہ زیارت والی حدیث سے زیادہ سے زیادہ استحباب نکلے گا اور شدّ رحال والی حدیث کی نہی سے حرمت

اور عمل سلف نہ ہونے کی وجہ سے اس کا بدعت ہونا ثابت ہوتا ہے لہٰذا فقہائے کے اصول کے تحت سفر الی القبور میں ترجیح حرمت کو ہوگی۔

ماخذ: علامہ گنگوہیؒ فرماتے ہیں:۔

وقولہ علیہ السّلام الا فزوروها ليس وجوبًا وانّما هو رخصة او استحبابٌ وهذا بحسب هذا المعنى الاخير تحريم واذا تردّد فعل بين كونه مباحًا او حرامًا وبين كونه مستحبًا ومحرمًا فالغلبة للتحريم. (الکوکب الدری ص۱۵۶ ج۱)	ترجمہ: حضرت علیہ السّلام کا فرمان الا فَزُوْرُوْهَا وجوب کیلیے نہیں بلکہ رخصة ہے یا (زیادہ سے زیادہ) استحباب ہے اور یہ (لا تشدّ الخ) اسی پچھلے معنیٰ کے لحاظ سے تحریم ہے اور جب کوئی فعل مباح اور حرام یا مستحب اور حرام ہونے میں دائر ہو تو غلبہ تحریم کو ہوتا ہے۔

سوال: اگر حدیث کی نہی عموم پر محمول ہے پھر تو سارے دینی یا دنیوی سفر مثلاً سفر طلب علم، سفر جہاد، سفر زیارت اقارب و مشائخین، سفر تجارت وغیرہا سب کے سب حرام بنیں گے حالانکہ یہ باجماع جائز ہیں۔

الجواب اوّلاً: حدیث پاک میں حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے۔ لوگ مزارات انبیاء اولیاء اور ان کی طرف منسوب کئی چیزوں کو متبرک سمجھ کر لبغرض تبرک دور

دراز سے سفر کر کے جایا کرتے تھے جس طرح آج بھی مروج ہے اس سے منع فرمایا گیا تجارت، سیر و سیاحت، تحصیل علم، زیارت مشائخ و اقارب وغیرہا کے سفر نہ یہاں مطمح نظر ہیں اور نہ ہی ان سے منع کیا گیا خوب سمجھ لو۔

الجواب ثانیاً : اسفار مذکورہ فی السوال کی اباحت یا استحباب پر چونکہ ادلہ شرعیہ قائم ہو چکے ہیں اس لیے وہ اس نہی سے مستثنیٰ ہیں۔

بحث شرک فعلی

شرک تین قسم ہے ۱: اعتقادی۔ ۲: فعلی یا عملی۔ ۳: مرکب۔

قسم اول کی مثال شرک فی العلم والتصرف، تیسرے قسم کی مثال شرک فی العبادت ہے جو اعتقادات واعمال کا مجموعہ ہے۔ ان ہر دو کی بحث سے فراغت کے بعد اب ہم دوسرے قسم کی بحث کرتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ!

شرک فعلی کے نیچے چار عنوان ہیں ۱: تحریمات اللہ ۲: نذور اللہ یا نیازات اللہ ۳: تحریمات غیر اللہ ۴: نذور لغیر اللہ یا نیازات غیر اللہ!

پچھلے دو عنوان شرک ہیں اور پہلے دو عنوان شرک تو نہیں لیکن مقابلۃً انہیں شرک فعلی کے عنوان کے نیچے ذکر کیا جاتا ہے تاکہ پچھلے دو عنوانوں کی مکمل وضاحت ہو سکے کیونکہ ضد متبیّن نہ شود الا بضد۔

تشریح تحریماتُ اللہ

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی عظمت کے اظہار کے لیے بعض حلال اور طیب چیزوں کو امکنہ مخصوصہ میں یا ازمنہ مخصوصہ کے لیے ممنوع اور حرام قرار دے دیتے ہیں جیسا کہ حرم شریف کا درخت کاٹنا، وہاں کے جانوروں یا پرندوں کا شکار کرنا۔ حالانکہ دوسرے جنگلوں میں یہ کام جائز ہے۔ اسی طرح حالتِ احرام میں خوشبو لگانا، شکار کرنا، سلا ہوا کپڑا یا بند جوتا پہننا ممنوع ہے۔ اور بغیر احرام کے یہ سب کچھ جائز ہے۔ اس کا نام تحریماتُ اللہ ہے۔

حکمت تحریماتُ اللہ

اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں ان تحریمات کی دو وجوہ بیان فرمائی ہیں ۱: حاکمانہ: وہ یہ کہ میں حاکم مطلق ہوں جو چاہوں حکم صادر کردوں۔

إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۔۔ (مائدہ ع ۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔

۲: حکیمانہ۔ مکلفین کا امتحان مقصود ہے کہ کون مجھے غیب دان اور متصرف فی الامور سمجھ کر اور خلاف ورزی پر میرے عذاب سے ڈر کر میری خوشنودی و رضا جوئی کے لیے میرے ان محرمات کو حرام سمجھتا اور ان کے ساتھ محرمات والا معاملہ کرتا ہے اور کون ان تحریموں کو توڑتا ہے۔

حکم تحریمات اللہ

ان تحریمات کو اعتقاداً عملاً بجا لایا جائے یعنی ان چیزوں کو عقیدۃً بھی حرام سمجھا جائے اور معاملہ بھی حرام والا کیا جائے یعنی انہیں استعمال نہ کیا جائے۔

ماخذ: ۱۔ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ؛ (پ۶ مائدہ ع)

ترجمہ: مگر وہ جو پڑھا جائے گا او پر تمہارے نہ حلال سمجھنے والے شکار کو ذرا سنبھالیکہ تم محرم ہو بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔

ماخذ: ۲۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ: (پ۷ مائدہ ع۱۳)

ترجمہ: اے ایمان والو ضرور آزمائے گا تمہیں اللہ پاک کچھ شکار کے ذریعہ پہنچ سکیں گے اس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے تاکہ ظاہر کر دے اللہ پاک اس کو جو اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے۔

ماخذ: ۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ؛ مائدہ ع۱۳

ترجمہ: اے ایمان والو نہ قتل کیا کرو شکار کو ذرا سنبھالیکہ تم محرم ہو۔

تشریح تحریمات غیر اللہ

کسی غیر اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب، متصرف فی الامور اور شفیع قہری جان کر اس کی خوشنودی و رضا جوئی کے لیے بعض حلال چیزوں کو حرام سمجھنا اور معاملہ بھی حرام والا کرنا اس خیال سے

سے کہ اگر میں نے ان چیزوں کو دل میں حرام سمجھا اور معاملہ بھی حرام والا کیا تو غیر اللہ مذکور بوجہ غیب دان ہونے کے میرے اس عقیدہ اور عمل پر مطلع ہو کر میری جان، مال اور اولاد میں برکتیں ڈال دے گا اور مصیبتیں ٹال دے گا اور میرے جو کام اس کے حدودِ اختیار سے باہر ہونگے وہ بوجہ شفیع قہری ہونے کے اللہ پاک سے ضرور کرا دے گا اور اگر میں نے ان تحریمات کی اعتقاداً یا عملاً بجا آوری نہ کی تو وہ غیر اللہ میری جان، مال اور اولاد میں سے برکتیں نکال دے گا اور مصیبتیں ڈال دے گا۔

مذہب مشرکین مکّہ

مشرکین مکہ کا یہی مذہب تھا وہ بھی شرکیہ عقیدہ کے تحت اپنے معبودوں کے تقرب اور ان کی رضا جوئی کے لیے ان کی قبروں کے ارد گرد کچھ علاقہ بطور حرم مقرر کرتے، وہاں کا درخت نہ کاٹتے اور نہ ہی وہاں کے جانوروں کا شکار کرتے نیز بزرگوں کے نام پر جانور حرام کر کے چھوڑ دیتے نہ ان کا دودھ پیتے نہ ان پر سواری کرتے نہ ان پر بوجھ لادتے۔

موجودہ دَور کے غالی اور تحریمات غیر اللہ

آج کل کے غالی مشرکین قبر پرستوں کا بھی یہی حال ہے انہوں نے بھی کئی بزرگوں کی مزاروں کے گرداگرد حرم مقرر کر رکھا ہے۔ وہاں کا درخت نہیں کاٹتے بلکہ اگر درخت خود بخود گر جائے اور ان کو لکڑی کی ضرورت ہو تب بھی اس کے قریب نہیں جاتے۔ بزرگوں کے نام پر جانور چھوڑتے ہیں ان کا دودھ نہیں پیتے؛ ان پر سواری نہیں کرتے اگر وہ کسی کھیت میں جا پڑیں تو اسے بھگاتے نہیں بلکہ اگر وہ کوئی نقصان بھی کریں تو الٹا اسے باعثِ برکت سمجھتے ہیں۔

حُکم تحریمات غیر اللہ

کسی غیر اللہ کے لیے اس قسم کی تحریمیں کرنا اسے اِلٰہ بنانا اور اس کی عبادت کرنا ہے۔ لہذا شرک صریح ہے۔ یہ حق صرف خالق جلّ شانہ کا ہے۔ اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے

حکم فرمایا کہ کون ہے میری حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنے والا! خبردار! یہ تحریمات میری نازل کردہ ہرگز نہیں بلکہ تمہاری خودساختہ ہونے کی وجہ سے باطل اور مردود ہیں لہٰذا انہیں توڑ دو اور ان چیزوں کو حلال سمجھو اور معاملہ بھی حلال والا کرو یعنی استعمال کرو۔

فائدہ : ان چیزوں کے مالک کے حق میں تو یہ حکم ہے کہ ان تحریمات کو اعتقاداً حلال سمجھے اور معاملہ بھی حلال والا کرے یعنی ان کو استعمال کرے ورنہ وہ مشرک ہی رہے گا اور مالک کے علاوہ دوسروں کو یہ حکم ہے کہ ان چیزوں کو حلال سمجھیں لیکن مالک کی اجازت کے بغیر استعمال نہیں کر سکتے۔

ماخذ : ۱۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ (مائدہ ع ۱۲)

ترجمہ : اے ایمان والو نہ حرام کرو ان پاکیزہ چیزوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے اور نہ حد سے نکلو بے شک اللہ تعالیٰ انہیں دوست رکھتے حد سے نکلنے والوں کو۔

فہم سلف : امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

القول الثانی فی تفسیر هذه الآیة ما ذکره القفال وهو انه تعالی قال فی اول السورة أَوْفُوا بِالْعُقُودِ فبین انه کما لا یجوز استحلال المحرم کذالك لا یجوز تحریم المحلل وکانت العرب تحرم من الطیبات مالم یحرمه الله تعالی

ترجمہ : اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول وہ ہے جسے علامہ قفال نے ذکر کیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ کی ابتدا میں فرمایا کہ میرے ساتھ کیے ہوئے وعدے پورے کرو! اب وضاحت فرمائی کہ جس طرح حرام کو حلال کرنا جائز نہیں اسی طرح حلال کو حرام کرنا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ عرب لوگ حرام قرار دیتے ان پاکیزہ چیزوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا اور یہ بحیرہ

وھی البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام وقد حکی اللہ تعالیٰ ذالک فی ھٰذہ السورۃ وفی سورۃ الانعام وکانوا یحللون المیتۃ والدم وغیرھما فامر اللہ تعالیٰ ان لا یحرموا ما احل اللہ ولا یحللوا ما حرمہ اللہ تعالیٰ حتّٰی یدخلوا تحت قولہٖ "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ"۔ (تفسیر کبیر ص۱ ج۱۲)

سائبہ، وصیلہ اور حام ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ اور سورۃ انعام میں نقل فرمائی ہے۔ نیز وہ لوگ مردار اور خون وغیرہما کو حلال سمجھتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال نہ کریں تاکہ "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ" کے تحت داخل ہو جائیں۔

ماخذ: ۲۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔ (البقرہ ع۱)

ترجمہ: اے لوگو کھاؤ (برتو) ان چیزوں سے جو زمین میں ہیں حلال اور پاکیزہ اور نہ پیچھے چلو قدموں شیطان کے اس لیے کہ وہ تمہارا دشمن ہے صاف۔

شانِ نزول: علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں:

نزلت فی المشرکین الذین حرموا علی انفسھم البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام کما ذکرہٗ ابن جریر وابن عباسؓ۔ (روح المعانی ص—)

ترجمہ: یہ آیت ان مشرکین کے حق میں اتری ہے جنہوں نے اپنے آپ پر بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو حرام کر رکھا تھا جیسا کہ ابن جریرؒ اور ابن عباسؓ نے ذکر فرمایا ہے۔

ماخذ: ۳۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو پاکیزہ چیزوں

اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ۔ (بقرہ ع ۲۱)

ہیں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطاء کی ہیں اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کا اگر ہو تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔

ماخذ : ۳ - مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَاَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۔ (مائدہ ع ۲۴)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے بحیرہ، سائبہ وصیلہ اور حام کو مشروع نہیں فرمایا لیکن کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کے اکثر لا یعقل ہیں۔

فائدہ : مشرکین مکہ اپنے معبودوں کی رضا رجوئی و خوشنودی کے لیے ان کے نام پر مختلف ناموں سے مختلف جانور حرام کر کے چھوڑ دیتے تھے اور ان سے کسی طرح کا نفع (بوجھ لادنا، سوار ہونا، دودھ پینا) اٹھانا حرام اور ان بزرگوں کی ناراضگی کا ذریعہ سمجھتے۔ نیز یہ نظریہ رکھتے کہ ہماری یہ تحریمیں اللہ تعالیٰ کی رضاء کا ذریعہ ہیں کیونکہ یہ بزرگ ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسائط ہیں ان کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضاء کا ذریعہ ہے بلکہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان تحریموں کا حکم دیا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس فعل شنیع کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے کاموں کی نہ تو اجازت دی ہے اور نہ ہی حکم دیا ہے اور نہ ہی ان کاموں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے بلکہ یہ سارے کام شرک ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا باعث ہیں۔ ہاں ان کے مولویوں، پیروں اور متبوعین نے اپنی طرف سے یہ جھوٹی باتیں گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دی ہیں۔

فہم سلف : ۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں:

ومنھا انھم کانوا

ترجمہ : اقسام شرک میں سے

يسيّبون السّوائب والبحائر تقربًا الى شركائهم فقال الله تعالىٰ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِن بحيرةٍ ولا سائبةٍ الآية: (حجة الله البالغة ص۲۷-۲۸ ج۱)

یہ بھی تھا کہ وہ لوگ اپنے شریکوں کے تقرب کے لیے سائبہ بحیرے مقرر کرتے تو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا "مَا جَعَلَ اللّٰهُ" الآیہ :

فہم سلف ۲۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

اى مَا شرع الله هٰذه الاشياء ولا هي عنده قربة ولٰكن المشركين افتروا ذالك وجعلوه شرعًا لهم وقربة يتقربون بها اليه وليس ذالك بحاصل لهم بل هو وبال عليهم: (تفسير ابن كثير ص۱۶ ج۲)

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے نہ ان چیزوں کو مشروع فرمایا اور نہ ہی یہ چیزیں اس کے ہاں قرب کا ذریعہ ہیں لیکن مشرکین نے اسے اپنی طرف سے گھڑ لیا اور اسے اپنے لیے شریعت بنالیا اور اسے ذریعہ قرب الٰہی سمجھ کر اس کے ذریعہ قرب الٰہی طلب کرنے لگے حالانکہ یہ چیز انہیں کبھی بھی حاصل نہیں ہوگی بلکہ یہ تو ان پر (شرک وکفر ہونے کی وجہ سے) وبال ہے۔

ماخذ: ۳۔ علامہ مراغیؒ فرماتے ہیں:

اى مَا شرع ذالك ولا امر به وما جعله دينًا لهم وهٰذا ردٌّ وابطال لما كان يفعله اهل الجاهلية فى جاهليتهم..... (واكثرهم لا يعقلون) انهم يفترون

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے نہ ان چیزوں کو مشروع (جائز) فرمایا نہ اس کا حکم دیا اور نہ ہی اس کو لوگوں کے لیے دین بنایا اور یہ رُدّ و ابطال ہے ان اعمال شرکیہ کا جنہیں اہلِ جاہلیت دورِ جاہلیت میں کیا کرتے تھے اور

على الله الكذب بتحريم ما حرموا على انفسهم وانّ ذالك من اعمال الكفر بل يظنّون انهم يتقرّبون به اليه ولو بالوساطة لانّ الهتهم الّتى يسيّبون باسمها السوائب ويتركون بها ما حرموه على انفسهم ليست الّا وسطاء بينهم وبين الله بزعمهم تشفع لهم عنده وتقرّبهم اليه زلفى (مراغی ص۴۲ ج۷)

اکثر ان کے نہیں سمجھتے کہ وہ ان تحریمات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ کہ یہ سب اعمال کفر سے ہیں بلکہ وہ تو گمان رکھتے ہیں کہ وہ ان کاموں کے ذریعہ (بالواسطہ) اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر رہے ہیں کیونکہ ان کے معبود جن کے ناموں پر سوائب مقرّر کرتے اور جن چیزوں کو ان کی خاطر اپنے اوپر حرام کرکے چھوڑ رکھا ہے وہ ان کے گمان میں ایسے ہیں مگر واسطے اللہ تعالیٰ اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشیں کرتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔

فائدہ:

بحیرہ: وہ اونٹنی جو پانچ بچے جنے آخری پانچواں نر ہو اس کا کان لمبائی میں چیر ڈالتے اور بزرگوں کے لیے حرام کرکے چھوڑ دیتے اور کسی طرح کا نفع (سواری کرنا، بار لادنا، بال کاٹنا، ذبح کرنا، دودھ پینا) اٹھانا حرام اور بزرگوں کی ناراضگی کے سبب سے تباہی کا باعث سمجھتے۔

سائبہ: وہ اونٹنی جس کے پیٹ سے دس اونٹنیاں پیدا ہو چکی ہوں اسے بھی اپنے بزرگوں کے نام پر حرام کرکے چھوڑ دیتے اور کسی طرح کا نفع اٹھانا حرام سمجھتے۔

وصیلہ: وہ نوعمر اونٹنی جو یکے بعد دیگرے دو مادہ بچے جنے اور ان کے درمیان نر بچہ پیدا نہ ہوا ہو ایسی اونٹنی کو مشرکین اپنے معبودوں کی خوشنودی کے لیے

چھوڑ دیتے۔ یا وہ بکری جسے سات بچے پیدا ہوں، ساتویں بچے کے بعد اس بکری کا ناک اور سینگ کاٹ کر بزرگوں کے نام پر چھوڑ دیتے۔

حام : وہ اونٹ جس کی جفتی سے دس بچے پیدا ہو چکے ہوں۔ مشرکین عرب اسے اپنے بزرگوں کے لیے حرام کر کے چھوڑ دیا کرتے تھے۔

ماخذ : عن سعید بن المسیب قال البحیرۃ التی یمنع درھا للطواغیت فلا یحلبھا احد من الناس والسائبۃ التی کانوا یسیبونھا لآلھتھم لا یحمل علیھا شیئ قال وقال ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأیت عمرو بن عامر الخزاعی یجر قصبہ فی النار کان اول من سیب السوائب والوصیلۃ الناقۃ البکر تبکر فی اول نتاج الابل ثم تثنی بعد بانثی وکانوا یسیبونھا لطواغیتھم ان وصلت احداھما بالاخری لیس بینھما ذکر والحام فحل الابل یضرب الضراب

ترجمہ : سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ معبودان باطلہ کی خاطر روک دیا جاتا جس کی وجہ سے کوئی انسان اس کا دودھ نہ نکالتا اور سائبہ وہ اونٹنی جسے اپنے معبودوں کے لیے چھوڑ دیتے اس پر کچھ نہ لادا جاتا۔ سعید فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا وہ آگ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹ رہا تھا اور اسی نے سب سے پہلے سوائب چھوڑے تھے۔ اور وصیلہ وہ نوجوان اونٹنی جو پہلی مرتبہ اونٹنی جنے پھر دوبارہ بھی اونٹنی جنے اسے وہ لوگ اپنے معبودوں کے لیے چھوڑ دیتے اس لیے کہ اس نے ایک کو دوسری کے ساتھ ملا دیا اور ان دو کے درمیان کوئی مذکر نہیں۔ اور حام وہ نر اونٹ جو مخصوص تعداد (دس) میں جفتی کرتا جب وہ تعداد پوری کر لیتا تو

المعدود فاذا قضی ضرابه ودعوه للطواغیت واعفوه من الحمل فلم یحمل علیه شیئ وسموه الحام۔

(بخاری شریف ص۶۹۵ ج ۲)

اسے بھی معبودوں کے لیے چھوڑ دیتے اور اسے بوجھ لادنے سے معاف کر دیتے جس کی وجہ سے اس پر کچھ بھی نہ لادا جاتا اور اس کا نام حام رکھتے۔

تشریح نذور اللہ یا نیازاتُ اللہ

۱۔ کوئی شخص کسی مصیبت میں پھنس کر دربارِ الٰہی میں درخواست پیش کرتا ہے کہ یا اللہ تو میری یہ مصیبت رفع فرما دے، یا میرا بیمار درست کر دے یا فلاں گم شدہ آدمی یا چیز واپس مل جائے تو میں تیرے نام پر بکرا یا کوئی اور جانور یا کوئی اور چیز (کپڑا، دودھ مٹھائی وغیرہ) دوں گا۔

۲۔ یا بغیر مصیبت کے ویسے اللہ تعالیٰ کا قرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے یا اس لیے کہ آئندہ مصیبتوں اور تکلیفوں سے محفوظ رہوں اپنے ذمہ کر لیتا ہے کہ فلاں چیز اللہ کی راہ میں دوں گا، یا ہر ماہ یا ہر ہفتہ میں اللہ کے نام پر اتنی روپیہ خرچ کرتا رہونگا یا فلاں چیز دیا کروں گا، پھر یہ نذر خواہ گھر پر دے یا خود منیٰ جا کر وہاں پر جانور ذبح کرے یا یوں نذر مان لے کہ میں بیت اللہ پر غلاف چڑھاؤں گا اس کو نذر، نیاز، منت منوتی کہتے ہیں۔

ماخذ: ۱۔ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ۔ (حج ع ۵)

ترجمہ: اور ہر امت کے لیے مقرر کیا ہم نے طریقہ قربانی کرنے کا تاکہ ذکر کریں وہ نام اللہ تعالیٰ کا اس پر جو انہیں عطا فرمائے چوپائے جانور۔

ماخذ: ۲۔ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ۔ (حج ع ۴)

ترجمہ: اور چاہیے پوری کریں منتیں اپنی۔

ماخذ: ۳- وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ (حج ع ۴)

ترجمہ: اور ذکر کریں نام اللہ کا معین دنوں میں اوپر اس کے جو عطا فرمائے انہیں چوپائے جانور۔

حکم نذورُ اللہ

۱ — یہ فعل جائز اور عبادت الٰہیہ ہے — ۲ — منّت پوری کرنا ضروری ہے
۳ — منّت کی شیٔ حلال طیّب ہے — اسے حلال سمجھو اور معاملہ بھی حلال والا کرو۔

تشریح نذور لغیر اللہ یا نیازاتِ غیر اللہ

---

۱ — کسی غیر اللہ کو عالم الغیب، متصرف فی الامور اور شفیع قہری سمجھ کر اس کی منّت مانی جائے کہ اے فلاں پیر یا ولی یا شہید میری فلاں مصیبت ٹال دے یا فلاں مراد پوری کر دے تو تیرے نام فلاں چیز (جانور وغیرہ) دوں گا۔

۲ — یا بغیر کسی مصیبت کے یونہی کسی غیر اللہ تعالیٰ کے نام پر مقرر کر کے یا بلا تقرر اپنے مال سے حصہ دیتا رہے تاکہ برکتیں بڑھتی رہیں اور مصیبتیں ٹلتی رہیں۔

مذہب مُشرکین مکّہ

مشرکین مکہ کا یہی مذہب تھا وہ بھی شرکیہ عقیدہ کے تحت اپنے معبودوں کے تقرب کے لیے مصیبت میں اور بلا مصیبت بھی اپنے ہر قسم کے مال سے ان کے نام کے حصے نکالا کرتے بلکہ اپنے بیٹوں کو بطورِ منّت اپنے معبودوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور منّت کا مال آستانوں کی مرمّت اور ان کے مجاوروں اور زوّاروں پر صرف کرتے۔

ماخذ: ۱- وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ

ترجمہ: اور کرتے ہیں اللہ کے لیے کچھ اس سے جو اس نے اگایا ہے

وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا :: انعام ع ۱۶

کھیتوں اور جانوروں سے حصہ پس کہتے ہیں یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا۔

فہم سلف: ۱۔

قال المفسرون كان المشركون فى الجاهلية يجعلون لله من حروثهم وثمارهم وانعامهم ولسائر اموالهم نصيبا فما جعلوه من ذالك لله صرفوه الى الضيفان والمساكين وما جعلوه للاصنام انفقوا عليها وعلى خدمتها :: خازن ج ۲ ص ۱۵۵

ترجمہ: مفسرین کرامؒ فرماتے ہیں کہ مشرکین زمان جاہلیت میں اپنی کھیتوں اور پھلوں اور جانوروں اور دیگر تمام مالوں سے اللہ کا حصہ نکالتے اور بتوں کا حصہ بھی نکالتے۔ پھر جو اللہ تعالیٰ کا حصہ نکالتے اسے مہمانوں اور مسکینوں پر خرچ کرتے اور جو بتوں کا حصہ نکالتے اسے بتوں اور ان کے خدام پر خرچ کرتے۔

فہم سلف: ۲۔

منجملہ ان کے ایک یہ بات تھی کہ کھیتی اور چار پایوں میں سے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں حصہ لگا رکھتے تھے کچھ اناج اور کچھ جانوروں کو اللہ کے حصہ کا اپنے گمان کے بموجب قرار دیتے تھے اور کچھ اپنے بتوں کے نام کا (جیسا کہ بعض دیہات میں اناج اٹھاتے وقت ڈھیریاں لگاتے ہیں کہ یہ اللہ کے نام کی اور یہ مدار کی اور یہ سالار کی یہ قلندر کی اسی طرح جانوروں میں کرتے ہیں۔ (تفسیر حقانی ف ۶ ج ۲)

ماخذ: ۲۔ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ

ترجمہ: اور اسی طرح مزین کر دیا واسطے بہت مشرکین کے قتل کرنا اولاد

قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ | کا ان کے شرکا رنے۔

(انعام : ع ۱۶)

فہم سلف : ۱۔ علامہ مراغیؒ فرماتے ہیں :۔

وکان مصدر هذا التزيين وجوها مختلفة منها ...... التدين بنحر الاولاد للآلهة تقربًا اليها بنذرا و بغير نذر فقد كان الرجل فى الجاهلية ينذران ولد له كذا غلامًا (عشرة ! روح وغیرہ) لينحرن احدهم كما حلف عبد المطلب فى قصص طويل اشار اليه النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بقوله انا ابن الذبيحين (تفسیر مراغی ص۴۴ ج ۸)

ترجمہ : اور اس تزیین کی ابتدا کے مختلف وجوہ تھے ان میں سے ایک یہ کہ منت مان کر یا بغیر منت مانے اپنی اولاد کو معبودان باطلہ کے نام پر ذبح کر کے ان کے قرب حاصل کرنے کا مذہب اختیار کرنا زمانہ جاہلیت میں لوگ منت مانا کرتے تھے کہ اگر انہیں اتنی یعنی دس لڑکے پیدا ہو گئے تو ایک کو (معبودوں کے نام پر) ذبح کریں گے جس طرح کہ عبد المطلب نے قسم کھائی تھی جس کی ایک طویل داستان ہے جس کی طرف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم الف الف مرۃ بکل ذرۃ نے اپنے اس فرمان میں اشارہ فرمایا کہ میں ذبیحین کا بیٹا ہوں۔

فہم سلف : ۲۔ علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں :۔

منجملہ ان کے ایک یہ بات تھی کہ اپنے فرضی معبودوں سے اولاد کا سوال کیا کرتے تھے اور جب تحقیق تھی اولاد ہوتی تھیں تو ان میں سے ایک کو اس بت خانہ کے پاس لے جا کر اس بت کے نام سے ذبح کر دیتے تھے جس طرح کہ ہندو بتوں پر جانوروں کی بھینٹ

چڑھاتے ہیں (تفسیر حقانی ص۱۰۶ ج ۴)

موجودہ دور کے غالی قبر پرست اور نیازاتِ غیر اللہ

موجودہ دور کے قبر پرستوں کا بھی وہی حال ہے یہ لوگ بھی شرکیہ عقیدہ کے تحت بزرگوں کے تقرب کے لیے یا اپنے اوپر سے مصیبتیں تکلیفیں دور کرانے کے لیے ان کے نام کی منتیں مانتے اور اپنے مالوں میں سے ان کے نام کے حصے نکالتے ہیں مثلاً گائے، بھینس، مرغی بکری، دانے، آٹا گھٹہ وغیرہ پھر اس بزرگ کے عرس کے موقع پر یا آگے پیچھے اس کی قبر پر لے جا کر ان مجاوروں، زوّاروں اور نوراتہ بیٹھنے والوں پر صرف کرتے ہیں۔ بعض عورتیں اپنی منت میں یہ شرط لگاتی ہیں کہ بوقت ادائیگی منت مزار پر ننگے پاؤں حاضری دوں گی۔ اور بعض لوگ ہر سوموار یا جمعہ کی رات کو قبر پر تیل کا چراغ جلانے کی منت مانتے ہیں اور پیر محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی کی ماہانہ گیارھویں کی منت سے تو کسی غالی کا گھر خالی نہیں اور اس سب کچھ سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس بزرگ کی منت دی جارہی ہے وہ بوجہ عالم الغیب اور حاضر ہونے کے منت ماننے اور اس کے ادا کرنے کو جان رہا ہے اس لیے وہ میرے اس فعل پر خوش ہو کر بوجہ متصرف فی الامور ہونے کے میری مصیبت ٹال دیگا یا ضرورت پوری کر دے گا۔ یا میری جان، اولاد اور مال میں برکتیں ڈال دے گا۔ اور جو کام اس کے حدودِ اختیار سے باہر ہوں گے وہ بوجہ شفیع قہری ہونے کے اللہ سے منوا کر کرا دے گا۔ اور اگر میں نے اس کی نذر میں کوئی خلل ڈالا تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا اور میرے اوپر اس کی مار پڑے گی جس کی وجہ سے میں مالی اور جانی برکات سے محروم ہو کر نحوستوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو جاؤں گا۔

ہماری سرائیکی زبان میں اس کو کہتے ہیں "فلانے کوں پیر دی کاتی لگ گئی اے"

حکم نیازات لغیر اللہ

کسی غیر اللہ کے متعلق شرکیہ عقیدہ رکھ کر اس کے تقرب ورضا جوئی کے لیے اس کی منت ماننا، اس کی عبادت کرنا اور اس کو الٰہ بنانا ہے اور یہ حقیقی شرک اور اصلی کفر ہے اور منت ماننے والا مشرک وکافر ہے اور منت کی شئے خنزیر کی طرح حرام ہے جس کی حرمت پر امت مسلمہ کے سلف اور خلف تمام علماء کا اجماع ہے۔

خلاصہ : یہ کہ فعل نذر کا شرک فاعل نذر کا مشرک ، شئے نذر کی حرام اور حرمت بھی قطعی اجماعی ہے۔

اعلان مذہب اسلام اوّلاً :

کسی غیر اللہ کے لیے منت نہ مانو! اگر مانی بھی ہے تو ادا نہ کرو ورنہ مشرک بن جاؤ گے اور چونکہ یہ منت شرک ہے اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی ہونے کی وجہ سے شرعاً منعقد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کا پورا کرنا ضروری ہے بلکہ اس سے توبہ کرنا فرض ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ حرام اور شرک ہے۔

ماخذ : ا۔ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ (فی سبیل اللہ او فی سبیل الشیطان : مدارک) اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ (فی طاعۃ اللہ او فی معصیتہ (مدارک) و معظم نذور الجاھلیۃ کانت علی ذالک : (بحر) ومن ھٰذا القبیل نذر ذبح الولد او ذبح نفسہ (نیشاپوری)

ترجمہ : اور جو کچھ خرچ کرتے ہو تم کوئی خرچ اللہ تعالیٰ کی راہ میں یا شیطان کی راہ میں یا منت مانتے ہو کوئی منت اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا نافرمانی میں اور زمانہ جاہلیت کی اکثر منتیں اسی قبیل (معصیت) سے تھیں۔ اور اسی قبیل سے ہے اپنے بچے یا اپنے آپ کو ذبح کرنے کی منت ماننا۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور

فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُہٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ: (المشرکین: مفاتلہم) مِنْ اَنْصَارٍ: (البقرہ ع ۳۷)

نہیں ہوگا واسطے ظالمین مشرکین کے کوئی مددگار۔

ماخذ: ۲۔ ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَہُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَھُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ: ع ۴

ترجمہ: پھر چاہیے ختم کریں میل کچیل اپنا اور چاہیے پورا کریں منتیں اپنی اور چاہیے طواف کریں گھر پرانے کا۔

ماخذ: ۳۔ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا۔ (دھر ع ۱)

ترجمہ: پورا کرتے ہیں اپنی منتیں اور ڈرتے رہتے ہیں اس دن سے جو ہوگی برائی اس کی عام۔

فہم سلف: قدوۃ السالکین عارف باللہ حضرت حماد اللہ ہالیجویؒ پہلی اور تیسری آیت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

از یں آیتین وجوب وفا بنذر وعبادت بودن او مفہوم میشود آں لغیر اللہ حرام است۔ (مسائل توحید ص ۴۵)

ترجمہ: ان دو آیات سے وجوب ادائیگی منت اور اس کا عبادت ہونا سمجھا جاتا ہے اس لیے غیر اللہ کے لیے حرام ہے۔

ماخذ ۴: قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (انعام ع ۲۰)

ترجمہ۔ فرما دو بے شک میری نمازیں اور قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی مذہب کا میں حکم کیا گیا ہوں اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔

ماخذ:٥۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ : کوثر ع ١

ترجمہ: پس نماز پڑھ (صرف) اپنے رب کے لیے اور قربانی کر (صرف انہی کے لیے)

فہم سلف: حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

فاخلص لربّك صلواتك المكتوبة والنّافلة ونحرك فاعبده وحده لاشريك له وانحر على اسمه وحده لاشريك له ...... وهذا بخلاف ما كان عليه المشركون من السجود لغيرالله والذبح على غيراسمه

(تفسیر ابن کثیر ج ٤ ص ٥٥٨)

ترجمہ: پس خالص کر اپنے رب کے لیے اپنی فرضی اور نفلی نمازیں اور اپنی قربانیاں پس عبادت کرو صرف اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کی اور ذبح (قربانیاں) کر صرف اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کے نام پر اور یہ بات برخلاف ہے اس کے جس مذہب پر مشرکین تھے یعنی غیراللہ کو سجدے کرنا اور غیروں کے نام پر ذبح کرنا۔

ماخذ:٦۔ عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جدّه انّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم

ترجمہ: بے شک وشبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ منت تو صرف وہ ہوتی ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات یعنی صرف اس کی رضا مطلوب ہو۔

ماخذ:٧۔ وعن طارق بن شهاب انّ رسول الله صَلَّى الله عليه

ترجمہ: طارق بن شہابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جوان

وسلم قال دخل الجنة رجل فی ذباب ودخل النار رجل فی ذباب قالوا وکیف ذالك یا رسول اللہ قال مر رجلان علی قوم لهم صنم لا یجوزہ احد حتی یقرب لہ شیئًا فقالوا لاحدهما قرب قال لیس عندی شیئ اقرب قالوا لہ قرب ولو ذبابًا فقرب ذبابًا فخلوا سبیلہ فدخل النار وقالوا للآخر قرب فقال ما کنت لاقرب لاحد شیئًا دون اللہ عزوجل فضربوا عنقہ فدخل الجنۃ

(رواہ احمد ص)

مکھی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا اور ایک جوان مکھی کی وجہ سے جہنم کی آگ میں داخل ہوا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیسے آپ نے فرمایا دو جوانوں کا ایک قوم پر گذر ہوا جن کا ایک بت تھا کوئی آدمی جب تک اس بت کے نام پر کوئی چیز قربان نہ کرتا وہاں سے گذر نہ سکتا۔ ان لوگوں نے ان جوانوں میں سے ایک سے کہا کہ اس بت کے نام پر قربان کر اس نے کہا میرے پاس تو کوئی ایسی چیز نہیں جسے میں قربان کروں۔ انہوں نے کہا اور نہیں تو مکھی قربان کر۔ چنانچہ اس نے مکھی قربان کی تو ان لوگوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا یعنی گذرنے کی اجازت دے دی۔ اس وجہ سے وہ بندہ جہنم کی آگ میں داخل ہوا۔ دوسرے سے انہوں نے کہا کہ تو بھی کچھ قربان کر اس نے کہا میں تو اللہ عزوجل کے سوا کسی ایک کے لیے کچھ بھی قربان کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا تو وہ جنت میں داخل ہوا۔

ماخذ: ۸ - علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاریؒ فرماتے ہیں:۔

النذر لغیر اللہ تعالیٰ حرام لانہ من انواع الکفر لان ھٰذا عبادۃ والعبادۃ لغیر اللہ تعالیٰ کفر۔

(خلاصۃ الفتاویٰ صـ۲۷۸، ج ۴)

ترجمہ: غیر اللہ کی منت حرام ہے کیونکہ یہ اقسام کفر سے ہے کیونکہ یہ عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت کفر ہے۔

ماخذ: ۹ - امام رازیؒ اور علامہ نیشاپوریؒ واللفظ لہٗ فرماتے ہیں:۔

قال العلماء لو ان مسلمًا ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحھا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدًا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۲، تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۱۲۰)

ترجمہ: علماء نے فرمایا ہے کہ اگر بے شک کوئی مسلمان کوئی جانور ذبح کرتا ہے اور اس ذبح سے غیر اللہ کے تقرب کا ارادہ کرتا ہے تو وہ مرتد ہوگیا اور وہ جانور مرتد کی ذبیحہ ہے۔

ماخذ: ۱۰ - علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:۔

للاجماع علی حرمۃ النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا تشتغل الذمۃ بہ: (شامی صـ۱۲۸ ج ۲)

ترجمہ: مخلوق کے لیے منت ماننے کی حرمت پر اجماع کی وجہ سے اور نہ تو وہ منت منعقد ہو گی اور نہ ہی وہ ذمّہ میں پڑے گی۔

ماخذ: ۱۱ -

سئلت عن النذر للانبیاء والاولیاء ھل یجوز ام لا فالجواب انہ

ترجمہ: انبیاء و اولیاء کی منت کے بارے میں مجھ سے پوچھا گیا کہ جائز ہے یا نہیں؟ پس جواب یہ کہ یہ باطل

باطل وحرام لان النذر انما یکون للّٰہ تعالیٰ .:. (فتاوی کاملیہ ص۱۶۱)

ہے حرام ہے۔ کیونکہ منت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے۔

ماخذ: ۱۲۔ علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں:

واما النذر الذی ینذرہ اکثر العوام علی ما ھو مشاھد کان یکون للانسان غائب او مریض اولہ حاجۃ ضروریۃ فیأتی بعض الصلحاء فیجعل سترہ علی رأسہ فیقول یا سیدی فلان ان رد غائبی او عوفی مریضی او قضیت حاجتی فلک من الذھب کذا او من الفضۃ کذا او من الطعام کذا او من الماء کذا او من الشمع کذا او من الزیت فھذا النذر باطل بالاجماع لوجوہ منھا انہ نذر مخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ

ترجمہ: اور لیکن وہ منت جو اکثر عوام لوگ مانتے ہیں جس طرح کہ مشاہدہ ہے جیسا کہ کسی انسان کا کوئی رشتہ دار یا دوست غائب ہو یا بیمار ہو یا اس کو کوئی اور ضرورت ہو پس وہ بعض صلحاء کی قبر پر آتا ہے اور قبر کا پردہ سر پر ڈالتا ہے اور کہتا ہے اے میرے فلانے سردار اگر واپس کر دیا گیا میرا غائب یا تندرست کر دیا گیا میرا مریض یا پوری کر دی گئی میری ضرورت تو تیرے لیے یعنی تیرے نام پر اتنی سونا یا چاندی یا طعام یا پانی یا شمع یا تیل دوں گا۔ تو یہ منت بالاجماع باطل ہے کئی وجوہ کی بناء پر ایک یہ کہ یہ مخلوق کی منت ہے اور مخلوق کے لیے منت جائز نہیں کیونکہ یہ عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت نہیں ہوتی۔ ایک وجہ یہ کہ منذور لہ میت ہے۔ اور میت کسی چیز کی مالک نہیں۔ ایک یہ کہ

لا تکون للمخلوق ومنها ان المنذور لہ میّت والمیّت لا یملک ومنہا ان ظن ان المیّت یتصرّف فی الامور دون اللہ تعالیٰ واعتقادہ ذالک کفر (الی ان قال) للاجماع علی حرمۃ النذر للمخلوق ولا ینعقد و لا تشتغل الذمۃ بہ۔

اگر اس نے گمان کرلیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ میّت بھی متصرّف فی الامور ہے حالانکہ اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔ اتنے تک فرمایا کہ بوجہ اجماع کے اوپر حرمت نذر للمخلوق کے اور نہ ہی وہ منّت منعقد ہوگی اور نہ ذِمّہ میں پڑے گی۔

(بحرالرائق صـ۲۹۸ ج ۲) فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۶)

ماخذ: ۱۳۔ علامہ نووی ؒ فرماتے ہیں:

فان قصد مع ذالک تعظیم المذبوح لہ غیر اللہ تعالیٰ والعبادۃ لہ کان ذالک کفرًا فان کان الذابح مسلمًا قبل ذالک صار بالذبح مرتدًا

ترجمہ: اس کے ساتھ ساتھ اگر مذبوح لہٗ غیر اللہ کی تعظیم اور عبادت کا بھی ارادہ کرتا ہے تو یہ کفر ہوگا ذبح کرنے والا اگر اس سے پہلے مسلمان تھا تو اس ذبح کی وجہ سے مُرتد ہوگیا۔

(نووی شرح مسلم ج ۲، ص ۱۶۰،۱۶۱)

اِعلان مذہبِ اسلام ثانیًا:

یہ کہ ہر غیر اللہ کی ہر قسم کی مَنّت کی اشیاء خواہ حیوان ہوں یا غیر حیوان مردار اور خنزیر کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ حرام ہیں اور یہ حرمت بھی قطعی اور اجماعی ہے ان کا کھانا، بیچنا، خریدنا ہر شخص (غنی، غریب) کے لیے حرام ہے اور اگر وہ شئی

حیوان ہو تو اس پر بوقت ذبح اگرچہ ہزار بار اللہ کا نام لیا جائے تب بھی وہ حرام ہی رہے گا۔

ماخذ: ۱۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ ؕ (البقرہ ع ۲۱)

ترجمہ: بے شک وشبہ حرام کیا اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار اور خون (بہتا ہوا) اور خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جو نام لیا گیا اس پر غیر اللہ کا۔

ماخذ: ۲۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ (مائدہ ع)

ترجمہ: حرام ہوا تم پر مردہ جانور اور لہو اور گوشت سؤر کا اور جس چیز پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا۔

ماخذ: ۳۔ قُلْ لَّآ أَجِدُ فِي مَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ إِلَّآ أَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهٗ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ؕ (انعام ع ۱۸)

ترجمہ: تو کہدے کہ میں نہیں پاتا اس وحی میں کہ مجھ کو پہنچی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا گوشت سور کا کہ وہ ناپاک ہے یا وہ گناہ کی چیز جس پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا۔

ماخذ: ۴۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (النحل ع ۱۵)

ترجمہ: اللہ نے تو یہی حرام کیا ہے تم پر مردار اور لہو اور سور کا گوشت اور جس پر نام پکارا اللہ کے سوا کسی اور کا۔

ماخذ: ۵۔ علامہ ابن نجیم حنفیؒ فرماتے ہیں:۔

ولانہ حرام بل

ترجمہ: اور اس لیے کہ وہ حرام

سحت ولا یجوز لخادم الشیخ اخذہٗ ولا اکلہ و لا التصرّف فیہ بوجہ من الوجوہ الا ان یکون فقیرًا اولہٗ عیال فقراء عاجزون عن الکسب وھم مضطرون فیأخذونہ علیٰ سبیل الصدقۃ المبتدأۃ فاخذہٗ ایضًا مکروہ ما لم یقصد بہ الناذر التقرب الی اللہ تعالیٰ وصرفہ الیٰ الفقراء ویقطع النظر عن نذر الشیخ فاذا علمت ھٰذا فما یؤخذ من الدراھم والشمع والزّیت وغیرھا وینقل الیٰ ضرائح الاولیاء تقربًا الیھم فحرام باجماع المسلمین مالم یقصدوا بصرفھا للفقراء الاحیاء قولاً واحدًا ۔ (البحرالرائق ج ۲ ص ۲۹۸)

بلکہ سحت ہے اور شیخ کے خادم کو اس کا لینا یا کھانا یا اس میں کسی طرح کا تصرف کرنا کچھ بھی جائز نہیں مگر یہ کہ وہ محتاج ہو یا اس کے بال بچے محتاج اور کمانے سے عاجز ہوں اور وہ مضطر بھی ہوں تو وہ اسے صدقہ جدیدہ کے طور پر لے سکتے ہیں لیکن اس کا لینا مکروہ (تحریمی) ہے جب تک کہ ناذر نذر شیخ سے قطع نظر کر کے تقرب الی اللہ اور فقراء پر خرچ کرنے کا ارادہ نہ کر لے۔ جب تو نے یہ مسئلہ معلوم کر لیا تو وہ دراہم اور شمع اور تیل وغیرہا جو بزرگوں کے تقرب کی غرض سے ان کے قبور پر لے جایا جاتا ہے۔ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ حرام ہے جب تک (نذر شیخ سے ختم کر کے) زندہ فقراء پر خرچ کرنے کا ارادہ نہ کر لیں۔ اس مسئلہ میں فقہاء کا صرف یہی ایک ہی قول ہے۔

ماخذ: ٦ - الاستفتاء:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ زید نے ایک بکرا بنام شیخ سدو پرورش کیا۔ بعد چندے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر

کہ کر ذبح کیا وہ حرام ہے یا حلال؟ صورت دیگر یوں ہے کہ اس بکرے کو بنام اللہ پرورش کیا بوقت ذبح شیخ سدو کہہ کر چھری پھیری پس یہ ذبیحہ کیسا ہے؟

ہوالمصوب:

یہ دونوں صورتیں مَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ میں داخل ہیں جس صورت میں تقرب الی غیر اللہ مقصود ہو تو وہ ذبیحہ حرام ہے اگرچہ بوقت ذبح بِسْمِ اللّٰہِ کہی جاوے۔ درمختار میں ہے "ذبح لقدوم الامیر" الخ:

دحررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی، (فتاویٰ عبدالحی ص۲۸ ج ۲)

ماخذ: ۷۔ مولانا بدر عالم میرٹھیؒ فرماتے ہیں:

قرآن کریم نے ایسے جانوروں کو سور کے گوشت اور مردار کی صف میں شمار کیا ہے گویا اس بے محل نامزدگی کی وجہ سے اب وہ خنزیر کی طرح بن گیا ہے جس پر اگر ہزار بار بھی بِسْمِ اللّٰہِ پڑھو تو بھی حلال نہیں ہو سکتا۔ (ترجمان السنۃ ص۳۴۳ ج ۲)

ماخذ: ۸۔ علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں:

یعنی بطور تقرب ان کو ان کے نام سے پکارا گیا تو ان میں شرک کی خباثت سرایت کر گئی اور یہ خبث باطنی اس جانور کے رگ وپے میں دوڑ گیا پس جس طرح کہ سور وغیرہ کو اللہ کے نام سے ذبح کرنا کچھ فائدہ نہیں بخشتا بلکہ حرام ہی رہتا ہے اسی طرح ان جانوروں کو بھی خدا کے نام سے ذبح کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا بلکہ حرام ہی رہتا ہے۔ (تفسیر حقانی ص۲۱ ج ۲)

ماخذ: ۹۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں:

خواہ در وقت ذبح نام خدا بگیرد یا نے زیرا کہ چوں شہرت داد

ترجمہ: خواہ وقت ذبح خدا کا نام لے یا نہ اس لیے کہ جب شہرت

کہ ایں جانور برائے فلانے است ذکر نامِ خدا وقت ذبح فائدہ نہ کرد چہ آں جانور منسوب بآں غیر گشت وخبثے دراں پیدا گشت کہ زیادہ از خبث مردار است زیرا کہ مردار بے ذکر نامِ خدا جان دادہ است وجان ایں جانور برائے آں غیر خدا قرار دادہ کشتہ اند وآں عین شرک است وہرگاہ ایں خبث دروئے سرایت کرد دیگر بذکر نامِ خدا حلال نمی شود مانند سگ وخوک کہ اگر بنام خدا مذبوح شوند حلال نمی گردند۔
(تفسیر عزیزی صفحہ ۶۱۱ ج ۱)

کردی کہ یہ جانور فلانے کے لیے یعنی اس کے تقرب کے لیے ہے تو بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام مفید نہ ہوگا۔ اس لیے کہ وہ جانور اس غیر خدا کی طرف منسوب ہو گیا اور اس میں وہ گندگی پیدا ہو گئی جو مردار کی گندگی سے بھی زیادہ ہے کیونکہ مردار بغیر ذکر نام خدا کے مر گیا ہے اور یہ جانور غیر خدا کے نام پر مار اگیا ہے اور یہ عین شرک ہے اور جب اس میں یہ گندگی سرایت کر گئی تو پھر اللہ تعالیٰ کے نام لینے سے بھی وہ جانور حلال نہیں ہوگا جس طرح کتا اور خنزیر کہ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر بھی ذبح کیا جائے تب بھی حلال نہیں ہوتے۔

سوال : ۱۔ جب تحریمات غیر اللہ میں بھی غیر اللہ کا تقرب اور اس کی خوشنودی مقصود ہوتی ہے اور نیازات غیر اللہ میں بھی غیر اللہ کا تقرب مقصود ہوتا ہے تو پھر اس کی کیا وجہ کہ تحریمات غیر اللہ حلال نیازات غیر اللہ حرام ہیں جب کہ مقصد دونوں سے ایک ہی ہے۔

الجواب : تقرب غیر اللہ تو دونوں صورتوں میں پایا جاتا ہے لیکن ہر دو صورتوں میں بڑا فرق ہے چونکہ تحریماتِ غیر اللہ میں مشرک اپنے معبودوں کی خوشنودی کے لیے ان چیزوں کو حرام سمجھتا ہے۔ اور نیازاتِ غیر اللہ میں اپنے معبودوں کی خوشنودی کی خاطر ان چیزوں کو حلال سمجھتا ہے۔ بنا بریں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مشرکین کے خیال

کے خلاف حکم نازل فرمایا کہ جن چیزوں (تحریمات غیر اللہ) کو وہ لوگ حرام سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ یہ حلال ہیں اور جن چیزوں (نیازات غیر اللہ) کو وہ حلال سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں حرام قرار دیا۔ خلاصہ یہ کہ مشرکین کے اعتقاد کے برعکس حکم نازل ہوا جن چیزوں کو وہ حرام سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ حلال ہیں اور جن چیزوں کو وہ حلال سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ حرام ہیں۔

سوال : ۲۔ نذور لغیر اللہ کے حلال ہونے کی کوئی صورت بھی ہے؟

الجواب : اس کی دو صورتیں ہیں:۔

۱۔ نذر ماننے والا ادائیگی نذر سے قبل شرکیہ عقیدہ سے تائب ہو کر توحیدی عقیدہ قبول کرلے تو وہ اشیاء منت کی حلال ہو جائیں گی۔ اور اگر منت ماننے والا شرکیہ عقیدہ کے تحت بغرض ادائیگی منت وہ شئے مجاوروں وغیرہ میں تقسیم کر دیتا ہے یا وہ جانور ذبح کر دیتا ہے یا بغیر ذبح کسی کے حوالے کر دیتا ہے اور پھر اپنے عقیدہ شرکیہ سے رجوع کرتا ہے تو پھر وہ شئی مردار کی طرح حرام ہے حلال نہیں۔

۲۔ مسلمانوں کا بادشاہ دار الحرب کے مشرکین کے ساتھ جہاد کرے اور ان کے بتوں کی نیازات چھین کر لائے تو وہ بھی حلال ہیں۔

سوال : ۳۔ بعض مولوی حضرات کہتے ہیں کہ عوام جو پیروں فقیروں کی منت دیتے ہیں حقیقت میں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ منت تو اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن اس کا ثواب اپنے بزرگوں کی روحوں کو پہنچانا ہے۔ خلاصہ یہ کہ عوام کی منتیں از قبیل تصدق ہیں اور از قبیل تقرب نہیں۔ اور ایصال ثواب بلاشک شرع میں جائز ہے تو بناءً علیہ بزرگوں کی منتیں جو عوام دیتے ہیں ان کو حرام کہنا بے جا تشدد ہے اور طیبات الٰہیہ کو خواہ مخواہ حرام کہنا ہے۔

الجواب : ایصال ثواب بلاشک جائز ہے لیکن قابل غور یہ بات ہے کہ کیا واقعتاً عوام کا یہی عقیدہ اور نظریہ ہوتا ہے جو سائل نے بیان کیا ہے یا یہ غالی مولویوں کی طرف سے شرک پسند عوام کو ہیرا پھیری، مولویانہ حیلہ اور باطل کی تلقین ہے

خوب سن لو! کہ یہ صرف مولویانہ ہیرا پھیری ہے ورنہ عوام بیچارے دل کو یہ حیلے اور تکلفیں نہیں آتیں بلکہ وہ تو صاف صاف ہر ایک کے سامنے اعلان کرتے

رہتے ہیں کہ یہ شئے اور یہ بکرا فلاں بزرگ کی منت ہے اور بوقت ادائیگی منت ان کی عورتیں شاداں وفرحاں یہ سہرا کہتی ہوئی آتی ہیں "پیریں پجائی اے میں آئی یاں" یعنی میرے پیروں نے میری مراد پوری کی ہے اس لیے میں منت ادا کرنے کے لیے آئی ہوں۔ اور جب اہل حق ان کو سمجھانے کے لیے کہتے ہیں کہ پیروں کی منت ناجائز ہے تو غالی حضرات صاف کہہ دیتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور تم منکر اولیاء ہو۔ بہرحال عوام کو اس منت کے منت ہونے سے کوئی انکار نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ یہ تقرب ہے تصدق نہیں اور قطعاً نہیں۔

قارئین کرام! فقہائے احناف نے عوام کی اس قسم کی نذروں پر اجماعی حرمت کا فتویٰ دیا ہے اور اس ایصال ثواب والی تاویل کو اشارۃً بھی ذکر نہیں فرمایا کیونکہ ان کے علم کے مطابق عوام کا یہ فعل اس تاویل کو قبول نہیں کرتا تھا۔

ماخذ: ۱۔ علامہ حصفکی حنفیؒ فرماتے ہیں:

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام (الدر المختار ص ج)

ترجمہ: اور جان تو کہ بے شک وہ منتیں جو اکثر عوام سے مُردوں کیلئے صادر ہوتی ہیں اور وہ دراہم شمع اور تیل وغیرہا جو اولیاء کرام کے تقرب کی غرض سے ان کی مزارات پر لے جایا جاتا ہے۔ وہ باجماع باطل اور حرام ہے۔

ماخذ: ۲۔ علامہ رملی حنفیؒ فرماتے ہیں:

اقول قد استباح ھذا المحرم المجمع علی تحریمہ جماعۃ یزعمون انھم متصوفۃ یقال فی حقھم

ترجمہ: میں کہتا ہوں تحقیق مباح قرار دیا اس مجمع علیہ حرام کو ایک جماعت نے جن کا دعویٰ ہے کہ وہ بڑے صوفیاء ہیں لوگ انہیں مسلمانوں کے مقتدراء

قدوۃ المسلمین ومربّی المریدین ویبالغون فی اخذہٖ ویطالبون الناذر بہ فان امتنع قدموہ الیٰ قضاۃ ھٰذا الزّمن فیحکمون بہ وربما استعانوا بالشرطۃ و حکام السیاسۃ:۔ (فتاویٰ کاملیہ ص۱۶)

اور مریدین کی تربیت کرنے والے کہتے ہیں اور وہ لوگ اس حرام کے لینے میں بڑا مبالغہ کرتے ہیں اور منت ماننے والے سے مطالبہ کرتے ہیں پس اگر وہ دینے سے رک جائے تو اسے قاضیوں کے ہاں لے جاکر فیصلہ کراتے ہیں اور بعض تو پولیس اور سیاسی لوگوں سے بھی اس بات پر مدد مانگ لیتے ہیں۔

قدرے تشریح: عوام کی نذر یں ایصال ارواح کے قبیل سے نہیں اس کی چند وجوہ ہیں:۔

وجہ اوّل: ایصال ارواح والی تاویل صحیح تسلیم کرلی جاتی۔ اگر منت دینے والے اپنے ان بزرگوں کے متعلق شرکیہ عقیدہ (عالم الغیب ہونا نفع ونقصان کا اختیار رکھنا شفیع قہری ہونا) نہ رکھتے ہوتے کیونکہ پھر کہا جا سکتا تھا کہ شرکیہ عقیدہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ منت نہیں بلکہ ایصال ارواح ہے تقرب نہیں تصدق ہے حالانکہ وہ لوگ نہ صرف یہ کہ ان بزرگوں کے متعلق شرکیہ عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ کھلم کھلا اقرار بھی کرتے ہیں اور اسی کو دین الٰہی اور بزرگوں کا ادب سمجھ کر اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں اور اس کے منکر کو بے ادب اور بے دین سمجھتے ہیں۔

وجہ ثانی: اگر امتحاناً ان سے کہا جائے کہ ایصال ثواب بزرگوں کی بجائے اپنے رشتہ دار مُردوں کے لیے کرو۔ ایکؔ تو اس لیے کہ اس صورت میں دو ثواب ہیں ایک صدقہ کا، دوسرا صلہ رحمی کا۔ دوؔم اس لیے کہ یہ زیادہ محتاج ہیں بہ نسبت بزرگوں کے کیونکہ ان کے پاس نیکیاں بہت ہیں تو وہ بمنزلہ دولت مند کے ہیں لیکن عوام اقربار بجائے کثرت نوافل کے فرائض و واجبات کے بھی تارک

اور ان سے کوتاہ ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ بمنزلہ غریب کے ہیں تو یہ حضرات آپ کا یہ مفید مشورہ ہرگز قبول نہ کرینگے۔ معلوم ہوا کہ یہ ایصالِ ثواب نہیں بلکہ نذر لغیر اللہ ہے۔

وجہ ثالث : غیراللہ کی منت کا بکرا پالنے والے کو اگر آپ امتحاناً کہیں کہ جب آپ کا مقصد صرف بزرگ کی روح کو ثواب پہنچانا ہے تو اس بکرے کی بجائے گوشت خرید کر کچا یا پکا کر مساکین پر تقسیم کر دو یا بجائے اس جانور کے کوئی دوسرا جانور ذبح کر دو تو یہ لوگ آپ کا کہا ہرگز قبول نہیں کریں گے بلکہ اپنے بزرگوں سے ڈریں گے کہ وہ ہم سے ناراض ہو جائیں گے اور ہم پر مصیبتیں پڑیں گی کیونکہ ہم نے ان کے نام کی ایک چیز معین اور نامزد کر کے ادا نہیں کی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ایصال ثواب نہیں بلکہ منت ہے، تصدق نہیں بلکہ تقرب ہے۔

ماخذ : ا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں :

و بعضے جہال مسلمین دریں مقام کج فہمی می کنند و می گویند کہ گوشت را پختہ بنام مردہ دادن بلاشبہ جائز است و ما نیز از ذبح کردن جانور بنام آں مردہ ہمیں قدر قصد می نمایم برائے فہمانیدن ایشاں یک نکتہ کافی است کہ بایشاں باید گفت کہ ہرگاہ شما ذبح کردن جانور بنام غیر خدا نذر می کنند اگر عوض آں جانور گوشت ہماں مقدار خریدہ و پختہ بفقراء بخورانید در ذہن شما آں نذر ادا می شود یا نے اگر می شود راست می گوئید کہ مقصود شما از ذبح غیر از گوشت خورانیدن برائے ثواب

ترجمہ: بعض جاہل مسلمان اس مسئلہ میں کج فہمی کر کے کہتے ہیں کہ گوشت پکا کر مردہ کے نام پر یعنی اس کے روح کو ثواب پہنچانے کے لیے دینا بلاشبہ جائز ہے اور ہم بھی اس مردہ کے نام پر ذبح کرنے سے فقط یہی ارادہ رکھتے ہیں ان کو سمجھانے کے لیے ایک ہی نکتہ کافی ہے اور وہ یہ کہ ان سے کہا جائے کہ جب تم کسی غیراللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کی منت مانتے ہو اگر اس جانور کے عوض اسی قدر گوشت خرید کر پکا کر فقراء کو کھلادو

"آں مردہ نبود و الا تقرب بذبح نذر او کردہ آید و شرک صریح لازم می آید (تفسیر عزیزی ص۶۱۱ ج ۱)

تو تمہارے ذہنوں میں وہ مِنت پوری ہو جائے گی یا نہیں اگر ہو جائے گی تو تم سچ کہتے ہو کہ ذبح سے تمہارا مقصود علاوہ اس مردہ کے ایصال ثواب کے لیے گوشت کھلانے کے اور کچھ نہیں ورنہ ذبح کے ذریعہ اس کے تقرب کی نذر کی گئی ہے اور صریح شرک لازم آئے گا۔

ماخذ: ۲- حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں:

بعضے اپنی کج روی سے یہ حیلہ ایسے مواقع میں بیان کرتے ہیں کہ پیروں کی نیاز وغیرہ میں ہم کو تو یہی مقصود ہوتا ہے کہ کھانا پکا کر مردہ کے نام سے صدقہ کر دیا جائے تو اوّل تو خوب سمجھ لیں کہ اللہ کے سامنے جھوٹے حیلوں سے بجز مضرت کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ دوسرے ان سے پوچھا جائے کہ جس جانور کی تم نے غیر خدا کے لیے نذر مانی ہے۔ اگر اسی قدر گوشت اس جانور کے عوض خرید کر اور پکا کر فقیروں کو کھلا دو تو تمہارے نزدیک بے کھٹکے وہ نذر ادا ہو جاتی ہے یا نہیں۔ اگر بلا تامل تم اس کو کر سکتے ہو اور اپنی نذر میں کسی قسم کا خلل تمہارے دل میں نہیں رہتا تو تم سچے ورنہ تم جھوٹے اور تمہارا یہ فعل شرک اور وہ جانور مردار اور حرام۔ (فوائد تفسیریہ پ۲ بقرہ ع۲)

بحث : مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

فائدہ : ١- بعض کج فہم اور کم فہم لوگ اس جملہ میں خاصی تحریف سے کام لیتے ہیں کہ " مَا " سے مراد حیوان ہے - اُهِلَّ بمعنٰی ذُبِحَ اور لام بمعنٰی علٰی اور اس کے بعد لفظ اسم مقدر ہے - معنٰی ہو گا وہ حیوان جسے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو - مقصد ان کا یہ ہے کہ اوّل تو مَا اہل سے مراد صرف حیوانات ہیں اور کچھ نہیں - دوم : حیوان بھی وہ جس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام پڑھا گیا ہو تو اگر کوئی شخص ماسوائے حیوانات کے اور کسی چیز کی منت مانتا ہے یا منت تو حیوان کی مانتا ہے لیکن بوقت ذبح اس پر

اللہ تعالیٰ کا نام پڑھتا ہے تو یہ سب چیزیں حلال ہیں مَا اُهِلَّ میں داخل نہیں حالانکہ یہ مطلب تحریف قرآن ہے - بنا بر ایں اس جملہ کی مکمل وضاحت کیلئے ہم فصول اربعہ قائم کرتے ہیں -

فائدہ : ٢- قرآن پاک میں چار سورتوں میں یہ مسئلہ ذکر کیا گیا ہے -
١- بقرہ ٢- مائدہ ٣- نحل ٤- انعام - پہلے تین مقامات پر کلمۂ مَا سے تعبیر فرمایا گیا اور چوتھے مقام پر کلمۂ فِسْقًا سے -

فصل اوّل : تشریح کلمۂ مَا اور فِسْقًا

ان چار آیات میں کلمۂ مَا اور فِسْقًا سے ہر وہ چیز مراد ہے جو کسی غیر اللہ کے تقرب و خوشنودی کے لیے نذر و منت کے طور پر اسی کے نام کے ساتھ نامزد اور متعین کر دی جائے خواہ وہ حیوان ہو یا غیر حیوان کھانے کی چیز ہو یا پینے کی یا پہننے کی غرضیکہ

جہان کی تمام وہ چیزیں جو غیر اللہ کی منت میں استعمال ہوتی ہیں یا ہوسکتی ہیں سب کی سب بلا استثناء ان آیات میں داخل ہیں اور مذبوحہ بھی باقی افراد کے ساتھ ان آیات کا ایک فرد تو ہے لیکن یہ آیات صرف مذبوحہ میں منحصر نہیں ہیں۔

وجہ اوّل ـــــ مُقدّمہ اُولیٰ

لغت عرب میں کلمۂ مَا کا اصلی اور وضعی معنیٰ عموم ہے۔ جہان کی ہر شئے کو شامل ہوسکتا ہے تخصیص کا فائدہ بھی دیتا ہے لیکن جب قرائن اور مخصصات صحیحہ شرعیہ پائے جائیں۔ خلاصہ یہ کہ کلمۂ مَا کا اصلی وضعی اور حقیقی معنیٰ عموم ہے جو کسی قرینہ کا محتاج نہیں اور خصوص مجازی اور احتمالی معنیٰ ہے جو مخصص صحیح کے بغیر مراد لینا ناجائز اور تحریف کلام ہے۔

ماخذ: ۱۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

واىّ وما ومن شرطا واستفهاما وموصولا للعموم
(تفسیر اتقان ص۱۶ ج۲)

ترجمہ: اور ای اور مَا اور مَن شرط کے معنیٰ میں ہوں یا استفہام یا موصول کے معنیٰ میں عموم کے لیے ہوتے ہیں۔

ماخذ: ۲۔ علامہ نسفی اور علامہ احمد حنفیؒ لکھتے ہیں:

ومَن ومَا يحتملان العموم والخصوص واصلهما العموم يعنى انهما فى اصل الوضع للعموم ويستعملان فى الخصوص لعارض القرائن سواء استعملا فى الاستفهام او لشرط او الخبر؛
(نور الانوار ص۷۵)

ترجمہ: اور من اور مَا عموم اور خصوص دونوں کا احتمال رکھتے ہیں اور ان کا اصل عموم ہے یعنی بے شک یہ دونوں اصل وضع میں عموم کے لیے ہیں اور خصوص کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں لیکن عارض قرائن کی وجہ سے خواہ استفہام میں استعمال ہوں یا شرط میں یا خبر میں۔

ماخذ: ۳- علامہ حقانیؒ فرماتے ہیں:-
مَا کا لفظ بھی عام ہے اس میں جانور کی کوئی تخصیص نہیں۔ جانور ہو یا کھانا یا کپڑا جو بتوں کے نام سے پکارا جاوے یا ان پر چڑھایا جاوے حرام ہے (تفسیر حقانی ج ۵ ص ۵۴)

مقدمہ ثانیہ: اسی طرح کلمہ فسقًا مَا کی طرح باعتبار معنیٰ کے عام ہے کیونکہ فِسْقًا کا معنیٰ ہر وہ چیز جو نذر لغیر اللہ ہونے کی وجہ سے گناہ اور شرک کا سبب بنے اور سبب گناہ بوجہ منذور لغیر اللہ ہونے کے جہان کی ہر شئے ہو سکتی ہے خواہ حیوان ہو خواہ غیر حیوان کسی خاص چیز کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ غیر اللہ کی منت کی ہر شئے فِسْقًا کے عموم میں داخل ہے۔

ماخذ۔ علامہ تھانویؒ فرماتے ہیں:-
فِسْقًا یا جو جانور وغیرہ شرک کا ذریعہ ہو۔

لانّ الحرمة بالاهلال لا يختص بالحيوان (بیان القرآن ج ۳ ص ۱۳۲)	ترجمہ، کیونکہ تحقیق نامزد کرنے کے ذریعہ حرمت حیوان کے ساتھ مختص نہیں۔

مقدمہ ثالثہ: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں عام خاص کی طرح قطعی ہوتا ہے اس کی پہلی تخصیص نص قرآنی یا خبر متواتر یا مشہور کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ فرمانِ نبویؐ جو خبر واحد کی صورت میں مروی ہو اس کے ساتھ بھی عام کی تخصیص نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح مطلق کو قید لگا کر مقید کرنا۔

خلاصہ: یہ کہ عام کو خاص کرنے کے لیے مطلق کو مقید کرنے کے لیے آیت قرآنی یا خبر متواتر یا مشہور صحیح ہونا ضروری ہے تو جب خبر واحد صحیح کے ذریعہ عام کو خاص مطلق کو مقید نہیں کیا جا سکتا تو ظاہر ہے کہ اقوال صحابہؓ اور دیگر مفسرین کرامؒ کے اقوال یہاں کام نہیں دیتے اور ہرگز نہیں دیتے۔

حاصل مقام: یہ کہ کلمۂ مَا اور فِسْقًا اپنے اصلی معنیٰ یعنی عالمگیر

عموم پر باقی ہے کیونکہ اوّلاً: ان کا اصلی اور وضعی معنیٰ عموم ہے۔ ثانیاً: کوئی آیت قرآنی یا حدیث صحیح صریح، متواتر یا مشہور تو بلا ریب نہیں ہے مگر کوئی صحیح خبر واحد نہیں ہے جو کلمۂ مَا اور فِسْقًا کی تخصیص کر کے اس کو کسی خاص فرد مثلاً مذبوحہ میں منحصر کر دے اور مذبوحہ کے علاوہ نذر لغیر اللہ کے تمام افراد کو ان سے خارج قرار دیوے۔

خلاصہ : یہ کہ کلمۂ مَا اور فِسْقًا کی تفسیر صرف مذبوحہ کے ساتھ حضرت رسول اللہ صاحب الوحی ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ تو بناءً علیہ یہ صحیح نہیں ہے، کہ کلمۂ مَا اور فِسْقًا کے صریح عموم کو بغیر قرینہ شرعیہ کے صرف حیوان کے ساتھ خاص کر کے اس میں منحصر مانیں اور حیوان کے علاوہ باقی تمام غیر ذی روح کو مَا اُهِلَّ اور فِسْقًا سے خارج سمجھیں۔ ہاں یہ بات بلا ریب بجا ہے اور یقیناً بجا ہے کہ کلمہ مَا اور فِسْقًا کی تفسیر ذبیحہ سے کی جائے لیکن بایں معنیٰ کہ ذبیحہ بھی کلمۂ مَا اور فِسْقًا کے افراد میں سے ایک مخصوص فرد ہے جیسا کہ مفسرین کرام نے کیا ہے۔ نہ بایں معنیٰ کہ کلمۂ مَا اور فِسْقًا ذبیحہ میں منحصر ہیں اور ان کا صرف یہی ایک ہی فرد ہے اور باقی غیر اللہ کی نذریں اس میں داخل ہی نہیں ہیں۔

ماخذ : علامہ حقانی ؒ فرماتے ہیں :۔

بعض مفسرین ؒ نے اس کے بعد عند الذبح کی قید بڑھائی ہے کہ ذبح کے وقت جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جاوے وہ حرام ہے مگر مطلق کو قید لگا کر مقید کرنا یا عام کو خاص کرنا کوئی ہلکا سا کام نہیں اس لیے کہ یہ بھی ایک قسم کا نسخ ہے۔ اور آیت کو کسی کا قول منسوخ نہیں کر سکتا اس کے لیے یا تو کوئی آیت ہونی چاہیے ورنہ کم سے کم کوئی حدیث ہو کہ جو صریح الدلالت بھی ہو اور اس کے ثبوت میں بھی کسی کو کلام نہ ہو ہم نے ہر چند غور کیا اور بہت تلاش کی مگر اس قسم کا کوئی مخصص ہم کو نہیں ملا۔ (تفسیر حقانی ج ۵ ص ۴۵)

وجہ ثانی ۔ مشرکین مکہ کی منتیں اور اہلال بھی صرف حیوانات سے

مختص نہیں تھا بلکہ حیوانات کے علاوہ غلہ، مٹھائی، روغن، درہم، دنانیر، لباس وغیرہ۔ غرضیکہ اپنے استعمال کی تمام اشیاء سے غیر اللہ کے تقرب و خوشنودی کیلئے بطور منت حصے نکالتے تھے حتیٰ کہ کھیت کے علاوہ کھیت کا پانی بھی بطور منت معبودانِ باطلہ کے لیے نامزد اور متعین کر دیتے تھے۔

ماخذ: وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (پ ۸ انعام ع ۱۶)

ترجمہ: اور کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ اس سے جو اس نے اگایا ہے کھیتوں اور جانوروں سے حصہ پس وہ جو ان کے شریکوں کے لیے ہوتا وہ تو نہ پہنچتا اللہ تعالیٰ کے حصہ کی طرف اور جو اللہ تعالیٰ کا حصہ ہوتا وہ پہنچ جاتا ان کے شریکوں کی طرف برے فیصلے کرتے ہیں۔

فہم سلف: حضرت شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں:

کافر اپنی کھیتی میں سے، مواشی کے بچوں میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے۔ پھر بعض جانور اللہ کے نام کا بہتر دیکھا تو بتوں کی طرف بدل دیا اور بتوں کی طرف کا اللہ کی طرف نہ کرتے ان سے زیادہ ڈرتے (موضح قرآن)

حاصل: یہ کہ مشرکین کا تقرب معبودانِ باطلہ کے لیے عام تھا۔ حیوان کی تخصیص ان کے ہاں ہرگز نہ تھی تو حرمت شرعیہ بھی عام ہوگی۔ اسی لیے کلمہ مَا اور فِسْقًا ہر منذور لغیر اللہ کو شامل ہوگا۔ خواہ مذبوحہ ہو یا غیر مذبوحہ۔

وجہ ثالث: سورۃ مائدہ میں "وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ" کے بعد "وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ" بھی آیا ہے تو اگر مَا أُهِلَّ میں صرف جانور مراد لیا جائے تو پھر مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ" زائد از ضرورت ہوکر بلا وجہ تکرار لازم آئیگا اس لیے انصاف یہ ہے کہ دونوں کلمات کی ایسی تفسیر کی جائے جس سے تکرار لازم

نہ آئے۔ اور کوئی کلمہ زائد نہ بنے اور وہ یہ کہ مَا اُھِلَّ کو عام رکھا جائے حیوان ہو یا اور کوئی چیز اور مَا ذُبِحَ میں ظاہر ہے فقط حیوانات مذکور ہیں اور یہ تخصیص بعد از تعمیم ہے کیونکہ غیر اللہ کی مَنّت میں دی جانے والی چیزوں میں سے مذبوح چونکہ فردِ اعظم تھا اس لیے خصوصی طور پر اسے ذکر کیا گیا۔

وجہ رابع : فقہائے کرام کا فیصلۂ حرمت کا بھی صرف حیوان کے ساتھ خاص اور اس پر بند نہیں ہے کہ انہوں نے یوں فتویٰ دیا ہو کہ غیر اللہ کی مَنّت حیوان ہو تو حرام ہے اور غیر حیوان ہو تو حلال ہے بلکہ ان کا حکم حرمت بلا ریب عام ہے غیر اللہ کی ہر نذر اور مَنّت کو شامل ہے خواہ وہ حیوان ہو یا غیر حیوان۔

ماخذ : وَاعلم اَنّ النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع و الزیت ونحوھا الیٰ ضرائح الاولیاء الکرام تقربًا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام .:. الدرالمختار ج ۱ ص ۱۲۸)

ترجمہ : اور جان تو کہ بے شک وہ منتیں جو اکثر عوام سے مُردوں کیلئے صادر ہوتی ہیں اور وہ دراہم شمع اور تیل وغیرہا جو اولیاء کرام کے تقرب کی غرض سے ان کی مزارات پر لے جایا جاتا ہے وہ باجماع باطل اور حرام ہے۔

سوال اوّل : کتب تفاسیر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مَا سے مراد صرف مذبوحہ ہے کیونکہ مفسرین حضرات نوّر اللہ مراقدہم نے مَا اُھِلَّ کے نیچے صرف مذبوحہ کا ذکر کیا ہے اور غیر مذبوحہ کا ذکر بالکل نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ غیر مذبوحہ مراد نہیں ورنہ اس کو ضرور ذکر فرماتے۔

تمہید : قارئین کرام! بہتر یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ ہمارا مدعا معلوم کریں کہ ہم کیا عرض کرنا چاہتے ہیں۔ دل کے کانوں سے سُن لو: کہ ہمارا مدعا یہ نہیں ہے اور قطعاً نہیں ہے کہ کلمہ مَا اور فِسْقًا کے عموم کے

نیچے مذبوحہ داخل ہی نہیں۔ حاشا وکلا! بلکہ ہمارا مدعا صرف یہ ہے کہ کلمۂ مَا اور فِسْقًا مذبوحہ میں بند نہیں ہے بایں طور کہ ان آیات میں کلمۂ مَا اور فِسْقًا کا فرد ہی صرف مذبوحہ ہو اور یہ آیات صرف اسی خاص فرد (مذبوحہ) کو شامل ہوں اور اس کے علاوہ غیر اللہ کی نذر ومنت کے جتنے افراد ہیں وہ سب کے سب ان سے خارج ہوں اور آیات ان کو بالکل شامل ہی نہ ہوں اور ان پر دلالت ہی نہ کریں۔

خلاصہ: یہ کہ ہم مَا اور فِسْقًا کے ذبیحہ کے ساتھ تخصیص اور حصر کے منکر ہیں اور ذبیحہ کا مَا اور فِسْقًا میں باقی افراد کے ساتھ مندرج ہونا اور مَا اور فِسْقًا کا باقی افراد نذر لغیر اللہ کے ساتھ ذبیحہ کو بھی شامل ہونا اس کے ہم قطعًا منکر نہیں۔

الجواب: جب یہ بات ذہن نشین ہو گئی تو اب سنو کہ مفسرین حضرات کی عبارات میں مَا اور فِسْقًا کے ایک فرد اعظم کا ذکر ہے اور یہ ہمارے مخالف نہیں ہے کیونکہ ہم پہلے سے مانتے ہیں کہ ذبیحہ بھی مَا اور فِسْقًا کا فرد ہے۔ ہاں یہ عبارات ہمارے مخالف تب ہوتیں جب مفسرین حضرات تخصیص اور حصر کا دعوٰی کرتے کہ مَا اور فِسْقًا سے مراد صرف ذبیحہ ہے اور منت لغیر اللہ کے باقی افراد قطعًا مراد نہیں ہیں۔

حاصل یہ کہ جو کچھ مفسرین حضرات نے لکھا ہے کہ نہ وہ ہمارے مخالف ہے اور نہ ہم اس کے منکر ہیں اور جس کے ہم منکر ہیں وہ ہے کلمۂ مَا اور فِسْقًا کو مذبوحہ میں بند ماننا اور مذبوحہ کے علاوہ باقی افراد نذر لغیر اللہ کو مَا اور فِسْقًا کے عموم سے خارج ماننا۔ وہ مفسرین کی کلام میں موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی طالب علم یہ نفی اور حصر اس بات سے سمجھتا ہے تو یہ مفہوم مخالف ہے جس کا مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

سوال دوم: مفسرین حضرات کے کلام میں یہ تاویل کیوں کرتے ہو کہ ان کی مراد تخصیص اور حصر نہیں ہے۔

الجواب اوّلاً: مفسّرینؒ کے کلام میں جب حصر اور تخصیص کا کلمہ موجود ہی نہیں ہے پھر ان کے کلام کو حصر پر کیسے حمل کریں ایک ناکردہ کام بلا وجہ ہم ان کے سر پر کیوں تھوپیں۔

ثانیاً: اینکہ مفسّرینؒ حضرات کا کلام واجب التاویل ہے کیونکہ عام کی پہلی تخصیص جب خبرِ واحد جیسی شرعی دلیل اور قیاس مجتہد سے صحیح نہیں ہے تو مفسّرین حضرات کے اقوال سے قرآنی عام کی تخصیص کیسے صحیح ہو سکتی ہے جبکہ امام اعظمؒ کے نزدیک تخصیص نسخ کا قسم ہے۔ کیا مخلوق کے کلام کے ذریعہ خالق کا کلام منسوخ ہو سکتا ہے؟ حاشا و کلّا اس لیے ہمارا مدعا یہ ہے کہ بلا دلیل مفسّرین حضرات نہ تخصیص کا دعویٰ کر سکتے ہیں اور نہ انہوں نے کیا ہے۔ صرف مَا اور فِسقًا کی تفسیر میں ذبیحہ کو ذکر کرنے سے تخصیص اور حصر لازم نہیں آتا۔

سوال سوم: ہم نے مان لیا کہ مفسّرین حضراتؒ کا مقصد مَا کو ذبیحہ پر بند کرنا اور تخصیص کرنا نہیں لیکن کلمہ مَا اور فسقًا عام کے تمام افراد میں سے صرف ذبیحہ کو ذکر کیوں فرمایا اور باقی افراد کو ذکر کیوں نہیں فرمایا؟

تمہید: ا۔ جب کسی شئے کے بہت سے افراد میں سے کسی فرد کو کسی وجہ سے خصوصیت اور اہتمام حاصل ہو مثلاً بوجہ شہرت یا کثرتِ رواج کے یا بوجہ آیت کے شانِ نزول ہونے کے تو مفسّرین حضرات کی عادت فاشیہ ہے کہ اس شئے عام کثیر الافراد کی تفسیر میں باقی افراد کو چھوڑ کر صرف اسی خاص فرد کو ذکر کر دیتے ہیں محض اس فرد کی عظمت، اہتمام اور خصوصیت مذکورہ جتلانے کیلئے ان کی غرض یہ نہیں ہوتی اور ہرگز نہیں ہوتی کہ یہ عام خاص فرد میں بند ہے۔ اور باقی افراد اس سے خارج ہیں عام آدمی جو اس اصول سے واقف نہیں ہوتے وہ سمجھتے ہیں کہ اس عام سے مراد صرف فرد مذکور ہے اور باقی افراد خارج ہیں۔

خلاصہ: یہ کہ یہ تخصیص ذکر اہتمام کے لیے ہوتی ہے نہ نفی ما عدا کے لیے۔

تمہید ۲: مشرکین اگرچہ تمام مالوں سے نذر و نیاز ادا کرتے تھے۔ لیکن سب سے محبوب ترین نذر اور فردِ اعظم ان کے نزدیک صرف حیوان کا ذبح کرنا تھا اور اس کے مقابلہ میں باقی تمام مالی نذریں معمولی سمجھی جاتی تھیں۔ کیونکہ ذبح والی نذر میں ایک تو اس معبود (جس کی منت مانی گئی ہے) کی زیادہ تعظیم ہے دوسرا اس میں منت دینے والے کی اپنے معبود کے ساتھ مزید عشق کی دلیل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو سورۃ کوثر میں باقی صدقات میں سے خصوصاً نحر اور ذبح کا حکم فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کی تمام چیزوں میں سے زیادہ مشہور یہی ذبح والی نذر تھی اس پر جتنا اجتماع ہوتا تھا باقی چیزوں پر نہیں ہوتا تھا۔

الجواب: مفسرین حضرات کا مَا اُھِلَّ کی تفسیر میں مذبوحہ کا ذکر کرنا محض اس کے زیادہ مشہور ہونے اور بہت مروج ہونے کی وجہ سے ہے اور بایں معنیٰ ہرگز نہیں کہ مَا اُھِلَّ مذبوحہ میں بند ہے اور باقی اشیاء مَا اُھِلَّ میں داخل ہی نہیں کلّا و حاشا۔

فصل دوم ــــــ تشریح معنیٰ اہلال

عنوان اوّل: اُھِلَّ اِھلال سے مشتق ہے اہلال کا اصلی، وضعی اور عرفی معنیٰ آواز کرنا اور شہرت دینا ہے اور یہ تشہیر اور آوازہ دینا بھی مطلق ہے کسی مکان اور وقت کے ساتھ خاص نہیں خواہ ایسی چیز پر ہو جو قابل ذبح نہیں جیسے غلہ لباس، مٹھائی وغیرہ یا قابلِ ذبح اشیاء پر ہو جیسے حیوانات۔ پھر خواہ ذبح سے بہت پہلے ہو یا قریب ہو یا عین ذبح کے وقت ہو بعض لوگوں نے جس طرح بنار کھا ہے کہ اہلال کا معنیٰ ذبح کے وقت آواز اونچی کرنا یہ غلط اور قطعاً غلط ہے۔ بہرحال اہلال کا وضعی اور عرفی معنیٰ صرف آواز دینا اور تشہیر کرنا، ہے بلکہ اس کے تمام مواد میں ظہور اور کھل جانے والا معنیٰ پایا جاتا ہے۔

ماخذ: ۱۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

باب کیف تہل الحائض والنفسآء اہل تکلم بہ واستھللنا و واھللنا الھلال کلہ من الظھور واستھل المطر خرج من السحاب "وَمَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ" وھو من استھلال الصبی (بخاری شریف ج ا ص۲۱)

ترجمہ: یہ باب ہے کہ کس طرح احرام باندھیں حیض اور نفاس والی عورتیں اھل یعنی کلام کیا ساتھ اس کے اور "استھللنا" اور "اھللنا الھلال" یہ سب کلمات ظہور کے معنیٰ سے ہیں اور استھل المطر کے معنیٰ بارش بادلوں سے نکل آئی۔ اور اسی ظہور والے معنیٰ سے ہے) "مَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ"۔ اور وہ دراصل بچے کے (بوقت ولادت) آواز کرنے سے ماخوذ ہے۔

ماخذ: ۲۔ علامہ جمال قریشیؒ لکھتے ہیں:

استھل الصبی ای صاح عند الولادۃ و اھل المعتمر اذا رفع صوتہ فی التلبیۃ واھل بالتسمیۃ علی الذبیحۃ قولہٗ تعالیٰ "وَمَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ" ای نودی علیہ بغیر اسم اللہ واصلہ رفع الصوت و اھل الھلال واستھل

ترجمہ: استھل الصبی یعنی بوقت ولادت آوازہ دیا۔ اور اہل المعتمر جب کہ بوقت تلبیہ آواز اونچی کرے اور آوازہ دیا ساتھ بسم اللہ کے ذبیحہ پر۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَمَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ" یعنی غیر اللہ کا اس پر نام لیا گیا اور دراصل اس کا معنیٰ ہے آواز اونچی کرنا اور اھل الھلال واستھل مجہول اور استھل معلوم یعنی واضح ہو گیا۔

مجھولاً واستھل معلوماً
ای تبیّن (صراح باب اللام ص۵۶۴)

ماخذ: ۳ - حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں:

بلکہ اہلال در لغتِ عرب بمعنیٰ بلند کردن آواز و شہرت دادن است چنانچہ اہلال ہلال و اہلال طفلِ نو تولد و اہلال بمعنیٰ تلبیہ حج وغیرذالک مستعمل است و اگر کسی بگوید کہ اھللت للّٰہِ ہرگز بمعنیٰ ذبحت للّٰہِ فہمیدہ نخواہد شد (تفسیر عزیزی ج ۱ ص۶۱۱)

ترجمہ: بلکہ اہلال لغتِ عرب میں آواز بلند کرنے اور شہرت دینے کے معنیٰ میں ہے۔ چنانچہ اہلال ہلال اور نوزائیدہ بچے کا آواز دینا اور اہلال بمعنیٰ تلبیہ حج وغیر ذالک مستعمل ہے اور اگر کوئی اھللت للّٰہِ کہے تو ہرگز ذبحت للّٰہِ نہیں سمجھا جائے گا۔

ماخذ: ۴ - حضرۃ العلامہ المحدث انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

ولا اقول ان الاھلال مقیّد من حیث التفسیر بکونہ عند الذبح کما قد قیل بل الاھلال امر وعدم ذکر الاسم امر اٰخر لیس عین الاول فانہ لا یتقیّد بالذبح وھو اعلان وتشھیر بانہ لغیر اللّٰہِ: (مشکلات القرآن ص۴۹)

ترجمہ: اور میں یہ نہیں کہتا کہ اہلال بلحاظ تفسیر ذبح کے وقت کے ساتھ مقیّد ہے جس طرح کہا گیا بلکہ اہلال اور چیز ہے اور اللہ کا نام ذکر نہ کرنا اور چیز ہے یہ پہلے کا عین نہیں کیونکہ وہ (اہلال) ذبح کے ساتھ مقیّد نہیں بلکہ وہ (اہلال) تو ظاہر کرنا اور شہرت دینا ہے اس بات کی کہ وہ چیز غیر اللہ کے لیے ہے۔

عنوان ثانی: لغتِ عرب اور عرفِ عرب میں اہلال کا معنیٰ ذبح بالکل نہیں اور قطعاً نہیں کسی شاعر یا کسی فصیح بلیغ نے اپنے کسی شعر یا کلام میں

لفظ اہلال اس معنیٰ میں استعمال نہیں کیا۔ کوئی شخص کسی نظم یا نثر کا حوالہ پیش نہیں کر سکتا جس میں اہلال بمعنیٰ ذبح آیا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ذبح اہلال کا نہ لغوی معنیٰ ہے اور نہ عرفی و شرعی۔

ماخذ: حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

واہلّ را بر ذبح حمل کردن خلاف لغت و عرف است ہرگز اہلال در لغتِ عرب و عرف آں دیار و آں وقت بمعنیٰ ذبح نیامدہ در ہیچ شعر و ہیچ عبارت۔

(تفسیر عزیزی ج ا ص ۶۱۱)

ترجمہ: اور اُہلّ کو ذبح پر حمل کرنا خلافِ لغت و عرف ہے لفظ اہلال لغتِ عرب اور اس علاقہ اور اس وقت کے عرف میں کسی شعر اور کسی عبارت میں ہرگز ذبح کے معنیٰ میں نہیں آیا۔

فصل سوم — کلمہ لِغَیْرِ اللّٰہِ کی تشریح

کلمہ غیر ہمہ گیر عموم کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا عالم علوی، جوی سفلی اور ماتحت الثریٰ کی تمام مخلوقات ذوی العقول، نوری، ناری، خاکی اور غیر ذوی العقول حیوانات، پرندے، بری، بحری مخلوق اور تمام جمادات یہ سب کے سب کلمہ غیر کے عموم میں داخل ہیں خلاصہ یہ کہ کلمۂ غیر اللہ بتوں میں بند نہیں بلکہ بلا استثناء ہر مخلوق کو شامل ہے۔

ماخذ: ا۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

لان اللہ تعالیٰ اوجب ان تذبح مخلوقاتہ علیٰ اسمہ العظیم فمتی عدل بہا عن ذالک وذکر علیہا

ترجمہ: کیونکہ تحقیق واجب کر دیا اللہ تعالیٰ نے یہ کہ ذبح کرے اس کی مخلوقات اس کے اسم عظیم پر پس جب بھی اس بات سے عدول

اسم غیرہ من صنم او طاغوت او وثن او غیر ذالک من سائر المخلوقات فانہا حرام بالاجماع ؎

(ابن کثیر ص ۸ ج ۲)

کر کے کسی غیر اللہ کا نام لیا گیا خواہ وہ صنم ہو یا طاغوت یا وثن یا ان کے سوا تمام مخلوقات میں سے پس بے شک وہ بالاجماع حرام ہے۔

ماخذ: ۲۔ علامہ جصاص رازیؒ فرماتے ہیں:۔

وظاہر قولہ تعالیٰ "وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" یوجب تحریمہا اذا سمّی علیہا باسم غیر اللہ لانّ الاہلال بہ لغیر اللہ ہو اظہار اسم غیر اللہ و لم یفرق الآیۃ بین تسمیۃ المسیح و بین تسمیۃ غیرہ بعد ان یکون الاہلال بہ لغیر اللہ ؎

(احکام القرآن ج ۱ ص ۱۴۶)

ترجمہ: اور ظاہر قول اللہ تعالیٰ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ واجب کرتا ہے ان جانوروں کی حرمت کو جب ان پر غیر اللہ کا نام لیا جائے کیونکہ اہلال بہ لغیر اللہ یہی غیر اللہ کے نام کا اظہار ہی تو ہے اور نہیں فرق کیا آیت نے مسیحؑ اور غیر مسیحؑ کے نام کے درمیان بعد اس کے کہ غیر اللہ کے نامزد ہو۔

ماخذ: ۳۔ علامہ اندلسیؒ لکھتے ہیں:۔

فیندرج فی لفظ غیر اللہ الصّنم والمسیح و الفخر واللّعب لانّ الاہلال لغیر اللہ ہو اظہار غیر اسم اللہ و لم یفرق بین اسم

ترجمہ: پس داخل ہے لفظ غیر اللہ میں بت، مسیح، فخر اور گڑیا کیونکہ اہلال لغیر اللہ غیر اللہ کے نام کا اظہار ہی تو ہے اور نہیں فرق کیا اللہ تعالیٰ نے مسیحؑ اور غیر مسیح کے نام میں۔

المسیح واسم غیرہ:۔

(بحر المحیط ج ا ص ۴۸۹)

ماخذ: ۴۔ حضرت شاہ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں:۔

خواہ آں غیر بت باشد یا روحِ خبیث کہ بطریق بھوگ کہ بنامِ او بدہند وخواہ مسلّط برخانہ یا سرائے کہ بدوں دادن جانور از ایذائے سکنہ آنجا دست بردار نشود یا توب را روانہ کردن ندہد وخواہ پیرے یا پیغمبرے را بایں وضع جانور زندہ مقرر کردہ دہند کہ ایں حرام است

(تفسیر عزیزی ج ا ص ۶۱۰)

ترجمہ: وہ غیر خواہ بت ہو یا روح خبیث جو کہ بطور رشوت اس کے نام پر دیتے ہیں اور خواہ گھر یا سرائے پر مسلط ہو جو جانور دیے بغیر اس جگہ کے رہنے والوں کے ایذاء سے دست بردار نہ ہوتا ہو یا بارات کو نہ جانے دے اور خواہ پیر یا پیغمبر کے لیے اس طرح جانور زندہ مقرر کر کے دیں تو یہ حرام ہے۔

فائدہ: اہلِ کتاب کی ذبیحہ حلال ہے۔

ماخذ: وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ:

(پ۶ مائدہ ع ۱)

ترجمہ: اور طعام ان لوگوں کا جو دیے گئے کتاب، حلال ہے تمہارے لیے۔

سوال: اہل کتاب کی ذبیحہ خواہ باسم اللہ یا باسم العزیر ذبح کی گئی ہو مطلقاً حلال ہے یا صرف وہ جو باسم اللہ ذبح کی گئی ہو۔

الجواب: صرف وہ ذبیحہ حلال ہے جو باسم اللہ ذبح کی گئی ہو اور جو باسم المسیح یا باسم العزیر ذبح کی گئی ہو وہ حرام ہے اور مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہے۔

ماخذ: علامہ جصاص رازیؒ فرماتے ہیں:۔

لان اباحۃ طعام اھل الکتاب معقودۃ بشریطۃ

ترجمہ: کیونکہ اہل کتاب کے طعام کی اباحت اس شرط کے ساتھ

ان لا یھلّوا لغیر اللہ اذ کان الواجب علینا استعمال الآیتین بمجموعھما فکانہ قال "وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم" مالم یھلوا بہ لغیر اللہ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۴۶)

مشروط ہے کہ وہ لوگ غیر اللہ کا نام بلند نہ کریں کیونکہ ہمارے اوپر دونوں آیتوں "وما اھل" الخ اور "وطعام الذین" الخ" کے مجموعہ پر عمل کرنا واجب ہے تو گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ کتاب دیے گئے ان کا طعام تمہارے لیے حلال ہے بشرطیکہ غیر اللہ کا نام بلند نہ کریں۔

سوال: بعض تابعین کے نزدیک مسیح علیہ السلام کے نام پر نصرانی کی ذبیحہ اور عزیر علیہ السلام کے نام پر یہودی کی ذبیحہ حلال ہے۔

الجواب: پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ کلمہ غیر عام ہے ہر ما سوی اللہ تعالیٰ اس میں داخل ہے اور یہی عموم والا معنیٰ جمہور صحابہ کرامؓ اور جمہور تابعینؒ اور ائمہ اربعہؒ سے منقول ہے۔ لہٰذا یہ قول کوئی حجت نہیں۔

ماخذ: ۱۔ ولم یفرق الآیۃ بین تسمیۃ المسیح وبین تسمیۃ غیرہ بعد ان یکون الاھلال بہ لغیر اللہ۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۴۶)

ترجمہ: اور آیت نے مسیحؑ اور غیر مسیحؑ کے نام کے درمیان فرق نہیں کیا بعد اس کے کہ غیر اللہ کے لیے نامزد ہو۔

ماخذ: ۲۔ وھذا خلاف ما اتفق علیہ الائمۃ من التحریم۔ (روح ص ۴۲ ج ۲)

ترجمہ: اور یہ مسلک اس تحریم کے خلاف ہے جس پر ائمہ کرام متفق ہیں۔

فصل چہارم: ممنوعہ "مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ" کی مراد

مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ سے مراد یہ ہے کہ شرکیہ عقیدہ کے تحت کسی غیر اللہ (نوری، ناری، خاکی یا کچھ اور) کے تقرب اور رضا جوئی کی خاطر کسی چیز (جانور یا غیر جانور) کو زبان سے معین اور نامزد کرنا اور یہ کہنا کہ یہ چیز فلاں ہستی کی منت منوتی اور نیاز ہے۔ جسے بہاولپوری زبان میں "پیرڑے ناں نوئیں کر ڈتے" کہتے ہیں۔ بس اسی تشہیر اور نامزدگی ہی کو اِهلال لِغَيْرِ الله کہتے ہیں۔ وہ شئے ما اهل به لغير الله میں داخل ہونے کی وجہ سے مُردار اور خنزیر کی طرح حرام ہو چکی ہے۔ بلکہ اس کی خباثت عند اللہ مردار کی خباثت سے بھی زیادہ ہے کیونکہ مردار میں تو صرف یہ نقص تھا کہ اس کی جان اللہ تعالیٰ کے نام پر نہیں نکلی لیکن کسی غیر اللہ کے تقرب کی خاطر بھی تو اس کی جان نہیں نکلی لیکن مَا اهلّ به لغير الله میں تو اس چیز کو غیر اللہ کے تقرب کی خاطر سے استعمال کیا جا رہا ہے اور اس کی جان نکالی جا رہی ہے۔ بہر حال وہ شئے اہلال لغیر اللہ کی وجہ سے ادائیگی منت سے پہلے ہی مُردار کتے کی طرح حرام ہو چکی ہے۔ اور اگر وہ چیز جانور ہے تو بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتی جس طرح کتے اور خنزیر کو بِسْمِ اللهِ پڑھ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتے اسی طرح مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ بھی۔ کیونکہ بِسْمِ اللهِ کے ذریعہ حرام حلال نہیں بنتا۔

خلاصۃ الکلام یہ کہ مَا اهلّ سے مراد صرف یہ نہیں کہ وہ جانور جسے غیر خدا کے نام پر یعنی اس کے لیے ذبح کیا جائے یا بوقت ذبح اس پر غیر کا نام پڑھا جائے بلکہ وہ عام ہے جہان کی تمام وہ اشیاء جو غیر اللہ کے لیے نامزد کی گئی ہوں اس میں داخل ہیں۔ مذکورہ بالا دونوں صورتیں مَا اُهِلَّ کا فرد ضرور ہیں لیکن مَا اُهِلَّ ان میں بند نہیں۔

مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ (منذور لغیر اللہ) کی حُرمت کی علت

مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ (منذور لغیر اللہ) کی حرمت کی علت فقط اہلال ہے۔ یعنی زبان سے یہ کہہ کر تشہیر کرنا کہ یہ شئے فلاں بزرگ کی مَنّت ہے۔ بس یہی اہلال ہی علت حرمت ہے۔ کیونکہ یہ غیر اللہ کی مَنّت کا اعتراف ہے اور مَنّت عبادت ہے جو کہ غیر اللہ کے لیے شرک ہے۔

تفصیل : یہ ہے کہ غیر اللہ کی نذر دینے والے پر کئی مَراحل آتے ہیں۔

مَرحلہ اولیٰ : کسی غیر اللہ کے متعلق اس کے دل میں شرکیہ عقیدہ پیدا ہوتا ہے یعنی اس غیر اللہ کو عالم الغیب اور اپنی مشکلات اور جمیع ضروریات کو جاننے والا متصرف فی الامور اور اپنی مرادیں اور ضروریات پوری کرنے والا اور شفیع قہری یعنی اللہ پاک سے زوری زور منوا کر کام کروا دینے والا سمجھتا ہے۔

مرحلہ ثانیہ : مذکورہ بالا عقیدہ کے ماتحت یہ شخص اس ہستی کی رضا اور اس کے قرب کے حصول کے لیے اس کی مختلف قسم کی عبادتیں بجا لاتا ہے تا کہ وہ ہستی بوجہ عالم الغیب ہونے کے اس کی عبادت پر مطلع ہو کر اس کی جان اس کی اولاد اور اس کے مال میں سے بوجہ متصرف فی الامور ہونے کے آفات اور بلیات نکال دے اور برکات ڈال دے اور اگر کوئی کام اس کے حدودِ اختیار سے باہر ہو تو وہ بوجہ شفیع قہری ہونے کے اللہ تعالیٰ سے بلا اس کی رضا کے منوا کر کروا دے۔ ان عبادات میں سے ایک یہ کہ شخص مذکور اس ہستی کے لیے اپنے مال سے کسی چیز کو مَنّت اور نذر کے طور پر دل ہی دل میں معین کر لیتا ہے۔

مرحلہ ثالثہ : اب شخص مذکور اپنے بچوں، رشتہ داروں اور دوست احباب میں زبان سے اس بات کا اظہار اور اعلان کرتا ہے کہ فلاں چیز میں نے فلاں ہستی کی نذر اور مَنّت کے لیے معین کر رکھی ہے اور یہ تشہیر ادائیگی مَنّت (تقسیم یا

ذبح) اسے پہلے ہوتی ہے۔

مرحلہ رابعہ : وہ مکان جو اس ہستی کی ادائیگی منت کے لیے مقرر ہوتا ہے وہاں جاکر ذبح یا تقسیم سے یا مجاوروں کے حوالہ کر دینے سے یا جو بھی طریقہ ان کے ہاں ادائیگی منت کے لیے مقرر ہوتا ہے اسی کے مطابق وہ منت ادا کرتا ہے۔

اصل حقیقت : یہ ہے کہ حرمت کا اصلی اور حقیقی سبب تو پہلا اور دوسرا مرحلہ یعنی شرکیہ عقیدہ اور اس سے پیدا ہونے والا تقرب لغیر اللہ اور اہلال قلبی یعنی دل کی نامزدگی ہے کیونکہ اعمال کی مدار نیت پر ہے مگر یہ عقیدہ چونکہ باطنی چیز ہے دوسروں کو کیسے پتہ چلے گا کہ یہ چیز، یہ جانور نذر لغیر اللہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تیسرے مرحلہ یعنی اہلال زبانی کو جو اس قلبی تقرب لغیر اللہ کی ترجمانی ہے حرمت کا سبب مقرر فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ قلبی تقرب لغیر اللہ حرمت کا اصل سبب ہے اور اہلال اس کی دلیل اور اس کے قائم مقام ہے جس طرح ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے لیکن وہ ایک باطنی اور مخفی چیز ہے لوگ اس پر مطلع نہیں ہو سکتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے احکام اسلام کے اجراء کے لیے اقرار کو تصدیق کے قائم مقام کر دیا ہے۔

باقی رہا مرحلہ رابعہ یعنی ادائیگی منت ذبح یا تقسیم سو وہ حرمت کے لیے موجد نہیں بلکہ پہلی حرمت کے لیے متمم اور پختہ کرنے والا ہے۔ بنا برایں منت کے جانور کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا بے سود ہے کیونکہ حرمت تو پہلے اس میں سرایت کر چکی ہے۔

ماخذ : ۱۔ فکل ما نودی علیہ بغیر اسم اللہ فھو حرام وان ذبح باسم اللہ حیث اجمع العلماء لوان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحھا

ترجمہ : پس ہر وہ جانور جس پر کسی غیر اللہ کا نام پکارا گیا وہ حرام ہے گو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح بھی کیا گیا ہو کیونکہ اجماع کیا علماء نے اس بات پر کہ اگر بے شک کوئی مسلمان جانور ذبح کرتا ہے اور اس کے ذبح سے

التقرب الی غیر اللہ صار مرتدًا و ذبیحتہ ذبیحۃ مرتد ۔: ملخص علی البیضاوی ص۲۲ ا)

تقرب الیٰ غیر اللہ کا ارادہ کرتا ہے تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کی ذبیحہ ذبیحۂ مرتد ہے (یعنی حرام ہے)

ماخذ : ۲ ۔ علامہ خصفکی حنفیؒ فرماتے ہیں :۔

واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع و الزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربًا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام ۔: الدر المختار ص ۱۱۷ ج ۱)

ترجمہ : اور جان تو کہ بے شک وہ منتیں جو اکثر عوام سے مُردوں کے لیے صادر ہوتی ہیں اور وہ دراہم شمع اور تیل وغیرہا جو اولیاء کرام کے تقرب کی غرض سے ان کی مزارات پر لے جایا جاتا ہے وہ باجماع باطل اور حرام ہے ۔

ماخذ : ۳ ۔ علامہ خصفکی حنفیؒ واللفظلہٗ اور علامہ ابن البزاز کردری حنفیؒ فرماتے ہیں :۔

ذبح لقدوم الامیر ونحوہ لواحد من العظماء یحرم لانہ اھل بہٖ لغیر اللہ ولو (وصلیۃ) ذکر اسم اللہ ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام اللہ تعالیٰ ۔: الدر المختار ص ۱۹۶ ج ۵) ھٰکذا فی فتاوی العالمگیریہ ج ۵ ص ۲۸۷، فتاوی بزازیہ علی ہامش عالمگیریہ ج ۶ ص ۳۰۲)

ترجمہ : امیر اور اس جیسے کسی بڑے آدمی کی آمد پر جانور ذبح کرتا ہے تو حرام ہے کیونکہ یہ غیر اللہ کے لیے نامزد کیا گیا اور اگرچہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی لے اور اگر مہمان کے لیے ذبح کرتا ہے تو حرام نہیں کیونکہ یہ حضرت خلیلؑ کی سنت ہے اور مہمان کا اکرام درحقیقت اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے ۔

فائدہ عظیمہ: مہمان کے لیے مرغا، بکرا وغیرہ معین کرنا اور پھر اس کی آمد پر ذبح کرنا نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ مستحب ہے اور امیر اور کسی بڑے آدمی کی آمد پر اس کی تعظیم کے لیے ذبح کرنا "مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللہ" میں داخل اور حرام ہے۔ وجہ یہ کہ مہمان کے لیے کسی جانور کی تعیین اور پھر اسے کھلانا حکم ربی اور سنتِ خلیلؑ ہے۔ نیز مہمانی کی صورت میں مہمان کو کھلانا مقصود رہے۔ چنانچہ جانور ذبح کر کے سالن پکا کر مہمان کو کھلایا جاتا ہے اور قدوم امیر کے موقع پر اسے کھلانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ صرف اس کی تعظیم میں ذبح کرنا مقصود ہوتا ہے جیسا کہ بزرگوں کی نذر و نیازیں، بزرگوں کو نہ کھلانا مقصود ہوتا ہے اور نہ ہی انہیں کھلایا جاتا ہے۔ خوب سمجھ لو!

ماخذ ۴: ومثلہ ما یقع من المعتقدین للاموات من الذبح علی قبورھم فانہ مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللہِ ولا فرق بینہ وبین الذابح للوثن۔
(فتح نقل از حاشیہ جامع البیان ص۲۶)

ترجمہ: اور اس جیسا ہے وہ جو واقع ہوتا ہے مُردوں کے معتقدین سے یعنی ان کی قبروں پر ذبح کرنا کیونکہ یہ بھی مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللہ ہے اور مُردوں اور بتوں کے لیے ذبح کرنے والے میں کوئی فرق نہیں۔

ماخذ: ۵۔ علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ فرماتے ہیں:

مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللہِ سے مراد وہ جانور ہے جو بقصد تقرب الی غیر اللہ ذبح کیا جائے اور مقصود اراقۃ الدم سے تعظیم غیر خدا ہو اور جان دینا خاص غیر کے لحاظ سے ہووے۔ ایسا جانور حرام ہے اگرچہ وقت ذبح کے بسم اللہ اس پر کہی جائے۔ دُر مختار میں ہے "ذبح لقدوم الامیر الخ" اور تفسیر نیشاپوری میں ہے "قال العلماء لو ان مسلماً الخ" اور تفسیر دُر منثور میں ہے "اخرج ابن المنذر عن ابن عباس وما اھل قال ذبح

واخرج ابن ابی حاتم عن مجاهد وما اھلّ قال ما ذبح لغیر اللّٰہ انتھیٰ"۔ پس بکرا شیخ سدو وغیرہ کا کہ خاص غیر خدا کے واسطے جان دینا اس میں منظور ہوتا ہے اور خون بہانا تقرباً الی غیر اللہ تعالیٰ مقصود ہوتا ہے حرام ہے (مجموعہ فتاویٰ مولوی عبد الحی ج۲ ص ۵۵)

ماخذ : ۶ - استفتاء کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت میں کہ زید نے ایک بکرا بنام شیخ سدو پرورش کیا بعد چندے بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا وہ حرام ہے یا حلال ؟ صورتِ دیگر یوں ہے کہ اس بکرے کو بنام اللہ پرورش کیا بوقت ذبح شیخ سدو کہہ کے چھری پھیری۔ پس یہ ذبیحہ کیسا ہے؟

ھوالمصوّب : یہ دونوں صورتیں مَا اُھِلَّ لِغَیْرِاللّٰہِ میں داخل ہیں جس صورت میں تقرب الی غیر اللہ مقصود ہو وہ ذبیحہ حرام ہوگا اگرچہ بوقت ذبح بِسْمِ اللّٰہ کہی جاوے۔ درمختار میں ہے " ذبح لقدوم الامیر"

رحررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی)
(فتاویٰ عبد الحی ج۶ ص ۲۸۷)

ماخذ : ۷ - حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

فان قولہٗ تعالیٰ (وَمَا اھلّ لغیر اللہ بہٖ) ظاھرہ انہ ما ذبح لغیر اللہ مثل ان یقال ھٰذا ذبیحۃ لکذا واذا کان ھٰذا ھوالمقصود فسواء لفظ بہ اولم یلفظ وعلیٰ ھٰذا فلو ذبح لغیر اللہ متقرباً بہ الیہ لحرم

ترجمہ : پس بے شک فرمان اللہ تعالیٰ کا " وما اھل لغیر اللہ بہٖ " اس کا ظاہری معنیٰ وہ جانور جو غیر اللہ کے لیے ذبح کیا جائے جس طرح کہ کہا جائے کہ یہ جانور فلاں کے لیے ہے اور جب کہ مقصود یہی ہے تو پھر غیر اللہ کا نام (بوقت ذبح) لیا جائے یا نہیں ؟ اور بنا بریں اگر

وان قال فیہ بسم اللہ
کما یفعلہ طائفۃ من
منافقی ھٰذہ الامۃ
الذین یتقربون الی
الاولیاء والکواکب بالذبح
والبخور ونحو ذالک وان
کان ھٰؤلاء مرتدین لاتباح
ذبیحتھم بحال لکن
یحتمع فی الذبیحہ مانعان
(صراط مستقیم ص۲۵۹)

کسی غیر اللہ کے تقرب کی غرض سے
اس کے لیے ذبح کرتا ہے تو حرام ہے
اگرچہ بسم اللہ کیوں نہ پڑھے
جس طرح کہ اس امت کے منافقین
کا ایک طائفہ کرتا ہے وہ جو اولیاء
اور ستاروں کا ذبح، بخور وغیرہ کے
ذریعہ قرب حاصل کرتے ہیں اور
اگر یہ لوگ مرتد ہیں پھر تو ان کی ذبیحہ
کسی حال میں حلال نہیں لیکن اس
ذبیحہ میں دو مانع جمع ہو گئے۔

ماخذ: ۸-

وروی ابن ابی حاتم
عن الجارود بن ابی سبرۃ
قال کان رجل من بنی رباح
یقال لہ ابن وائل وکان
شاعرًا نافر غالبًا ابا
الفرزدق بماء بظھر
الکوفۃ علی ان یعقر ھٰذا
مأۃ من ابلہ وھٰذا مأۃ
من ابلہ اذا وردت الماء
فلما وردت الماء قاما
الیھا بسیفھما فجعلا یکشفان
عراقیبھا قال فخرج الناس

ترجمہ: ابن ابی حاتم نے جارود
بن ابی سبرہ سے روایت نقل کی ہے
کہ بنی رباح کا ایک آدمی تھا جسے
ابن وائل کہا جاتا تھا اور وہ شاعر
تھا اس نے ابو الفرزدق شاعر سے
کوفہ کے باہر ایک پانی (جگہ) پر مقابلہ
کیا اس شرط پر کہ یہ ایک سو اونٹ
ذبح کرے گا اور وہ بھی ایک سو
اونٹ ذبح کرے گا۔ جب پانی
پینے آئیں گے پس جب اونٹ پانی
پر آئے تو دونوں اپنی اپنی تلواریں لے
کر ان اونٹوں کی طرف کھڑے ہوئے

على الحمرات والبغال
يريدون اللحم قال وعلي رض
بالكوفة قال فخرج على رض
على بغلة رسول الله صلى
الله عليه وسلم البيضاء
وهو ينادي يا ايها الناس
لا تاكلوا من لحومها فانها
اهل به لغير الله :
(تفسير ابن كثير ج ٢ ص ٨)

ماخذ : ٩ - وذكر
القرطبي عن ابن عطية
انه نقل عن الحسن
البصري سئل عن
امرأة عملت عرسا
للعبها فنحرت فيه
جزورًا فقال لا توكل لانها
ذبحت لصنم :.
(ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۵ ، قرطبی ج ۲ ص ۲۲۴)

پس شروع ہوئے ان کی پنڈلیاں
کاٹنے لگے ۔ جارود کہتے ہیں لوگ
گدھوں اور خچروں پر نکلے گوشت
کا ارادہ رکھتے تھے اور حضرت علی رض
کوفہ میں تھے آپ بھی نبی کریم ﷺ کے
سفید خچر پر نکلے اور نداء دیتے تھے
کہ لوگو ان اونٹوں کا گوشت نہ کھاؤ
اس لیے کہ ما اهل به لغير الله
ہیں ۔!

ترجمہ: اور علامہ قرطبیؒ نے ابن عطیہ سے
ذکر کیا ہے کہ انہوں نے حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے
کہ آپ سے ایک عورت کے بارے میں پوچھا
گیا جس نے اپنی گڑیا کی شادی کی
پس اس نے اونٹ ذبح کیے تو آپ
نے فرمایا کہ انہیں نہ کھایا جائے
کیونکہ یہ بت کی ذبیحہ ہے ۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ حرمت کی وجہ صرف بوقت ذبح غیر اللہ کا نام پڑھنا ہے ۔

الجواب: یہ غلط اور سراسر غلط ہے ۔ اس لیے کہ ان کا قول تب صحیح ہوتا اگر قرآن میں بجائے مَا اُهِلَّ بِهٖ لغير الله کے ما ذبح باسم غیر اللہ ہوتا یا ما اهل به لغير الله عند الذبح ہوتا حالانکہ چار مقامات پر

اللہ تعالیٰ نے یہ مسئلہ بیان کیا کسی جگہ بھی یہ تعبیر اختیار نہیں فرمائی۔ اور جو تعبیر اختیار فرمائی ہے اس میں آپ کی یہ غلط توجیہ قطعًا جاری نہیں ہو سکتی کیونکہ اس تعبیر میں ذبح کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ حرمت مطلق اہلال ہے اور یہ ذبح والا اہلال اس مطلق اہلال کا فرد ہے لیکن جو اہلال موجب حرمت ہے وہ اس اہلال ذبح میں بند نہیں ہے۔

سوال : بعض مفسرین حضرات نے مَا اُھِلَّ کی تفسیر مَا ذُبِحَ عَلٰی اسْمِ غَیْرِ اللّٰہِ کے ساتھ کی ہے یعنی وہ حیوان جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے اور بعض حضرات نے وَمَا صِیْحَ فِیْ ذَبْحِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کے ساتھ تفسیر کی ہے یعنی وہ حیوان جس کے ذبح میں آوازہ کیا جائے واسطے غیر اللہ کے۔ تو ان تفسیرات کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جو حیوان کسی غیر اللہ کی نذر کے لیے مقرر کیا گیا ہو اور اسی غیر اللہ کی نذر کی ادائیگی کی نیت سے اس کو ذبح کیا جائے لیکن بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر تو وہ مَا اُھِلَّ میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے حلال ہوگا کیونکہ اِن تفسیرات کی بناء پر مَا اُھِلَّ سے مراد وہ جانور ہے جس پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام ذکر کیا جائے اور اس پر تو بوقت ذبح اللہ کا نام پڑھا گیا ہے۔

الجواب اولاً : یہ تفسیرات ان الفاظ اور قیودات کے ساتھ نہ نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں نہ کسی صحابی، تابعی اور تبع تابعی سے نہ سند صحیح کے ساتھ نہ سند ضعیف کے ساتھ اور نہ ہی یہ تفسیرات اجماع امت اور اقوال مجتہدین سے ثابت ہیں بلکہ یہ تفسیرات ان علماء مفسرین سے منقول ہیں جن کا قول بغیر نقل شرعی کے کوئی حجت نہیں تو ان سے استدلال کیسے صحیح ہوگا۔

الجواب ثانیًا : مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کو ان تفسیرات میں منحصر ماننا چند وجوہ سے باطل ہے۔

پہلی وجہ : مَا اُھِلَّ بِہٖ ایسا جامع کلام ہے کہ غیر اللہ کی نذر

کے جمیع اقسام - ۱: حیوانی - ۲: غیر حیوانی - ۳- اللہ کے نام پر ذبح شدہ - ۴- غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ - ۵- کسی کے نام پر ذبح نہ ہوا ہو - ان سب کو شامل ہے۔ لیکن تفسیرات مذکورہ فی السوال کی وجہ سے آیت صرف ایک فرد خاص میں بند ہو جاتی ہے یعنی حیوان جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے اور غیر اللہ کی نذر کے دیگر افراد آیت سے خارج ہو جاتے ہیں۔

دوسری وجہ : کلمہ مَا جس کا اصلی اور وضعی معنیٰ عموم ہے کو حیوان میں بند ماننا اور غیر حیوان کو اس سے خارج کرنا اور وہ بھی محض علماء کے اقوال پر بغیر مخصص شرعی کے ناجائز ہے جبکہ خبر واحد صحیح جیسی شرعی دلیل بھی قرآنی عموم کو خاص نہیں کر سکتی۔

تیسری وجہ : کلمہ اُھِلَّ کا معنیٰ ان تفسیرات میں ذبح کیا گیا ہے حالانکہ اہلال کا معنیٰ لغت عرب میں ذبح نہیں ہے جیسا کہ ماقبل (فصل ثانی) میں وضاحت سے گذر چکا ہے۔

چوتھی وجہ : ان تفسیرات میں بلا ضرورت حذف اور تبدیل سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ بہ کی ب کو بمعنیٰ فی کیا گیا اور اس کے بعد کلمہ ذبح مقدر مانا گیا۔ لغیر اللہ کے لام کو بمعنیٰ "ب" کیا گیا۔ ب کے بعد لفظ اسم مقدر کیا گیا۔ حاصل عبارت یہ ہوا "مَا اھِلَّ ای صیح فی ذبحہ باسم غیر اللہ" اور کچھ لوگ اھِلَّ کو بمعنیٰ ذبح اور لغیر اللہ کے لام کو بمعنیٰ علیٰ کر کے اس کے بعد لفظ اسم مقدر کرتے ہیں۔

حاصل عبارت کا یہ ہوگا "ما ذبح علی اسم غیر اللہ"

سائل کی خدمت میں ہمارا یہ معروض ہے کہ آیت میں بلا حذف و تبدیل ظاہری معنیٰ اختیار کرنے میں کونسا محال شرعی لازم آرہا ہے یا ضروریات دین کے خلاف کوئی امر لازم آرہا ہے جس کی بناء پر آپ مجبور ہو کر حذف و تبدیل کر رہے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر یہ خود ساختہ مطلب تحریف

کلام ربانی ہے جسے اہلِ حق کسی صورت میں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔

ماخذ۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:۔

نیز اگر اُھِلَّ را بر ذبح حمل کردہ شود پس ذبح لغیر اللہ مراد خواہد شد ذبح باسمِ غیر اللہ از کجا فہمیدہ شود تا مدعا ایں مردم حاصل شود پس دریں عبارت اہلال را بمعنیٰ ذبح گرفتن باز لغیر اللہ را بجائے باسم غیر اللہ ساختن قریب بتحریف کلامِ الٰہی می رسد۔

(تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۱۱۶)

ترجمہ: نیز اگر اھل کو ذبح پر حمل کیا جائے تو پھر بھی غیر خدا کے لیے ذبح کرنا مراد ہوگا غیر خدا کے نام پر ذبح کرنا کہاں سے سمجھا جاتا ہے تاکہ ان لوگوں کا مدعا حاصل ہو۔ پس اس عبارت میں اھلال کو بمعنیٰ ذبح لینا پھر لغیر اللہ کو باسم غیر اللہ کے معنیٰ میں کرنا تحریف کلامِ الٰہی کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

فسبحٰن اللہ حین تمسون وحین تصبحون
وله الحمد فی السمٰوٰت والارض وعشیًّا و
حین تظھرون فللہ الحمد رب السمٰوٰت
ورب الارض رب العٰلمین وله الکبریاء
فی السمٰوٰت والارض وھو العزیز الحکیم۔

خوشخبری

برائے

علماء کرام و طلباء علوم دینیہ

کتاب التوحید فی العلم

عنقریب چھپ کر منظر عام پر آرہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ،

ناشر

کتب خانہ حمادیہ - جامعہ بدر العلوم حمادیہ

رحیم یار خان

المذهب المنصور

فی

عدم السماع من فی القبور

تالیف

سید المفسرین والمحدثین بقیۃ السلف حجۃ الخلف مرشد العلماء

حضرت مولانا ابو محمد عبد الغنی الجاجروی نور اللہ مرقدہ

بانی: جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان

ترتیب و مراجعت مفتی محمد الجاجروی

عنقریب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آ رہی ہے (ان شاء اللہ)

ناشر

کتب خانہ حمادیہ

جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان

فون: 068-5872318